اَلاِرْشَادُ وَالاِسْتِرْشَادُ فِی الاِسْلَامِ

پیری مریدی کی شرعی حیثیت

مصنف

شیخ المشائخ، پیرِ طریقت رہبر شریعت

پیر محمد چشتی مدظلہ

جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور شہر، پاکستان

گلف پبلشرز محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور

091-2580188

التماس

اس کتاب کی تدوین واشاعت میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کے حوالہ جات میں ہر ممکن احتیاط برتی گئی ہے تاہم ادارہ کسی بھی نادانستہ غلطی کے لیے معذرت خواہ ہے اور اس کی نشان دہی کے لیے قارئین کا ممنون ہوگا۔

اس کتاب کے حوالہ سے قاری کے ذہن میں کوئی اشتباہ ہو تو اس کو دور کرنے کے لیے بھی ادارہ ہذا سے رابطہ کیا جاسکتا ہے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کا ازالہ کیا جاسکے۔

ادارہ ہٰذا اپنے قارئین کی آراء اور مفید مشوروں پر سنجیدگی سے غور کرنے کے ساتھ تہہ دل سے اُن کا شکرگزار ہوگا۔

منجانب:۔

گلف پبلشرز

کتاب پڑھنے کی دعا

دینی یا اسلامی کتاب پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا پڑھ لیجئے ان شاءاللہ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

ترجمہ:۔اے اللہ ہم پر علم وحکمت کے دروازے کھول دے اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما،اے عظمت اور بزرگی والے۔(مستطرف، ج۱،ص۴۰،دارالفکر بیروت)

قیامت کے روز حسرت

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ:۔سب سے زیادہ حسرت قیامت کے دن اُس کو ہوگی جسے دُنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا مگر اُس نے حاصل نہ کیا اور اس شخص کو ہوگی جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں نے تو اس سے سن کر نفع اُٹھایا لیکن اس نے نہ اُٹھایا (یعنی اس علم پر عمل نہ کیا)۔(تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۵۱،ص138،دارالفکر بیروت)

کتاب کے خریدار متوجہ ہوں

کتاب کی طباعت میں نمایاں خرابی ہو یا صفحات کم ہوں یا بائنڈنگ میں آگے پیچھے ہوگئے ہوں تو ناشر ادارہ سے رجوع فرمائیں۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

اَلْاِرْشَادُ وَالْاِسْتِرْشَادُ فِی الْاِسْلَامِ

پیری مریدی کی شرعی حیثیت

مصنف

شیخ المشائخ، پیرِ طریقت رہبر شریعت

پیر محمد چشتی مدظلہ

جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور شہر، پاکستان

ناشر

گلف پبلشرز محلّہ جنگی قصہ خوانی پشاور

091-2580188

نام کتاب:............ الارشاد والاسترشاد فی الاسلام

مصنف:............ شیخ المشائخ پیر محمد چشتی مدظلہ

کمپوزر:............ عاطف شہزاد چشتی

پروف ریڈنگ:...... اُستاذِ حدیث مولانا نقیب علی

ناشر:............ گلف پبلشرز

تعداد:............ 1100

سالِ اشاعت:...... نومبر 2015ء

قیمت:............ 500 روپے

کتاب پڑھنے کے آداب

(۱) سب سے باوضو ہونا۔ (۲) حمد وصلوٰۃ پڑھنا۔ (۳) تعوذ پڑھنا۔

(۴) تسمیہ پڑھنا۔ (۵) قبلہ رُو بیٹھنا۔

(۶) جہاں جہاں اللہ کا نامِ پاک آئے وہاں عَزَّوَجَلَّ پڑھنا۔

(۷) اور جہاں جہاں ''سیدِ عالم رحمتِ عالم'' کا اسم مبارک آئے وہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھنا۔

(۸) اور جہاں جہاں صحابہ کرام اور صحابیات کے نام آئیں وہاں رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ پڑھنا۔

(۹) جہاں جہاں اولیاء کرام کے نام آئیں وہاں رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ پڑھنا۔

کتاب سے مستفید ہونے کی نیتیں

(۱) رضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس کتاب کا اول سے آخر کتاب کا مطالعہ کرنا۔

(۲) قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی زیارت کرنا۔

(۳) فرض علوم کو سیکھ کر اُس پر عمل کرنا۔

(۴) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلانا۔

(۵) حضرت سفیان بن عینیہ (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کے اِس قول ''عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ'' یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے، پر عمل کرتے ہوئے ذکرِ صالحین کی برکتیں لوٹنا۔

(۶) اِس کتاب کے مطالعہ کا ثواب ساری اُمت کو ایصال کرنا۔

(۷) سنتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل اور مشائخ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنا۔ (انشاء اللہ عَزَّوَجَلَّ)

کتاب ملنے کے پتے

☆ المکتبۃ الغوثیہ، دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ بیرون یکہ توت پشاور، 0345-9040446

☆ نظامیہ کتاب گھر۔ زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور 0301-4377868

☆ دارالنور دکان نمبر ۴ مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور 04237247702

☆ مکتبہ غوثیہ۔ یونیورسٹی روڈ، بالمقابل عسکری پارک کراچی 021-34926110

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور 04237247301

☆ مکتبہ المصطفیٰ چکدرہ 0343-9070902

☆ شبیر برادرز زبیدہ سنٹر ۴۰، اُردو بازار لاہور 042-37246006

☆ زاویہ پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور 04237300642

☆ مکتبہ امام احمد رضا کری روڈ راولپنڈی 0514907446

☆ اہل السنہ پبلی کیشنز دینہ جہلم 03335833360

☆ مکتبہ دارالاحناف کامران مارکیٹ نیو اڈا مردان 03119231283

☆ مکتبہ عفوریہ قادریہ طارق آباد تندوڈاک سوات 03449294923

☆ مکتبہ عمر فاروق جنگی محلّہ قصہ خوانی 03018845717

☆ مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر دوکان نمبر ۳، بیسمنٹ نزد لوئر مال تھانہ اُردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رضائے مصطفیٰ پیپل منڈی پشاور محمد علیم شاہ۔ 0300-5864762

☆ مکتبۃ النظامیہ مسجد ابوایوب انصاریؓ گھنٹہ گھر پشاور 0300-5893316

☆☆☆☆☆

عرضِ ناشر

علم ومعرفت کا ذوق رکھنے والے بہت ہی عزت واحترام کے لائق قارئین کرام ایک طویل عرصے سے آپ بھی اور ہم بھی اس بات کی شدید ضرورت محسوس کررہے تھے کہ موجودہ دور میں کوئی ایسی کتاب ہو جو مسلمانانِ عالم کی صحیح تربیت کرنے کیلئے قرآن وسنت اور ائمہ مجتہدین کے دِکھائے ہوئے راستے کی کما حقہ پہچان کراسکے اور مسلمانوں کو حق وباطل میں تمیز کرنے کے لیے ایک سیدھی راہ کی حیثیت رکھتی ہو۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہم ایسے عالم باعمل، شیخ طریقت، مرشدِ کامل اور رہنما کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگئے ہیں جنکی زندگی کا لمحہ لمحہ علم دین کی ترویج واشاعت اور طریقت کے اسرار ورُموز کو طالبان رُشد وہدایت تک پہنچانے میں صرف ہورہا ہے۔ایسے عظیم رہبر جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ظاہری علوم میں مہارت رکھنے کے ساتھ باطنی علوم پر کمال دسترس رکھنے والے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو سب چیزوں پر مقدم رکھنے والے درویشِ خدامست، اپنے دور کے رازی اور غزالی ہیں، وہ مردِ حق، مرشد کامل، مردم ساز ومردم شناس شیخ التفسیر، پیرِ طریقت ورہبر شریعت، شیخ المشائخ مولانا پیر محمد چشتی مدظلہ العالی ہیں جن کی تحریروں نے مسلمانوں میں ایک نیا تازہ ولولہ اور ایک نیا جذبہ مومنانہ پیدا کردیا ہے۔حضرت موصوف کی جتنی کتابیں طبع ہوکر ابتک اہل علم کے مطالعہ میں آچکی ہیں اُن سے آپ کو اُن کے علم وعرفان کی بلند پروازی کا اندازہ ہوچکا ہوگا اور آپ نے یقین کیا ہوگا کہ مذہبی عصبیت وتنگ نظری اور انانیت کے اِس پرآشوب دور میں بھی لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر آوازِ حق بلند کرنے والے موجود ہیں، جو حدیث نبوی ''لَاتَزَالُ مِنْ اُمَّتِی اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَامَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ''۔(متفق علیہ) کے مظہر ہیں اور دینِ اسلام کے حقیقی خادم ہیں۔

آج ہم شیخ حضرت موصوف کی ایک ایسی کتاب شائع کرنے کی سعادت پا رہے ہیں جس سے متعلق اگر اتنا کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ جامع الصفات، شریعت وطریقت اور علم و عرفان کی خزانہ ہے **''الارشاد والاسترشاد فی الاسلام''** نام سے اِس کتاب میں حضرت الشیخ نے علم وعرفان کے موتی بکھیرے ہیں اور سلوک وطریقت کے حوالہ سے اصل اور نقل کی تمیز بتائی ہے جوایک بار بھی پڑھ لینے سے ذہن کے صفحات پر پتھر کی لکیر کی طرح منقش ہوجاتا ہے۔ علمی ذوق رکھنے والے طالبانِ شریعت وطریقت بار بار پڑھ کر اپنی علمی پیاس بجھانے کے ساتھ دینی وروحانی تربیت کے حصول کا ذریعہ بناسکتے ہیں کیوں کہ یہ کتاب اہل علم حضرات کے لیے دینی وروحانی تربیت کے نصاب کے طور پر کام دے گی۔ یہ کتاب اہل طریقت کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مصنف نے اس کتاب میں ایسا محققانہ انداز اپنایا ہے جوسراسر دلائل و براہین پر مبنی ہے، شریعت وطریقت کی پہچان کواپنا شعار بنایا ہے۔ کتاب کو پڑھنے والا عام قاری بھی محسوس کر سکتا ہے کہ حضرت نے جس سوز وگداز اور جس اخلاص کے ساتھ خانقاہ نشین وارثان منبرومحراب کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے لبادے میں مسندارشادومسنداستاد پر بیٹھے ہوئے نااہل لوگوں کا اصل چہرہ مسلمانوں کے سامنے بے نقاب کیا ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان جواصلی اور جعلی میں تمیزنہیں کرسکتے۔ وہ خدانخواستہ ایسے لوگوں کے دجل وفریب میں نہ آئیں اور شریعت وطریقت کے اصل وارثوں کی بدنامی کا ذریعہ نہ بنیں۔ یہ کتاب ہرآستانے، ہردینی مرکزاور ہرلائبریری کی ضرورت ہے۔اس کتاب کی زیادہ ضرورت ان جامعات میں ہوگی جہاں طلباء مختلف دینی موضوعات پر تحقیق کررہے ہیں۔

اس کتاب میں حضرت موصوف نے پیری مریدی کی شرعی حیثیت کی تعیین سے لے کرشریعت وطریقت کے جامع رُموزتک بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب اہل طریقت کے لیے ایک انمول خزانہ ہے،اس کتاب میں حضرت موصوف نے حقیقی اہل طریقت اور جعلی اہل طریقت

کے مابین حدِ فاصل بتائی ہے اور جعلی اہلیان طریقت کا تاریخی آپریشن کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ المشائخ نے حضرت پیرانِ پیر الشیخ عبدالقادر جیلانی کی تعلیماتِ سلوک سے لیکر حضرت سلطان الہند خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے اندازِ سلوک اور حضرت شیخ مجد دالف ثانی سرہندی کے اندازِ تربیت سے لیکر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے روحانی اندازِ تبلیغ تک، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے انکشافات سے لیکر حضرت شیخ کبیر صدرالدین قونوی کے معارف وکمالات تک کا تذکرہ بڑے خوبصورت انداز سے کیا ہے۔ مصنف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ہر ولی کا پیرومرشد ہونا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ کسی غیر معیاری اور شریعت وطریقت سے ناواقف کا لوگوں کو بیعت دینا جائز ہو۔ حضرت موصوف نے کتاب میں فرضی سلوک اور نفلی سلوک کا فرق واضح کیا ہے۔ فلاحِ تقوی اور فلاحِ احسان کی تشریح کا حق ادا کیا ہے اولیاء کرام سے متعلق آیاتِ قرآنی کی ایسی تفسیر پیش کی ہے جو تفاسیر کے ہزاروں صفحات ٹٹولنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ الغرض یہ کتاب روحانیت کے متلاشیوں کے لئے خضرِ راہ سے کم نہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ کتاب ہٰذا کے پڑھنے سے جہاں عام قارئین کو بے پناہ فائدہ ہوگا وہاں اہلیانِ طریقت وشریعت کے زاویہ علم میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔

کتاب سے استفادہ کرنے والے قارئین حضرت شیخ المشائخ جناب **پیر محمد چشتی** کو اپنی خصوصی دُعاؤں میں ضرور یاد رکھیں کیوں کہ وہ جہاں درس وتدریس کے میدان کے قابلِ فخر شہسوار ہیں جس میں ان کا بدل نہیں ہے اِسی طرح تحریری میدان میں بھی باکمال شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی دُعائیں شاملِ حال رہیں تو بہت سارے موتی پروتے پروتے ''کتابوں'' کا ایک ایسا ہار تیار ہو رہا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے رہنمائی کا بہترین ذریعہ ثابت ہونے کے ساتھ اُمت مسلمہ کے لیے ایک نادر تحفہ ہوگا۔

ناشر

فہرست

حالاتِ مصنف بقلمِ مصنف

آج 2010ء سے تقریباً 73 سال قبل شاگروم میں پیدا ہوا۔ شاگروم نام کا یہ وسیع وعریض گاؤں درہ تریچ کی آخری آبادی ہے ضلع چترال تحصیل ملکھو کا یہ درہ میری پیدائش سے پہلے بھی مردم خیزی میں مشہور تھا جس میں نوابی دور کے علم دشمن ماحول میں بھی محمد جناب شاہ اور قاضی بدر الدین خواجہ جیسی ہستیاں بالترتیب عصری اور مذہبی علوم کی روشنی پھیلا رہی تھیں۔ نوابوں کے تعلیم دشمن ماحول سے آزادی اور ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہو جانے کے بعد بھی چترال کے اِس درہ سے اچھے خاصے اہل علم پیدا ہوئے میری پیدائش ریاستی دور کے جس ماحول میں ہوئی وہ کچھ اِس طرح تھا کہ نوابوں کے بچوں کیلئے ابتدائی تعلیم کا انتظام مقامی طور پر میسّر تھا جبکہ قرآن شریف ناظرہ پڑھنے اور نماز وروزہ جیسے ضروری احکام سے روشناس ہونے کے ساتھ مڈل تک دُنیوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لیے پشاور، دہلی، لاہور اور انگلینڈ کا رُخ کیا کرتے تھے جبکہ رعایا کے بچوں کی تعلیم کا قطعاً کوئی انتظام ہی نہیں تھا مگر یہ کہ نوابوں کے کارندوں سے چھپ کر ریاست کی حدود سے نکلنے میں کامیاب ہوتا تو سفر وغربت اور بے وطنی کی صعوبتیں برداشت کر کے مذہبی یا عصری تعلیم کی کچھ روشنی پاتا جن کی تعداد اکائیوں سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

فقدانِ تعلیم کی اِس بدحالی کے ساتھ معاشی زبوں حالی کا یہ عالم تھا کہ نوابوں کی گزراوقات رعایا سے ظلماً وصول کیے جانے والے غلّہائے عشر پر ہوا کرتی تھی تو عام آدمیوں کی معیشت کا کہنا ہی کیا تھا درہ تریچ میں سب سے زیادہ قطعہ اراضی کے مالک ہونیکے باوجود ہمارے خاندان میں بھی عمومی خوراک جو کی روٹی یا باجرہ کی روٹی ہوا کرتی تھی لیکن اِس کے ساتھ

ہمارے خاندان پر ربّ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ کا خاص کرم یہ تھا کہ ہرن کے گوشت سے ہمارا گھر کبھی خالی نہ ہوتا تھا، میرے دادا جان (نام رحیم ولد عبدالکریم) جو اپنے وقت کے خدارسیدہ بزرگ تھے۔ وفاداری، امانتداری، سخاوت، شجاعت اور صدقِ لہجہ میں مشہور تھے جن کی وفا شعاری کو دیکھ کر مہتر چترال نواب محمد ناصر الملک (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) نے اُنہیں اُمین دربار کے عہدے پر فائز کیا تھا جس کی بدولت اُن کے بیٹوں کو شاگروم سے ملحق بالائی شکارگاہوں کی اختیارداری اور ہر جگہ سے شکار کی اجازت تھی۔ میرے تایا شہزادہ رحیم (مرحوم) سرکاری شکاری ہونے کی بناء پر پورے چترال میں شکاری کے نام سے ہی مشہور تھے میرے (مرحوم) والد اُن سے عمر میں تقریباً تین سال چھوٹے تھے، گھریلو ذمہ داریوں سے زمینوں کی دیکھ بھال تک جملہ انتظامات کے نگران تھے جبکہ میرے چھوٹے چچا امام رحیم (مرحوم) اُن کے نائب و معاون تھے۔ میرے والد محمد رحیم ولد نام رحیم ہرن کے شکار سے لے کر ہر موسم کے پرندوں تک کا شکار کرنے میں پورے درہ تریچ میں اپنی مثال آپ تھے۔ شانِ قدرت ہے کہ شکار کر کے کھانے اور کھلانے والے اِس عظیم شکاری کو اِس حوالہ سے وہ شہرت نہیں ملی جو اُن کے بڑے بھائی شہزادہ رحیم کو ملی۔

علاقائی ماحول اور خاندانی روایات کا شعور پانے کے بعد میں بھی اُس راہ پر چلنے لگا جس پر چلتے ہوئے اپنے بڑوں کو دیکھا تھا لیکن شکار کے حوالہ سے میرے اور میرے بڑے بھائی جان مولانا شیر محمد مدظلہ العالی کا معاملہ اپنے بزرگوں سے مختلف رہا کیوں کہ ہمارے والد مرحوم ومغفور (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) اپنے بڑے بھائی سے کئی گنا زیادہ فعّال اور ہر موسم کے شکار کا بہترین شکاری ہونے کے باوجود اپنے بڑے بھائی جیسی شہرت اِس حوالہ سے نہ پا سکے جبکہ میرے بڑے بھائی میرے مقابلہ میں کئی گنا اچھا شکاری ہوتے ہوئے بھی اِس حوالہ سے میری شہرت کو نہ پہنچ پائے حالانکہ وہ ہر موسم کے اچھے شکاری تھے چھوٹے پرندوں

کے شکار کے حوالہ سے میری فنکاری کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی درخت کے نیچے بیٹھ کر گھنٹہ سے دو گھنٹے کے دورانیہ میں پچاس ساٹھ کی تعداد میں پرندے مار گراتا تھا مجھے مواد پہنچانے اور ذبح کرنے پر مقرر لڑکوں کا کہنا ہے کہ روزانہ کی یہ تعداد دو سو سے بھی زیادہ ہوا کرتی تھی۔ صحیح تعداد کے متعلق حتمی صورت مجھے یاد نہیں ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ)

یہاں پر شاید قارئین کو اُن پرندوں سے متعلق تعجب ہو کہ اِس کثرت سے آنے والے وہ کیسے پرندے ہونگے اور وہ شکارگاہ کیسی ہوگی؟ تو اِس کے متعلق یہ ہے کہ اُن دِنوں میں یعنی آج سے تقریباً نصف صدی قبل ہر قسم شکار کی بہتات ہونے کی طرح گندم اور باجرہ کی فصل جب پکنے کے قریب ہوتی تھی تو اُسے کھانے کے لیے پرندوں کی یہ نسل کثیر تعداد میں آیا کرتی تھی۔ جس کو کھوار زبان میں شوبیچ کہا جاتا ہے جو جسامت میں اندازاً تین چڑیوں کے برابر ہوتا ہے اور رنگت کے اعتبار سے اُن کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک خاکستری سفید، دوسری وہ جس کا سر اور گردن سمیت سینے کا بالائی حصہ سرخ باقی سارا حصہ خاکستری جو خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ ہے اور گوشت اُس کا بہت لذیذ ہوتا ہے۔ درہ تریچ سمیت چترال کے بالائی حصہ کی تینوں تحصیلوں میں اُس کی کثرت کے ساتھ آمد کا موسم ماہ ستمبر ہوا کرتا تھا لیکن دُنیا کی ارتقائی زندگی کے دوسرے شعبوں میں نمایاں تبدیلیاں آنے کی طرح ہر موسم کے شکار میں بھی کافی حد تک تبدیلیاں آچکی ہیں۔ کیمیائی کھاد کی وجہ سے گندم کی پیداوار زیادہ ہونے کی بناء پر باجرہ کی کاشت ہی ہمارے علاقہ سے ناپید ہو چکی ہے یہ باجرہ بھی خاص نسل کا ہوتا تھا جس کو کھوار زبان میں اُڑین کہا جاتا تھا جو آج سے نصف صدی قبل ہماری عمومی خوراک ہوا کرتا تھا اور گندم کی فصل ستمبر میں پکنے کے بجائے ترقی کر کے اگست کے اوائل میں ہی تیار ہوتی ہے۔ جس وجہ سے شوبیچ کی اُس کثرت سے آمد رہی نہ اُس کے شکار کا رواج۔ اگر کوئی اِکّادُکّا دانہ اُڑتا ہوا نظر آتا ہے اُسے ماضی کی یادگار تصور کیا جاتا

ہے۔جس درخت کو میں نے شکارگاہ بنایا ہوا تھا وہ شتلک کی درمیانہ سائز کی لمبائی والا درخت تھا جس کی لمبائی اندازتاً ۱۵ سے ۲۰ فٹ تک ہوگی جس کے نیچے اندازتاً آٹھ کنال میں پھیلی ہوئی گندم کی فصل اور بعض سالوں میں اُڑین کی فصل ہوا کرتی تھی۔وہ دلکش و حسین منظر میرے لئے بھولنے کی چیز نہیں ہے جب لیسرِک وَاشپرُ وسرِک شوتیچ کا روم (سیل) آکر اُوپر سے درخت کو ڈھانپتا تھا اور نیچے سے میں شونجور سے اُنہیں مار گرایا کرتا تھا۔ الغرض اُس وقت کے شکار کے حوالہ سے اپنے ماضی کے رِکن رِکن حسین جھروکوں کا تصور نہیں کرتا بلکہ ایک ایک کے تصور پر کلام اقبال بے ساختہ زبان پر آتا ہے کہ ع

یاد آتا ہے مجھ کو گزرا ہوا زمانہ

مذہبی تعلیم میں آنے کے غیبی اسباب

برادری کی بزرگ ہستی صوفی گل محمد مرحوم کے پاس دوسرے لڑکوں کے ہمراہ قرآن شریف کا ناظرہ سبق پڑھ رہا تھا۔ایک دن سبق یاد نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے ہاتھوں مار پڑی اُنہوں نے کہا کہ ''شیر ڈشمن بتی گوئے تہ کریتو کتابان برے تان اَچا کسیر'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ شیر محمد عالم دین بن کر آئے گا تجھ پر کتابیں لاد کر اپنے پیچھے پھرائے گا۔مزید وضاحت اِس کی یہ ہے کہ میرے بڑے بھائی صاحب کا نام شیر محمد ہے جس کو لڑکپن میں شیر کہہ کر پکارا جاتا تھا اور وہ مذہبی تعلیم کے لیے مسافرت میں تھا۔

صوفی گل محمد کی اِس بات کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ میں نے بھی مذہبی تعلیم کے لیے مسافرت اختیار کی،عرصہ ایک سال تک انگور کلی علاقہ ورسک چارسدہ میں ترکی حاجی صاحب مرحوم کے مدرسہ میں اپنے بڑے بھائی مولانا شیر محمد اور گاؤں کے اور چند لڑکوں کے ہمراہ مولانا عبدالعزیز چترالی (مرحوم) کے درس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتا رہا۔دوسرے سال میں

پشاور شہر میں آ کر اُس وقت کے دارالعلوم سرحد واقع مسجد غلام جیلانی میں داخلہ لیا تقریباً تین سال تک یہیں پر ابتدائی کتابیں حضرت مولانا مفتی عبداللطیف ،حضرت مولانا پائندہ محمد عرف کابل اُستاذ ،حضرت مولانا محمد عمر چکسر استاذ جیسے کہنہ مشق و مشفق اساتذہ سے پڑھی۔ اِس دوران کے میرے رفقاء درس میں سے مولانا محمد وزیر سکنہ نشکو چترال (مرحوم)، مولانا کبیر شاہ سکنہ مدک چترال (حیات)،مولانا حاجی ابراہیم سکنہ ورکوپ چترال (حیات)، مجھے یاد ہیں جو ہر اعتبار سے قابل ستائش طلباء تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی سے ان تین سالوں میں دارالعلوم کے تمام طلباء میں نمایاں حیثیت رہی کسی بھی کتاب اور کسی بھی امتحان میں کوئی اور مجھ سے زیادہ نمبر حاصل کرنے نہیں پایا۔ اِس پر مستزاد یہ کہ دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں طلباء کی نمائندگی کرتے ہوئے عربی زبان میں جو تقریر کیا کرتا تھا وہ مزید شہرت کا سبب بنی۔ تین سال یہیں پر اوسط درجہ تک کتابیں پڑھنے کے بعد اُس وقت کے جامعہ اشرفیہ واقع ہندو متروکہ بلڈنگ نیلا گنبد لاہور چلا گیا لیکن لیٹ پہنچنے کی وجہ سے داخلہ نہ مل سکا تو مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں داخلہ لیا لیکن اسباق میں تسلی نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر اُس وقت کے احسن المدارس واقع جامع مسجد الحنفیہ راولپنڈی میں جا کر داخلہ لیا اور مولانا اللہ بخش (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) اور سید عارف اللہ شاہ (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کی نگرانی میں چند کتابیں پڑھ کر سالانہ ماہ رمضان کی تعطیلات میں دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حضرت ابوالحقائق مولانا عبدالغفور ہزاروی کے درس تفسیر میں شامل ہوا۔ جس میں (40) شرکاء درس میں سے جن رفقاء کے نام مجھے یاد ہیں،اُن میں:

پیر طریقت رہبر شریعت مولانا علاء الدین صدیقی مالک النور چینل انگلینڈ (حیات)۔

مولانا عبداللہ شاہ (مرحوم) مہتمم مدرسہ انوارالابرار ملتان۔

مولانا حافظ فضل احمد حال امریکہ۔

مولانا شیخ الحدیث نور حسین شیخ الدرس جامعہ مراڑیاں شریف گجرات۔

مولانا صادق شاہ کشمیری جن کی حیات وممات کا علم نہیں ہے۔

پیر طریقت رہبر شریعت مولانا عابد حسین شاہ م (مرحوم) جو حضرت جماعت علی شاہ محدث علی پوری نارووال پنجاب کے سجادہ نشین تھے۔

مولانا مفتی عبدالشکور جو حضرت ابوالحقائق نوراللہ مرقدہ کے صاحبزادے تھے جواَب مرحوم ہو چکے ہیں۔

وزیرآباد کے دورہ تفسیر میں چالیس (40) دن کا دورانیہ کامیابی کے ساتھ گزارنے اور امتیازی پوزیشن حاصل کرنے کے بعد دوسرے سال مولانا غلام رسول رضوی شیخ الحدیث و بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے درس میں شامل ہوااِس دوران اُن سے استفادہ کرنے کے علاوہ اُس وقت کے متعدد مشاہیر علماء لاہور سے بھی مستفیض ہونے کا اچھا موقع مل گیا۔ تعلیمی سال یہیں پر کامیابی کیساتھ گزارنے اور امتیازی پوزیشن پانے کے بعد حضرت استاذ العلماء دُنیائے تدریس کے تاجدار مولانا عطاء محمد چشتی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفُ کے درس میں سیال شریف حاضر ہوا یہیں پر ایک سال کامیابی کے ساتھ گزارنے کے بعد جب استاذ مکرم بندیال کو منتقل ہوئے اُن کی ہمراہی میں وہیں جاکر دو سال تک حضرت کی کفش برداری کی سعادت پائی۔ سیال شریف سے لیکر بندیال شریف تک اِس دورانیہ میں حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحق بندیالوی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی، حضرت شیخ المعقولات والمنقولات مولانا غلام محمد تونسوی جیسے قابل فخر رفقاء درس کی معیت رہی، بحمدہ سبحانہٗ وتعالیٰ ابتک یہ سب کے سب حیات ہیں، جو علمی امانت کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

درس نظامی کی آخری کتابوں کے اختتام پر غالباً 1961ء تھا، ملتان جا کر دورہ حدیث شریف کی تکمیل کے لیے شیخ الحدیث مولانا السید احمد سعید الکاظمی (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) کے درس حدیث میں شامل ہوا، اُسی سال تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی بنیاد بھی رکھی گئی تھی جس کے صدر حضرت غزالی زماں اور ناظم اعلیٰ مولانا غلام جہانیاں سکنہ ڈیرہ غازی خان مقرر ہوئے تھے اُن ہی کی کوششوں سے 1961ء میں تنظیم المدارس پاکستان کے زیر انتظام مدارس کے اُن طلباء کا تحریری امتحان لیا گیا تھا جو دورہ حدیث پڑھ کر فارغ تحصیل ہونے والے تھے وَن یونٹ کا زمانہ تھا موجودہ پاکستان کے چاروں صوبوں کو ملا کر مغربی پاکستان کہا جاتا تھا، سیاسی آزادی نہیں تھی، فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان (مرحوم) کا دور تھا، ذوالفقار علی بھٹو (مرحوم) ایوب خان کے وزیر خارجہ تھا۔ تنظیم المدارس پاکستان کے اُس تاریخی امتحان میں مجھے ملک بھر سے فارغ تحصیل ہونے والوں میں پہلی پوزیشن پانے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جس کے بعد میری تدریسی خدمات حاصل کرنے کے لیے جامعہ غوثیہ کہروڑپکا ملتان، جامعہ نعیمیہ لاہور، جامعہ سراج العلوم خانپور رحیم یار خان کے منتظمین ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے جبکہ میرے شیخ فی الحدیث حضرت غزالی زماں (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) مجھے اپنے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں ہی مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن خانپور کے حافظ سراج احمد (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کی طلب کو اپنی پسند پر ترجیح دیتے ہوئے مجھے خانپور ضلع رحیم یار خان بھیج دیا۔ جہاں پر تقریباً دو سال تک منتہی طلباء کو پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی جن میں سے مولانا سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین خانقاہ قادریہ، گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان، مولانا عزیز الرحمٰن درانی سکنہ خانپور، مولانا حافظ محمد خان، مولانا محمد احمد سکنہ خاص رحیم یار خان حال انگلینڈ، مولانا نذیر احمد حال مقیم مکہ معظّمہ، مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم سکنہ دنین چترال کے نام اِس وقت یاد ہیں جبکہ حافظ سراج احمد مرحوم

اور اُن کے صاحبزادے مولانا مختار احمد درانی مہتمم مدرسہ سراج العلوم جس اخلاص ومحبت سے پیش آتے رہے، وہ اب بھی مجھے یاد ہے۔

1964ء میں جب جامعہ عباسیہ بہاولپور اسلامی یونیورسٹی میں تبدیل ہوکر تخصص فی التفسیر والحدیث کے لیے اُمیدواروں کو امتحان کے لیے بلایا گیا میں بھی اپنے شیخ فی الحدیث کی ہدایات کے مطابق سراج العلوم خانپور کی تدریس سے استعفیٰ دے کر اُس میں شامل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی توفیق سے اُس تاریخی امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کی جس کا ملک بھر میں چرچا ہوا، سکالرشپ کے خصوصی اعزاز کے ساتھ تخصص فی التفسیر والحدیث کی کلاسوں سے مستفیض ہونے کے ابھی صرف چھ (6) ماہ گزرے تھے کہ جامعہ انوار العلوم ملتان کے طلباء نے کچھ داخلی سازشیوں کے دخل عمل سے ہنگامہ برپا کیا تو حضرت غزالی زماں نے حالات کنٹرول کرنے کے لیے شیخ الدرس بنا کر انوار العلوم ملتان بھیج دیا۔ شبانہ وروز محنت کر کے جب یہاں پر خوشگوار علمی فضا قائم کرنے میں کامیاب ہوا تو یہاں کے کچھ کہنہ مشق سازشیوں نے میری سادگی اور نوجوانی کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اُٹھا کر اعتماد کا ایسا دھوکہ دیا کہ حضرت غزالی زماں اور مفتی مسعود علی القادری رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی سے ہدایات لیے بغیر محض سازشیوں کے دھوکہ میں آکر موسم گرما کی تعطیلات کا اعلان کر دیا۔ میرا یہ فیصلہ نہ صرف دینی مدارس کے مزاج وروایت کے منافی تھا بلکہ ہر اعتبار سے نامناسب وغلط تھا مجھے اپنی اِس غلطی کا احساس تب ہوا جب حضرت غزالی زماں (نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْفَ) کی طرف سے تفصیلی خط گھر کے پتہ پر وصول ہوا، جس میں اِس کے پس منظر سے مجھے آگاہ کرنے کے ساتھ اِس کو نوجوانی کی ناتجربہ کاری اور حاسدوں کی سازش سے بے علمی کا نتیجہ قرار دے کر مجھے جلد از جلد انوار العلوم واپس پہنچنے کا فرمایا گیا تھا۔ حضرت کا یہ مکتوب گرامی اُس وقت مجھے وصول ہوا جب میں بیماری سے نڈھال تھا اور علاج کے لیے

میوہسپتال لاہور جانے کی تیاری تھی جس کے بعد حضرت مفتی اعجاز ولی شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور (نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡفَ) کی وساطت سے میوہسپتال لاہور کے ایک بڑے ڈاکٹر جو پیر محمد کرم شاہ الازہری مرحوم کے برادرِ محترم تھے جن کا نامِ گرامی یاد نہیں آ رہا۔ اللہ تعالیٰ اُس جہاں میں اُنہیں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے کی نگرانی میں زیر علاج رہا۔ تقریباً تین ماہ لاہور میں علاج کے اِس دورانیہ میں جامعہ نظامیہ لاہور میں بڑی کلاسوں کو چند اسباق بھی پڑھاتا رہا، اِس دوران مجھ سے استفادہ کرنے والوں میں سے قاری خوشی محمد مرحوم اور مولانا حکیم اللہ اوگی مانسہرہ (ابھی حیات ہے) کے نام اِس وقت یاد ہیں۔ علاج سے فائدہ نہ ہونے پر کچھ تجربہ کار حضرات کے مشورے اور حضرت غزالی زماں کی نگرانی میں حضرت کے ہمسایہ حکیم عطاء اللہ مرحوم سکنہ محلّہ قدیر آباد ملتان کے پاس پہنچا۔ نبض دیکھ کر اُنہوں نے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ جگر کی حرارت حدِ اعتدال سے تجاوز کیے ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، ڈاکٹروں کی غلط تشخیص اور بے مصرف گرم دوائیوں نے ''جلتے پر تیل کا کام'' کیا ہے۔ انجام کار حکیم عطاء اللہ مرحوم کے علاج سے چند ہفتوں میں بیماری سے نجات پانے کے بعد تصوف کی جان ''فُصوص الحِکم'' شریف پڑھنے کا دیرینہ شوق پورا کرنے کے لیے حضرت غزالی زماں کی اجازت سے مہرآباد شریف گوگڑاں، ضلع لودھراں امام الواصلین، افضل العاملین، سند الکاملین، جامع المعقول والمنقول سیدی وسندی ومرشدی امام شاہ (نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡفَ) کی خدمت میں مہرآباد شریف پہنچا۔ صحیح النسب بخاری سادات کی یہ بستی کسی وقت ''چاہ نئی والا'' کے نام سے مشہور تھی، لیکن حضرت امام الواصلین کی علمی شخصیت، قال اللہ قال الرسول کی تعلیم وتبلیغ اور خلق خدا کی روحانی تربیت کی بدولت آہستہ آہستہ بستی کا نام تبدیل ہو کر سیدوں کی بستی مشہور ہونے لگی اور جس روز حضرت پیر مہر علی شاہ نے (نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡفَ) اپنے چہیتے خلیفہ کی احوال پرسی کے لیے یہاں پر

قدم رنجہ فرمایا اُس دن سے اس کا نام مہرآباد شریف پڑ گیا اور یہ دلکش نام اتنا مشہور ہوا کہ نئی نسل کو پرانے نام کا پتہ ہی نہیں ہے یہیں پر ڈیڑھ ماہ میں حضرت امام الواصلین (نَـوَّرَاللّٰـهُ مَـرْقَـدَهُ الشَّـرِيْفَ) سے فصوص الحکم شریف کا درس سبقاً سبقاً پڑھا۔ درس کے اختتام پر عیدالفطر کی صبح کو عیدگاہ جانے سے قبل اپنے مبارک ہاتھوں سے میری دستار بندی فرمائی۔ یہاں پر اگر مہرآباد شریف میں قیام کے دوران حضرت کے لیل والنہار کے حوالہ سے اپنے حسین مشاہدات کا تذکرہ کروں یا فصوص الحکم شریف کے درس کے حوالہ سے فیوضات و برکات اور مکاشفات کی تفصیل میں جاؤں تو اِس سے مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے لیکن میں نے یہیں پر اپنے ماضی کے جھروکوں کی صرف اور صرف اجمالی جھلک ضبط تحریر میں لانے کے سوا اور کچھ نہ کرنے کا التزام کیا ہوا ہے ورنہ مہرآباد شریف سے میری کافی سے زیادہ حسین یادیں وابستہ ہیں۔ تاہم فرمان الٰہی ''وَاَمَّـا بِـنِـعْـمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ''(۱) پر عمل کرتے ہوئے اِس حقیقت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت کے فیض رساں درس میں فصوص الحکم شریف پڑھنے کے بعد شرح صدر کی وہ توفیق مجھے میسر ہوئی جس کے بعد الٰہیات کے مشکل سے مشکل مسائل آسان ہونے لگے، درس نظامی کے جملہ فنون و کتب میں پوشیدہ رموز کا عقدہ کھلنے لگا اور بالخصوص قرآن وسنت کے معارف تک رسائی کی سبیل میسر ہوئی جسکے بعد فتاوٰی درالمختار کی اُس بات پر مجھے حق الیقین کا درجہ حاصل ہوا جو اُنہوں نے امام مجدالدین فیروزآبادی صاحب القاموس فی اللغۃ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''وَمِـن خـواص کُتُبِـه اَنّ مَـن واظَـبَ عـلـی مطالعتها انشرَحَ صدرُه لفَک المُعضلاتِ وَحَلِّ المشکلات ''(۲)

۱۔ الضحٰی، 11۔

۲۔ فتاویٰ الدر المختار، ج 1، ص 358، مطبوعہ مجتبائی دھلی۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتابوں کی خصوصیات میں سے ہے کہ جو ہمیشہ اُن کا مطالعہ کرتا ہے اُس کو لاینحل اور مشکل مسائل کا عقدہ کھولنے کے لیے شرح صدر کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

اِس کے بعد حضرت غزالی زماں (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) کی طرف سے جامعہ غوثیہ سکھر جا کر شیخ الدرس کا منصب سنبھالنے کا حکم ملا۔ تقریباً دو سال تک وہیں پر حضرت مولانا مفتی محمد حسین قادری (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) کی نگرانی میں خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اِس دوران حضرت مفتی صاحب مرحوم کی کمالِ شفقت ومحبت کیساتھ نواب وحید احمد خان ایڈوکیٹ مرحوم کا اخلاص اور حاجی محمد یعقوب مرحوم اور اُن کے بیٹوں کی میری ساتھ محبت بھولنے کی چیز نہیں ہے۔

یہاں پر مجھ سے درس پڑھنے والے حضرات میں صرف مولانا شمیم الحسن القادری حال خطیب کشمور، مولانا محمد فاروق مرحوم، مولانا مفتی محمد شریف خطیب روہڑی سکھر، مولانا حبیب احمد شیخ الحدیث جامعہ نوریہ کوئٹہ بلوچستان کے نام یاد ہیں۔

بعد ازاں حضرت غزالی زمان کی ہدایات کے مطابق جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور کی بنیاد 31 دسمبر 1966ء کو رکھ کر حسب استطاعت مذہبی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ اب تک میرے حلقہ درس سے بلاواسطہ علم وعمل کی تربیت حاصل کرنے کے بعد نمایاں خدمات انجام دینے والے حیات حضرات میں مندرجہ ذیل کے نام یاد ہیں:

(1) مولانا ڈاکٹر صدیق علی چشتی سوئیڈن۔

(2) مولانا سید محمد فاروق القادری، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ غفوریہ گڑھی اختیار خان، ضلع رحیم یار خان۔

(3) مولانا شاہ منیر چشتی، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ جنیدیہ کارخانو خیبر روڈ پشاور۔

(4) مولانا سید محمد عرفان المشہدی خطیب یورپ۔

(5) مولانا حبیب احمد نقشبندی شیخ الحدیث جامعہ نوریہ کوئٹہ بلوچستان۔

(6) مولانا محمد قاسم چشتی شیخ الدرس دارالعلوم جامع مسجد العربی النہان، خاران بلوچستان۔

(7) مولانا مفتی غلام صدیق قادری خطیب اعظم کوہ دامن اضاخیل متنی سرحد۔

(8) مولانا محمد صدیق نقشبندی شیخ الدرس دارالعلوم غوثیہ خالو غازی ہری پور۔

(9) مولانا پیر سید شیخ الدرس دارالعلوم قادریہ غفوریہ طارق آباد سوات۔

(10) مولانا قاری محمد انور بیگ امجدی چشتی قادری خطیب الجامع السنہری مسجد پشاور ومہتمم مدرسہ حدیقۃ القرآن پشاور۔

(11) مولانا محمد یعقوب القادری خطیب بروٹھہ اٹک۔

(12) مولانا سید منیر اللہ شاہ قادری خانقاہ قادریہ گڑھی بلوچ پشاور۔

(13) مولانا محمد درود پکتیا افغانستان

(14) مولانا محبّ الرحمٰن فاروقی ملکھو چترال۔

(15) مولانا قاری عطاء اللہ خطیب بلیم چترال۔

(16) مولانا جہاں شاہ رائین چترال۔

(17) مولانا محمد ضیاء الدین کراچی، اُستاذ جامعہ وقاریہ نارتھ ناظم آباد کراچی۔

(18) مولانا اخونزادہ عبدالرحمٰن لوگر افغانستان۔

(19) مولانا سید محمد صدیق بخاری خطیب شاہور جنوبی وزیرستان۔

(20) مولانا سید افضل مہتمم مدرسہ اسلامیہ حیات العلوم جلال آباد افغانستان۔

(21) مولانا حبیب اللہ خان شیخ الدرس دارالعلوم قادریہ اسبنڑ لوئر دیر۔

(22) مولانا عزیز الرحمٰن درانی خان پور ضلع رحیم یار خان۔

(23) مولانا نعمت اللہ استاذِ جامعہ شمس العلوم نقشبندیہ خاران بلوچستان۔

(24) مولانا شادی خان چشتی خطیب ڈوڈا لکی مروت۔

(25) مولانا صاحبزادہ عبدالولی مہتمم مدرسہ جامعہ مومنیہ قادریہ ماشوگگر ضلع پشاور۔

(26) مولانا صاحبزادہ حمدُ اللہ سجادہ نشین حاجی محمد امین عمرزئی چارسدہ۔

(27) مولانا میاں محمد عمر انبار مہمند ایجنسی۔

(28) مولانا محمد اسحاق صدیقی شیخ الدرس فیضان مدینہ ایبٹ آباد۔

(29) مولانا الشیخ محمد عبداللہ خطیب داؤدزئی پشاور۔

(30) مولانا محمد صاحب الحق کٹھانہ پاتراک کوہستان ضلع دیر۔

(31) مولانا عبدالقادر چشتی خطیب کالام ضلع سوات۔

(32) مولانا احسان الملک باچا خطیب راموڑہ چکدرہ۔

(33) مولانا صاحبزادہ فضلِ منان خطیب کوہاٹ۔

(34) مولانا نورعزیز چشتی لیکچرار ڈگری کالج بروک وسپور چترال۔

(35) مولانا حبیب اللہ چشتی ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور۔

(36) مولانا کلیم اللہ اُستاذ دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور۔

(37) مولانا قاری محمد حکیم مہتمم وخطیب جامعہ نجم النساء، گلبہار پشاور،...... الحمد للہ علی توفیقہ اِفاضہ وتربیت کا یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

عمر کی اِس منزل میں ماضی کے نشیب وفراز کے آئینہ سبق سے جن تلخ وشیرین تجربات کا احساس کررہا ہوں اُنہیں آئندہ کی امانتِ حیات کو بامقصد بنانے کے لیے رہنما اُصول سمجھ کر سفرِ حیات طے کررہا ہوں، جن کی کچھ جھلکیاں یہ ہیں۔

جوانی کی عمر میں جو کام مجھے کرنے چاہئے تھے اور جن کو بہتر انداز میں انجام دے سکتا تھا وہ نہ کر پایا، جس کی سب سے بڑی وجہ مذہبی تعصب سے آلودہ معاشرہ ہے، تحقیق دشمن ماحول اور محدودیت کا زندان ہے، سیاست نا آشنا معاشرہ کا حصہ ہونا ہے، اپنے وجود میں موجود خداداد صلاحیتوں سے بے اعتنائی اور زنگ آلود ماحول کی خرابی سے نا تجربہ کاری تھی۔ اے کاش! عمر کی اِس منزل میں پہنچ کر تجربہ کی جو روشنی محسوس کر رہا ہوں یہ اگر جوانی میں مجھے حاصل ہوتی تو ؏

ہم بھی آدمی تھے بڑے کام کے

○ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا بے حد احسان ہے کہ عصبیت کے اُس حصار سے نکال کر حق پرستی، حق جوئی اور حق بینی کی شاہراہِ استقامت پر چلنے کی توفیق دی، لقمۂ حلال نصیب فرمایا، صبر واستقامت اور قناعت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

○ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت مجھ پر یہ بھی ہوئی کہ ابناء جنس کی روش کے برعکس کسی مذہبی ادارہ، انجمن، مدرسہ اور کسی بھی فورم کو حصولِ دُنیا کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ عائلی مصارف سے اضافی وسائل کو دینی مدرسہ سے لے کر تبلیغِ حق کی راہ میں صرف کرنے کی توفیق شامل حال رہی، تقریر سے لے کر تحریر تک اور خطابت سے لے کر تدریس تک حسبِ استطاعت جس کی توفیق مل رہی ہے۔ اُسے دُنیاوی لالچ، شہرت، معاوضہ، نام ونمود وغیرہ کسی بھی دُنیوی مفاد سے بالاتر رہ کر حَسْبَةً لِلّٰہ انجام دینے کی بھی توفیق مل رہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان در احسان اور کرم بالائے کرم سمجھتا ہوں۔

○ رب کریم جل جلالہ کی مجھ پر خصوصی عنایت یہ بھی رہی کہ قناعت کی توفیق سے مجھے نوازا ہے کہ عائلی زندگی میں مابہ الکفاف سے زیادہ کی خواہش کبھی نہیں کی۔ ضروریاتِ زندگی کے تمام گوشوں میں کفایت شعاری کی اِس توفیق کا ثمرہ ہے کہ کئی بار گزر اوقات

مشکل سے ہونے کے باوجود کسی کو بھی اپنی بے استطاعتی پر مطلع ہونے نہیں دیا، اپنے کسی بھی قریبی دوست احباب اور عقیدت کیشوں کا زیر احسان نہ ہوا، ہر حال میں ورثہ نبوت، محراب ومنبر کے تقدس اور علمی وقار کے تحفظ کو پیش نظر رکھا۔ یہاں تک کہ اپنے ہاتھ سے قائم کردہ دارالعلوم کے مصارف کے لیے حکومتی امداد یا اہل ثروت کی زکوٰۃ وخیرات کو بھی کبھی خاطر میں نہیں لایا، دُنیا سے استغناء کی یہ توفیق رب کریم جَلَّ جلالہ وعم نوالہ کی مجھ پر خصوصی عنایت کے سوا اور کچھ نہیں ہے ورنہ ؎

مَن انم کہ مَن دانم

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّد وَّاٰلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَصَحَابَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَاَنَا الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ

پیر محمد

چِشْتِی طَرِیْقَۃً، وَالْحَنَفِی مَسْلَکًا، وَالْمُسْلِم مَذْھَبًا،

وَالْچِتْرَالِی مولدًا، وَالْبِشَاوَرِی مَسْکَنًا

☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَمْدًا اَزَلِيًّا بِاَبْدِيَّتِهٖ وَاَبَدِيًّا بِاَزَلِيَّتِهٖ سَرْمَدًا بِاِطْلَاقِهٖ مُتَجَلِّيًا مَرَايَا آفَاقِهٖ حَمْدَ الْحَامِدِيْنَ دَهْرَ الدَّاهِرِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَصَحَابَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

حمد وصلوٰۃ کے بعد چاہتا ہوں کہ اپنے طویل علمی تجربہ سے متلاشیانِ علم کو آگاہ کروں۔ولایت اللہ تعالیٰ کے اسم ''اَلْوَلِیّ'' کا وہ مظہر ہے جس میں انقطاع ممکن ہے نہ توقف اگر وَلایتُ اللہ کی کارفرمائی نہ ہوتو اربع عناصر کے اِس عالَم ناسوت کا نظام چل سکتا ہے نہ عالَم غیب کے حصہ ملکوت کا، نہ جبروت کا اور عالَم مثال کی تصویر ممکن ہو سکتے ہے نہ عالَم ارواح کا ارتباط جیسا اسماء اللہ، صفات اللہ، افعال اللہ اور احکام اللہ کے بغیر ذاتِ الٰہی کا تصور ممکن نہیں ہے۔اِسی طرح اسم اللہ ''اَلْوَلِیّ'' کی تجلی وکارفرمائی کے بغیر اولیاء اللہ کا وجود ممکن نہیں ہے اور ذاتِ الٰہی کی صفات وشئونات متضاد ہونے کی طرح اسم اللہ ''اَلْوَلِیّ'' کے یہ مظاہر اور اولیاء اللہ کے وجودِ مسعود کا یہ سلسلۂ دراز بھی متضاد ہے۔اِن میں جمالی بھی ہوتے ہیں جلالی بھی، مغلوب السکوت بھی ہوتے ہیں مغلوب القوالی بھی، مشغول الحق بھی ہوتے ہیں متروک الخلق بھی، معروف المقام بھی ہوتے ہیں مجہول المقام بھی، مجذوب سالک بھی ہوتے ہیں سالک مجذوب بھی۔اِن میں وہ بھی ہیں جو ماوراء الحس باتوں کا اِدراک بھی رکھتے ہیں اور وہ بھی جو اپنے آپ کے بھی خبر نہیں رکھتے۔

اولیاء اللہ کے یہ متضاد طبقات اسم اللہ ''اَلْـوَلِـیّ'' کی مختلف شئون واعتبارات کے ایسے جلوے ومظاہر ہیں جیسا جملہ موجودات الوجود المطلق جل جلالہ وعم نوالہ کے لیے متضاد مظاہر ہیں اور یہ بھی ہے کہ ہر ایک کے امتیازی وصف اور جدا جدا شہرت سے قطع نظر کر کے سب پر ممکن، حادث اور مخلوق جیسے الفاظ صادق آنے کی طرح یہاں پر بھی اِن متضاد اوصاف کے حامل حضرات پر لفظ ''ولی اللہ'' یکساں صادق آتا ہے یعنی سب کو اولیاء اللہ کہا جاسکتا ہے اور سب پر آیت کریمہ ''اَلَا اِنَّ اَوْلِیَـاءَ اللّٰـهِ لَاخَـوْفٌ عَـلَیْهِمْ وَلَاهُـمْ یَحْزَنُونَ o اَلَّذِینَ آمَنُوا وَکَانُوا یَتَّقُونَ ''(۱) صادق آتی ہے کہ حقیقی اولیاء اللہ کی پہچان کے لیے ذکر کی گئی یہ چاروں صفات اُن سب پر صادق آتی ہیں:

اول وصف ''لَاخَـوْفٌ عَـلَیْهِـمْ'' ہے کہ دُنیوی مفاد کے حاصل نہ ہونے کے خوف سے آزاد ہیں یعنی خواہشِ نفس کے لیے فکر مند نہیں ہوتے تو پھر اُس کے حاصل نہ ہونے کا خوف کیوں کریں۔

دوسرا وصف ''وَلَاهُـمْ یَـحْزَنُونَ'' ہے کہ خواہشِ نفس کے عدم حصول کا غم نہیں کرتے۔ تمام اولیاء اللہ میں پائے جانے والی یہ دونوں صفات باطنی اوصاف کہلاتے ہیں کیوں کہ خوف بھی وحزن بھی دل کی مخصوص کیفیات کے نام ہیں جو عام حالات میں محسوس ہوسکتی ہیں نہ معقول بلکہ وجدانیات کے قبیل سے ہیں جن کی پہچان اُن کے آثار ونتائج کے مشاہدہ سے ہی ممکن ہے۔

تیسرا وصف ''اَلَّـذِیـنَ آمَـنُوا'' کی شکل میں ہے یعنی وصفِ ایمان جو اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سے عبارت ہے۔ جس کا بنیادی جوہر اسلامی عقیدہ ہے جو جمیع ما جاء بہ

۱۔ یونس، 62-63۔

النبی ﷺ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہونے کی تعبیر ہے جو اہل اللہ کی خاص زبان میں معارف خمسہ یعنی ذات اللہ، افعال اللہ، صفات اللہ، اسماء اللہ، احکام اللہ سے متعلق عقیدہ کو شامل ہونے کے ساتھ معرفت کے ہر شعبہ کو بھی محیط ہے۔

چوتھا وصف ''وَ کَانُوا یَتَّقُونَ'' کی شکل میں یعنی وصف تقوی جو ''اتیان بما ینبغی و اجتناب عما لا ینبغی'' سے عبارت ہے تمام اولیاء اللہ میں پائی جانے والی یہ دونوں صفات ظاہری اوصاف کہلاتے ہیں کیوں کہ ایمان وتقوی دونوں عام حالت میں ظاہر ہوتے ہیں جو اہل معاشرہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اولیاء اللہ کے سلسلۂ دراز میں کوئی ایسا ولی نہیں ہے۔ جو ان چاروں صفات میں سے کسی ایک سے بھی خالی ہو۔ پہلی صفت کا مقتضا یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی فوتگی پر غم کرنیوالے اور انہیں تقاضاء ایمان پر ترجیح دینے والے ہرگز اولیاء اللہ نہیں ہو سکتے کیوں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کے لیے ایسے منفی کردار کو پسند نہیں فرماتا تو پھر نفس کے ایسے اسیروں کا اولیاء اللہ ہونے کا کیا تصور ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

''لِکَیْلَا تَأْسَوْا عَلٰی مَافَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاکُمْ''(۱)

اس کی تفسیر میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''ومن لم یاس علی الماضی ولم یفرح بالاتی فقداخذ الزھد بطرفیه''(۲)

ترجمہ:۔ اور جسے خواہشِ نفس کی فوتگی کا غم نہ ہو اور خواہشِ نفس کے حاصل ہونے پر اترائے نہیں بے شک اس نے زہد کو اس کی دونوں طرف سے پا لیا۔

حضرت امام غزالی نے اپنے پیشرو بزرگوں کے حوالہ سے لکھا ہے:

۱۔ الحدید، 23۔

۲۔ التفسیر الکاشف، ج 7، ص 253، مطبوعه دارالمعرفه بیروت۔

''الراضی من لم یندم علی فائت من الدنیا ولم یتاسّف علیھا''(۱)

اور حضرت علی ہجویری المعروف بداتا گنج بخش (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ) نے حضرت جنید البغدادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اولیاء کی مذکورہ صفات کی کہ وہ دنیا میں خواہشِ نفس کے خوف وغم سے آزاد ہوتے ہیں۔ لکھا ہے:

''الولی لا یکون لہ خوف لِاَن الخوف ترقُّبُ مکروہٍ یحل فی المستقبل او انتظارُ المحبوب یفوت فی المستأ نف والولی ابن وقتہ لیس لہ وقت مستقبل فیخاف شیاءً''(۲)

اولیاء کے تعارف میں بیان ہونے والی تیسری صفت کا بھی یہی حال ہے کہ ایمان کے منافی کردار کے حامل لوگ کبھی اولیاء اللہ نہیں ہوسکتے۔ اور چوتھی صفت یعنی صفت تقویٰ کے منافی کردار والے بھی ولایت خاصہ کا شرف کبھی نہیں پاسکتے۔ اولیاء کے تعارف و پہچان کے سلسلہ میں بیان ہونے والی اس چوتھی صفت کی اہمیت اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلق استمرار کا صیغہ مذکور ہوا ہے یعنی آیت کریمہ ''وَکَانُوا یَتَّقُونَ'' کا مقتضایہ ہے کہ تقویٰ کی صفت ان میں ہمیشہ ہو۔ اولیاء اللہ کی اِن چاروں ناگزیر صفات کے اجتماع سے درج ذیل حقائق وجود پاتے ہیں:

1. اولیاء اللہ اسم اللہ ''الولی'' کے مظاہر ہوتے ہیں۔
2. دارِ دُنیا کے اس جہان میں ان چاروں اوصاف سے متصف ہونے کو دارِ آخرت میں بے خوفی و بے غمی لازم ہے۔ جیسا فرمایا:

''لَایَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ

۱۔ احیاء علوم الدین ج5، ص239، مطبوعہ دارلمعرف بیروت۔

۲۔ کشف المحجوب، ص170، مطبوعہ اسلامیہ سٹم پریس لاھور۔

تُوعَدُونَ''(۱)

نیز فرمایا: ''وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِى اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ''(۲)

اولیاء اللہ کی ان صفات کو اُخروی زندگی میں بے خوفی و بے غمی کو مستلزم ہونے کو ربط بین السبب والمسبب بھی کہا جا سکتا ہے جیسا آیت کریمہ ''فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ''(۳) سے بھی معلوم ہو رہا ہے۔ جس کے مطابق پیشِ نظر آیت کریمہ سے مقصدِ نزول میں اولیاء اللہ کی اُخروی زندگی کے حوالہ سے بے خوفی و بے غمی مذکور نہ ہوتے ہوئے بھی موجود ضرور ہے جو اُصولِ فطرت ''اذا ثبت الشيئى ثبت بجميع لوازمه'' کا مقتضاء ہے۔

۳ اولیاء اللہ کا تعارف بتانے میں ان آیات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے کہ ان کے مطابق عملی زندگی گزارنے والا ہر شخص ولی اللہ ہوتا ہے جبکہ ان صفات میں سے کسی ایک کے خلاف کردار کے حامل شخص کا بھی ولی اللہ ہونے کا تصور اسلام میں نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ متکلمینِ اسلام نے بھی ان ہی کی بنیاد پر ولی اللہ کی تعریف و پہچان کرائی ہے شرح العقائد النسفی میں ہے:

''الولى هو العارف بالله تعالىٰ وصفاته حسب مايمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى المعرض عن الانهماك فى اللذات والشهوات''(۴)

۱۔ الانبیاء، 103۔ ۲۔ فصلت، 31۔

۳۔ السجدہ، 17۔

٤۔ شرح العقائد، ص 101، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی۔

❹ لفظ اولیاء اللہ جمع ہے ''ولی اللہ'' کی جبکہ لفظ ولی علمی زبان میں صفت مشبّہ کہلاتا ہے اور علم تصریف کی زبان میں مفروق کہلانے والا یہ لفظ (و، ل، ی) کے مجموعہ کی اِسی ترتیب سے اشتقاق پا کر محبت کرنے، قریب ہونے، مدد کرنے اور تصرف کرنے جیسے متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ میں ان سب کی جھلک کسی نہ کسی انداز میں موجود ہوتی ہے عام اس سے کہ کسی کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔

❺ اولیاء اللہ کے تعارف کے لیے نازل شدہ اِن آیات کے پہلے حصہ یعنی ''اَلآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَاھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ''(۱) والی دونوں صفات تمام منازل سلوک کو محیط ہیں اس تفصیل کے ساتھ کہ زہد کا ثبوت بطور عبارۃ النص ہے جبکہ باقی نو (۹) منازل مقتضاء النص کے طور پر ثابت ہو رہے ہیں جس کے مطابق اس آیت کریمہ کو تمام منازلِ سلوک کی جامع، سب کی حامل اور سب کو محیط کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد دوسری آیت یعنی ''اَلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ'' والی دونوں صفات شریعت مقدسہ کے تمام شعبوں کو محیط ہیں۔ جس کے مطابق اولیاء اللہ شریعت و طریقت کے جامع ہوتے ہیں، منازلِ سلوک کے مسافر ہوتے ہیں اور دُنیا کے مختلف زاویہ ہائے حیات سے منسلک ہوتے ہوئے بھی عام انسانوں کے اِدراک سے ماوراء ہوتے ہیں۔

❻ اولیاء اللہ کی پہچان کے لیے ان ناگزیر صفات کے حامل حضرات کا ولی اللہ ہونا اگرچہ ضروری ہے تاہم مسندِ ارشاد کے مناسب ہونا ضروری نہیں ہے کہ ہر ولی اللہ پیرو مرشد بنے یا اسے پیرو مرشد بنایا جائے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے کیوں کہ ہر پیرو مرشد کے لیے ولی اللہ ہونا ضروری چاہے ولایت عامہ کے رُتبے پر ہو یا ولایت خاصہ کے درجہ پر جیسا مرشدِ عام اور مرشدِ خاص کی صورتوں میں ہوتا ہے لیکن ہر ولی اللہ کا پیرو مرشد ہونا

۱۔ یونس، 62۔

ضروری نہیں ہے بلکہ ہزاروں اولیاء اللہ میں کوئی کوئی اِس مسند کے مناسب یا اس کا مسئول وذمہ دار ہوسکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارے علماء کرام کی غالب اکثریت اس حقیقت سے غافل ہے۔

۷ اولیاء اللہ کے تعارف میں نازل شدہ یہ دونوں آیات ولایت خاصہ کے حق میں متعین ہوتے ہوئے ولایت عامہ کو بھی فی الجملہ شامل ہیں۔ اِسی طرح صوفیاء کرام کی اصطلاح کے مطابق فلاحِ تقویٰ اور فلاحِ احسان کو بھی اور سلوکِ فرضی اور نفلی کو بھی محیط ہیں۔

۸ کسی نہ کسی طریقے سے روحانیت کے قائل تمام مذاہب میں ولایت کی اہمیت اور اس کی جاذبیت کا اعتراف کیا جاتا ہے اور ایسے ہر مذہب میں مختلف ناموں کے ساتھ ولی ہونے کے دعویدار پائے جاتے ہیں خاص کر یہودیت ونصرانیت میں جھوٹے مدعیانِ ولایت کی بہتات رہی ہے۔ آج سے چودہ پندرہ سو سال قبل یہودیوں میں جو مدعیانِ ولایت ہوا کرتے تھے انہیں رہبان کہا جاتا تھا جیسا ان کے علماء کو بالترتیب احبار اور قسیس کے نام سے یاد کیا جاتا تھا جبکہ نبی آخرالزمان رحمتِ عالم ﷺ کی اُمت میں عوام کی ظاہری تربیت کرنے والوں کو علماءِ اُمت اور باطنی تربیت کرنے والوں کو اولیاءِ ملت کہا جاتا ہے اور اہل دانش جانتے ہیں کہ ناموں کے بدلنے سے حقائق نہیں بدلتے۔ یہود ونصاریٰ کے علماء سوٴ یعنی احبار وقسیس جہاں خواہشاتِ نفس کو مذہبی احکام پر ترجیح دے کر التباس الحق بالباطل کیا کرتے تھے وہاں ان کے دنیا دار مشائخ یعنی ربانی ورہبان بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے سچے پیروکار اور حقیقی اولیاء اللہ سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے وہ نہ صرف یہ کہ خود کو اولیاء اللہ کہتے تھے بلکہ اپنے سوا کسی اور کو ولی تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہ تھے۔ ایسے جھوٹے مدعیانِ ولایت کے دجل وفریب سے دنیا کو آگاہ کرنیکے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے ان پر رد کیا، فرمایا:

’’قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ‘‘(۱)

نیز فرمایا:’’يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ‘‘(۲)

نیز فرمایا:’’قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ‘‘(۳)

اور سورۃ یونس کی ان دو آیات’’اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ‘‘(۴) کے زوردار انداز بیان سے حاصل مقصد بھی یہی کچھ ہے کہ نہ صرف یہود ونصاریٰ کے دنیا دار مشائخ کا جھوٹ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور ان کے جھوٹے مدعیانِ ولایت کا پول کھولا جا رہا ہے بلکہ قیامت تک ہر دور کے جھوٹے مدعیانِ ولایت سے بچنے کی ہدایت دی جا رہی ہے کہ جس مدعی ولایت میں بھی دنیا سے بے رغبتی و بے غمی اور علم وعمل کی درستی جیسی یہ کلیدی صفات نہ پائی جاتی ہوں وہ جھوٹا ہے۔ ناقص اور غیر معیاری ہے چاہے اس کا پسِ منظر جیسا بھی ہو بہر حال اسے ولی اللہ کہنا غلط ہے۔ ان آیات کی ابتداء میں اللہ تعالی نے حرفِ تنبیہ’’اَلَا‘‘ استعمال کر کے ہر شخص کو اس تفریق کی طرف متوجہ کیا اور اولیاء اللہ کے پرکشش نام سے دھوکہ نہ کھانے کیلیے تنبیہ فرمائی اس کے باوجود ناقصوں کو کامل کہنے والے اور جاہل بدعقیدہ اور مغلوب

۱۔ الجمعہ،6۔

۲۔ آلِ عمران،71۔

۳۔ البقرہ،94۔

٤۔ یونس،62-63

النفس گمراہوں کو پیر بنانے کی جو وبا پھیل رہی ہے وہ مسلم معاشرہ کے لیے ناسور سے کم نہیں ہے۔

۹ عُرسوں کے اجتماعات میں پیشہ ور مقررین جس شرمناک انداز سے ان آیات کی تشریح کرتے ہیں اور انہیں دنیا دار ناقص پیروں پر چسپاں کر کے عوام کالانعام کے لیے گمراہی کا سامان کرتے ہیں اُس اسلام کے ساتھ کوئی تعلق ہے نہ اولیاء اللہ کے تعارف میں نازل شدہ اِن آیات سے کوئی میل ہے۔ ایسے حضرات کو مزاجِ اسلام سے بیگانہ، اہل ہوا کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۱۰ سورۃ یونس، آیت نمبر 63 کا دوسرا حصہ جو تقویٰ پر مشتمل ہے اس کا صیغہ استمرار کے ساتھ مذکور ہونا یعنی ''وَ كَانُوا يَتَّقُونَ'' کے خاص اندازِ استمرار نے تاریخ کے ہر دور میں اولیاء اللہ کو دعوتِ فکر دی ہے۔

تقویٰ کی حقیقت

لُغت عربی اور کتب تفسیر کی متفقہ تصریحات کے مطابق اسلام کی زبان میں تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ شریعت کے مأمورات پر عمل کیا جائے اور منہیات شرعیہ سے اجتناب کیا جائے یا دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر اُس کردار سے بچنے کا نام تقویٰ ہے جو گناہ کا موجب ہوتا ہو چاہے مأمورات شرعیہ کے ترک سے ہو یا منہیات شرعیہ کے ارتکاب کرنے سے جیسے مفردات امام راغب میں لکھا ہے:

''وَصَارَ التَّقْوٰی فِی تَعَارُفِ الشَّرْعِ حِفْظَ النَّفْسِ عَمَّا يُؤْثِمُ''(۱)

یعنی عرف شرع میں گناہ کے موجب بننے والے کاموں سے بچنے کا نام تقویٰ ہو گیا ہے۔

۱۔ مفردات امام راغب باب الواو مع القاف۔

اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے:

''وَهُوَفِي عُرْفِ الشَّرْعِ اِسْمٌ لِمَنْ يَتَّقِيْ نَفْسَهٗ مِمَّايَضُرُّهٗ فِي الْآخِرَةِ''(۱)

یعنی عرف شرع میں متقی ہر اُس شخص کا نام ہے جو آخرت میں موجب ضرر بننے والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

تو ظاہر ہے کہ آخرت کے نقصان بننے والی چیزوں کی مذکورہ دو صورتیں ہی شریعت میں متعارف ہیں یعنی مأمورات شرعیہ کو ترک کرنا اور منہیات شرعیہ کا ارتکاب کرنا۔ تقویٰ کی اس تعریف کو بیان کرنے کے بعد مفسرین کرام نے تقویٰ کے تین درجات بھی متعین کیئے ہیں جن کو ادنیٰ واوسط اور اعلیٰ کہا جاتا ہے۔

ادنیٰ مرتبے کا متقی وہ ہوتا ہے جو کم از کم کفر و شرک اور اعتقادی منافقت سے اپنے آپ کو بچائے۔

اوسط درجہ کا متقی وہ ہوتا ہے جو اسلامی عقیدہ وعمل کے منافی ہر ظاہری و باطنی گناہ سے اپنے آپ کو بچائے۔

اعلیٰ درجہ کا متقی وہ ہوتا ہے جو اِن دونوں کے ساتھ ساتھ مرتبہ احسان پر بھی فائز ہو جس کے مطابق زندگی کے جملہ لمحات میں منشاء مولیٰ کو پیش نظر رکھے۔

جس کی تشریح تصوف وسلوک کی زبان میں اِس طرح ہے کہ منازل عشرۂ سلوک یعنی توبہ، زہد، فقر، خوف، رجاء، صبر، شکر، توکّل، حُبّ اور رضاء کی وسعتوں میں فنافی اللہ، فنافی الرسول یا فنافی الشیخ کی شکل میں مستغرق ہو جن میں سے اول یعنی فنافی اللہ کے سب سے عظیم، سب سے زیادہ اور سب سے افضل رُتبے پر ذوات قدسیہ انبیاء ومرسلین علیہم

۱۔ تفسیر بیضاوی، تحت الآیۃ المذکورہ (ھدی للمتقین)۔

الصلواۃ والتسلیمات فائز ہوتے ہیں اور دوم پر اخص الخواص اولیاء اللہ فائز ہوتے ہیں جبکہ سوم پر خواص اولیاء اللہ فائز ہوتے ہیں۔ تصوف وطریقت سے آشنائی رکھنے والے سعادت مند جانتے ہیں کہ اِن میں سے ہر اعلیٰ رُتبے کا دریاءِ معرفت وعمل اسفل والوں کی نگاہ میں اپنی وسعت کے اعتبار سے لامتناہی ہے۔

فناء وبقاکی حقیقت

سلوک وطریقت اور تصوف وحقیقت کی زبان میں استعمال ہونیوالے دوسرے الفاظ کی طرح فنا، بقا، فنافی اللہ، فنافی الرسول اور فنافی الشیخ کے یہ الفاظ بھی افادۂ عام کے لیے قابل تشریح ہیں۔ اولیاء اللہ کی حقیقت سے ناآشنا حضرات کے ہاتھوں قرآن شریف کی آیت "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ" (۱) بے محل استعمال کیے جانے کی طرح توہم پرستوں اور حقیقت ناشناساؤں کے ہاں فنافی اللہ، فنافی الرسول اور فنافی الشیخ جیسے الفاظ بھی موجودہ معاشرہ میں بے محل استعمال ہو رہے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تصوف وطریقت کے نام پر کچھ گندم نما جو فروش ہوشیار حضرات کا ناواقف حال لوگوں کو اپنے متعلق ماہر تصوف ورمز شناسِ طریقت ہونے کا تاثر دینے کی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ صوفیاء کرام کے اس قسم درجنوں اصطلاحی الفاظ کو اُن کی حقیقت تک پہنچے بغیر محض زبانی یاد کر کے اُن کے سامنے دُہراتے ہیں۔ گویا اُن بیچاروں کی بے علمی سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اُنہیں بے وقوف بتاتے ہیں۔ ضعیف العقیدہ عوام کی زبان سے متعدد بار کچھ ایسے نمبر دو مشائخ کے متعلق فنافی اللہ، فنافی الرسول یا فنافی الشیخ ہونے کی صفت میں نے خود سنی ہے۔ لہٰذا اِنکی حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے پہلے نفس فنا وبقا کی

۱۔ یونس، 62۔

تشریح ضروری ہے کیوں کہ راہِ سلوک کی دونوں قسموں میں یعنی سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان میں اِن دونوں کا استعمال ہوتا ہے۔اس کے علاوہ فنا کی مذکورہ تینوں قسمیں اصل فناء وبقاء کے تابع وفروع ہیں۔ لہٰذا اصل کی وضاحت کیئے بغیر اِن کی وضاحت ممکن نہیں ہو سکتی۔ نیز صوفیاء کرام کے مطابق فنا وبقاء مدار ولایت ہیں جس کے بغیر سلوک کی دوسری قسم یعنی سلوک احسان میں قدم رکھنا حماقت وجہالت یا معکوسی حرکت سے خالی نہیں ہے۔ نیز فنا وبقا ایک دوسرے کو لازم ہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ فنا بغیر بقا یا بقا بغیر فنا کے پایا جاسکے بلکہ صوفیاء کرام کے مطابق جس سعادت مند میں صفتِ فنا پائی جائے گی اُس میں صفت بقا کا پایا جانا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسے ایک انسان کی طبعی عمر کے پورا ہونے پر موت ضروری ہے۔

فنا کی تعریف

صوفی اصطلاح کے مطابق فنا یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے اندر موجود قوتِ عقلانی، غضبانی اور شہوانی کے جملہ تقاضوں کو منشاء مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے تابع بنا کر نفس امّارہ کو مایوس کرے یا بالفاظ دیگر یہ کہ نفس امّارہ کے جملہ تقاضوں کو منشاء مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ پر قربان کر کے خارجی شیطان کو مایوس کرنے کے ساتھ اپنے اندر موجود داخلی شیطان کو بھی مغلوب کرے اور اُسے منشاء مولیٰ کے خلاف کسی کردار پر اُکسانے سے کلیۃً منع کرنے پر ملکہ واستعداد پیدا کرے۔عمل کی دنیا میں اِس استعداد کے پیدا ہو جانے کے بعد گویا وہ سعادت مند انسان منشاء مولیٰ کے مقابلہ میں اپنے نفس کے ہر من پسند کو مٹا کر فنا کر دیتا ہے جس وجہ سے اُس پر فنا صادق آسکتی ہے یعنی اُسکے متعلق یہ کہنا درست ہو جاتا ہے کہ اُس نے منشاء مولیٰ کے سامنے اپنے نفس امّارہ کو فنا کر دیا ہے۔ خارجی و داخلی شیطانوں کو اپنے اُوپر مسلط ہونے سے مایوس کر کے نیست ونابود کر دیا ہے اور قوت فکری وعملی کی جملہ صلاحیتوں کو منشاء مولیٰ کے خلاف نفس امّارہ کی راہ چلنے سے منع کر کے فانی کر دیا ہے۔

بقاء کی تعریف

جس وقت بھی کسی سعادت مند انسان کو فنا کی یہ صفت حاصل ہو جاتی ہے تو عین اُس وقت اُس کی بقاء کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے فنا کی حقیقت کو سمجھنا انسان کی قوتِ فکری و عملی کے بامحل اور بے محل تصرف کو جاننے پر موقوف ہے۔ اِسی طرح بقاء کی حقیقت کو جاننا بھی اُس کے متعلقات کو جاننے پر موقوف ہے یعنی باقی کہاں ہے، کس ظرف میں ہے اور کس لئے ہے تو واضح ہو کہ جس ظرفِ حیات میں وہ فناء کی صفت پر فائز ہوا ہے اُسی ظرف حیات میں بقاء کی صفت بھی اُس کے لیے ثابت ہو رہی ہے۔ وہ ہے دنیوی زندگی، دارالحیات، دارالامتحان اور یہی دارِ تکلیف ہے جسے دُنیا کہا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فنا میں اس ظرف حیات کی جانب ماضی کا لحاظ ہے جو محدود ہے جس کا دورانیہ مکلّفیت کے وقت سے لے کر بقاء کے شروع ہونے تک ہے جبکہ بقاء میں جانب مستقبل کا لحاظ ہوتا ہے جو لامحدود ہے یعنی بقاء کی سرحد میں داخل ہونے سے لے کر موت تک جو محدود و قلیل ہے اور موت سے لے کر بعث بعد الموت تک جو محدود و کثیر ہے اور برزخی زندگی سے عبارت ہے اُس کے بعد جنتی زندگی ہے، جو علی الاطلاق لامحدود ہے۔ جانب مستقبل کے اِن تینوں مختلف و متضاد لوازمات والے ظروف کے مجموعہ کا بقا کی صفت کے لیے ظرف حیات ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرنے کے بعد عالم برزخ و عالم آخرت میں بھی صفت بقاء پر فائز کاملین کا یہ کمال موجب اجر وثواب ہوتا رہے کیوں کہ انسان کے کسی کردار کا موجب اجر وثواب ہونا صرف اِس دنیوی زندگی کے ساتھ خاص ہے مرنے کے بعد اُن دو جہانوں میں اِن کاملین کو اُن کی اِن صفات کا نتیجہ واجر اور لازمہ وثمرہ لامحدود طور پر ملتا ہے جس کے متعلق ربّ کریم جلّ مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

''عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ''(۱)

یعنی اُن کی صفت فنا و بقاء کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ بن کر ہمیشہ اُنہیں ملتا رہے گا جس میں محدودیت و انقطاع نہیں ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اللہ کے اِن سچے بندوں کو حاصل ہونے والی یہ صفات (فنا و بقاء) کس لئے ہیں اور کیوں ہیں؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی اچانک حادثہ یا حسن اتفاق کے ثمرات نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں انسان کی مسئولیت اور تقاضاء بندگی ہیں، انسان کے اختیار میں موجود اللہ کی دو عظیم امانتوں (قوتِ فکری و عملی) سے متعلق امانتداری ہے، اسلامی عقیدہ و عمل کی پابندی کے ثمرات ہیں اور نفس کے جملہ تقاضوں کو منشاء مولیٰ کی خاطر قال اللہ و قال الرسول پر قربان کرنے کے طبعی نتائج ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى''(۲)

یعنی جس نیک بخت نے اپنی قوّت فکری و عملی سے متعلقہ ذمّہ داریوں کو نبھایا اور اُنہیں بے محل صرف کرنے سے بچایا اور قال اللہ و قال الرسول کے بہترین احکام کی عملی تصدیق کی تو اس کے نتیجہ میں ہم اُس کا مستقبل آسان کردیں گے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ انسان کے لامحدود اور نہ ختم ہونے والے مستقبل یعنی دُنیا و برزخ اور دار آخرت اِن تینوں کی آسانی اور ترقی و عروج کی ضمانت صرف اور صرف فنا و بقاء کی اِن صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے میں پوشیدہ ہے، چاہے جس درجہ پر بھی ہو۔

سلوک و تصوف کی حقیقت سے نابلد حضرات کے ایک طبقہ کی نگاہ میں صوفیاء کرام کے یہ

---

۱. ھود، 11.

۲. اللیل، 6-7 .

اصطلاحی الفاظ بے حقیقت افسانے ہیں، دوسرے طبقہ کے نزدیک افیون کا نشہ ہیں اور تیسرے گروہ کے خیال میں ناقابل فہم معمّہ ہیں۔ جبکہ حقیقت کی نگاہ میں یہ سب کے سب قرآن وسنت کی تفسیر ہیں، حقائق کا انکشاف ہیں اور اسلام کے دونوں بازوؤں (عقیدہ و عمل) کے فطری نتائج ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا''(۱)

یعنی اُس وقت تک عملی مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں تیرا حکم ماننے کے بعد دل میں حرج محسوس کیئے بغیر مکمل طور پر تسلیم نہ ہو جائے۔

جملہ مفسرین کرام کی تصریحات کے مطابق اس آیت کریمہ میں ذکر اگرچہ خصوصی سبب نزول کی وجہ سے مشاجرات کا ہے لیکن مراد عام ہے کہ دین و دنیا، اتفاق واختلاف، عداوت ومحبت اور ظاہر وباطن الغرض جملہ معاملات ومسائل میں اللہ کے حبیب نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے احکام چاہے قرآن شریف کی شکل میں ہو یا فرمانِ نبوی ﷺ کی صورت میں، کو دل وجان سے تسلیم کر کے صداقت کے ساتھ اُن پر عمل نہ کیا جائے اُس وقت تک سچے معنی میں ایماندار ہونا ممکن نہیں ہے۔

اِس مضمون ومفہوم میں سینکڑوں آیات واحادیث اور بھی ہیں جن کا حال وانجام یہی فنا وبقا ہے یعنی اللہ جل جلالہٗ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکام کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس کے جملہ تقاضوں کو قربان کرنا، اپنی قوّت فکری وعملی کی امانتوں کو قال اللہ و قال الرسول کے مطابق صَرف کر کے امانتدار ہونا اور منشاء مولیٰ جل جلالہٗ کی خاطر اپنے نفس امّارہ کو مسدود الحرکت، مایوس ومغلوب کر کے فنا کرنے کے بعد اپنی قوتِ عقلانی، شہوانی اور

۱۔ النساء،65۔

غضبانی کو اللہ کی رضا کے لیے اپنے ظاہر و باطن کو قال اللہ و قال الرسول کی پیروی کے لیے اور اپنی قوتِ فکری و عملی کی صلاحیتوں کو ہر لحظہ منشاء مولیٰ میں صرف کر کے اللہ کے لیے باقی رہنا، اللہ کے لیے جینا، اللہ کے لیے مرنا، اللہ کے لیے زندگی کے لمحات گزارنا اس قسم تمام نصوص کا تقاضا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قُل اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''(۱)

یعنی کہہ دیجئے کہ بالیقین میری صلوٰۃ، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لیے خاص ہے۔

اہلِ انصاف جانتے ہیں کہ محض زبان سے مؤمن مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا یا اسلام کے چند ظاہری احکام و اعمال پر بطور رواج عمل کرنا تو آسان ہے جبکہ قال اللہ و قال الرسول کے اِن تقاضوں کو عملی زندگی کا جزو بنانا ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ قرآن و سنت کے اِن مطالب و تقاضوں کو صحیح معنی میں وہی سعادت مند حضرات پورا کر سکتے ہیں جو منشاء مولیٰ کی خاطر اپنے نفس امّارہ کے تقاضوں کو فنا کر کے بقاء برضاء اللہ حاصل کرنیکے درپے ہوتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ''(۲)

یعنی قال اللہ و قال الرسول کی ہدایات پر عمل وہی کریں گے جو سنتے ہیں۔

تفسیرِ قرآنی سے شغف رکھنے والوں پر واضح ہے کہ اِس قسم مواقع پر سننے والوں سے مراد ہمیشہ اخلاص کے ساتھ علم و عمل کے درپے رہنے والے ہی ہوتے ہیں جس کے مطابق اس آیت کریمہ کا مرادی مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ نفس امّارہ کے تقاضوں کو چھوڑ کر

۱۔ آلِ عمران،162۔

۲۔ الانعام،36۔

قال اللہ وقال الرسول کو سمجھ کر اُس پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کے درپئے ہوتے ہیں صحیح معنی میں حق کو قبول کرنے والے بھی وہی ہوتے ہیں۔

سچّے صوفیاء کرام واہل سلوک کی عملی زندگی سے واقف حال حضرات پر مخفی نہ ہونا چاہئے کہ اِن پاکیزہ نفوس میں نہ کوئی بدفکر ہوتا ہے نہ بدعمل ،قوتِ فکری کی امانت کا کوئی خیانت کار ہوتا ہے نہ قوتِ عملی کی امانت کا ،کسی کا نفس امّارہ اُس پر غالب ہوتا ہے نہ قوتِ شہوانی وغضبانی کیوں کہ حقیقی تصوف وسلوک کی غرض وغایت اور عملی کردار ہی یہ ہوتا ہے کہ اِس کے ذریعہ اپنی قوتِ فکری کی امانت کو منشاء الٰہی کے عین مطابق اسلامی عقیدہ کے حصول میں اور قوتِ عملی کی امانت کو منشاء مولیٰ کے عین مطابق اسلامی عمل میں اخلاص کے ساتھ صَرف کرکے نفس امّارہ کو مغلوب وفنا کیا جائے تاکہ انسان کی بقاء وحیات مع جملہ صلاحیتوں کے اللہ کی رضا کے لیے باقی رہ جائے لیکن مقام افسوس ہے کہ دنیوی ایجادات کے حوالہ سے ہر اصلی کے مقابلہ میں نقلی ایجاد ہونے کی طرح تصوف وسلوک جیسے خالص اسلامی و روحانی ذریعہ کمال کو بھی جعل ساز مشائخ اور نمبر دو پیروں نے بدنام کیا، معاشرہ کے چاروں اطراف میں پھیل کر اصل اور اُس کے متلاشیوں کے درمیان شیطانی باڑ لگادیا، اصل کو دُنیا کی نگاہ سے محجوب ومستور کرکے اپنی شیطانی حرکات کو اصل کے نام پر مشہور کردیا، اصل کے دلکش ومقدّس لیبل کو چُرا کر اپنی دوکانِ خسران پر لگادیا جس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ اصل کی افادیت واستفادہ سے دُنیا محروم ہورہی ہے بلکہ خلق خدا کی غالب اکثریت نمبر دو کو نمبر ایک تصور کرکے گمراہ ہورہی ہے۔ سلوک وتصوف کے نام پر ہی دھوکہ کھا کر اصل کے متضاد کردار میں مبتلا ہورہی ہے اور چینی کی بوری میں کھاد بیچنے والے جعل سازوں کے ہاتھوں زہر کھا رہی ہے۔ اِن معروضی حالات کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اصل ونقل کی تمیز بتانا، جعل سازوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اصل کو نقل کی اس گمراہی کے رنگ

میں گم ہونے اور بدنام ہونے سے بچانے کے لیے آواز حق بلند کرنے کو ہم بہترین فریضہ و جہاد سمجھتے ہیں۔ (اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ)

سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان

جعلی پیروں کا عوام کو بیوقوف بنا کر مرید کرنے کے طریقہ ہائے واردات کے طویل سلسلہ میں ایک حربہ یہ بھی ہے کہ حضرت پیران پیر اور حضرت جنید بغدادی جیسے اولیاء کاملین سے مختلف الفاظ میں منقول باتوں سے استدلال کر کے مرید ہونے کو سب پر فرض بتا کر کام نکالتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ شَیْخٌ فَاِبْلِیْسُ شَیْخُهٗ '' کا مفہوم و مطلب یہ مشہور کر کے عوام کو ڈراتے ہیں کہ جس کا پیر نہ ہو اُس کا پیر شیطان ہے اور جو کسی کا مرید نہ ہو وہ شیطان کا مرید ہوتا ہے۔

تو ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات واحکام سے غافل عوام کا اِس ترغیب وترہیب سے متاثر ہونا فطری بات ہے کیوں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر شخص شیطان کا مرید ہونے سے بچنا چاہتا ہے اور فرض کی ادائیگی میں رغبت کرتا ہے۔ اِس سلسلہ میں عوام کی بھیڑ چال کے علاوہ ہم نے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیات بھی ایسی بہت دیکھی ہیں جو غیر معیاری پیروں کے اِس حربہ سے متاثر ہونے کی بنا پر جہالت کے گڑھے میں پھنس رہے ہیں۔ جہالت خیزی کی یہ طوفانِ بدتمیزی اِس لیے روز افزوں پھیل رہی ہے کہ بزرگانِ دین اور سچے اولیاء اللہ کے اِن اقوال کے صحیح محمل و مصداق بتا کر تبلیغ کرنے والوں کا فقدان ہے، فلاح تقویٰ اور فلاح احسان کی تفریق بتانے والے نہیں ہیں، مرشد عام و مرشد خاص کی تمیز بتا کر سمجھانے والے نہیں ہیں۔

سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کی جدا جدا شرعی حیثیتوں کی تعلیم دینے والے نہیں

ہیں اور ارادتِ فرضی و ارادتِ نفلی کے جدا جدا لوازمات سے آگاہی دے کر فرض کو چھوڑ کر نفل میں پڑنے والے جاہلوں کو اِس گمراہی سے بچانے والے چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہے ہیں ورنہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں ہے کہ بزرگانِ دین کے اِن فرمودات سے مراد صرف فلاح تقویٰ اور ارادت عامہ ہے جو بلا تخصیص ہر نرینہ و زنانہ پر فرض عین ہے۔ جو شریعت مقدسہ کے ظاہری و باطنی احکام پر عمل کرنا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری اور کفر و شرک، منافقت، حسد، تکبّر، ریاکاری جیسے ظاہری و باطنی اعمال سے متعلقہ احکام شرعیہ کے علم و عمل کا نام ہے۔ جس کے لیے کسی نہ کسی مرشد و رہنما کی ناگزیر ضرورت ہے۔ چاہے قرآن و حدیث کی صورت میں ہو یا کسی مذہبی کتاب کی شکل میں، مذہبی استاذ و مربّی کی شکل میں ہو یا اسلامی مبلّغ و ناصح کی شکل میں، مردہ ہو یا زندہ بہرحال قابل اصلاح عام لوگوں کو فلاح تقویٰ اور فرضی سلوک پر عمل کرنا اِس قسم رہبر و رہنما اور مرشد و معلّم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ نے فرمایا:

''پیر تعلیم هم استاذ شریعت است وهم رهنمائے طریقت بخلاف پیر خرقه پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجا باید آورد وبا سم پیری رواحق باشد''(۱)

اللہ کے دین کی تعلیم و تربیت دینے والا استاذ و شیخ شریعت میں استاذ اور طریقت میں رہنما ہے بخلاف جبّہ پہنانے والے پیر کے کہ وہ ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا پیر تعلیم کے آداب کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے اور وہ پیر کہلانے کے زیادہ مستحق ہے۔

قربان جاؤں سچے اولیاء اللہ کی دوربین نگاہ بصیرت پر ایسا لگ رہا ہے جیسے اُنہوں نے

۱۔ مکتوبات، دفتر اوّل، حصّہ چہارم، مکتوب نمبر 221۔

سلوکِ تقویٰ کے فریضہ سے محروم، علم وعمل کے کورے اِن گندم نما جوفروشوں کے ہاتھوں پیدا شدہ موجودہ ماحول کو دیکھ کر فرمایا تھا:

''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّیْطٰنُ''(۱)

یعنی جس کا مذہبی استاذ ورہنما نہ ہو اُس کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔

ضعیف العقیدہ عوام نے جب باعمل علماء کرام کی صحبت اختیار کر کے فلاح تقویٰ وفریضۂ سلوک کی راہ میں اُن سے رہنمائی لینا چھوڑ دی ''اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ'' کے شرعی احکام سے منہ پھیرا اور اللہ کے فرمان ''فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ''(۲) جیسے فرائض سے بے اعتنائی برتی تو بزرگانِ دین کے اِن ارشادات کے عین مطابق مریدِ شیطان ہو گئے اور اِنسی اَبالِسہ کے یہ جتھے اِن کے پیر بن کر خدا کی بندگی کے بجائے اپنی بندگی کراتے ہیں، خود مریدِ شیطان ہو کر جنّی شیطان کے کھلونے بننے کی طرح اِنہیں بھی اپنا بندہ بنا کر استعمال کرتے ہیں شریعت کی راہ دکھانے کی بجائے اپنی راہ دکھاتے ہیں اور ''خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسُ''(الحدیث) کے مطابق علم وعمل کی ترغیب دینے کے بجائے صرف اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے امام احمد رضا فاضل بریلوی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْفُ نے فرمایا:

''بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔''(۳)

قربان جاؤں رَبّ کریم جل مجدہٗ کے نظام عدل کے قدرتی مکافات اعمال پر جو لوگ فرض کو چھوڑ کر نفل کو مقصدِ حیات بناتے ہیں، سچّے اولیاء اللہ کا در چھوڑ کر جاہلوں کو پیشوا بناتے ہیں

۱۔ عوارف المعارف مع احیاء العلوم، ج5، ص78، مطبوعہ بیروت۔

۲۔ النحل، 43۔

۳۔ فتاویٰ رضویہ، ج21، ص528۔

اسلام کے حقیقی وفرضی احکام کی طرف پشت کر کے توہم پرستی کو اپنا شعار بناتے ہیں اُن کا انجام مرید شیطان ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ایسوں کا پیر شیطان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا۔ جیسے رَبّ کریم جَلَّ مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

''اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ''(۱)

مرشدِ خاص کا معیار

جیسے ولایت عامہ وسلوک تقویٰ کے لیے مرشد عام کی عمومی کیفیت واقسام کی پہچان ضروری تھی اسی طرح اِس نفلی سلوک جسے سلوکِ احسان، سلوکِ اخلاص، سلوکِ بقا، سلوکِ استحکام اور سیر فی اللہ ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے جسے اختیار کرنے کا مقصد سلوک کی پہلی قسم سے حاصل شدہ اسلامی عقیدہ وعمل میں اخلاص کی پختگی ورسوخ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اِس کی دست آوری وکامیابی کے لیے جس خصوصی پیر ومرشد اور خصوصی رہنما و رہبر کا ہونا ضروری ہے اُس کے لیے ضروری اوصاف وشرائط اور معیار و پہچان میں مندرجہ ذیل کمالات کا ہونا ضروری ہے:

۱ شریعت وطریقت اور حقیقت کا علم رکھتا ہو، کیوں کہ ''بے علم نتواند خدا راشناخت''

۲ کبیرہ گناہوں سے ظاہری وباطنی طور پر ہر طرح سے محفوظ ہو۔ ظاہری کبائر جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، دھوکہ دینا، ریاکاری کرنا، دوسروں کا حق مارنا، حقوق اللہ یا حقوق العباد میں مقررہ فرائض کو ترک کرنے جیسے کوئی گناہ اور باطنی کبائر جیسے حسد کرنا، تکبر کر کے اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا، کینہ، دنیا کی طمع میں حرص، شہرت کی

۱۔ المجادلہ، 19۔

آرزو، بے جا تعریف کیے جانے کو پسند کرنا، اپنے نفس کے لیے کسی سے ناراض ہونا، لوگوں کو بیوقوف بنانے اور دھوکہ دینے کے لیے سوچنے جیسے گناہ شامل ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صغیرہ گناہوں پر مداومت کرنے سے بھی محفوظ ہو۔ یہ شرط اِس لیے ضروری ہے کہ آلودہ انسان خود قابلِ اصلاح ہوتا ہے دوسروں کی کیا تربیت کرے گا۔

۳ سلوک تقویٰ مکمل کر کے فنا و بقا کے رتبے پر فائز ہو چکا ہو یعنی سیر الی اللہ اور علم و عمل کے ذریعہ اسلامی عقیدہ و عمل میں کامل و پختہ ہو چکا ہو کیوں کہ یہ فرض ہونے کی وجہ سے نفلی سلوک کے لیے بنیاد ہے جس کے بغیر سلوکِ احسان میں داخل ہونے کی مثال بنیاد کے بغیر آبادی تعمیر کرنے کی حماقت سے مختلف نہیں ہوگی۔

۴ مُجاز بالارشاد والخلافۃ ہو کیوں کہ بے پیر اور بے اجازت شیخ اس عظیم منصب کا اہل نہیں ہوسکتا کہ یہ مقام خالصتاً روحانی تربیت اور باطنی کیفیت و پختگی اخلاص کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے غیر ظاہر، غیر محسوس اور مشاہدہ سے ماوراء ہونے کی بنا پر قابل احتیاط ہے تاکہ بے پیروں، جعلسازوں، ناقصوں اور سفلی علم والے شیطانوں کی دراندازی سے اِسے محفوظ رکھا جاسکے۔ اسی احتیاطی تدبیر کی بنا پر اِس راہ کے جملہ اہل حق نے بالاجماع یہ شرط عائد کی ہے کہ جب تک کوئی انسان سلوک تقویٰ میں کامیاب ہو کر مرتبہ فنا و بقا پر فائز ہونے کے بعد کسی جامع الشرائط کامل ہستی کی طرف سے مُجاز بالارشاد والخلافۃ نہ ہو جائے اُس وقت تک سلوک احسان کے مسندِ ارشاد و تربیت پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوسکتا، دوسروں کی تربیت نہیں کرسکتا اور اِس راہ کا پیرو مرشد نہیں بن سکتا۔

۵ اِس کا سلسلۂ طریقت اول سے آخر تک متصل ہو یعنی سلوکِ احسان کے اِس

سلسلۂ عمل میں اُس کے اساتذہ و مشائخ کی سند بالترتیب نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ تک پہنچتی ہو کہ اس سلسلۂ دراز میں کسی بھی وجہ سے کسی مقام پر بھی انقطاع (۱) نہ ہو۔

۶ منازل عشرہ سلوک کے مقامات مختلفہ یعنی توبہ، زُہد، صبر، شکر، فقر، توکل، خوف، رجاء، حُب، رضا، کے جملہ تقاضوں پر بالفعل فائز ہو کیوں کہ سلوکِ خاص کا دائرہ عمل اِن ہی منازل پر محدود ہے۔ جو ان کے حوالہ سے خود ناقص و ناتمام ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کرسکتا ہے۔

۷ روحانی تربیت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو کیوں کہ ارادتِ خاص کا یہ سلوک قدم قدم پر تربیت مانگتا ہے جس کے لیے ناتربیت، ناواقف راہ اور اُصولِ تربیت کی راہ و رسم سے نابلد شخص قطعاً ناکافی ہے۔ یہاں پر وہ مشہور مقولہ سو فیصد صادق آتا ہے جہاں کہا گیا ہے "اُطْلُبِ الرَّفِیْقَ قَبْلَ الطَّرِیْقِ" جس کے مطابق کہا جاسکتا ہے کہ نفلی و استحبابی سلوک کی اِس راہ پر چلنے سے پہلے اُس کی راہ و رسم سے واقفیت رکھنے والے اور رہنمائی کرنے پر قادر ساتھی کو تلاش کرنا فرض ہے۔ جیسے نفلی نماز کا پڑھنا تو مستحب ہے کہ پڑھنے سے ثواب ہوگا اور نہ پڑھنے سے گناہ نہیں ہوگا لیکن اِس کو شروع کرنے سے پہلے وضو کرنا فرض ہے ورنہ پوری محنت ضائع ہو جائے گی۔ نیز کسی بھی ماہرِ فن شخص کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو اُس کی تربیت دے کر سکھانے کے بھی ماہر ہوں، بہت

---

(۱) یاد رہے کہ اس راہ میں سند کا انقطاع اُس انقطاع سند کے مفہوم سے عام ہے جو انقطاع سند حدیث میں ہوتا ہے کیوں کہ سند حدیث کا انقطاع صرف عدم ملاقات یا اُستاذی شاگردی کا رابطہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ اس راہ میں اس کے علاوہ بدعقیدگی و بدعملی اور نااہلیت کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ روحانی سلسلہ منقطع ہونے کے بعد بے فیض اور بے اثر ہو جاتا ہے۔

سے فنکار و ماہرین کار ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اُس کی تربیت دینے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔ اِس شرط کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے ایک خط بنام مرزا حسام الدین احمد، میں فرمایا:

''نزد فقیر تلقین ذکر در رنگ تعلیم الف و با ست مر صبیان را''(۱)

یعنی میرے نزدیک ارادتِ خاص کے سالکین کو مرید بنانے کی ذمہ داری ایسی مشکل ہے جیسے چھوٹے بچوں کو الف با سے سبق پڑھا کر کمال تک پہنچانا۔

اہل انصاف جانتے ہیں کہ الف با سے ابتدائی تعلیم شروع کرنے والے بچوں کو پڑھانا کتنا مشکل کام ہے، کتنا توجہ طلب عمل ہے اور کتنا وسیع سینہ و جگر اور ٹھنڈا دل مانگتا ہے۔ جس کے اندر کلاس میں شامل ہر ایک بچے پر نظر رکھنی ہوتی ہے، ہر ایک کی نشست، برخاست، حرکات کی نگرانی کرنی ہوتی ہے اور بیک وقت مشفق والدین کی طرح سب کے ساتھ ہمدردی کرنی ہوتی ہے۔ اہل انصاف جانتے ہیں کہ اِس شرط پر پورا اُترے بغیر جو مشائخ و سجادہ نشین حضرات لوگوں کو مرید کرتے ہیں تو اُن ناواقف حال، قابل رحم مریدوں کا مستقبل اُن بچوں کے مستقبل سے مختلف نہیں ہوتا جو غیر مشفق، نااہل اور ناتجربہ کار اساتذہ کے دروس میں ناکام رہتے ہیں، باغی ہو کر بھاگ جاتے ہیں، بددل ہو کر غیر حاضری کرتے ہیں یا معکوس تعلیم و بدتربیتی کے نتیجہ میں معاشرہ پر بوجھ بن جاتے ہیں اور نہ سہی ''اَلْآنَ کَمَا کَانَ ''یعنی جیسے تھے ویسے ہی جاہل کے جاہل رہ جاتے ہیں۔ قال اللہ قال الرسول کی روشنی میں خلق خدا کو جاہل رکھنے کے اِس جرم کی تمام تر ذمہ داری صرف اور صرف اُن ہی حضرات پر عائد ہوتی ہے جو تعلیم و تربیت اور مشیخیت کی اِس ضروری شرط پر پورا اُترے بغیر اِس منصب امانت پر

۱۔ مکتوبات، دفتر دوم، حصہ ششم، ص 70۔

براجماں ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ سے بے خوفی بے تربیتی اور دوسروں کے مذہبی و روحانی جذبات سے بے التفاتی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے خوف کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

۸ ہر قسم دُنیوی مفادات و طمع سے بے نیاز ہو کر اِس راہ کے مریدوں کو اخلاص کے ساتھ تربیت دینے کی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو، یہ شرط اس لیے ضروری ہے کہ اِس کے بغیر سلوک احسان کا اصل مقصد ہی مریدوں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ شاید اِس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اگر میرے کسی مرید کا پاؤں پھسلے گا تو میں اُس کا ہاتھ پکڑ کر بچاؤں گا۔'' (۱)

نیز اِسی بہجۃ الاسرار میں حضرت کے ایک اور ارشاد کو نقل کیا گیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اگر میرے ساتھ ارادت رکھنے والا مرید صادق مشرق میں ہو، میں مغرب میں اور اُس کے پردہ کھلنے کا خطرہ ہو تو میں اُسے ڈھانپ دوں گا۔'' (۲)

حضرت کے ان فرمودات کا واضح مقصد بالترتیب اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ میری رہنمائی و تربیت پر اعتماد کر کے میرے ساتھ ارادت رکھنے والوں کا جس گناہ و معصیت کے حوالہ سے بھی پاؤں پھسلنے کا اور شیطان کے پھندے میں آنے کا خدشہ ہو مجھے اُس کا غم ہوتا ہے اور میں اُنہیں بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور بدعقیدگی و بدعملی کی بے پردگی سے اُنہیں بچانے کی فکر کرتا ہوں جو پیر و مرشد ہونے کی حیثیت سے میری ذمہ داری ہے۔ یہی حال حضرت کے قصیدہ غوثیہ میں موجود اُس کلام کا بھی ہے جس میں مرشد و رہنما ہونے

۱۔ بهجة الاسرار ص 102، مطبوعه مصر۔

۲۔ بهجةالاسرار، ص 99، مطبوعه مصر۔

کے ناطے اپنی بیداری اور فرض شناسی کا اشارہ دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ وَاشِ فَاِنِّی عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَالْقِتَالِ"

حضرت نے اپنے اِن حکیمانہ جملوں میں جہاں اپنے مریدین و سالکین کو تسلی دیتے ہوئے پیرومرشد ہونے کے حوالہ سے اپنی ذمہ داری کا اظہار فرمایا ہے وہاں دوسرے رہنمایانِ طریقت و مرشدینِ حقیقت کو بھی سبق دیا ہے کہ لوگوں کو مرید بنا کر مخصوص وظائف بتانے سے ہی رہنمائی کا حق ادا نہیں ہوسکتا بلکہ اِس کے لیے مریدوں کے ظاہر و باطن پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے، بے اعتدالیوں کی بے لباسی و شرمندگی اور دارین کی رسوائی سے اُنہیں بچانے کے لیے ہمہ وقت اُن کی اصلاح احوال کے درپے رہنا چاہیے یہ اس لیے کہ مرید ہونے والے متلاشیانِ اصلاح نے جب اُن کے ہاتھ پر توبہ کر کے "گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط" کے عزم کے ساتھ اپنے آپ کو اُن کی رہنمائی میں دیدیا اور

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

کے تصّور کے ساتھ اُن پر مکمل اعتماد کیا اور اپنے روحانی مستقبل کو اُنکے حوالہ کر دیا تو عنداللہ وعندالرسول اِن مخلص سالکین کے روحانی مستقبل کی تمام تر ذمہ داری اُن حضرات پر ہی عائد ہوتی ہے کہ وہ اِن کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے دیں، علم و عمل سکھانے، روحانیت کی تربیت دینے اور داخلی و خارجی شیطانوں کی اغواکاری سے بچنے کی تدبیر بتانے میں غفلت نہ کریں۔ جیسے بخاری شریف کی مرفوع حدیث میں نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ"(۱)

تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ذمہ دار سے اُس کی ذمہ داری سے متعلق پوچھا جائیگا۔

اِس سے بڑی مسئولیت اور کیا ہوسکتی ہے کہ کسی شخص کو مرید بنا کر اُس کی فکری و

۱۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج5، ص38، حدیث نمبر 6370۔

عملی صلاحیتوں کو بے اعتدالیوں سے بچا کر راہ استقامت دِکھانے کا ذمہ اُٹھایا جائے، منشاء مولیٰ کے مطابق چلانے، جملہ بے لباسیوں، برائیوں، شرمندگیوں سے بچنے کی عملی تربیت دینے کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اُٹھائی جائے جو حقیقی بیعت اور سچی ارادت و پیری مریدی کی صورت میں ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ کے طبقات کی پہچان

قرآن وسنت کے مطابق ولایت کا دارومدار چونکہ قوتِ فکری وعملی کے کمال پر ہے جسے شریعت کی زبان میں ایمان وتقویٰ کہا جاتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ''(۱)

یعنی حقیقی اولیاء اللہ وہی ہوتے ہیں جو صحیح معنی میں مومن ومتقی ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو اپنی قوتِ فکری وعملی کی امانتوں کو منشاء مولیٰ جل جلالہ کے مطابق صرف کرتے ہیں اور متکلمین اسلام کی زبان میں اولیاء اللہ کے اِس قرآنی تعارف کی تعبیر صحت عقیدہ وعمل سے بھی کی جاتی ہے جس کا حاصل عالم باعمل کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ صحت عقیدہ وایمان کا تعلق علم سے ہے جو انسان کی قوتِ فکری کا نتیجہ ہے اور صحت عمل و تقویٰ کا تعلق انسانی جوارح کے اعمال سے ہے جو انسان کی قوتِ عملی کا نتیجہ ہے اور ولایت کا یہ کمال مذہبی تعلیم وتربیت کے جس مرتبہ میں بھی ہو، سلسلہ عوام میں ہو یا طبقہ علماء میں پھر طبقہ علماء کے جس دور وتاریخ میں بھی ہو۔ نیز اہل اجتہاد میں ہو یا اہل تقلید میں اور یہ کہ جس جائز کسب وعمل کے شغل کرنے والوں میں بھی ہو اور عرف عام میں اُن کا تعارف وپہچان اور نام ونسب جیسا بھی ہو سب کو حاصل ہوسکتا ہے اِس کے حصول کے لیے یعنی اولیاء اللہ

ا۔ یونس،62۔

ہونے کے لیے آلِ نبی ہونا ضروری ہے نہ اولادِ علی ہونا، بنو فاطمہ ہونا ناگزیر ہے نہ صحابی رسول ہونا، مجتہد ہونا شرط ہے نہ مقلد ہونا، جُبّہ ودستار کی رعنائی میں ہونا لازم ہے نہ پشمینہ پوش ہونا، خلوف نشین وچلہ کش ہونے پر موقوف ہے نہ جلوہ آرا ہونے پر، کسی مزار کے سجادہ نشین یا خلیفہ مجاز ہونے پر مدار ہے نہ مخصوص وضع قطع اختیار کرنے پر بلکہ یہ محض عطیہ الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ''(۱) کے مصداق ومظہر بننے والے سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے۔اس کے لیے ناگزیر شرط صرف اور صرف اس آیت کریمہ کا مصداق ومظہر بننا ہے اور بس۔اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اور صرف اِن ہی سعادت مندوں کو واجب الاتباع اولیاء اللہ قرار دے کر اِن کی تقلید واتباع کرنے کی ترغیب دی ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ''(۲)

یعنی اللہ کے حضور تم میں سب سے زیادہ صاحب کرامت وہ ہیں جو زیادہ تقویٰ والے ہوں۔

نیز فرمایا: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ''(۳)

تو ظاہر ہے کہ ایمان وتقوی اور عقیدہ وعمل کے صدق کا یہ جوہر کمال جس کسی کے اندر بھی پیدا ہو جائے وہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں ''لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' کے مظہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔یہ حضرات اپنے اس تعارف ومصداق کے ساتھ طبقۂ علماء میں بھی پائے جاتے ہیں، ان کے درس صحبت سے علم وعمل کے فیض پانے والے عوام میں بھی، مجتہدین اسلام میں بھی، ان کے مقلدین میں بھی،

۱۔ یونس،63۔

۲۔ الحجرات ،13۔

۳۔ التوبہ،119۔

محدثین وفقہاء میں بھی، مفسرین و متکلمین میں بھی اور اس کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے حیات کے ساتھ وابستہ افراد میں بھی صاحبِ کرامت اولیاء اللہ کے پائے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثال کے طور پر گجروں، لکڑہاروں، نان پزاور رنگسازوں جیسے کمزور ذرائع معاش کے ساتھ وابستہ مسلمانوں میں بھی عظیم اولیاء اللہ ہوئے ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے۔ ایسے ہی کاملین سے متعلق اللہ کے حبیب ﷺ نے مرفوع حدیث میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ''(۱)

یعنی مسلمان بندوں میں کچھ وہ ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ پر یقین کرتے ہوئے قسم اُٹھائیں تو بالیقین اللہ اسے سچا کردیتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

''رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ تَنْبُوْ عَنْهُ اَعْیُنُ النَّاسِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ''(۲)

یعنی مسلمانوں میں بہت سے اشخاص پراگندہ بال، غبار آلود، پھٹے پرانے کپڑوں والے، لوگوں کی نگاہ میں ہیچ، ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر یقین کرتے ہوئے کسی بات پر قسم اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ اسے بالیقین سچا کردیتا ہے۔

یہ سب کچھ اِس لیے ہے کہ اولیاء اللہ ہونا قرآن وحدیث میں بیان شدہ اِس تعارف کے مطابق ایک مفہوم کلی ہے جس کے مصادیق ومظاہر میں بے شمار اصناف در اصناف ہوسکتے ہیں جس میں کالے گورے کی تمیز نہیں ہے، عربی وعجمی کی تفریق نہیں ہے اور کسی درگاہ کے سجادہ نشین ہونے یا نہ ہونے کا امتیاز نہیں ہے جیسے اللہ کے رسول ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع سے معلوم ہورہا ہے، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج2، ص540۔

۲۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج4، ص15۔

''لَافَضْلَ لِلْعَرَبِيِ عَلَى الْعَجَمِيِّ وَلَالِلْاَبْيَضِ عَلَى الْاَسْوَدِ اِلَّابِالتَّقْوٰی''

قرآن وحدیث میں اولیاء اللہ کے تعارف ومظاہر کے اس معیار کے مطابق باعمل علماء کرام کے مقدس طبقہ کے علاوہ زندگی کے دوسرے شعبوں کے ساتھ مربوط اولیاء اللہ کی پہچان نہایت مشکل کام ہے۔فتوحات مکیہ شریف، ج2،ص16 تا39 میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی تفصیل کے مطابق ان مقدس حضرات کی اصناف در اصناف مختلف قسموں میں بہت کم حضرات ایسے ہوتے ہیں جوایک دوسرے کی حقیقت سے آگاہ ہوں چہ جائیکہ عام لوگوں کواُن کی حقیقت کا پتہ چل سکے۔جبکہ باعمل علماء کرام کی ولایت کسی بھی اسلام شناس سے مخفی نہیں رہ سکتی کیوں کہ زندگی کے دوسرے شعبوں سے مربوط اولیاء اللہ کا وارث پیغمبر ہونا جزوی درجہ میں ہونے کی وجہ سے اتنا ظاہر نہیں ہے جبکہ باعمل علماء کرام کا وارث پیغمبر ہونا کلی فضیلت کے درجہ میں ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے۔نیز باعمل علماء کرام کا یہ مقدس طبقہ اصحاب محراب ومنبر ہونے، معلم ومبلغ ہونے اور مربی الناس ہونے کی بنا پر ظاہر الایمان والتقویٰ ہیں بخلاف دوسرے شعبہ ہائے حیات میں موجود اولیاء اللہ کے مثال کے طور پر ایک لکڑ ہارا جو درحقیقت ایمان وتقویٰ کی اس کسوٹی پر فٹ ہونے کی بنا پر قرآن وحدیث کے مطابق بالیقین ولی اللہ ہے لیکن اپنے ظاہری اور عرفی حالات کے حوالہ سے اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ اس پر اس جوہر کمال کا گمان کیا جاسکے۔ اسی طرح ایک دیہاڑی مار مزدور جو عند اللہ قرآنی سانچہ وتعریف پر منطبق ہے اور اللہ کے فرمان ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ''(۱) کے عین مطابق عند اللہ وعند الرسول ﷺ ''اَلَااِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ''(۲) کا مظہر ہے

۱۔ الحجرات،13۔

۲۔ یونس،62۔

جبکہ انسانوں کی نگاہ میں اسے ایک مزدور کار کے سوا اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔

کیا ہر ولی اللہ پیرومرشد ہوسکتا ہے

گزشتہ سطور میں ہم حقیقی اولیاء اللہ اور اُن کا قرآنی تعارف ومصداق واضح کر آئے ہیں جس سے قارئین ہٰذا سمجھ گئے ہوں گے کہ اللہ کے ہر سچّے ولی کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو بیعت دیتا پھرے یا جُبّہ کی زینت ودستار کی رعنائی میں ملبوس ہوکر لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے یا کسی مزار کا سجادہ نشین اور کسی خانقاہ کا گدی نشین ہو، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت کے مطابق اولیاء اللہ کا صرف اور صرف ایمان وتقویٰ کی کسوٹی پر منشاء الٰہی کے مطابق اُترنا ضروری ہے۔لباس تقویٰ کی اِس زینت میں ملبوس ہونے کے بعد اگر وہ مسندارشاد پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت توبہ واصلاح لینے پر مامور بھی ہو جائے تو یہ سونے پر سہاگے سے کم نہیں ہوتا۔اِس لیے یہاں پر ہم حقیقی اولیاء اللہ اور پیرو مرشد کے مابین موازنہ پر بھی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ مسندارشاد پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت توبہ واصلاح لینے والے حقیقی پیروں کیلئے اولیاء اللہ ہونا ضروری ہے کیونکہ جو خود ایمان وتقویٰ کی کسوٹی پر پورا نہ اُترتا ہو وہ اِس منصب کے لوازمات کو کیا جانے ایسے ہی ناقص جاہل پیروں سے متعلق بہجۃ الاسرار میں حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالہ سے لکھا ہے، اُنہوں نے فرمایا:

''كَانَ مَايُفْسِدُهٗ اَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُهٗ''(۱)

یعنی ایسے جاہل پیر کا فساد ونقصان اُس کی اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے اِس پُر مغز کلام میں جاہل پیروں کے سایہ

۱۔ بهجة الاسرار، ص53، مطبوعه مصر۔

نحوست سے بچنے کی تلقین کرنے کے ساتھ مسند ارشاد کے قابل حقیقی پیروں کے لیے اولیاء ہونا ضروری قرار دیا ہے کیوں کہ اولیاء اللہ جاہل نہیں ہوتے جیسے فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے ہم بیان کرآئے ہیں کہ:

''مَااتَّخَذَاللّٰهُ وَلِیًّا جَاهِلًا''(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی بھی جاہل کو ولی نہیں بنایا ہے۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''وجملہ مشائخ ایشان اہل علم بودہ اند وجملہ مریدان را بر آموختن علم باعث بودہ اند وبر مداومت کردن بران ایشانرا حریص داشتہ اند''(۲)

یعنی لوگوں کی اصلاح کرنے والے مشائخ طریقت جتنے بھی گزرے ہیں وہ سب کے سب اہل علم تھے اور اپنے تمام عقید تمندوں کو علم سیکھنے پر ابھارتے تھے اور اُنہیں علم وعمل پر ہمیشہ قائم رہنے کے لیے حریص بناتے تھے۔

اہل اسلام میں کوئی بزرگ، فقیہ، مفسر، محدث اور کسی بھی قابلِ ذکر ہستی نے کسی بھی بے علم جاہل کو مسند ارشاد پر بیٹھ کر پیری مریدی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، چاہے وہ بزرگ زادہ ہو یا شیخ زادہ، پیرزادہ ہو یا مرید زادہ، آلِ نبی ہو یا اولادِ علی۔ بہر تقدیر جملہ اہل شریعت وطریقت اور تمام بزرگانِ دین اِس بات پر متفق ہیں کہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر پیری مریدی کرنے کے لیے، لوگوں کو بیعت توبہ واصلاح دینے کے لیے اور بامعنی شیخ طریقت بننے کے لیے شریعت وطریقت کا علم اولین شرط ہے جس میں ایمان وتقویٰ ضروری ہے لیکن

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج21، ص530، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور۔

۲۔ کشف المحجوب، ص8۔

ہر ولی اللہ کے لیے مسند ارشاد پر بیٹھ کر پیری مریدی کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ حقیقی اولیاء اللہ کے اصناف در اصناف اقسام کثیرہ میں اِس منصب پر مامور ہونے والے طبقہ کی شرح تناسب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ کے مطابق ایک فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔

ہر حقیقی پیرو مرشد کے لیے ولی اللہ ہونا ضروری ہے لیکن ہر ولی اللہ کے لیے پیرو مرشد ہونا ضروری نہیں ہے، مسند ارشاد کے قابل ہر حقیقی پیرو مرشد کے لیے محض ولی اللہ ہونا یعنی ایمان وتقویٰ کی کسوٹی پر پورا اترنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ امانتداری کے اس عظیم منصب کے اہل ہونے کے لیے عقیدت مندوں، شاگردوں اور مریدوں کو منازل سلوک پر فائز کرنے کی عملی تربیت دینے کی صلاحیت بھی ضروری ہے ورنہ ولی اللہ ہوتے ہوئے بھی پیری مریدی کرنے کا اہل نہیں ہوسکتا کیوں کہ حقیقی پیری ومریدی شریعت کی عملی تربیت گاہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔تو ظاہر ہے کہ جس تعلیم گاہ کا معلّم ومربی اُس کے آداب و احکام سے نا آشنا ہو، اُس کی راہ ورسم سے ناواقف ہو اور تعلیم وتربیت دینے کے کٹھن مراحل ومنازل سے نابلد ہو تو اُس کے ہاتھوں کسی کی کیا تربیت ممکن ہوسکے گی۔اللہ کے حبیب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خطوط پر صحابہ کرام واہل بیت نبوت کی روحانی تربیت فرمائی تھی اُس کی روشنی میں بزرگانِ دین نے طریقت کی اس تربیت گاہ کے لیے دس چیزوں کو بطور نصاب تعلیم وتربیت ضروری جانا ہے جنہیں منازل سلوک کہا جاتا ہے یعنی **(توبہ، زُہد، فقر، صبر، شکر، توکل، خوف، رجاء، حُب ورضا)** گویا تصوف وسلوک کی جان یہی منازل عشرہ ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ طریقت کی تربیت گاہ میں اِن کی ترتیب حصول کے حوالہ سے چاروں سلاسلِ طریقت کے طریقے ایک دوسرے سے مختلف ہیں جو عام سی بات ہے کیوں کہ ہر معلم ومربی کا اندازِ تربیت جدا ہوتا ہے لیکن توبہ کا اِن میں اصل الاصول، سب

سے اول اور سب کی بنیاد ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف اپنے درس تربیت میں آنے والوں کی تربیت و اصلاح کا آغاز توبہ سے کرایا کرتے تھے۔ جب تک اس کے لوازمات پورے نہ ہوتے اُس وقت تک دوسرے خانہ و منزل میں قدم نہ رکھتے تھے چاہے دریائے توبہ کے یہ لوازمات دِنوں میں حاصل ہوں یا ہفتوں میں، مہینوں میں ہوں یا سالوں میں کیوں کہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق ہی کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف بھی اپنے درس تربیت میں شامل ہونے والے سعادت مندوں کی تربیت و اصلاح کی ابتداء توبہ سے ہی کراتے تھے۔ یہی حال سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا اور سلسلہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ نقشبند اور ان کے حقیقی جانشین بزرگوں کا تھا کہ سلسلہ اصلاح و تربیت میں شامل ہونے والوں کی تربیت و تعلیم کا آغاز توبہ سے ہی کرایا کرتے تھے اور جب تک اُس کے لوازمات کا حق پورا نہیں ہوتا اُس وقت تک دوسری منزل کی تربیت شروع نہ کرتے۔ علیٰ ہذا القیاس نصابِ تربیت کی مذکورہ منازل کی آخری سرحد تک سب کا انداز تعلیم و تربیت اسی ترتیب سے ہوا کرتا تھا۔

اِس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے دینی مدارس میں جب تک علم صرف کے لوازمات کو پورا نہیں کیا جاتا اُس وقت تک علم نحو شروع کرنا ممکن نہیں ہوتا اور جب تک علم نحو کے لوازمات کو پورا نہیں کیا جاتا اس وقت تک علم بلاغت کو شروع کرنا خبط کاری کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اِسی طرح دُنیوی علوم میں جیسے پرائمری پاس کیے بغیر مڈل میں اور مڈل پاس کیے بغیر ہائی سکول میں داخلہ ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن ہمیں افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور میں پیری مریدی کے نام سے یا سلوک و طریقت کے عنوان سے جو کچھ دیکھنے کو مل رہا

ہے اُس کا اصلی طریقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اِس حوالہ سے معروضی حالات کی روشنی میں موجودہ دور کی پیری مریدی کے رسم کا سلاسل طریقت کے ساتھ موازنہ اِس طرح ہے کہ طریقت کا ہر ایک سلسلہ شریعت پر عمل کرنے کے لیے تربیت گاہ تھا جو دورِ حاضر میں متروک ہو کر محض نام رہ گیا ہے۔ نیز طریقت کے اِن چاروں سلاسل میں اندازِ تربیت مختلف ہونے کے باوجود منزلِ راہ اور مقصودِ اصلی سب کا شریعت کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا تھا جو متروک ہو کر محض رسم رہ گیا ہے، نیز وہ اصلی تھے جبکہ اِن کی غالب اکثریت نقلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مریدوں کو حسبِ استعداد منزلِ مقصود تک پہنچایا کرتے تھے جبکہ یہ پڑھنے کے لیے کچھ وظیفہ دے کر ٹرخاتے ہیں، وہ اسے وصول الی اللہ کا ذریعہ بناتے تھے جبکہ یہ اُسے محض رسم کے طور چلاتے ہیں اور وہ مریدوں کی روحانی تربیت میں محنت کرتے تھے جبکہ یہ حضرات اپنی خدمت کراتے ہیں۔ ایسے میں طریقت جیسی بہترین تربیت گاہ کی نشاۃ ثانیہ کی کیا اُمید ہو سکتی ہے؟

اِس پر مستزاد یہ کہ کچھ چالاک و ہوشیار حضرات ماضی بعید کے گزرے ہوئے کچھ صوفیاء کرام کے اُن کے اپنے معاشرہ واصطلاح میں مستعمل الفاظ کو تصوف کے رموز واسرار مشہور کر کے اِس راہِ عمل کو ناقابلِ عمل و بدنام کر چکے ہیں جبکہ حقیقت میں بزرگانِ دین کی یہ درسگاہ نہ اَوراد ووظائف پڑھنے کا نام تھا نہ چلہ کشی کرنے کا، الفاظ کا نام تھا نہ کسی غیر یقینی کردار کا، بلکہ اس کی حقیقت شریعت مقدسہ کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی تربیت گاہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھی۔

میری حیرت کی انتہا ہو رہی ہے کہ طریقت جیسی بہترین درسگاہ عمل کی جعلسازوں کے ہاتھوں کس طرح بدنامی ہو رہی ہے، غیر معیاری مشائخ کے ہاتھوں کس طرح اِس کا بیڑہ غرق کیا جا رہا ہے اور عوام کو طریقت کے نام پر کس طرح بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ کیا اس

میدان میں کوئی ''رجل رشید'' نہیں ہے جو ان جعلسازوں سے اِس کی تطہیر کرنے کے لیے قدم اُٹھائے یا التباس الحق بالباطل کی اِس گمراہی کے خلاف ''آوازِ حق'' بلند کریں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اِس میدان کے جعلساز روزِ اول سے چلے آرہے ہیں لیکن جس کثرت سے پھیلتے ہوئے آج دیکھے جارہے ہیں شاید اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہو۔

سچے اولیاء اللہ کی پہچان

دُنیا کی ہر اصلی چیز کے مقابلہ میں نقلی چیزوں کا رواج پانے کی طرح تصوف وطریقت کے اس بہترین شعبہ اصلاح میں بھی نمبر دو پیروں کے داخل ہونے سے اصل ونقل کا التباس ہو رہا ہے، روحانی اقدار میں اشتباہ پیدا ہو رہا ہے اور اصل کی جگہ نقل رواج پا رہا ہے۔ اس المیہ میں اول تو اصل اور نقل میں تمیز کرنے والوں کی کمی ہے۔ سراب کو پانی سمجھنے والوں کے اس بازارِ اشتباہ میں اگر کچھ لوگوں کو اس کی تمیز نصیب ہوتی بھی ہے تو وہ ماحول کی آلودگی یا ذاتی مفادات کے حصار میں محصور ہونے یا کسی نفسانی مصلحت کے پیش نظر خاموشی میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ نیز اہل سنت و جماعت کے نام کو جو دراصل اہل بدعت سے امتیاز کا ذریعہ تھا ہر بدعتی وگمراہ اپنے اوپر چسپاں کر کے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بناتا ہے۔ نیز پیری مریدی کو اہل سنت کا مصنوعی شعار بنا کر اِس کے ذریعہ بے بصیرت عوام کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اس شعبہ کے ساتھ منسلک ہر پیر و مرید اہل سنت ہے چاہے وہ فی الواقع اہل سنت کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر یہ بھی ہے کہ تصوف وطریقت کے نورانی ماتھے پر بدنما داغ لگانے والے یہ ہوشیار دَجاجلہ اپنے اِس شیطانی کاروبار کو ترقی دینے کی غرض سے من گھڑت خوابوں، شعبدہ بازیوں اور غیر اسلامی حرکات کو بطور کرامات مشہور کر کے سچے اولیاء اللہ کی اصل کرامات سے لوگوں کو جاہل رکھتے ہیں، شیطانیت کو ترویج دے کر رحمانیت کو

نقصان پہنچاتے ہیں اور معیار شرعی کے مطابق واقعی اولیاء اللہ کو میسّر قرآنی کرامات سے عامۃ المسلمین کی توجہ ہٹا کر التباس الحق بالباطل کرتے ہیں جبکہ میزان شریعت کے مطابق اصل ولایت، قرآن شریف میں مذکور صفات کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جیسے فرمایا ہے:

''اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ''(۱)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم ○ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ○ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کا ولی ہونے کے لیے اس معیار کے سوا کوئی چیز بھی اسلام کی رُو سے معتبر نہیں ہے۔ یہی وہ نیک بخت انسان ہیں جن پر دنیوی مفادات کی فوتگی کا کوئی خوف ہے نہ دنیا کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا غم۔ اِسی کمال کی دست آوری کی بدولت دنیا و آخرت میں اُنہیں بامراد ہونے کی نوید مسرت ہے۔ مجازاتِ اعمال کے عادلانہ نظام قدرت کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اولیاء کے لیے صادر شدہ یہ احکام بھی اٹل ہیں جن میں کسی قسم کی تبدیلی ناممکن ہے۔

واقعی ولایت کا جو تعارف و پہچان اس آیت کریمہ میں کرائی گئی ہے وہ صرف اور صرف درستی فکر و عمل ہے اور بس۔ جس کی صحت معلوم کرنے کے لیے واقعی معیار قرآن شریف کی مذکورہ آیات جیسی سینکڑوں آیات و احادیث میں موجود ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ نبی اکرم سیدِ عالم رحمتِ عالم ﷺ کی اتباع کے بغیر انسان کوئی شے نہیں ہے، اپنی

۱۔ یونس، 62تا64۔

خواہشات کو سنتِ رسول قرار دینے والے انسانی لباس میں شیطان ہوتے ہیں، خود پسندی، خود بینی اور خود غرضی میں مبتلا انسان شیطان کے کھلونے ہوتے ہیں، جھوٹ، غیبت، بہتان ترازی اور جہل مرکّب میں گرفتار ہوتے ہوئے بھی ولایت کا دعویٰ کرنے والے شیطان کا جال ہوتے ہیں۔

اصل ولایت یعنی درستی فکر و عمل معلوم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ معیار و ترازو صرف اور صرف اُسوۂ حَسنہ سید المرسلین ﷺ ہے یہ ترازو جس طرح سچے اور جھوٹے کی تمیز بتاتا ہے، اصلی و نقلی کا پتہ دیتا ہے اور نمبر ایک و نمبر دو کی تفریق بتادیتا ہے، اِسی طرح اصلی ولایت یعنی فکری و عملی درستی اور اپنے نفس کی پسند کو اللہ اور اُس کے رسول کی رضا پر قربان کرنے والوں کے فرقِ مراتب بھی بتادیتا ہے کہ جس کے اندر اس قربانی کا جوہرِ عمل جتنا زیادہ ہوگا اُس تناسب سے اُس کا قُرب اور معیّت مع اللہ بھی اتنی ہی قوی ہوگی۔ الغرض اولیاء الرحمٰن کے فردِ ادنیٰ و فردِ اعلیٰ کے مابین ہزاروں مدارِج و مراتب ہیں جن کی جزئیات و تفصیل قرآن و حدیث کے اندر موجود ہیں ہر درجہ پر فائز حضرات کے مراتب کرامت بھی اُن کے مقام کے تناسب سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ بہر تقدیر "**استقامت فی الدین**" اِن سب میں قدر مشترک ہے جس کے بغیر کوئی شخص بھی ولی اللہ نہیں ہوسکتا، اللہ اور اُس کے رسول کی رضا مندی کو اپنی خواہش نفس پر ترجیح دیئے بغیر ولایت کی سرحد میں داخل نہیں ہوسکتا اور وقت آنے پر اپنی جان و مال کو منشاء مولیٰ پر فدا کر کے راحت محسوس کرنے کے لیے تیار رہے بغیر ولایت کی حلاوت پا نہیں سکتا یہی ہے شریعت کی نگاہ میں اصلی کرامت، کرشمۂ ولایت اور راہِ استقامت اسی کے متعلق قرآن شریف میں ارشاد فرمایا:

''لَایَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ''(۱)

یعنی راہِ استقامت میں وہ کسی ملامت گر کی پرواہ نہیں کرتے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ''(۲)

یعنی دعویٰ ایمان میں عملی سچوں کے دامن عاطفت میں رہو۔

نیز فرمایا: ''اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ''(۳)

یعنی بندگی کا دعویٰ کرنے میں عملی سچوں پر شیطان کا داؤ نہیں چل سکتا۔

نیز فرمایا: ''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا''(۴)

یعنی فکر و عمل کی درستی تیرے پروردگار تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔

نیز فرمایا: ''فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ''(۵)

حقیقی اولیاء اللہ سلطانِ جہاں ہوتے ہیں

کرامتِ الٰہی کی اس سعادت پر فائز حضرات اپنے اپنے مراتب کے مطابق متصرف باذن اللہ ہوتے ہیں، سلطانِ جہاں ہوتے ہیں، غوث الثقلین ہوتے ہیں، سلطان الہند خواجہ غریب نواز ہوتے ہیں، وہ اللہ کے ہو چکے ہوتے ہیں تو جملہ جہاں اُن کا ہو چکا ہوتا ہے۔

قارئین کرام سے بالخصوص طبقہ علماء سے گزارش کروں گا کہ ولایت وکرامت

۱۔ المائدہ، 54۔

۲۔ التوبہ، 119۔

۳۔ الحجر، 42۔

۴۔ الانعام، 126۔

۵۔ البقرہ، 38۔

کے جزئیات کو اس قرآنی معیار کی روشنی میں دیکھ لیا کریں تو جملہ شیطانی راستوں سے بچ سکتے ہیں۔ اہل بصیرت کی رہنمائی کے لیے اس اجمال میں سب کچھ آ گیا جبکہ جہل مرکّب میں مبتلا نا اہلوں کے لیے دفتر بھی ناکافی ہے۔

اگر در خانہ کس است　　　　یک حرف بس است

قرآن وحدیث سے ہٹ کر کسی کا ایمان معتبر ہے نہ مذہب، بزرگی قابلِ قبول ہے نہ ولایت لیکن یہ مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ اسلام کے اِن دو عظیم منابع و مآخذ سے مستفاد کرامت کو جو اولیاء اللہ کا طُرّہ امتیاز ہوتی ہے یعنی اپنی قوتِ فکری و عملی کو کتاب وسنت کے مطابق استعمال کر کے راہِ استقامت پر رواں دواں زندگی گزارنے والے متقیوں کے سوا کسی اور نوعِ بشر میں نہیں پائی جاتی سادہ لوح عوام سے چھپا کر نمبر دو پیروں نے من گھڑت باتوں کو بطور کرامت مشہور کیا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں صدیوں سے سچے اولیاء اللہ کے دامن تقدّس سے وابستہ مسلمانوں کی اولاد در اولاد کی غالب اکثریت توحید پرستی کی بجائے توہم پرستی، اعتقادی پختگی کی بجائے ضعفِ اعتقاد، قرآن وسنت کی تعلیمات کی بجائے نمبر دو بزرگوں کی پڑھائی ہوئی من گھڑت باتوں کو معیار ولایت تصوّر کر کے روشنی کی بجائے اندھیرے کی طرف جا رہی ہے۔

تصوف وطریقت جیسے تزکیہ نفس کی راہ میں بہترین ذریعہ عمل اور قرآن وسنت پر اخلاص کے ساتھ عمل کر کے ایمان کی مٹھاس پانے کے اس سچے جادۂ حق کو بدنام کرنے کے لیے جب سے نمبر دو پیروں کا عمل دخل شروع ہوا ہے اُس وقت سے اس عظیم راہِ عمل میں شیطان کی دراندازی بھی شروع ہونے لگی ہے، التباس الحق بالباطل ہونے لگا ہے اصل کی جگہ نقل ترقی پا رہا ہے، اولیاء الرحمٰن کی جگہ اولیاء الشیطان کی پذیرائی ہو رہی ہے اور اصل کرامت یعنی استقامت فی الدین کی جملہ برکات و فیوضات اور جزئیات ومظاہر کی جگہ

توہمات، شعبدہ بازیاں، عملیات، تصنّع و بناوٹ، نفس پرستی اور جھوٹ و مکاریوں نے سنبھالی ہوئی ہے۔ مشہور مقولہ ''اَحْسَنُ الشَّعْرِ اکذبہُ '' یعنی شعر گوئی کی دنیا میں اُسے بہترین سمجھا جاتا ہے جو سب سے بڑا جھوٹ ہو۔ کے عین مطابق اِس خود ساختہ ولایت و کرامت کی زہر آلود دُنیا میں اُسے بڑا ولی سمجھا جاتا ہے جو سب سے زیادہ جھوٹا ہو اور اُس کی اِن لغویات و گمراہیوں کو سب سے بڑی کرامت تصّور کی جاتی ہے جو شیطانی حرکات پر مشتمل ہو۔ الٹی گنگا میں نہانے والے اِن دجاجلہ کی مکاریوں کی کچھ دیدہ اور کچھ شنیدہ تفصیلات اگر سپردِ قلم کروں تو اس سے سینکڑوں صفحات پر مشتمل دفتر تیار ہو سکتا ہے لیکن یہاں پر میرا مقصد کتاب الدجاجلہ کے عنوانات، مکر و فریب کے تنوع و تفصیلات بیان کرنا نہیں ہے میں تو یہاں پر صرف اور صرف ولایتِ شرعی کا امتیازی وصف یعنی کرامت شرعی کی تفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ متلاشیانِ حق کی رہنمائی ہو سکے اولیاء الرحمٰن کی پہچان اور اولیاء الشیطان کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ ولایت و بزرگی کے حوالہ سے اصل و نقل کی تمیز ہو سکے اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کی مسئولیت کے ساتھ سچّے اولیاء الرحمٰن کا دفاع اور اُن کی عظمت اور مقام کا تحفّظ ہو سکے۔ (فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ)

لفظ ولی اصل میں ''وَلِیْ'' ہے جو باب ''حَسِبَ، یَحْسِبُ'' سے ''حَسِیْبٌ'' کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کے مواقع استعمال درجنوں سے زیادہ معانی کیلئے آئے ہیں۔ (و، ل، ی) کے اس لفیف مفروق مادہ ''وَلِیّ'' سے ترکیب پانے والے الفاظ کی ہیئات ترکیبیہ اور صیغوں کے بدل جانے سے اُنکے معانی کا بدلنا تو عربی گرائمر کے عام قاعدہ و قانون کے مطابق ہے، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ قرآن و حدیث اور عربی لُغت کی المنجد، اقرب الموارد، القاموس اور لسان العرب جیسی کتابوں میں اس مادہ کے مواقع استعمال و معانی کا جو انکشاف کیا گیا ہے اُسکے مطابق بنیادی طور پر اس مادہ سے ترکیب پانے والے

جملہ الفاظ میں بطور اشتراک لفظی مندرجہ ذیل معانی میں سے کسی ایک کا تحقق لازمی ہے۔

1: قریب 2: تابع 3: محبّ

4: ناصر و مددگار 5: صدیق و دوست 6: متصرّف اور کسی کام کے ذمّہ دار و مسئول

اِس تحریر میں چونکہ میں نے ولی بمعنی ولی اللہ کی شرعی تحقیق کے دائرہ میں ہی کلام کرنا ہے۔ لہٰذا اسم جلالت (اللہ) کے ماسوا کسی اور چیز کی طرف نسبت ہونے والے ولی سے اس تحریر میں ہمارا کوئی سروکار نہیں ہوگا۔

اولیاء اللہ کے نام سے دھوکہ دینا

ولی اللہ کی جمع اولیاء اللہ آتی ہے اور اولیاء اللہ کا یہ لفظ اس اضافت کے ساتھ پورے قرآن شریف میں صرف ایک مقام پر ذکر ہوا ہے جو سورۃ یونس آیت نمبر 62 میں ہے اور سورۃ جمعہ آیت نمبر 6 میں ''اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ'' کے الفاظ کو شامل کر کے پورے قرآن شریف میں اِن دو مقامات پر مذکور ہونے کا قول کرنا بھی درست ہوگا یہ الگ بات ہے کہ قرآن شریف کے اِن دو مقامات کا معنی و مراد ایک نہیں ہے کیوں کہ سورۃ یونس آیت نمبر 62 میں اس کو ذکر کرنے سے اولیاء اللہ کا تعارف اور اُن کی عظمت شان کے اظہار کے ساتھ جھوٹے مدعیان ولایت سے امتیاز بتانا مقصود ہے جبکہ سورۃ جمعہ آیت نمبر 6 میں اِس کو ذکر کرنے سے یہودیوں کے جھوٹے دعویٰ کا رد کرنا مقصد ہے کہ وہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ سے خلق خدا کو منع کر کے یہودیت کو تقویت دینے کے لیے اپنے آپ کو اولیاء اللہ کے منصب پر فائز مشہور کرنے کے لیے کہا کرتے تھے کہ ہم اولیاء اللہ ہیں اور بزرگوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے اللہ کے دوست ہیں اور اُن کے اس بے حقیقت پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر نہ صرف اُن کے اپنے جاہل عوام بلکہ دوسرے مختلف الخیال مذاہب کے بھی ناواقف حال

سادہ لوح عوام گمراہ ہو رہے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَھَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُھَدَآءُ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ''(۱)

یعنی اے اہل کتاب تم دیدہ و دانستہ کجروی کیساتھ اُن لوگوں کو جھوٹے پروپیگنڈا کے ذریعہ اللہ کی راہ سے کیوں منع کرتے ہو جو نبی آخر الزمان، خاتم المرسلین ﷺ پر ایمان لانے کے خواہش مند ہوتے ہیں حالانکہ تمہارے اپنے دل اُسکی سچائی پر گواہی دیتے ہیں تو اللہ تمہارے اس معکوسی کردار سے غافل نہیں ہے کہ تمہیں سزا دیئے بغیر یونہی چھوڑ دے۔

گویا اولیاء اللہ کے اِس لفظ میں اتنی بڑی معنویت وکشش اور جاذبیت ہے کہ نظام مصطفیٰ ﷺ کے ازلی دشمن بھی اس کے مصداق ومظہر ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے رہیں، دنیوی مطلب نکالتے رہیں اور اپنے دام تزویر کے گیتی نما جال میں ناواقفِ حال سادہ لوحوں کو پھنسا کر اُن کا متاعِ دین ودُنیا لوٹتے رہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ''(۲)

سچے اولیاء اللہ کی راہ سے معکوسی راہ اختیار کرنے والے دجاجلہ اُن کے اس امتیازی نام کو ہائی جیک کر کے اس کے اندر موجود معنویت ومقناطیسی کشش کی بدولت ناواقف حال خلائق کو اِس حد تک بے وقوف بناتے رہے ہیں کہ یہ جاہل اُنہیں تحلیل وتحریم جیسے اوصاف مختصہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دے کر انجانے میں اُن دجاجلہ کو ''رَبّ'' تسلیم کرنے لگے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُن کی اندھی تقلید اور مخلوق پرستی کی جاہلیت کا پردہ چاک

۱۔ آلِ عمران،99۔

۲۔ التوبہ،34۔

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ''(۱)

اِس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جملہ مفسرین نے حضرت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کی وہ روایت بیان کی ہیں کہ جس کے مطابق اُس نومسلم اہل کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ازروئے تعجب پوچھا کہ:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِس آیت کریمہ کے الفاظ اور اسکے سیاق وسباق سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اولیاء اللہ ہونے کے دعویدار احبار ورھبان (یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ) کی عبادت کرنے اور اُنہیں رب تسلیم کرنے کے شرک میں مبتلا ہونے والے جہلاءِ اہل کتاب کی مذمت فرمائی ہے حالانکہ اہل کتاب میں سے کوئی بد سے بدتر اور بڑے سے بڑا جاہل بھی اُنہیں رب نہیں کہتا اور نہ ہی اُن کی عبادت کرتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہوا؟ اللہ کے حبیب نبی اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اولیاء اللہ ہونے کے دعویٰ کرنے والے اِن ہوشیار احبار ورھبان کے ساتھ عقیدہ رکھنے والے اور اُنہیں اولیاء اللہ سمجھنے والے جہلاء اُن کے کہنے کے مطابق اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں؟ عدی ابن حاتم نے تصدیق کی کہ ہاں ایسا ہی ہے تب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحلیل وتحریم یعنی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا اللہ ہی کا خاصہ ہے فی الواقع یہ حق کسی اور کو حاصل نہیں ہے لہٰذا جو بھی ایسا کرے گا وہ مشرک ہی قرار پائے گا۔''

حضرت امام ابوحنیفہ کے شیخ معظم امام المسلمین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۔ التوبہ، 31۔

ہے کہ اُنہوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اِنَّھُمْ مَاصَامُوْا وَلَا صَلُّوْا لَھُمْ وَلٰکِنَّھُمْ احَلُّوْا لَھُمْ حَرَامًا وَحَرَّمُوْا عَلَیْھِمْ حَلَالًا فَاتَّبَعُوْھُمْ وَعَبَدُوْھُمْ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ''(۱)

یعنی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جس شرک کی وجہ سے اُن کی مذمّت فرمائی ہے وہ ایسا نہیں تھا کہ خود کو اولیاء اللہ مشہور کرانے والے احبار ورھبان کی اندھی عقیدت کے گندے سیلاب میں بہہ کر جاہل عوام اُن کی عبادت، روزے اور نماز کی شکل میں ادا کر کے مشرک قرار پائے تھے نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اُن کا شرک یہی تھا کہ اولیاء اللہ ہونے کے جھوٹے مُدّعی احبار ورھبان اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے مفاد کے لیے حرام قرار دیتے تھے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دیتے تھے۔ جبکہ یہ جاہل عقیدت مند عقل سے کام لینے کی بجائے اس شرکی عمل میں ان کا ساتھ دیا کرتے تھے، میزان عقل کی روشنی میں دیکھنے کی بجائے اسی کو سب کچھ تصور کرتے تھے، اہل حق کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اُسی پر اکتفا کیا کرتے تھے اور اللہ کی تحریم وتحلیل والی صفت مختصہ کو اُن دَجاجلہ کے لیے تسلیم کر کے انجانے میں ان کو ''اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' (یعنی اللہ کے سوا دوسرے رب) تسلیم کرنے کے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

''اولیاء اللہ'' کے اِس لفظ میں یا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں اس کے ہم معنی وہم رنگ اور اس جیسے روحانی کشش وجاذبیت پر مشتمل الفاظ جو اللہ کی محبوبیت اور اُس کے قرب و اطاعت پر دلالت کرتے ہیں اِن میں ایسا کمال ہے کہ بے حقیقت احبار ورھبان سے لیکر ہندو پنڈتوں تک، جوگیوں سے لے کر قرامطہ تک اور خبطیوں سے لیکر جھوٹے مسلمانوں و منافقوں تک سب نے اس کے پردہ میں اپنی دُنیا سجائی، ناواقف حال لوگوں کو بے وقوف

۱۔ التفسیر الکاشف، ج4، ص33، مطبوعہ بیروت۔

بنایا اور التباس الحق بالباطل کر کے شیطانی کاروبار کا بازار گرم رکھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ''(۱)

یعنی اپنی بے حقیقتی کو جانتے ہوئے بھی دیدہ ودانستہ التباس الحق بالباطل کرنے کا گناہ مت کرو۔

نام سے دھوکہ دینا کارِ شیطان ھے

سچے اولیاء الرحمٰن کے اعتقادی و عملی کردار کے برعکس زندگی گزارنے والے دَجاجلہ کا اللہ کے ان حقیقی دوستوں کے لبادہ میں اور اُن کے اس امتیازی نام کو اپنے اُوپر چسپاں کر کے التباس الحق بالباطل کرنا، سچے اولیاء اللہ تک رسائی سے خلق خدا کو منع کرنا، اچھے نام کو برے کام کے لیے استعمال کرنا اور اللہ کی طرف سے اپنے اولیاء کے لیے مقرر کردہ لقب و امتیاز کو چُرا کر منشاء مولیٰ کے برعکس زندگی گزارنے کا ذریعہ بنانا دراصل منشاء الٰہی کے خلاف شیطان کی اُن کوششوں کا حصہ ہے جو انسانوں کی قوت فکری و عملی کو منشاء مولیٰ کے برعکس استعمال کرانے کے لیے اُس نے دعویٰ کیا تھا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ''(۲)

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا خود بے مراد ہونے کی طرح انسانوں کو بھی بے مراد کرنے کے لیے حتی المقدور سازشیں کرنے کے جس دعویٰ کا ذکر کیا ہے اُس کی گہرائی و اثر اندازی کو دیکھ کر فرشتوں کو بھی انسانوں پر ترس آیا تو اُنہوں نے بارگاہ الٰہی میں سوال کیا کہ:

۱۔ البقرہ، 42۔

۲۔ الاعراف، 17-16۔

''اے اللہ تیری دی ہوئی طاقت کو تیرے بندوں کے خلاف استعمال کر کے اُنہیں بے مراد کرنیکا یہ جس انداز سے دعویٰ کرر ہاہے اُسے سچ کر کے دکھانے کی صلاحیت بھی اُس میں موجود ہے ایسے میں تیرے اِن قابلِ رحم بندوں کی خلاصی کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے؟''

اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''انسان کو گمراہ و بے مراد کرنے کے لیے شیطان کے پاس یہی چار راستے تھے جن کا اُس نے ذکر کیا ہے یعنی آگے، پیچھے اور دائیں، بائیں۔ اِن کے علاوہ دو راستے اور بھی ہیں جنہیں استعمال کرنے کی استطاعت میں نے اُسے نہیں دی ہے وہ ہیں فوق وتحت شیطان کی سازش سے بچنے یا اُس کے داؤ میں آ کر لغزش کھانے کے بعد بھی خلاصی پانے کے لیے انسان کو میں نے ان دونوں کو اختیار کرنے کی تعلیم دی ہوئی ہے۔''(۱)

شیخ زادہ علی البیضاوی کی اس روایت کا مفاد یہ ہے کہ انسان اگر ہر وقت اِن دونوں راستوں کا سالک رہے تو کبھی بھی شیطان کے داؤ میں نہیں آسکتا جن میں سے تحتانی راہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبودیت کا تصوّر لیے ہوئے خود کو ہر وقت خلق خدا پر بے جا تفوّق تکبّر جمانے سے بچا کر اللہ کی بالادستی سے خائف رکھے کیوں کہ خالق جل جلالہ کی بالادستی و فوقیت کے مقابلہ میں یہ ماتحت واسفل، عاجز ومحتاج ہے۔ تفوق وتکبّر اُس کی فطرت کے خلاف ہونے کے ساتھ فوقانی راہ کے سالک ہونے سے بھی مانع ہے جس کے بغیر اللہ جل جلالہ کے لطف وکرم سے محروم ہونے اور راہِ شیطان کے سالک ہونے کا خوف وخطرہ ہے اور اس تحتانی راہ کے سالک ہونے کے ساتھ فوقانی راہ کے بھی سالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبودیت کا تصوّر لیے ہوئے تکبّر، عُجب اور غرُور جیسے شیطانی راستوں سے خود کو بچا کر

۱۔ شیخ زادہ علی البیضاوی، ج 2، ص 232، مطبوعہ ترکیہ تحت آیت نمبر 16 سورۃ اعراف۔

جملہ خلائق پر رفعت وفوقیت، بالادستی وکبریائی اور سب کا مشاہدہ ونگرانی کرنیوالے ربّ جلّ جلالہٗ کے ساتھ ہر وقت خود کو مربوط رکھے اور اس اِرتباط میں فرق آنے سے حرمان نصیبی کا خوف جبکہ اس کے اِستمرار ودوام کی صورت میں اُس کے رحم وکرم کی اُمید ورَجا یعنی ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ'' کی الٰہی تعلیم کو ہر لحظہ پیش نظر رکھے تو کبھی بھی شیطان کا اُس پر تسلّط نہیں ہوسکتا کیوں کہ اُسے فوقانی وتحتانی راستوں کے بیک وقت سالک ہونے کی توفیق نصیب نہیں ہے۔تحتانی راہ کے سالک ہوکر خلق خدا کے لیے تواضع و عاجزی، انکساری وبردباری اور تکبر،عُجب وغرور سے اجتناب کرنے کی صفت تو اُس کی فطرت میں ہی نہیں ہے جس کے بغیر فوقانی راہ کا سلوک نصیب نہیں ہوسکتا۔شیطان نے فوقانی راہ کا سلوک اختیار کرنے سے کبھی انکار نہیں کیا اللہ کی خالقیت، ربوبیت، مالکیت ومعبودیت او راُس کے جملہ کمالات وصفات سے کبھی انکار نہیں کیا،کبھی شرک نہیں کیا اور کبھی منافقت بھی نہیں کی۔مقام تعجب ہے کہ مُوحّد ہونے کیساتھ اللہ تعالیٰ کے جملہ کمالات وصفات،افعال وخواص اور عظمت وکبرایائی کے جملہ گوشوں کو تسلیم کرتے ہوئے فوقانی راہ کو پسند کرنے کے باوجود اُسکے سالک ہونے کی توفیق محض اس بناء پر اُسے نصیب نہیں ہوسکتی کہ وہ متکبّر ہے ،انسانوں کے مقابلہ میں عُجب وغرور کی لعنت میں مبتلا ہے۔

الغرض اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہات ستّہ میں سے صرف آگے، پیچھے اور دائیں وبائیں کی راہوں سے آکر انسانوں پر شیطان کے مسلّط ہونے کا ذِکر کر کے یہ اشارہ دیا ہے کہ فوق اور تحت کی راہ اختیار کرنے کی طاقت اُس کے پاس نہیں ہے لہٰذا انسان کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اِن دونوں کو بیک وقت اختیار کر کے ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ'' کی صفت پر ہر دم قائم ودائم رہے تا کہ شیطان کے تسلّط سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہ سکے اور اگر اِن میں سے کبھی کسی ایک میں بتقاضائے بشریت کچھ فرق آنے کی بنا

پر کسی وقت انسان پر اُسے تسلّط جمانے کا موقع مل جائے جس کے نتیجہ میں اُسکی قوت فکری وعملی منشاء الٰہی کے خلاف استعمال ہوجانے لگے تو اُس کے ازالہ کے لیے بھی یہی ذریعہ بتایا گیا ہے کہ توبۃ النصوح اختیار کر کے اِن دونوں راہوں کے نتیجہ یعنی ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَآءِ'' کا ثمرہ اپنے اندر پیدا کیا جائے جس سے شیطان کو شکست ہونے کے ساتھ اللہ کی رضامندی دوبارہ لوٹ آتی ہے۔اِسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ''(۱)

لیکن اولیاء الشیطان کا کردار ایسا نہیں ہے کہ وہ روحانی بالیدگی کے لیے اِن دونوں معنوی اور وجدانی راستوں کو بیک وقت اپنا کر ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ'' کی صفت اپنے اندر پیدا کرسکیں بلکہ وہ تو شیطان کے ہاتھوں کھلونا بن کر نہ صرف خود مقصدِ تخلیق فراموش کر چکے ہوتے ہیں بلکہ شیطان کے آلہ ٔ کار بن کر انسان دشمنی کے حوالہ سے اُس کے جملہ عزائم کی تکمیل بھی کر رہے ہوتے ہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ''(۲)

یعنی اپنے اِن حواریوں کے ذریعہ انسان دشمنی کی جملہ راہوں میں ہمہ جہت کوششیں کرتے ہیں۔

اولیاءِ الرحمٰن اور اولیاءِ الشیطان کی تفریق

اولیاء الرحمٰن کی قوت فکری وعملی کا ہمہ وقت ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَآءِ'' کے تقاضوں کے مطابق صَرف ہونے کے برعکس اولیاء الشیطان کی قوت فکری وعملی ہمہ وقت شیطانی عزائم کی تکمیل کے لیے صَرف ہوتی ہے۔اولیاء الشیطان نفس اَمّارہ کی خوشنودی و

۱۔ الاعراف،201۔

۲۔ الاعراف،202۔

تسکین کی دست آوری کو مقصد حیات سمجھ کر کچھ جان بوجھ کر اور کچھ اَنجانے میں انسانیت کی رسوائی کا سامان تیار کرتے ہیں گویا اِس نکتۂ امتیاز کی بنیاد پر اِن دو متضاد طبقوں کی قوتِ فکری و عملی کی حرکتِ ارتقائی کی راہیں جدا جدا ہیں۔ جن کی منزلیں اور آثار وثمرات اور زاویۂ حیات کُلی طور پر ظاہر ہیں جس وجہ سے اولیاء الرحمٰن اور اُنکی صحبتِ صالح وتربیت میں رہنے والوں کو خود بھی اولیاء الشیطان کی راہوں سے بچنا آسان ہوتا ہے اور عام انسانوں کو بھی اِن سے بچنے کی تلقین کرنا، اُن کی پہچان کرا کر اُن کی صحبتِ بد سے بچانا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا اولیاء الرحمٰن کا لبادہ اُوڑھ کر کارِ شیطان کرنے والوں سے بچانے میں ہوتا ہے، اللہ کے حقیقی دوستوں کا نام اپنے اوپر چسپاں کر کے اُن کے کردار، اُن کے نصب العین اور اُن کے مشن کے منافی کردار انجام دینے والوں کے گیتی نما دامِ تزویر کی پہچان کرانے میں اور خلقِ خدا کو اُن کی گمراہیوں سے بچانے میں ہوتا ہے کیوں کہ ظاہری اولیاء الشیطان چاہے بدفکری کے مرتکب ہو کر کفر وشرک کی صورت میں پہچانے جاتے ہوں یا حدود اللہ کو پامال کر کے بدعملی کے ساتھ مشہور ہوں بہر تقدیر اولیاء الرحمٰن کے متلاشی، روحانی بالیدگی کے خواہش منداور سچے اولیاء اللہ کی صحبت صالح کے خواہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت اِن سے نفرت کرتی ہے اور اُن کی قوت فکری وعملی کی کجروی کو دیکھ کر اُن کے اولیاء الشیطان ہونے پر یقین کرتی ہے چاہے یہ خود معصیت کار ہی کیوں نہ ہو لیکن ان کے اندر موجود ایمانی جھلک اور روحانی بالیدگی کے لیے سچے اولیاء اللہ کی تلاش کا صادق جذبہ یہ دونوں جوہر مل کر اُنہیں اولیاء الشیطان کے اِن ظاہری مظاہر سے نفرت دلاتے ہیں، اُن کی طرف قدم بڑھانے سے روکتے ہیں اور اُن کی فکری وعملی بے اعتدالیوں کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کے ساتھ اپنے حلقۂ اثر کو بھی اُن کی طرف جانے سے منع کرتے ہیں۔ جبکہ اولیاء اللہ کا لیبل لگا کر اُن کی ظاہری نقل اُتارنے اور اسلام کے چند ظاہری احکام پر عمل

کرنے کو دام بنا کر اندرون خانہ اپنی قوت فکری و عملی کو منشاء مولیٰ کے خلاف صَرف کرنے والے اولیاء الشیطان کی پہچان کرانا اور خلقِ خدا کو اُن کے دام ہم رنگ زمین سے بچانا بہت مشکل ہے کیوں کہ بظاہر وہ نماز و روزہ جیسے چند ظاہری احکام کی پابندی کے ساتھ لباس و خوراک اور نشست و برخواست جیسے کچھ ظاہری ہیئات میں خود کو متبعِ شریعت و پابندِ سنت مشہور کر کے ناواقفِ حال سطحی ذہنوں کو متاثر کرتے ہیں کیوں کہ شریعت کی گہرائی اور سچے معنی میں اللہ کے دوست اور ولی اللہ ہونے کے لیے نہ صرف ظاہری چند احکام بلکہ تکبّر، غیبت، عُجب وغرور، جھوٹ، الزام تراشی، بہتان تراشی، بداعتقادی اور غیر شرعی حرکات کے ارتکاب جیسے کبیرہ گناہوں سے قطعی طور پر محفوظ ہونے اور صغیرہ گناہوں پر مداومت سے بچنے کی شرط کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اِن ہی چند ظاہری باتوں کو دیکھ کر ولی اللہ ہونے کا تاثر قائم کر لیتے ہیں۔ نیز اُن میں سے کچھ اپنے اس کاروبار کو ترویج دینے کے لیے آلہ کاروں کا بھی جال پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں جو سادہ لوح مسلمانوں کو اِن کی من گھڑت کرامات کا تاثر دیکر اپنا ہم رنگ بنا لیتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ شروع میں تو اُنہیں اِس راہ و رسم کو دُنیوی کاروبار کے طور پر اختیار کرنے کا کوئی خیال نہیں ہوتا بلکہ سچّے معنی میں حق کے متلاشی ہوتے ہیں اور اپنی بے علمی کی وجہ سے محض ظاہری وضع و قطع اور مخصوص ہیئت کے تحت عملی زندگی گزارنے کو اولیاء اللہ کی راہ و رسم تصوّر کر کے اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ اُنہیں چوں کہ شریعت کی گہرائی اور اولیاء اللہ کے رُتبے پر فائز ہونے کے لیے اسلامی راہ و رسم، پیغمبری ہدایات اور قال اللہ و قال الرسول کی رہنمائی کا علم نہیں ہوتا جس وجہ سے وہ اصل ولایت اور اولیاء اللہ ہونے کے عظیم رُتبے تک پہنچنے کے بنیادی لوازمات و شرائط سے غافل ہوتے ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ کچھ اُن کے ہم خیال اور کچھ سادہ لوح عوام مُریدوں کی شکل میں اُن کے اِرد گرد جمع ہو کر اُن کی تعریفیں کرنے لگ جاتے ہیں، کچھ من

گھڑت کچھ شیطانی اور کچھ نفسیاتی خوابوں کے حوالہ سے اور کچھ خیالی پلاؤ کے ظروف سے بیان کیے جانے والی کرامات کو سُن کر بتقاضائے بشریت اُن کے خیالات تبدیل ہونے لگتے ہیں، نفسیاتی طور پر وہ اپنے آپ کو اولیاء اللہ کے زمرہ میں پہنچے ہوئے سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اِسی طرح جوں جوں یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے اُسی کے مطابق اِن کے تصوّرات و خیالات میں بھی ارتقائی تبدیلی افزوں سے افزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے انجامِ کار اُن میں سے بعض قرآن وحدیث کی وساطت کے بغیر براہ راست نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ سے تربیت وہدایات وصول کرنے کے دعویدار بن جاتے ہیں جیسے کہا گیا ہے کہ:

''اِذَاصَلّٰی الْحَآئِکُ رَکْعَتَیْنِ یَنْتَظِرُالْوَحْیَ مِنَ السَّمَآءِ''

یعنی بے علم ونادیدہ مُدعی ولایت دورکعت نفلی نماز پڑھ کر بھی اپنے آپ کو دربارِ الٰہی میں پہنچا ہوا سمجھ کر وحی کا انتظار کرنے لگتا ہے۔

بعض شیطان کے ہاتھ کا کھلونا بن کر براہِ راست اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرنے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں، بعض اپنے آپ کو اسلام کے ظاہری احکام وحدود کی پابندی سے مستغنی سمجھ کر وصول اِلی اللہ کے مُدّعی ہونے لگتے ہیں اور بعض کا مغلوب النفس ومنفعل ہونے کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اب تک جن اولیاء اللہ کے کمالات کے گُن گاتے تھے اور اُن کے نقش قدم پر چلنے کو معیارِ ولایت قرار دے کر اُن کے ساتھ روحانی سلسلہ جوڑتے رہے اب شیطان کے بہکانے پر اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دینے لگتے ہیں۔ اِن حضرات کو اپنے غیر اسلامی اقوال وافعال اور تلبیس ابلیس کی اِن رنگینیوں میں روز افزوں ترقی کی بنیادی وجوہات میری فہم وتجربہ کے مطابق دو چیزیں ہیں:

اول:۔ اہل اسلام کے سیاسی اقتدار پر نااہلوں کے ناجائز تسلّط اور مذہب آزاد مقتدرہ کی طرف سے کھلی چھٹی ملنا ہے تاکہ عوام کو اس طرح کی توہم پرستی کے اندھیروں میں

رکھ کر آرام سے اقتدار کے مزے اُڑا سکیں، خاص کر ایسے حالات میں جبکہ اولیاء اللہ ہونے کے پُرکشش نام کے اندرون پردہ ولایتِ شیطانی پھیلانے والے اِن جعل سازوں میں کچھ حضرات اُن کے اپنے ایجاد کردہ ہوں یا اُن کے استحکام کا سبب بن رہے ہوں۔ میں نے اپنے معاصرین میں اس ڈگر کے بھی بہت سے دجاجلہ دیکھے ہیں جن کے پجاریوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

دوم:۔ عوام کی جہالت اور اسلام کی تعلیمات سے بے خبری، ضُعف عقیدہ میں مبتلا پیر پرستی کے شوق میں ڈوبے ہوئے حضرات اگرچہ دُنیوی علوم کے حصول کے بعد اعلیٰ مناسب پر فائز اور سرکاری عہدوں پر تعینات ہیں پھر بھی ضُعفِ عقیدہ کی بیماری اِن پر غالب ہوتی ہے اور اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کے مابین تمیز کرنے کی توفیق سے محروم ہوتے ہیں جبکہ ناقص مشائخ اور جعلی پیروں کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ اسلامی تعلیم سے دور رہیں، ضُعف عقیدگی میں ھل من مزید ہو اور پیر پرستی کی اِس اندھی تقلید کو آئندہ نسلوں کو منتقل کریں کیوں کہ ہر جاہل اور ناقص پیر مریدوں کے جہل میں اپنا مفاد سمجھتا ہے وہ جانتے ہیں کہ مذہبی تعلیم کی روشنی ملنے کے بعد یہ ہم سے بیزار ہوں گے اِسی وجہ سے ہر ناقص پیر اپنے مریدوں کو نسل در نسل مذہبی تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے، علماء کی غیبت کرتا ہے اور دینی مدارس سے الرجک رہتا ہے۔

جعلی مشائخ اور علماء سُوٗ کا ایک حکم

خود کو گونگا شیطان بنانے والے یہ حضرات چاہے دنیا اُنہیں بریلوی کہے یا دیوبندی شیعہ کہے یا سنی، اہل حدیث کہے یا اہل تقلید ان سب کے اغراض فاسدہ یکساں نہیں ہوتے ہیں بلکہ گونگا شیطان بننے والے اِن حضرات میں میری معلومات و تجربہ کے

مطابق بعض وہ ہیں جو اپنی جہالت کی بنا پر جائز و ناجائز اور حق و باطل کی تمیز کرنے سے ہی محروم ہیں بلکہ ماحول کے تابع ہونے کی وجہ سے اُن کا دین و مذہب وہی ہوتا ہے جو اُن کے ماحول و معاشرہ میں متعارف ہو اگر چہ وہ اسلام کے صریح احکام کے ساتھ متصادم ہی سہی تب بھی یہ اپنی بے علمی کی وجہ سے اُسے اسلام ہی سمجھتے ہیں ۔ عرصہ نصف صدی سے میں دیکھ رہا ہوں کہ اندرون پاکستان خصوصیت مسلک سے قطع نظر دینی مدارس سے سالانہ فارغ تحصیل ہونے والوں کی غالب اکثریت کا یہی حال ہے۔

بعض وہ ہیں جو نمبر دو بزرگوں کی ان آلودگیوں، بدعتوں اور گمراہیوں کو ناجائز، اسلام کے لیے نقصان اور مسلمانوں کے حق میں خرابی ایمان ہونے کی تمیز رکھتے ہیں پھر اُن میں بھی بعض وہ ہیں جو اُنہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر کے اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرنے سے محض اس بنا پر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں کہ وہ ان کی اپنی پارٹی یا جماعت کے لوگ ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کو ٹوکنے یا اُنہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے میں پیر صاحب کے کچھ مرید میرے خلاف ہونگے ۔ الغرض اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے استحکام کو اسلام پر ترجیح دیتے ہیں، جماعتی مفاد کو اسلامی مفاد سے مقدم سمجھتے ہیں اور دین اسلام میں اشتباہ و التباس پیدا کئے جانے کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن جماعتی نقصان کے قلیل سے قلیل احتمال کو بھی برداشت نہیں کر سکتے ۔

بعض وہ ہیں جو اِس حوالہ سے عادی مجرم بن چکے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنا مقصد حیات ہی حصولِ دنیا بنا رکھا ہے اِس رَوش میں وہ اِس حد تک ایمانی بصیرت سے اندھے ہو چکے ہوتے ہیں کہ نمبر دو پیروں اور جعلی بزرگوں کی اِن غیر اسلامی حرکات میں اُن کے مُمِد و معاون ہوتے ہیں تا کہ دونوں طرف سے شیطانی کاروبار کو ترویج ملے ۔ اسلام و مذہب محض ان کی زبان پر ہوتا ہے دراصل وہ اپنے دنیوی مفادات کے خلاف اسلام کو

مانتے ہیں نہ مذہب کو۔ ایسوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اَلشَّیۡطٰنُ سَوَّلَ لَھُمۡ وَاَمۡلٰی لَھُمۡ''(۱)

یعنی اُن کے نفس امارہ نے دنیوی مفادات کو ہی اُن کی نگاہ میں خوبصورت و دلکش بنا کر اُنہیں حصول دنیا کی آرزوؤں میں ڈال رکھا ہے۔

اور دیدہ و دانستہ اِس عملی نفاق میں مبتلا ہونیوالے سیاہ بختوں کے انجام کار کی بابت ارشاد فرمایا:

''اُولٰئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمۡ وَاَعۡمٰٓی اَبۡصَارَھُمۡ''(۲)

یعنی دین اسلام کے مقابلہ میں اُن کی اِس دنیا طلبی و گمراہی اور منافقت کاری کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنی رحمت سے دور کیا ہے اور اُن کی بصیرت و بصارت کے ذرائع کو بھی بے مراد کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کے عین مطابق میں نے ایسے دنیا پرست علماءِ سوٗ بہت دیکھے ہیں جنہیں توفیق توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡہُ)

بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو سب کچھ جاننے کے باوجود محض دنیوی مصلحت و تعلقات کی بِنا پر حق کا اظہار کرنے اور ان گمراہوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کے شرعی فریضہ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ہم نے ایسے بہت سے بے ضمیر اور اخلاقی جرأت سے محروم اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں جو اظہارِ حق کرنے والے اہل حق کو دل ہی دل میں دادِ شجاعت دیتے ہیں اور اُن کے اِس اسلامی کردار کو خلوت میں سراہتے ہیں لیکن اکثریت کی بے بصیرتی کا یہ عالم ہے کہ جماعتی عصبیت اور مذہبی تنگ نظری کے زنداں کے اسیر ہونے کی بِنا پر اپنی جماعت و فرقہ کے اندر موجود اِن کالی بھیڑوں کی جملہ سیاہ کاریوں،

۱۔ محمد، 25۔

۲۔ محمد،23۔

بدعت عملیوں اور التباس الحق بالباطل کرنے کے جرائم کو سمجھنے، دیکھنے یا اُن کی طرف توجہ کرنے سے ہی اندھے و بہرے ہوتے ہیں لیکن مذہبی عصبیت کے زنگ آلود ماحول و اندھے پن نے ہر چیز کو معیارِ شریعت کی روشنی میں دیکھنے اور سوچنے کی شرعی مسؤلیت کے احساس سے ہی انہیں محروم کر رکھا ہے جس وجہ سے ان کی عملی سوچ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ مذہب و طریقت اور شریعت و روحانیت کے حوالہ سے جن باتوں کو یہ اپنے مذہبی مخالفین میں ناجائز محسوس کر کے اُنہیں کفر و شرک اور بدعت و معصیت کاری کے کبائر تک پہنچنے کا فتویٰ دیتے ہیں اُنہی باتوں کو اپنی جماعت و فرقہ کی اِن کالی بھیڑوں میں دیکھنے، سننے اور مشاہدہ کرنے کے باوجود اُنہیں سانپ سونگھ جاتا ہے، اُن کے لبوں پر مہر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور غیروں پر لگائے جانے والے فتوے اُنہیں بھول جاتے ہیں۔ کیا اِس قسم دُہرے معیار کی اسلام میں کوئی گنجائش ہو سکتی ہے؟ کیا بنی اسرائیل کے مردود قرار دیئے گئے احبار و رھبان کا ایسا ہی کردار نہیں تھا؟ جس کی وجہ سے قرآن شریف نے اُنہیں مردود و ملعون قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی اُمت کے علماء و مشائخ کو ایسے مردود کردار سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ"(۱)

جعلی مشائخ کو دعوتِ فکر

پیری مریدی کا روزگار کرنے والے نمبر دو بزرگوں اور اُن کے دست و بازو بننے والے گونگے شیاطین سے متعلق جو کچھ پیش کر رہا ہوں یہ کوئی تخمین و قیاس آرائی یا رجم بالغیب کی باتیں نہیں ہیں بلکہ میرے ذاتی مشاہدہ و تجربات کے حصے ہیں۔ جب میرے

۱۔ الحشر، 19۔

جیسے غیر عوامی، بوریا نشین اور علمی مشاغل میں محدود زندگی گزارنے والے شخص کو نمبر دو پیروں کی شکل میں دین اسلام کے اندر بگاڑ پیدا کرنے والوں اور اُن کے حواریوں سے متعلق اتنے مشاہدات ہو سکتے ہیں تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ہر خاص و عام کے ساتھ مخلوط زندگی گزارنے والے علماء ودرویشوں کو اِن گمراہیوں کا علم نہ ہو۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اگر اِن دین دشمنوں کی بے اعتدالیوں کا دس فیصد مشاہدہ ہے تو دوسرے حضرات کو پچاس فیصد سے کم نہیں ہوگا۔ ایسے میں اپنے دلوں میں ذرّہ برابر خوفِ خدا اور اسلام کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے ہم عصر علماء ودرویشوں اور اپنے تلامذہ واحباب کو میں دعوت فکر دونگا کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر سوچئے کہ؛

1. کیا سلسلۂ طریقت چلانے والے بزرگان دین نَوَّرَ اللّٰہُ مَرَاقِدَھُمُ الْقُدُسِیَّۃِ کا یہی طریقہ تھا جو یہ لوگ کر رہے ہیں؟ برائے خدا ٹھنڈے دل سے سوچئے۔
2. کیا سلاسل اربعۂ طریقت کے یہی اہداف تھے جو اُن کے نام سے کیے جا رہے ہیں، جن کا ہر طرف آپ خود مشاہدہ کر رہے ہیں؟ برائے خدا کھلے ذہن سے سوچئے۔
3. سچے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے مزارات پر منعقد کیے جانے والے سالانہ ایام اعراس کے دوران جن غیر شرعی حرکات کا ارتکاب نمبر دو پیروں کی نگرانی میں کیا جا رہا ہے کیا صاحب مزار یا صاحب عرس بزرگوں کا بھی یہی طریقہ تھا؟ کیا اُنکی ارواح اِن بدتمیزیوں سے خوش ہوتی ہیں؟ للہ خود اپنے ضمیر سے ہی پوچھیں تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔
4. روحِ تصوف جو تزکیہ نفس اور منشاء مولیٰ کے مطابق اپنی قوتِ فکری وعملی کو صَرف کرنے سے عبارت ہے، پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور شہر بہ شہر ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے اِن گندم نما جو فروشوں میں

پانچ فیصد کا کردار بھی اِس کے مطابق ہے؟ مہربانی کر کے ذرا وسیع نظر سے دیکھئے اور سوچئے۔ مجھے یقین ہے اگر آپ ماحولیاتی اثر کی قید و بند سے نکل کر آزاد ذہن سے سوچیں گے تو ضرور میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔

۵ جب تاریخ کے کسی بھی دور میں تصوف وطریقت کے نام پر سوداگری کرنیوالے اِن گندم نما جوفروشوں نے کبھی اہل حق کا ساتھ نہیں دیا۔ اسلام پر آنے والے مشکل وقت میں کبھی اُنہوں نے سچے مسلمان کا کردار ادا نہیں کیا اور مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کے لیے اٹھنے والی اجتماعی تحریکوں میں کبھی اِن کا کوئی حصہ نہیں رہا، کیا ایسے گمراہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

''لَایَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا''(۱)

یعنی یہ منہ بولے پیرانِ حرم نقصان پہنچانے کے سوا اور کوئی فائدہ تمہیں نہیں پہنچائیں گے۔ تو ایسے میں ماضی سے سبق حاصل کر کے اُنہیں نہی عن المنکر کی تبلیغ کرنے کی بجائے اُن سے خیر کی اُمیدیں وابستہ رکھنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ اُن سے اہل حق کو کون سا جماعتی فائدہ ملنے کی اُمید ہوسکتی ہے؟ مذکورہ آیت کریمہ کا مصداق قرار پانے کے بعد دنیا کے اِن پُجاریوں کو اہل حق کا حصہ سمجھنا کیا اہل حق کی توہین اور خود فریبی نہیں ہے؟ خدا کے لیے ماحولیاتی اثر سے آزاد اور کھلے ذہن سے سوچ کر فیصلہ کیجئے۔

۶ اِن دَجاجِلہ کو اہل حق کا حصہ سمجھنے، اُنہیں جماعتی سرپرست و رہنما سمجھ کر اُن کی گمراہیوں، بدعت کاریوں اور غیر اسلامی حرکات کا دفاع کرنے یا اُن کی تقویت کا سبب بننے میں اہل حق کو جن مذہبی و دُنیوی خُسران ونقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اُس کی مندرجہ ذیل جھلکیوں پر بھی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں:

۱۔ آلِ عمران،118۔

1 تصوف وطریقت کے پردہ میں دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے جن بدعات اور غیر شرعی حرکات کا نفس امارہ کے یہ گندم نما جو فروش پجاری ارتکاب کرتے ہیں اُن کے جواز کے لیے بے وزن و بے وقار علماء سوٗ کو بطور ٹشو پیپر استعمال کرنے کے نتیجہ میں التباس الحق بالباطل کے فتنہ وفساد ہونے کیساتھ اہل حق کی جو بدنامی ہورہی ہے، اُس سے بچنے کیلئے نہی عن المنکر کے اِس شرعی انداز عمل کے سوا آیا کوئی اور ذریعہ ہوسکتا ہے؟

جواب اگر اثبات میں ہے تو اُس پر عمل کیوں نہیں کیا جارہا ہے؟

اور اگر نفی میں ہے (یقیناً نفی میں ہے) تو پھر مجھ پر اعتراض کرنے کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟

سوچیئے ٹھنڈے دل سے خوب سوچیئے۔

2 پیر طریقت، قطب لاثانی، شہباز لامکانی، جیسے ماوراء العقل القاب کیساتھ خود کو مشہور کراکر دنیا کو بیوقوف بنانے والے ان ہوشیار دنیاداروں کی نجی زندگی سے واقف حال لوگوں کی نگاہ میں اِن کی وجہ سے واقعی اصحاب سلاسل، سچے اولیاء اللہ اور مسلمہ بزرگانِ دین کے متعلق جو بدگمانیاں پیدا ہورہی ہیں کہ وہ بھی اپنے وقت میں شاید ایسے ہی دنیادار و ہوشیار ہی ہوں گے۔ کیا دیدہ ودانستہ اِن کا ساتھ دینے میں بے گناہ بزرگانِ دین کی بابت پیدا ہونے والی اِس بدگمانی کو تقویت نہیں مل رہی؟

کیا اِس سے سچے اولیاء اللہ و درویش صلحاء جو بقید حیات موجود ہیں اور اپنی استطاعت کے مطابق باعمل زندگی گزار رہے ہیں اُنکی ساکھ کو نقصان نہیں پہنچ رہا؟

آخر مقامِ غور ہے کہ اہل باطل کو اپنی صفوں میں پذیرائی دے کر اہل حق کی بدنامی اور سچے اولیاء اللہ کے ساکھ کو نقصان پہنچانے کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ برائے خدا فرقہ

پرستی کی اس غیر اسلامی روش کو چھوڑ کر خالص اسلامی سوچ کے ساتھ غور فرمائیے تو سب کچھ آپ پر عیاں ہوسکتا ہے۔آپ بھی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی طرح علی الاعلان کہہ سکتے ہیں۔

فَمَنْ شَھِدَ الْاَمْرَ الَّذِیْ قَدْ شَھِدْتُہٗ　　یَقُوْلُ بِقَوْلِیْ فِیْ خِفَآءٍ وَّاِعْلَانٍ (۱)

بے بصیرتی سے جنم پانے والا مغالطہ

اِس سلسلہ میں کچھ کوتاہ بینوں کو یہ سُوجھتا ہے کہ پیری مریدی کے شُغل کے ساتھ مُنسلک حضرات چاہے سچے اولیاء اللہ ہوں یا جھوٹے، ہم کو اُن کے ایمان ونظریہ سے کیا غرض، ہماری جمعیت اور مذہبی دبدبہ اُن کے ساتھ قائم ہے، وہ ہماری جمعیت ومسلک کے ووٹر ہیں، ہمارے اجتماعات کو رونق بخشتے ہیں۔اپنے مریدوں کے ہمراہ شامل محفل ہوکر ہمارے جلسوں کو کامیاب کرتے ہیں اور اُن کی وجہ سے اپنے مذہبی مخالفین پر ہماری برتری و دبدبہ قائم ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اِس مغالطہ میں مبتلا حضرات سب یکساں ذہنیت کے حامل نہیں ہیں بلکہ یہ دو الگ الگ طبقوں کے لوگ ہوتے ہیں۔

اول:۔وہ منہ بولے مسلمان یا برائے نام اہل سنت ہیں جو میلادُ النبی یا سیرتُ النبی ﷺ کے اجتماعات یا اس طرح کے کسی بھی مذہبی پروگرام کے انعقاد کرانے کو محض دُنیوی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔میرے ذاتی تجربہ کے مطابق پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے ایسے بہت سے دنیادار بلکہ خالص دنیادار اشخاص کی کمی نہیں ہے جو اِن مذہبی پروگراموں کو منعقد کرانے میں مشہور ہیں جن کا مقصد ومدعا اِس کے سوا اور کچھ نہیں

۱۔ فصوص الحکم شریف، فص حکمۃٍ اسحاقیۃ فی کلمۃ الٰھیۃٍ۔

ہوتا کہ اِن کے ذریعہ اُنہیں شہرت ملے، چندہ ملے اور سادہ لوح مذہبی ذہنیت والے مسلمانوں کی سپورٹ ملے، چنانچہ ایسے حضرات کو بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں جو اپنے اِس دنیوی مقصد میں کامیاب ہوکر حکومت سے مراعات حاصل کرنے کیساتھ اِن ہی اجتماعات کو سیڑھی بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کر کے اسمبلیوں اور وزارتوں تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہوئے ہیں حالاں کہ اِن مذہبی اجتماعات کے علاوہ اُن کے پاس کوئی اور ذرائع ترقی وکمال یا قوتِ فکری وعملی کا کوئی کامیاب نسخہ موجود نہیں تھا۔ اِس طبقہ کے حضرات سے ہم کچھ گلہ کر سکتے ہیں نہ شکوہ کیوں کہ اُنہوں نے بہر حال مذہبی رنگ میں اپنے دُنیوی کاروبار کو کامیاب کرانے کے لیے جائز و ناجائز اور سچے و جھوٹے ہر طرح کے لوگوں کو استعمال کرنا ہوتا ہے۔ مذہبی نقصان کا اُنہیں قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا کیوں کہ اول تو وہ مذہب کی حقیقت کو سمجھنے سے ہی محروم ہیں اگر تھوڑا بہت کچھ سمجھتے ہیں تو خواہشات دنیا کا اتنا گہرا زنگ اُن کے دلوں پر چڑھ چکا ہوتا ہے جس کی موجودگی میں اُنہیں اِس مذہبی نقصان کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ جعلی پیروں اور نمبر دو اولیاء اللہ کو بمع چیلوں کے بلا کر مذہب کے نام پر منعقدہ اس اجتماع میں ہا، ہو، کی ریاکاری وڈرامہ رچانے کی وقتی شوشہ بازی سے عوام کو کتنا دھوکہ ہوتا ہے۔ کتنے سادہ لوح عوام کو اِن جعل ساز نمبر دو بزرگوں کی ظاہری تصنع وڈرامہ بازی پر حقیقت کا گمان ہوکر وہ بیچارے اِن کے پھندے میں پھنس کر گمراہ ہوجاتے ہیں۔

دوم:۔ میرے مشاہدہ کے مطابق اندرونِ پاکستان ایسے پیروں کی درجنوں مثالیں موجود ہیں جن کے غیر اسلامی کردار اور شریعت وطریقت کے ساتھ متصادم حرکات شنیعہ کی وجہ سے دوسرے کل مکاتبِ فکر نے اُنہیں مسترد کیا ہوا ہے، اُن کی صحبت کو ایمان کے لیے نقصان اور اُن کے عقائد واعمال کو اسلام کے منافی ہونے کا اعلان کیا ہوا ہے

لیکن اس کے باوجود یہی پارٹی باز یا جلسہ باز اور دین کے نام پر دنیا داری کرنے والے لوگ محض اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو تقویت پہنچانے یا مذہبی اجتماع کے نام پر وقتی نمائش کو جاذبِ نظر بنا کر عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے اُنہیں اپنے ساتھ ملائے رکھتے ہیں، اُنہیں اپنے اجتماعات کے میر محفل بنا کر اُن کی تشہیر کرتے ہیں، اُن کے اولیاء اللہ، پیر طریقت، رہبر شریعت ہونے کا اعلان کرا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں گویا ''تو مرا ملا بگو ماترا حاجی میگوئیم'' کے گندم نما جو فروش نسخۂ فریب استعمال کرتے ہیں اور ہر طرف خلق خدا کی گمراہی کرتے ہیں۔

اِن دونوں میں بنیادی فرق صرف اتنا ہے کہ اول طبقہ والے خالص دنیا دار ہوتے ہیں کہ دنیا داری اُن کی وجہ شہرت ہوتی ہے اور مذہبی کاموں میں حصہ لینا بھی اُن کی دنیا داری کا ہی حصہ ہوتا ہے جبکہ دوسرے طبقہ والے بظاہر دیندار ہوتے ہیں، دین کے ٹھیکیدار ہوتے ہیں کہ مذہبیت و روحانیت اُن کی وجہ شہرت ہوتی ہے جسے ترقی دینے کی غرض سے وہ جائز و ناجائز کی تمیز نہیں کرتے ہیں۔ بہر تقدیر التباس الحق بالباطل کرنے میں اِن دونوں کا کردار یکساں ہے۔

عام مسلمانوں کو دعوتِ فکر

خواہشات کی آلودگی سے محفوظ ہمدردانِ اسلام کو چاہئے کہ وہ اسلام کے نام پر کیے جانے والے اِن اعمال کے اندرون جھانک کر دیکھیں کہ اِن لوگوں کا یہ کردار کس حد تک اسلام کے لیے نقصان اور سادہ لوح عوام کے ایمان کے لیے خطرہ ہے۔ میرے جائزے اور تجزیہ کے مطابق اِس کردار کے عواقب و نتائج مندرجہ ذیل معصیت کاریوں کے سوا اور کچھ نہیں ہیں:

❶ پیری مریدی کا کاروبار کرنے والے نمبر دو بزرگ جو ہمہ وقت اپنے اِس کاروبار کو ترقی دینے کی فکر میں ہوتے ہیں، مذہب کے نام پر منعقد کیے جانے والے اِن اجتماعات میں اپنی شرکت کو بھی اپنے گھناؤنے کاروبار کی توسیع کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کہ اُن کے جُبہ و دستار کی رعنائیوں سے دھوکہ کھا کر توہم پرست عوام اُن کے ساتھ منسلک ہوکر گمراہ ہوتے ہیں خاص کر اِس صورت میں جبکہ اجتماعات کے منتظمین کی طرف سے اُن کے حق میں پیرِ طریقت رہبرِ شریعت جیسے دلکش نعروں سے محفل کو گرمایا جاتا ہے۔ اِس حوالہ سے میں نے ایسے ایسے نمبر دو پیروں کے لیے شیخ الاسلام والمسلمین، مجدد دین وملت، قطب دوران اور شہباز لامکان، جیسے استقبالی نعرے لگاتے ہوئے دیکھے ہیں، جنہیں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ اُنہیں دین کی بنیادی تعلیمات کا بھی علم نہیں ہے، اُصولِ دین اور فروعِ دین کی تمیز نہیں ہے اور روحانیت وطریقت کے ساتھ کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ میں نے ایسے گندم نما جوفروش اجتماعات ومحافل میں اس قسم خطباء ومبلغین بھی بکثرت دیکھے ہیں جو اِن نمبر دو پیروں کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، سادہ لوح عوام اور توہم پرستوں کے اجتماع میں اِنکی من گھڑت کرامات اور فوق العادۃ کمالات کے اظہار کے لیے شیطانی خوابوں کو بطور شرعی دلیل بیان کر کے خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا اِس اندازِ عمل کو کوئی خداترس انسان اسلامی روش کہہ سکتا ہے؟

❷ مذہب کے نام پر منعقد کئے جانے والے اِن اجتماعات میں مذہب کی تقویت و اشاعت کے لیے کوئی کردار انجام دینے یا کوئی تقریر و بیان ہونے کی بجائے صرف اور صرف منتظمین کی حقیر اغراض وخواہش کی تکمیل اور نمبر دو بزرگوں کی تشہیر وتقویت کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ کیا ایسے اجتماعات ومحافل کو بھی شریعت کی روشنی میں مذہب کی خدمت کہا جاسکتا ہے؟ کیا سچے بزرگان دین اور سلف صالحین کا کردار ایسا ہی تھا؟

۳ اِس روش کی وجہ سے سچے درویشوں اور واقعی اولیاء اللہ تک عوام کی رسائی مشکل ہو جاتی ہے کیوں کہ یہ نفوس قدسیہ چونکہ سُمعت وشہرت اور بناوٹ وتصنع کی جملہ راہوں سے متنفر و بے نیاز ہو کر ہمہ وقت اصلاح احوال اور خلق خدا کی درست رہنمائی کی فکر میں مگن رہنے کی وجہ سے اہل دنیا کی اِن رنگینیوں سے کنارہ کش رہتے ہیں جبکہ گندم نما جو فروشوں کے یہ زمانہ ساز ہر قسم ماحول و معاشرہ میں اپنا کرتب دکھاتے ہوئے شکار کی تلاش میں حاضر باش ہونے کی بدولت سادہ لوح عوام کو اپنی طرف کھینچنے کے سفر میں رواں دواں ہوتے ہیں۔

تجربہ سے ثابت ہے کہ مذہب کے نام پر منعقد کیے جانے والے یہ اجتماعات اِن کی کامیاب شکارگاہیں ہوتی ہیں۔ایسے میں دنیوی اغراض فاسدہ سے محفوظ ذہن والے مخلص مسلمانوں کو دعوت فکر دی جاتی ہے کہ وہ اللہ کو حاضر و ناظر جان کر ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا پیری مریدی کا یہ طریقہ راہ اسلام ہوسکتا ہے؟

کیا نمبر دو پیروں کی دوکان میں مال ڈالنے سے مذہبی تقویت حاصل کی جاسکتی ہے؟

کیا یہ لوگ اپنے ضعیف العقیدہ مریدوں کی اعتقادی وعملی اصلاح کرنے کے قابل ہیں؟

کیا اُن کے ہاتھ مضبوط کرنے میں مذہبی خسران نہیں ہے؟

کیا کسی ملکی یا ملی مسئلہ میں اُنہوں نے کبھی مسلمانوں کا ساتھ دیا ہے؟

جب اِن سب کا جواب نفی میں ہے تو پھر دیدہ ودانستہ اِس شیطانی راہ کو بطور مذہب مروّج کرنا کیا مذہب کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟

اِس طاغوتی ملغوبہ کو مذہب اہل سنت کا نام دینا کیا اہل سنت کی توہین اور مسلک حق کے ساتھ ظلم نہیں ہے؟

کیا اِس میں سچے اولیاء اللہ کی توہین نہیں ہے؟

مذہب کے نام پر یہ ڈرامہ، یہ توہم پرستی، یہ بھول اور یہ ٹیڑھا پن آخر کب تک؟

کیا دین اسلام کی واقعی تعلیمات اور نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے روشن اُسوۂ حسنہ کی موجودگی میں بھی اِس قوم کو زمانہ جاہلیت قبل از اسلام میں بادل کے ستاروں کی طرح موجود اہل بصیرت جتنی سوچ و فکر بھی نصیب نہیں ہوسکتی؟ جنہوں نے اس طرح کے غیر فطری پیشواؤں سے اظہار برات کرتے ہوئے کہا تھا۔

اَرَبًّا وَّاحِدًا اَمْ اَلْفَ رَبٍّ　　اَدِیْنُ اِذَا تَقَسَّمَتِ الْاُمُوْرُ

تَرَکْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰی جَمِیْعًا　　کَذٰلِکَ یَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِیْرُ

یعنی لوگوں کی تقدیر بدلنے کا دعویٰ کرنے والے نمبر دو پیشواؤں اور ارباب متفرقہ کے مابین توہم پرستوں کی بندر بانٹ ہوتے ہوئے دیکھ کر میں نے لات وعزاۃ جیسے توہم پرستی کی پیداوار خداؤں کو چھوڑ دیا۔ صراط مستقیم والے حقیقی رب کے نظام عدل کا مقابلہ کرنے والے ہزاروں جعلی ارباب کی پراگندہ راہوں سے بیزار ہونا میری طرح اہل بصیرت کو ہی نصیب ہوسکتا ہے۔

مقامِ افسوس ہے کہ اسلام کا نور اور نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی نورانی تعلیمات کے انوار وتجلیات کا اِس جہانِ آب وگل میں نمودار ہونے سے قبل جہاں ظلمت، اندھیرا اور ہر طرف توہم پرستی پر مبنی بت پرستی تھی وہاں پر کچھ لوگوں کو اگرچہ شاذ و نادر اور رکمیاب تھے، اُس مذہبی اندھیر نگری کے خلاف سوچنا نصیب ہوتا تھا جبکہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی جگمگاتی ہدایات کا قرآن وسنت اور سچے اولیاء اللہ کی تشریحات و تعبیرات کے ساتھ دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلنے کے بعد مدعیانِ ایمان کو توہم پرستی کی اس اندھیر نگری کے خلاف سوچنا نصیب نہیں ہو رہا۔ حق و باطل کے مابین تمیز کرنے کی توفیق

نہیں ہو رہی، اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان کی تفریق پر غور و فکر کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہو رہی اور تو ہم پرستی کے ظلماتِ متلاطمہ سے نکلنے کی فکر نہیں ہو رہی۔

میں حیران ہوں طریقت کے مقدس نام کے پردہ میں قابلِ رحم عوام کو کس ظلمات کی طرف لے جایا جا رہا ہے؟ عاشقِ رسول ہونے کے مدعیوں کو، اہل سنت و جماعت کہلانے والی قوم کو اسلام کے ساتھ ہمدردی اور مسلمانوں کے ساتھ اخلاص رکھنے والے مخلصین کو یہ سوچنا کب نصیب ہوگا کہ؛

❶ اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام کامل و تمام ہے۔ جس میں قیامت تک کسی قسم کی زیادتی ممکن ہے نہ کمی، تغییر ممکن ہے نہ تبدیل، جس میں بگاڑ و فساد پیدا کرنیوالا چاہے کسی باشد مسلمان ہی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اولیاء اللہ ہو۔

❷ قرآن و سنت کی شکل میں موجود نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے بنیادی احکام کی جو تشریح و تعبیر سچے اولیاء اللہ، سلف صالحین، آئمہ دین، اہل بیت اطہار و مجتہدین سے ثابت ہے اُس کے خلاف عقائد و اعمال رکھنے والا سچا مومن کہلانے کے قابل نہیں ہے چہ جائیکہ شیخ طریقت بن سکے۔

❸ جن سچے اولیاء اللہ کی قوت فکری و عملی کے قرآن و سنت اور منشاء الٰہی کے مطابق ہونے کی بنا پر اُن کی ولایت اہل اسلام کے مابین اجماعی و متفقہ ہے اُن کی تعلیمات کے برعکس کرنے یا اُن کی گستاخی و بے ادبی کرنے والا مردود الطریقت اور فاسق و مکروہ ہوتا ہے چہ جائیکہ منصب ولایت پر فائز ہو سکے۔

❹ میری حیرت کی انتہا ہو رہی ہے کہ سچے اولیاء اللہ کی شان میں وارد شدہ نصوص و قطعیات کو اِن نمبر دو پیروں پر چسپاں کر کے اِن کے اِس گھناؤنے کاروبار کو ترویج

دینے والے اُجرتی مقررین وعلماءِ سوء کی یہ اسلام دشمنی آخر کب تک چلے گی؟

سادہ لوح عوام کو کب تک اِس حوالہ سے اندھیرے میں رکھا جائے گا؟

مذہب اہل سنت کو اِن اعداء اللہ (اللہ کے دشمنوں) کی نذر کرنے کا یہ ظلم کب منتہی ہوگا؟

اہل سنت کو بدنام ورسوا کرنے کی سامان رسانی کا یہ منحوس سلسلہ کب ٹوٹے گا؟

آگے چل کر میں نے چوں کہ سچے اولیاء اللہ کے طبقات ،اُن کی عظمت شان،اُن کی حقیقت وکردار پر روشنی ڈالنی ہے لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ جعلی پیروں اور نمبر دو مشائخ کے بھی مختلف طبقات پر کچھ روشنی ڈالتا چلوں ۔اِس سلسلہ میں میرے مشاہدہ کے مطابق یہ لوگ مندرجہ ذیل طبقوں میں تقسیم ہیں:

پہلی قسم:۔ جنکا کوئی قابل ذکر خاندانی پس منظر یا زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی خدمت نہیں ہے۔اِن میں بعض وہ ہیں جن کو اُن کے والدین یا گھر کے سرپرستوں نے مذہبی تعلیم کے لیے وقف کیا لیکن ماحول سازگار نہ ہونے کی بناء پر یا اپنی بلادت وکُند ذہنی کی وجہ سے مذہبی تعلیم سے محروم رہ جانے کے بعد اُنہوں نے کسی بھی رنگ میں اِس راہ کو اختیار کیا۔اِس سلسلہ میں بعض مذہبی جماعتوں کے کچھ مرحوم اور کچھ تادم تحریر ہٰذا (6-7-2003) تک بقید حیات موجود اُن بانی سربراہ وقائدین کے روحانی وعلمی پس منظر کا اگر انکشاف کروں جنہیں شیخ التفسیر وشیخ القرآن ،مبلغ اسلام ،پیر طریقت رہبر شریعت جیسے القاب کے ساتھ مشہور کرکے کالے زنگ زدوں کے چٹے گورے ہونیکا تاثر پھیلایا جاچکا ہے تو شاید دس فیصد قارئین کو بھی اِس پر یقین نہ آئے حالاں کہ میرا یہ انکشاف کسی خبر واحد پر نہیں بلکہ میرے ذاتی مشاہدہ یا اُن حضرات کی خود نوشتہ تحریری دستاویزات پر مبنی ہے۔حضرت آنس نے سچ کہا ہے

سچ ابھی کمر کس کے گھر سے جارہا تھا کہ جھوٹ اتنے عرصہ میں دنیا گھوم آیا ہے

دوسری قسم:۔ جو کسی جعلی پیر کے ہاتھ چڑھ کر اُس کے رنگ میں رنگین ہو چکے ہوتے ہیں۔ اِس جنگل کی راہوں کا پتہ لگانا بہت مشکل کام ہے۔

تیسری قسم:۔ جنہوں نے صحیح معنی میں علمی مشغلہ اور راہِ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات ومعاشی ناہمواریوں کے مقابلہ میں اِس آسان کاروبار کو ترجیح دی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ حضرات بھی اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں پوری طرح کامیاب ہو رہے ہیں۔

چوتھی قسم:۔ جو شروع میں تو صدقِ نیت کے ساتھ سچے اولیاء اللہ کی راہ پر چلنے کی غرض سے جذبہ صادقہ کیساتھ اِس لائن کو اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر اِن میں بھی دو قسمیں ہیں:

اول:۔ وہ جو اپنی بے علمی و ناتجربہ کاری اور فریضہ سلوک کے لوازمات وشرائط سے غفلت کی بنا پر کسی ''نمبر دو'' کی گود میں بیٹھ کر انجام کار اُس کے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں۔ سچ کہا گیا ہے

صحبت صالح تُرا صالح کُند
صحبت طالح تُرا طالح کُند

دوم:۔ جو کسی سچے ولی اللہ کی صحبت میں تو پہنچ جاتے ہیں لیکن اُس کے بعد کچھ اُن کی بے توجہی اور کچھ جھوٹوں کی ہر طرف پھیلی ہوئی اکثریت کے نتیجہ میں ماحولیاتی اثرات سے منفعل ہو کر رضا الٰہی پر نفس امارہ کے میلان کو ترجیح دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا''(۱) کے مظہر اور شیطان کا شکار ہو کر طالب دنیا بن جاتے ہیں۔

۱۔ الفرقان،28۔

حقیقی پیرومرشد اور مُرید صادق کے لیے

راہِ سلوک کے مبتدی طالبانِ حق کو ماحولیاتی آلودگی سے بچانے کے لیے بزرگانِ دین نے قابلِ تربیت سالکین کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنے اور چھوٹے بچوں کو ابتدائی تعلیم دینے میں اُن پر مکمل توجہ مبذول کرنے کی طرح ہر وقت اُنہیں پیشِ نظر رکھنے کی تاکید کی ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مکتوب نمبر 26 میں فرماتے ہیں:

''نزد فقیر تلقین ذکر در رنگ تعلیم الف و بے است مر صبیان را''(۱)

یعنی میری نگاہ میں سالکین راہِ حق کو صراط مستقیم پر صحیح معنی میں رواں دواں کرنے کے لیے اُن کی جو تربیت کی جاتی ہے یہ چھوٹے بچوں کو الف، با کی تعلیم دینے کی طرح ہمہ وقت توجہ طلب امر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک اور نامور معاصر اللہ کے عظیم ولی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے استاذ محترم خواجہ محمد باقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ارشاد پر لکھے ہوئے رسالہ بنام ''سلوک طریق الفلاح عند فقد التربية بالاصطلاح'' کے اندر فرمایا:

''افادہ و ارشاد بھمت و حال چناں باشد کہ شیخ طالب را در ظاھر تعلیم احکام شریعت و ارشاد آداب طریقت مشغول دارد و در باطن ھمت و حال خود را براندازۂ قوت و نفوذی کہ دارد بتسدید و تسلیك طالب برگمارد و بقول و عمل و

۱۔ نور الخلائق ،مکتوبات امام ربانی حصہ ششم ،دفتر دوم،ص 70، مطبوعہ نور کمپنی لاہور۔

حال ارشاد و تکمیل وی کند''(۱)

یعنی سچے اولیاء اللہ کی نگرانی میں جو طالبانِ حق روحانی تربیت حاصل کرنا چاہتے ہیں اُنہیں کامیاب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد برحق اپنی ہمت و توجہ ہر وقت اُن پر صَرف کر کے ایک طرف اُنہیں شریعت کے ظاہری احکام کی تعلیم دے تو دوسری طرف آدابِ طریقت کے مطابق ہر وقت اُنہیں عمل کی راہ میں مشغول رکھے اور اپنے قول و عمل و حال کو اُن کی فکری و عملی استعداد کے مطابق اُن پر صَرف کر کے اُنہیں کامل بنائے۔

خاندان آلِ نبوت کے فرزند اعظم جملہ اہل حق کے مسلمہ امام و پیشوا حضرت امام ابو حنیفہ کے استاذ محترم شیخ المحد ثین والفقہاء مرجع الشریعت والطریقت حضرت امام جعفر الصادق نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف سے متعلق مشہور ہے کہ آپ ہر وقت متلاشیانِ راہ سلوک کو صراط مستقیم کے منافی محرکات کی بنیادی راہوں سے بچانے کی خاطر روزانہ مندرجہ ذیل دو جملوں کا ارشاد سب کو سنایا کرتے تھے:

''لَاعَدُوَّ اَضَرّمِنَ الْجَھْلِ وَلَادَآءَ اَدْوٰی مِنَ الْکَذِبِ''

یعنی مسلمان کے لیے جہل سے بڑھ کر ضرر رساں دشمن اور کوئی نہیں ہے اور جھوٹ سے زیادہ ضرر رساں کوئی اور متعدی بیماری نہیں ہے۔

لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اولیاء کاملین کے اِن ارشادات و معمولات کے برعکس آجکل کے زیادہ تر درویش وصلحاء اور پیر وفقیر یا بزرگانِ دین کے سجادوں کے جانشین پیرزادگان اپنے سلسلہ کے سالکین اور مرید ہونے والوں کو اپنے حلقہ ارادت میں لینے کے بعد کلمہ طیبہ کے ساتھ کچھ روایتی اَوراد کی اُنہیں تلقین کرنے کو ہی اِس حوالہ سے اپنی اولین و

۱۔ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دھلوی مع اخبار الاخیار، ص10،مطبوعہ مجتبائی دھلی۔

آخرین ذمہ داری تصور کرتے ہیں۔ پیری مریدی کے حوالہ سے اِس عصری رواج کے علاوہ کسی اور ذمہ داری کا اُنہیں احساس ہی نہیں ہوتا اور جذبہ صادقہ کے ساتھ روحانی بالیدگی کی تلاش میں اپنے سلسلہ کے ساتھ منسلک ہونے والے اِن محتاجانِ تعلیم و تربیت کو فکری و عملی مدارجِ عمل سے گزارنے کے لیے قدم بہ قدم اُن کی اصلاح احوال کرنے کی شرعی مسؤلیت سے یکدم غافل ہوتے ہیں۔ گویا یہ بیچارے وضو کو ہی مقصود اصلی تصور کر کے نماز کو بھول جاتے ہیں۔

اِس سلسلہ میں بہت سے مریدان باوفا میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جو خاندانی و آبائی اور جدی پُشتی طور سے کسی پیر خانہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اُن کے نام کی نذر و نیاز بھی دیتے ہیں، اُن کے عرسوں، گیارہویں وختموں اور حسب رواج منعقد ہونے والے جملہ پروگراموں میں بھی پابندی کے ساتھ شامل ہوتے ہیں لیکن افسوس کہ پیر خانہ نے اُنہیں درست تلفظ کے ساتھ کلمہ طیبہ بھی نہیں سکھایا، دینِ اسلام کی بنیادی باتوں کی بھی اُنہیں تعلیم نہیں دی اور حلال و حرام کی تمیز تک کبھی اُنہیں نہیں سمجھائی۔ جہلستان کے یہ مخلص اسیر جبکہ مقصدِ طریقت کو جانتے نہیں، احکامِ شریعت کو پہچانتے نہیں، پیری مریدی کے اصل مقصد کو سمجھتے نہیں، طہارت ظاہری و باطنی کی راہوں پر آتے نہیں، اسلام و منافی اسلام کے مابین تمیز بتانے والے اہل حق کے پاس جاتے نہیں، شریعت و طریقت کے حوالہ سے کرنے کے ضروری کاموں کو کرتے نہیں اور قابل اجتناب ممنوعات و محرمات سے بچتے نہیں، اِس کے باوجود کیا شرم کی بات نہیں ہے کہ خود کو قادری و سہروردی کہلاتے ہوئے شرماتے بھی نہیں اور چشتی و نقشبندی ہونے کا دم بھرتے ہوئے جھجکتے بھی نہیں۔ اِن شرمناک حالات سے ہمہ وقت اپنے شکار کی تلاش میں رہنے والے اولیاء الشیطان جس طرح ناجائز فائدہ اٹھا لیتے ہیں اُس کی مندرجہ ذیل شکلوں کا ہمیں تجربہ ہے:

1. جہلستان کے اِن اسیروں کے توہم پرستانہ نفسیات کے مطابق وہ انہیں شعبدہ بازیوں کے ایسے ایسے کرتب دکھاتے ہیں جنہیں یہ بیچارے اپنی بے علمی کی وجہ سے سچ مُچ کرامت سمجھ کراُن کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔

2. اُن میں سے پیری مریدی کرنے کا شوق رکھنے والوں کو اپنے سابقہ پیر خانوں کے سجادہ نشینوں سے کچھ ہاتھ نہ آنے کی وجہ سے مایوسی کے شکار اِن توہم پرستوں کے نفسیات کا پتہ لگانے کے بعد اُنہیں کچھ نفسیاتی کرتب اور عوام کو بیوقوف بنانے کی راہ میں موثر کچھ شعبدہ بازیاں سکھا کر خلیفہ بنایا جاتا ہے اور ساتھ ہی اُنہیں مزید خود فریبی میں مبتلا کرنے اور روحانیت وطریقت کے نام پر کیے جانیوالے اِس گھناؤنے کاروبار کو وسعت دینے کی غرض سے اپنے اِس قسم خلفاء کی کثرت کو بطور کرامت مشہور کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ جن سچے اولیاء اللہ کی ولایت واستقامت فی الدین پر قدیم الایام سے اہل اسلام کا جو اجماع چلا آرہا ہے اُن کی غیبت اور اُن کے روحانی تصرفات سے اپنے تصرفات کو قوی، اُن کی کرامات سے اپنی کرامات کی فوقیت اور اُن کے حلقہ ارادت سے اپنے مریدوں کی کثرت کا تاثر دیا جاتا ہے۔ نیز کچھ من گھڑت، کچھ نفسیانی اور کچھ شیطانی خوابوں کو اِن توہم پرستوں کے مزاج کے مطابق بطور کرامت مشہور کر کے ایک طرف تو طریقت کے اِن نابالغ رنگروٹس کو اپنے سابقہ پیر خانوں سے متنفر کیا جاتا ہے تو دوسری طرف اُنہیں اپنی اِن من گھڑت کرامات کا پرچارک بنایا جاتا ہے۔ اِسکے ساتھ ہی مخصوص کرتب وشعبدہ بازیوں کو تصوف وطریقت کا اصل کرشمہ اور عنایات الٰہی کی جھلک مشہور کرنے کے ساتھ اِن شیطانی اداروں کو روز افزوں وسعت دیجاتی ہے۔

یہ سب کچھ اِس لیے ہو رہا ہے کہ سچے بزرگانِ دین کے سجادوں پر قابض پیرزادگان اپنے اپنے سلاسل کے ساتھ عقیدت رکھنے والے اِن قابل رحم عوام کو روحانی

طور پر تربیت دینے کی صلاحیت سے محروم ہیں یا خود اِس کے اہل ہونے کے باوجود اِن قابل تربیت متوسلین کی مذہبی وروحانی تربیت کرنے کی شرعی مسؤلیت کا احساس نہیں رکھتے ہیں اور سجادہ نشینی کے حوالہ سے اپنی شرعی ذمہ داریوں سے غفلت برت رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا'' (۱) یعنی اُن پاکیزہ نفوس قدسیہ کے نشیمن پر ایسے نااہل سجادہ نشین بن بیٹھے جنہوں نے خواہشات نفس کے اسیر بن کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جیسے فرائض بھی ضائع کر دیئے تو عنقریب وہ اِس گمراہی کی سزا پائیں گے۔ کے مطابق اپنے بزرگوں کیساتھ جدّی و پُشتی منسلک اِن قابل رحم مریدوں کو محض اپنی دنیوی اغراض کی تکمیل کے ذرائع و جائیداد تصور کر کے اِس منصب کے اصل مقاصد کو پسِ پشت ڈال چکے ہوتے ہیں۔ ایسے میں بزرگانِ دین کے دامن عاطفت سے منسلک رہنے کے آرزومند اِن قابل رحم عوام کی تاک میں بیٹھے ہوئے اولیاء الشیطان کا ان سے ناجائز فائدہ اُٹھانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان غافل و نالائق اور تیار خور پیرزادوں کو ملنی والی سزا کا ایک ہلکا سا حصہ ہے۔ اگر اِن میں فرض شناسی ہوتی، سجادہ نشینی کے حوالہ سے مذہبی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا اور اِن قابل رحم جدّی پشتی مریدوں کی مذہبی تربیت کرنے کی ذمہ داری کا تصور ہوتا تو وہ اُن سے کٹ کر کبھی بھی جعلساز اولیاء الشیطان کے پاس جا کر دولت ایمان سے محروم نہ ہوتے۔

۳ اولیاء الشیطان کے کچھ خلیفوں کے دنیوی کاروبار کو پیری مریدی کے روپ میں چلتے ہوئے دیکھ کر اور اُن کے ظاہری جُبّہ و دستار اور شعبدہ بازیوں کے جال میں پھنسنے والے ناواقف حال عوامی کثرت سے متاثر ہو کر اپنے سابقہ پیرخانوں سے مایوس الحال

۱۔ مریم، 59۔

کچھ حضرات کے دلوں میں اِس شیطانی وسوسہ کے پیدا ہونے پر کہ ہم نے اتنی مدت پیر خانہ کی خدمت کی لیکن لا حاصل، جبکہ اِنہیں فلاں پیر کے مرید ہونے کے ساتھ ہی سب کچھ مل گیا۔ وہ اِسے اصل شعبدہ باز کا کرشمۂ ولایت تصور کر کے اِس سلسلۃ الشیطان میں شامل ہو کر انجانے میں ''فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَفَ تَحْتَ الْمِیزَابِ'' کا مظہر بن جاتے ہیں۔ اس طرح سے جہاں سچے اولیاء اللہ کے واقعی سلاسل کے واقعی جانشینوں کا تنزل ہوتا جا رہا ہے وہاں اولیاء الشیاطین روز افزوں ترقی کے منازل طے کرتے جا رہے ہیں کیوں کہ عوام اصل اور نقل میں تمیز کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی وجہ سے ہر چمکنے والی چیز کو سونا سمجھنے والے بیوقوف کی طرح شعبدہ بازیوں کو ولایت اور شعبدہ بازوں کو اولیاء اللہ سمجھ کر اُن کے پھندے میں پھنسنا ان کی ماحولیاتی مجبوری ہے اسلئے کہ مسلمانوں کے توہم پرست طبقوں کے ماحول کو اِن جعلسازوں نے ہر طرف گھیرا ہوا ہے۔ اصل کے مقابلہ میں ان کی اکثریت ہے۔ دنیوی کاروبار کا مقابلہ کی منڈی میں ترقی کرنے کی طرح یہاں پر بھی ہر نمبر 2 اپنے شکار (توہم پرست عوام کو) زیادہ سے زیادہ پُرکشش کرتب و پُراثر خوابوں کا جدید سے جدید اختراع دکھانے کے لیے مصروف عمل رہتا ہے۔

انجام کار اِن اولیاء الشیطان کی وجہ سے روحِ تصوف و مقصدِ طریقت جو تزکیہ نفس اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے سانچہ میں فٹ کرنے سے عبارت تھا، مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے ورنہ کسی وقت مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنے کا سب سے موثر ذریعہ تبلیغ یہی ہوا کرتا تھا۔ اب بھی اگر سچے اولیاء اللہ کے سجادوں پر بیٹھے ہوئے پیرزادگان اور اُن کے واقعی سلاسل کے ساتھ منسلک سچے صلحاء تیار خوری کی غیر اسلامی روش کو ترک کر کے، بے علمی و جہالت کی مرض کا علاج مذہبی

تعلیم سے اوراپنے منصب کی ذمہ داریوں سے مرض غفلت کا علاج احساس فرض شناسی کے ساتھ کرکے اپنے اسلاف کے کردار پرعمل شروع کریں گےتو نہ صرف طریقت کے مقدس ماتھے پر اِس بدنما داغ (اولیاء الشیطان) کی حوصلہ شکنی ہوگی بلکہ مذہب ودین کے منافی اُن تمام سازشوں کی بھی بیخ کنی ہوسکتی ہےجن سے اسلام کی بنیادی تعلیمات واحکام کونقصان پہنچ رہاہے۔لیکن ایسا کرے کون؟ ایسا کرنے کے لیے اسلاف والا کردار وجرأت چاہئے، علم واخلاص چاہئے، منصب سجادگی کی شرعی ذمہ داریوں کا احساس چاہئے اورسب سے بڑھ کر یہ کہ تصوف وطریقت کی اصل روح وفلسفہ کوخود سمجھ کر دوسروں کوبھی سمجھانے کی صلاحیت وتربیت کی دست آوری چاہئے،جس کا وجودان حضرات کی غالب اکثریت میں مفقود ہے ورنہ تصوف وطریقت جیسے خالص اسلامی انداز تبلیغ کے لباس میں اولیاء الشیطان کی دراندازی کا کیا امکان ہوسکتا تھا۔

نمبردو پیروں کی روزافزوں ترقی میں سچے اولیاء اللہ کے سجادوں پرقابض پیرزادوں کی کوتاہیوں، بے اعتدالیوں اورفرض ناشناسائیوں کا جونا قابل انکاردخل ہےاُس کی تفصیل کی قدرے جھلک بتاتے ہوئے لگتا ہے کہ میں کافی دورنکل گیا۔دراصل میں نے پیری مریدی کے روپ میں ہرطرف پھیلے ہوئے نمبردو پیروں کے مختلف طبقات بیان کرنے تھے تواِس سلسلہ میں بعض وہ ہیں جوکسی صاحب سلسلہ بزرگ سے اجازت حاصل کئے بغیرہی یہ کام کررہے ہیں۔ اِس سلسلہ میں بہت سے ایسے پیروں کومیں ذاتی طور پر جانتا ہوں جنہیں اُن کے جاہل مرید شیخ طریقت، قطب دوران، غوث وقت، جیسے القاب کے ساتھ یادکرتے ہیں حالانکہ اُنہیں کسی صاحب سلسلہ کی جانب سے اجازت ہی نہیں ہے۔ پھراُن میں بھی بعض وہ ہیں جنہیں اپنے پیر کی زندگی میں ہرممکن کوشش کے باوجود خلافت نہیں ملی کیوں کہ پیرنے اُنہیں اِس منصب کے لیے اہل ہی نہیں سمجھا لیکن اِن ہوشیار موقع شناسوں

نے پیر کی وفات کے فوراً بعد اپنی پسند کے مطابق پیر کی زندگی کی تاریخوں کے حوالہ سے سند خلافت لکھوا کر اپنے آپ کو اُن کا خلیفہ مشہور کر کے اِس کاروبار کو شروع کیا اور بعض ایسے بھی میری نظر میں ہیں جنہوں نے اِس سلسلہ میں اجازت و خلافت کی قطعاً ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اُن کا بھی ''کام'' چل رہا ہے کیوں کہ عوام میں شعور نہ ہونے کی وجہ سے اِس بازار کا کوئی بھی دوکاندار ناکام و نامراد نہیں ہوتا۔

نمبر دو پیروں کے اِس سلسلہ دراز میں کچھ ایسے ہوشیار بھی میں نے دیکھے ہیں جو اپنے پیر کی زندگی میں خلافت لینے کا شوق تو پورا نہ کر سکے لیکن اُن کی وفات کے بعد مرحوم کے چند سادہ لوح مریدوں کا تعاون حاصل کر کے اپنے آپ کو مرحوم کے ماذون و خلیفہ مشہور کر دیا اور کاروبار کو آگے بڑھایا۔ اِنہیں بھی شیخ المشائخ اور فخر الاماثل جیسے خطابات دینے اور اُن کے سامنے سربسجود ہونے والے عوام کی کمی نہیں ہے۔ اب دیکھنا اس بات کو ہے کہ شریعت و طریقت کے ان دشمنوں کو عوام کی طرف سے اتنی بڑی پذیرائی کیوں مل رہی ہے؟ جس کی وجہ سے اِن کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اصل کی جگہ نقل لے رہی ہے اور طریقت کے پاکیزہ مقاصد کی جگہ مقصد شیطان کی تکمیل ہو رہی ہے۔

میں نے اِس تحریر میں اپنے ذاتی مشاہدات و تجربات پر ہی اکتفا کرنے کا التزام کیا ہوا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اپنے کانوں سے سنی باتوں اور حالات کے سوا اِدھر اُدھر سے سنی ہوئی باتوں کو قطعاً یہاں پر درج نہیں کر رہا ہوں کیوں کہ سنی سنائی باتیں خبر واحد ہونے کی بنا پر مفید یقین نہیں ہوتیں جبکہ میں یہاں پر قطعی و یقینی احوال کے سوا کوئی ایک بات بھی ایسی شائع کرنا خلاف تقویٰ، خلاف ایمان اور خلاف انسانیت سمجھتا ہوں جس کے متعلق کل کو اِس دنیا کی کسی عدالت میں مجھ سے پوچھنے پر میں قسم نہ اُٹھا سکوں یا شہادت پیش نہ کر سکوں یا محشر کے دن احکم الحاکمین جل جلالہ کے حضور اوروں سے سنی ہوئی باتوں کی

ذمہ داری اُٹھا سکوں (حَاشَا وَ کَلَّا) ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ واللہ العظیم ثم واللہ العظیم اِس تحریر میں اولیاء الشیطان سے متعلق جو کچھ شائع کر رہا ہوں یہ تمام کے تمام میرے ذاتی مشاہدات و تجربات ہیں جس میں شک کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

جعلی پیروں کو پذیرائی ملنے کے اسباب

جہاں تک نمبر دو پیروں کو عوام کی طرف سے پذیرائی ملنے کا سوال ہے تو میرے تجربہ و تجزیہ کے مطابق اِس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

ذاتی محنت:۔ یہ اُن کا پیشہ اور ذریعہ معاش ہونے کی بنا پر یہ لوگ دن رات اسے ترقی دینے کی فکر میں مگن رہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ جو جس کام کے لیے محنت کرتا ہے چاہے جائز یا ناجائز، اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اِس عمل میں اُس کی رضا نہیں بلکہ خفگان و ناراضگی شامل ہے۔ گندم نما جو فروشوں کی اِن مختلف الخیال جماعتوں میں شامل یہ لوگ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف اور صرف اپنے اِس کاروبار کو ترقی دینے میں شب و روز مصروف رہتے ہوئے نہ صرف زبان سے ہی کام لیتے ہیں بلکہ حسب موقع مقتضاء حال کے مطابق ہر اُس حربے کو استعمال کر لیتے ہیں جو کسی طرح بھی مفید مقصد ہو سکے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں جگہ من گھڑت خواب مؤثر ہو سکتا ہے تو خود یا اپنے کسی چیلے کے ذریعہ وہ بیان کر دیتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ فلاں جگہ اپنے مرید ہونے کو دنیوی کاروبار کی ترقی کا ذریعہ بتانا یا فلاں افسر کو اپنا مرید ظاہر کرنا، سادہ لوحوں کو پھنسانے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو اُسے استعمال کرتے ہیں۔ الغرض حسب موقع پتا پھینک کر اِسکاروبار کو آگے بڑھاتے ہیں۔

عوام کی جہالت:۔ اسلامی تعلیم سے بے خبری و جہالت اور توہم پرستی وضعف عقیدہ بھی اس کا سبب ہے۔اسی بنیاد پر کہا گیا ہے:

''لَوْلَا الْجُھَلَاءُ لَبَطَلَتِ الْحِکْمَۃُ''

یعنی اگر معاشرہ میں ناسمجھوں کی بہتات نہ ہوتو ہوشیار لوگوں کی دنیاداری ٹھپ ہو کر رہ جائے۔تاریخ کے ہر دور میں توہم پرست عوام کو سمجھدار لوگوں نے بیوقوف بنا کر اپنا کام نکالا ہے۔

صلحاء کی عملی کمزوری:۔ اصل صلحاء کی طرف سے تبلیغ و تطہیر طریقت کے حوالہ سے غفلت اور اولیاء اللہ کے نام، لباس، اصطلاحات کی نقل کر کے التباس الحق بالباطل کرنیوالے اِن گمراہوں سے خلقِ خدا کو بچانے کے لیے قدم نہ اُٹھانا حالاں کہ اُن کے فرض منصبی میں شامل تھا کہ وہ اصلی اولیاء اللہ کی راہ میں آنیوالے اِن کانٹوں سے اِس جادۂ حق کو پاک کرنے کی کوشش کرتے، خلق خدا کو گمراہی کے سبب بننے والوں سے آگاہ کرتے اور شریعت مقدسہ کے احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کے اِس موثر اسٹیج کو جعلسازوں سے پاک رکھنے کی تبلیغ کرتے لیکن اس کے برعکس جب اُنہوں نے اُسوۂ حسنۂ سید الانام ﷺ کے برخلاف عمر بھر خاموشی کے ساتھ گوشہ نشین رہنے کو مقصد حیات تصور کر کے اِس فریضہ سے غفلت برتی تو جعلسازوں نے اِس موقع سے پورا فائدہ اُٹھایا۔

یہی حال بزرگانِ دین کی تربیت گاہوں، خانقاہوں اور سجادوں پر بیٹھے ہوئے کچھ پیرزادگان کا بھی ہے جو بنفسِ نفیس شریف النفس ہونے کی وجہ سے نمبر دو کہلانے سے تو مستثنٰی ہیں اور دنیا کے پجاری نہ ہونے کی وجہ سے اولیاء الشیطان کہلانے کے بھی

مستحق نہیں ہیں۔اسلام کے ساتھ ہمدردی، اپنے سلسلہ طریقت کے ساتھ مخلص اور مسلمانوں کے غمخوار ہوتے ہوئے بھی محض اپنی بے علمی، بے جرأتی اور بے تربیتی کی وجہ سے اِس سلسلہ میں آوازِ حق بلند کرنے سے قاصر ہیں اور اپنے دلوں میں اِن اولیاء الطاغوت کی شیطانی حرکتوں کے خلاف آواز اٹھانے کے جذبہ صادقہ رکھنے کے باوجود عملی طور پر ایسا کر نہیں سکتے ہیں، نتیجتاً اُن کی خاموشی سے بھی دنیا کے یہ پُجاری پورا فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

حقیقی اسلامی حکومت کا موجود نہ ہونا:۔ اگر مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی حکومت ہوتی تو دنیوی چوروں، ڈاکوؤں اور راہزنوں کی نگرانی ہونے کی طرح مذہب کے چوروں اور طریقت کے ڈاکوؤں سے بھی اسلام کی ظاہری و باطنی چوکیداری کی جاتی۔دُنیوی فسادکاروں کو سزائیں دینے کی طرح شریعت وطریقت کے روپ میں فساد پھیلانے والوں کو بھی قرار واقعی سزائیں دی جاتی۔یہی وجہ تھی کہ جب تک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی حکمرانی رہی اُس وقت تک کسی کو مولانا صاحب بن کر شریعتِ مقدسہ کے ظاہری احکام میں بگاڑ و بدعات داخل کرنے کی ہمت ہوئی نہ کسی کو تصوف و طریقت کے عنوان سے غیر اسلامی باتوں کو اسلام میں شامل کرنے کی جرأت ہو سکی لیکن خلافت راشدہ کے انقطاع کے بعد جونہی امت مسلمہ باستثناء اقلِ قلیل اشخاص کے، مجموعی طور پر صالح قیادت سے محروم ہوئی تو ہر طرف سے اسلام پر زہر آلود تیروں کی بارش ہونے لگی جو اَب تک جاری ہے۔اسلام کے معصوم سینہ پر لگنے والے اُن منحوس تیروں کے تسلسل کی ایک جھلک بدعت فروش علماءِ سوٗ اور نمبر دو مشائخ طریقت بھی ہیں جنہوں نے تاریخ کے ہر دور میں بالترتیب شریعت وطریقت کے پردہ میں اسلام کو نقصان پہنچایا، غیر اسلامی باتوں کو بطور اسلام متعارف کرایا اور اسلامی احکام کو پس پشت

ڈال کر اُن کی جگہ شیطانی بدعات کو مروج کر کے التباس الحق بالباطل کیا۔اس طرح سے علماء سوٗ کے ہاتھوں شریعت مقدسہ کے ظاہری احکام میں التباس الحق بالباطل ہو کر بدعات کی ترویج ہونے کی طرح اولیاء الشیطان کے ہاتھوں تصوف وطریقت کے اصل مقاصد پامال ہو کر اسلام کا نقصان ہو رہا ہے کیوں کہ اِن کا محاسبہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے حالات کبھی رُونما ہونے نہ پاتے۔

دین فروش:۔ اُجرتی مقررین اور مذہب کے نام پر تبلیغ وتقریر کا پیشہ کرنے والے علماء سوٗ بھی اِس کا سبب ہیں۔میں نے ہوش سنبھالنے کے ایام سے لے کر تادم تحریر ہٰذا (13/7/2003) تک ایسے باکردار مبلغین اسلام،اکائیوں سے زیادہ نہیں دیکھے ہیں جنہوں نے اپنے علم کو تبلیغ علیٰ منہاج النبوت استعمال کر کے احقاق حق وابطال باطل کرنے کا اسلامی فریضہ انجام دیا ہو۔اس کے برعکس ایسے علماء سوٗ سینکڑوں کی تعداد میں دیکھے ہیں جو اپنی تقریروں کو تفریق بین المسلمین کا سبب بنانے کے ساتھ بزرگانِ دین کے ایام اعراس کے خطابات میں یا نمبر دو پیروں کے کاروباری اجتماعات میں نادانستہ طور پر شریعت وطریقت کے خلاف بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں،اِن گمراہوں کو خوش کرنے کے لیے اُنکی من گھڑت کرامات بیان کر کے اُنکے اِس گھناؤنے کاروبار کی ترقی وترویج کا سبب بنتے ہیں اور انکی بدعات وشرکیات اور گمراہیوں کو اسلام کا حصہ ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت سے جواز پیش کرنے کی سعی ناتمام کر کے التباس الحق بالباطل کے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ایسوں کی بابت ہم دُعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں توبہ کرنیکی توفیق دے اور جب بھی مریں اِس گناہ کبیرہ کی آلودگی سے پاک وصاف ہو کر مریں۔(اَللّٰھُم آمین)

تفریق المسالک اور مکالمہ کی کمی:۔ مذہبی اقتدار پر مسلط بے لگام طبقۂ علماء کی بے اعتدالیوں کے نتیجہ میں مذہبی تفریق کے شکار حضرات کے مابین پیدا ہونے والا بُعد، باہمی مذاکرات وافہام وتفہیم کے فقدان اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے ہر ناجائز حربے کے استعمال جیسا ماحول، اِس کا ایک بڑا سبب ہے۔ اِس حوالہ سے میں نے جو دیکھا ہے اُس کا تجربہ وتجزیہ کچھ اس طرح ہے کہ بیضۃ الاسلام کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کی تقسیم وتفریق کرنے والے مذہبی ٹھیکہ داروں کی کسی بھی جماعت میں جب کوئی ولی الشیطان التباس الحق بالباطل کرنے لگتا ہے تو اُس جماعت ومسلک کے ساتھ منسلک عوام وخواص کی اکثریت کو محض اِس وجہ سے اُس کی گمراہیاں نظر نہیں آتی کہ وہ اُن کے اپنے گروہ کا ہے گویا تعصب کے زنگ نے اُنکی بصارت وبصیرت دونوں سلب کی ہوئی ہے اور جنہیں ان گمراہیوں کا احساس ہوتا ہے اُن میں بعض اِنہیں اپنے نظریہ کا ووٹر اور مخالف جماعتوں سے کم برا سمجھ کر اُن سے صَرف نظر کر لیتے ہیں جبکہ بعض بے ضمیر اسلام فروش یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی محض وقتی مفادات اور بے ثبات اغراض فاسدہ کی بنیاد پر تعاون دیکر اُن کی ترقی کا سبب بنتے ہیں۔ اِس سلسلہ میں اگر کسی وقت کسی دوسرے مخالف مسلک والوں کی طرف سے اِن گمراہیوں کی نشاندہی کے لیے حق کی آواز اٹھائی جاتی ہے، ان کے انسداد واصلاح کا مطالبہ کیا جاتا ہے یا سادہ لوح مسلمانوں کو ان سے بچانے کی استدعا کی جاتی ہے تو باطل کے مقابلہ میں **''آوازِ حق''** کا ساتھ دینے کی بجائے اُسے دبانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور محض اِس جاہلانہ عناد کی بنیاد پر اُس باطل کو اسلام کا حصہ ثابت کرنے، اُسے جواز دینے اور اُس کا بول بالا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے، اسلام اور کفر کا مقابلہ کہہ کر ضعیف العقیدہ عوام کو حق کے مقابلہ میں آمادۂ فساد کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر واقف حال حضرات محو

حیرت ہوکر رہ جاتے ہیں جبکہ فریقین سے متعلق ناواقف حال غالب اکثریت عرصہ درازتک اسے اپنے اپنے انداز میں الاپتے رہتے ہیں،حق کو دبانے کے لیے جملہ ہتھ کنڈے استعمال کرنیوالے اہل باطل کی یہ غوغہ آرائی، التباس الحق بالباطل کرنے کی یہ شیطانی حرکت اور مذہبی عصبیت واندھیر نگری کو شیطان کی دوکان کوتحفظ دینے کے لیے استعمال کرنے کا یہ شیطانی ڈرامہ انجام کار اِن نمبر دو پیروں کی من گھڑت کرامات کا حصہ بن کر آئندہ نسل کی مزید گمراہی کا سبب بن جاتا ہے۔اِس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ پیر پرستی کی آلودگی کا زنگ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ اُس کے ہوتے ہوئے اچھے بھلے انسان بھی اندھے اور بہرے ہوجاتے ہیں۔

اِن معروضی حالات کودیکھنے والا ہر سنجیدہ انسان اولیاء الشیطان کا علماء سوٗ کو مذہب کے نام پراپنے شیطانی مقاصد کے لیے ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرنے کوشیطان کی دوکان کو تحفظ دینے کی بدترین مثال قرار دینے کے سوااور کیا کہہ سکتا ہے؟ ہم اِن نمبر دو پیروں کے پھندے میں پھنسے ہوئے توہم پرست مریدوں اور اِس شیطانی کاروبار کو پروان چڑھانے میں طاغوتی کردارادا کرنے والے علماء سوٗ کا کوئی گلہ کرسکتے ہیں نہ شکوہ کیوں کہ وہ بالترتیب توہم پرستی اورنفس پرستی کی ایسی گھٹاٹوپ اندھیروں میں مبتلا ہوچکے ہیں کہ صحیح معنی میں اسلامی تعلیم کے بغیر اُس سے نکلنا مشکل ہے۔اِس ماحول سے نکلے بغیر قرآن وسنت کی صحیح تعلیم کی طرف آنا ممکن نہیں ہے لہٰذا ہم اُن سے کوئی گلہ وشکوہ بھی نہیں کرسکتے لیکن ہم اُن باکردار باوقار علماء حق اور صحیح معنی میں اہل حق صلحاء و درویشوں اور اُن کے حلقہ اثر سے مستفیض ہونے والے اہل علم سے گلہ وشکوہ کرنے میں خود کوحق بجانب سمجھتے ہیں جو مذہبی شعور کی بدولت حق وباطل کی تمیز رکھتے ہیں، اسلامی اقدار کے تحفظ اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں اور تصوف وطریقت کو شرعی احکام پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا

موثر ذریعہ وصراط مستقیم سمجھ کر اولیاء الشیطان کی دخل اندازی واشتباہ کاری سے بچانا چاہتے ہیں۔ با ایں ہمہ نمبر دو پیروں کے ہاتھوں خلق خدا کو گمراہ ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی اُنہیں بچانے کی کوئی تدبیر نہیں کر رہے ہیں۔ علماء سوٗ اور اُجرتی واعظوں کے ہاتھوں ہونے والے اِس تعاون علی الاثم والعدوان کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی اُس کے خلاف ''آوازِ حق'' بلند کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور اولیاء الشیطان کے دجل وفریب کے انفعال میں سچے اولیاء اللہ کی بدنامی اور تصوف وطریقت کے پاکیزہ مقاصد کی پامالی کا علم وخبر ہوتے ہوئے بھی اُس کے خلاف فریضۂ تبلیغ انجام دینے سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ جب یہ علم، یہ مال ودولت، یہ وسائل، یہ منصب ومرتبہ اور آپ کی یہ تمام تر فکری وعملی صلاحیتیں اسلام کو بچانے کے کام نہیں آتیں، شعائر اللہ واقدار طریقت کو تحفظ دینے کے لیے متحرک نہیں ہوتی اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کی راہ میں معاون ومدد نہیں ہوتی تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ کیا آپ اسلام کے امین کہلانے کے قابل ہیں؟ کیا شریعت وطریقت کے پاسبان ہونے کی شرعی مسؤلیت انجام دے رہے ہیں؟ کیا اپنے اسلاف کے صحیح جانشین کہلانے کے مستحق ہیں؟ برائے خدا ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ کیجئے؟

اہل سنت وجماعت کا مظہر ومطلب

مجھے ان مخلصین کی سادگی پر بھی تعجب ہو رہا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے اپنے آپ کو اہل سنت کہنے پر فخر کرنے کے باوجود انہوں نے کبھی اہل سنت وجماعت ہونے کے معنی ومطلب پر بھی غور نہیں فرمایا کہ اہل سنت وجماعت ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محفل میلاد کریں چاہے عقیدہ جیسے بھی ہو، حضرت پیران پیر نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے نام گیارہویں کھائیں یا کھلائیں چاہے عمل جیسے بھی ہو، اُٹھتے بیٹھتے یا رسول اللہ کہتے پھریں چاہے کردار جیسے بھی ہو،

پیری مریدی کا شغل کرتے پھریں چاہے باطن جیسے بھی ہو، بزرگانِ دین کے مزارات پر جا کے ماتھے رگڑتے پھریں چاہے اس کا پس منظر جیسے بھی ہو۔نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اہل سنت و جماعت ہونے کا شرعی معنی و مفہوم اکابرین مذہب کی اسلامی دستاویزات جیسے شرح عقائد، شرح مقاصد، مواقف و شرح مواقف اور فقہ اکبر و شروح فقہ اکبر کے مطابق یہی کچھ ہے کہ اہل سنت و جماعت کہلانے والے کا ظاہر و باطن، قوتِ فکری و عملی اور عقیدہ و عمل، فرمان نبوی ﷺ ''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ'' کے مطابق ہو۔

اِس کے برعکس اگر کوئی شخص خود کو اہل سنت و جماعت مشہور کرتے ہوئے بھی عقیدہ و عمل کے حوالہ سے تعلیماتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہو، اہل بیت نبوت و صحابہ کرام کے برعکس ہو تو ساری دنیا مل کر اُسے اہل سنت کے نام سے پکارے تب بھی اللہ کے دین میں اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں اُسے ہرگز اہل سنت نہیں کہا جا سکتا لیکن افسوس اِس بات پر ہو رہا ہے کہ آجکل اہل سنت ہونے کے اِس لفظ کو جتنا سستا کیا گیا ہے، جتنا بے وزن و بے وقعت بنایا گیا ہے اور جتنا بے مقصد بنا کر ہر بدعتی و بدکردار کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے ماضی کے جھروکوں میں دور دور تک کہیں اِس کی مثال نہیں ملتی۔

مجھے یہاں پر از روئے تقیہ گیارہویں کھانے والوں سے کوئی تعرض ہے نہ فاسد اغراض کی تکمیل کے لیے پیری مریدی کا دھندہ کرنیوالوں سے کوئی کلام بلکہ میں تو اپنے اُن دُلاروں کی سادہ لوحی کا رونا رو رہا ہوں جو ہر چمکنے والی چیز کو سونا سمجھنے والے غافل کی طرح اہل سنت ہونے کے ہر دعویدار کو افرادِ خانہ سمجھ کر سر پر بٹھا دیتے ہیں چاہے اُس کا کردار جیسے بھی ہو، ہر گیارہویں کھانے والے کو ہم مذہب، ہم خیال اور ہم عقیدہ کہہ کر اپنی صفوں میں شامل کر لیتے ہیں اور نمبر ایک و نمبر دو کی تمیز کیے بغیر ہر مدعی ولایت کو اولیاء اللہ کے ہم منصب سمجھ کر پیر طریقت و رہبر شریعت جیسے القاب کے ساتھ نوازتے ہیں چاہے وہ سچے اولیاء اللہ کے

کردار کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ میں اپنے آستین میں سانپ پالنے والے اِن سادہ دلوں کا رونا رونے کے ساتھ افرادِ خانہ کے لباس میں اہل سنت کی چار دیواری کے اندر گھس کراُسے تاراج کرنیوالے چوروں سے گلہ نہیں بلکہ میرا شکوہ صَرف نظر کرنیوالے حقیقی اہل خانہ سے ہے اوراُنکی اِس سادگی پر افسوس کرتے ہوئے بغرض تبلیغ ونصیحت اُن سے پوچھنا چاہتا ہوں:

1. کیا کوئی بدعقیدہ شخص محض پیری مریدی کے شغل کرنے سے اہل سنت ہوسکتا ہے؟ جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ سچا مسلمان ہی نہیں ہے۔
2. کیا کسی ایسے تقیہ باز شخص کو جو محض دنیوی مفادات کی غرض سے گیارہویں کھانے سے لے کر مزارات اولیاء پر ماتھا رگڑنے جیسے جملہ رسمیات عامیانہ تک عمل کررہا ہو، اسلام کے بنیادی احکام کے منافی کردار کے حامل ہونے کے باوجود اہل سنت قرار دینے کی اسلام میں گنجائش ہوسکتی ہے؟
3. جس شخص کا عقیدہ وکردار اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ وتعلیماتِ اہل بیتِ نبوت و صحابہ کرام کے صراحتاً خلاف ہو یا وہ دین اسلام کے کسی ضروری مسئلہ کا صراحتاً منکر ہو یا کسی ایسے منکر کا پیروکار ہو، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسوں کو محفل میلاد وگیارہویں یا پیری مریدی جیسے کسی بھی عمل سے کوئی ثواب پہنچے یا اُس کا یہ عمل قابل قبول ہو یا خبثِ باطن کے باوجود وہ اپنے اِن اعمال کی بنا پر بخشا جائے۔

مجھے کامل یقین ہے کہ میرے یہ قابلِ احترام مخاطبین اگر ماحولیاتی عصبیت کی آلودگی سے پاک ہوکر اور فرقہ پرستی کی عینک اتار کر صاف ذہن سے اِن سوالات پر غور کریں گے تو اُن کا ضمیر اُنہیں نفی میں ہی جواب دے گا کیوں کہ سلف وصالحین اور سچے اولیاء اللہ کی تعبیر وتشریح کے مطابق قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس سے کوئی شخص کسی بدعقیدہ کی نماز کو قابل قبول کہہ سکے۔ جب خرابی عقیدہ کی وجہ سے کسی کی

نماز قابل قبول نہیں ہوسکتی تو پھر کوئی ماؤف العقل پاگل ہی کسی بدعقیدہ کی پیری مریدی کو قابلِ قبول قرار دے سکتا ہے یا کسی خبث باطن والے بدکردار کی گیارہویں ومیلاد شریف وغیرہ جیسے مذہبی رسمیات وفروعات کو عنداللہ وعندالرسول قابل پذیرائی کہہ کر اُسے اہل سنت میں شمار سکتا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جائز طریقے سے محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنا ،حُبِ رسول ﷺ کے جذبہ کے مطابق اُس میں شامل ہونا،اِس میں تعاون کرنا،اِسی طرح حضرت پیرانِ پیر نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے ایصال ثواب کی خاطر گیارہویں کا اہتمام کرنا، اُس میں شامل ہونا اور اُسے حاضرین کی مذہبی اصلاح وتبلیغ کا ذریعہ بنانا، یہ سب کچھ فروعی مسائل کے درجہ میں نہ صرف جائز بلکہ مستحبات ومعروفات اور ذرائع خیر کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں جن کے منکر کو مبتدع کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے ساتھ متصادم عقائد وکردار کے حامل لوگوں کو محض اِن فروعی باتوں کو اپنانے کی بنیاد پر اہل سنت قرار دیا جائے ،پیری مریدی کرنے کی بنا پر یا قادری، چشتی ،نقشبندی ،سہروردی سلسلوں کے ساتھ نسبت جوڑنے کی بنا پر نقالوں کو قبول کر کے اُن کا دفاع کیا جائے ،اُنکے ہاتھوں پھیلائی جانے والی گندگی کی ذمہ داری قبول کی جائے اور اِن باطل کاروں کو اہل حق کا حصہ بنا کر حقیقی اہل سنت کے زوال ورسوائی کا سامان کیا جائے۔

میری اِس تطہیری کاوش کی بارگاہِ نبوت ﷺ میں مقبولیت کے آثار ہیں کہ اِس کی اشاعت کے بعد گندم نما جوفروشوں کی نیندیں حرام ہورہی ہیں، اپنی شیطانی دوکانوں کی فکر میں وہ میرے خلاف ایک دوسرے سے ملاقاتیں کررہے ہیں، مخلصین اور سچے درویشوں کا اِس سلسلہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ سے رابطہ کرنے کے برعکس یہ دجاجلہ پس پشت ہی میرے خلاف غیبت کررہے ہیں۔ مجھے اپنے خالق ومالک جل مجدہ الکریم کی رحمت اور نبی اکرم

رحمتِ عالم ﷺ کی نگاہِ شفقت پر کامل یقین ہے کہ دنیا کے یہ پُجاری میرا بال بھی بیکا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے جبکہ میں انہیں کسی تجربہ کار کے اِس کلام کے مصداق سے زیادہ کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

اِنَّ قَوْمِیْ تَجَمَّعُوْا وَفِیْ قَتْلِیْ تُحَدِّثُوْا

وَلَا اُبَالِیْ بِجَمْعِهِمْ وَكُلُّ جَمْعٍ مُؤَنَّثٍ

یعنی اپنے پیٹ کی خاطر دین اسلام کو نقصان پہنچانے والے یہ دنیا دار میرے خلاف جماعت در جماعت سازشیں کر رہے ہیں، مشورے کر رہے ہیں اور ملاقاتیں کر رہے ہیں جبکہ میں اُنکی اِن تمام ریشہ دوانیوں کو مؤنثات (خواتین) کے اکٹھ سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دیتا۔

ولی اللہ کے لیے مخصوص لباس ضروری ہے نہ مزار

جو حضرات خود صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں، خود کسی کامل کے تربیت یافتہ ہونے کے بعد دوسروں کی بھی روحانی تربیت کرتے ہیں اور خود اپنے احوال کو شریعت کے سانچے میں فٹ کرنے کیساتھ اوروں کو بھی شریعت مقدسہ کی روشنی میں اصلاحِ احوال کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تو اُنہیں شریعت کی زبان میں سچے اولیاء اللہ کہا جاتا ہے چاہے کسی خانقاہ کے سجادہ نشین ہوں یا نہ ہوں، لوگ اُنہیں پیر و مرشد کہیں یا نہ کہیں اور اُن کے اس روحانی مرتبہ وعظمت کو کوئی جانے یا نہ جانے کیوں کہ حقائق کسی قید و بند پر یا کسی کے کہنے پر موقوف نہیں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سچے اولیاء کی پہچان وتعارف اِس طرح فرمایا ہے:

''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' (۱)

۱۔ یونس، 63۔

جسکے مفہوم کا خلاصہ قوت فکری وعملی میں راہ استقامت اختیار کرنا ہے یعنی کوئی بدعقیدہ وَلی اللہ ہوسکتا ہے نہ کوئی بدعمل اسی وجہ سے کل مکاتب فکر علماءِ ملت نے صحیح معنی میں ولی اللہ ہونے کیلئے جملہ کبائر اور اصرار علی الصغائر سے محفوظ ہونے کو اوّلین شرط قرار دیا ہے۔

جیسے فتاویٰ شامی میں ہے:

''فَیُشْتَرَطُ فِیْهِ کَوْنُهٗ مَحْفُوْظًا کَمَا یُشْتَرَطُ فِی النَّبِیِّ کَوْنُهٗ مَعْصُوْمًا''(۱)

یعنی سچے ولی اللہ ہونے کے لیے کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونا شرط ہے جیسے نبی کے لیے معصوم ہونا شرط ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے:''لِاَنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ مَحْفُوْظُوْنَ عَنْهُ''(۲)

یعنی اللہ کے سچّے ولی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔

شرح فقہ اکبر لملاعلی القاری میں ہے:

''فَاِنَّ الْوَلِیَّ مَنْ وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَلَمْ یَرْتَکِبْ شَیْئًا مِّنَ الْمُحَرَّمَاتِ''(۳)

یعنی سچّے وَلی وہ ہوتے ہیں جو اطاعت پر مداومت کریں اور محرمات میں سے کسی چیز کا بھی ارتکاب نہ کریں۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:''اَلْوَلِیُّ هُوَ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی وَصِفَاتِهٖ حَسْبَ مَا یُمْکِنُ الْمَوَاظِبُ عَلَی الطَّاعَاتِ اَلْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِی اَلْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاکِ فِی اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ''(۴)

۱۔ فتاویٰ شامی، ج 1، ص 43۔

۲۔ المبدء والمعاد، ص 23۔

۳۔ شرح فقہ اکبر لملاعلی قاری، ص 148۔

۴۔ شرح عقائد نسفی، ص 61۔

یعنی سچّے ولی اللہ وہ ہوتے ہیں جو حسب استطاعت اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق عرفان رکھیں، اطاعت گزاری پر ہیشگی کریں، گناہوں سے اجتناب کریں، دنیوی خواہشات ولذائذ میں مشغول ہونے سے بچیں۔

الغرض مسلمانوں کے کسی بھی قابلِ ذکر مذہب میں کسی بدعقیدہ وبدعمل کو ولی اللہ نہیں سمجھا گیا ہے کیوں کہ قرآن شریف کی مذکورہ آیت کریمہ کے مطابق سچّے اولیاء اللہ ہونے کے لیے قوتِ فکری وعملی کی درستی ضروری ہے جس کی تعبیر مذکورہ آیت کریمہ میں بالترتیب ایمان وتقویٰ سے کی گئی ہے۔ جس کا خلاصہ حضرت مجدّد الف ثانی نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

''طیران درین راہ بی این دو جناح اعتقادی وعملی میّسر نیست''(۱)

یعنی عقیدہ وعمل کی درستی کے بغیر ولایت کی راہ میں پرواز کرنا ممکن نہیں ہے۔

یہ سب کچھ ولایت عامہ کے لیے ضروری ہیں جبکہ ولایت خاصہ کے لیے اِن دونوں بازوؤں یعنی ایمان وتقویٰ اور قوت فکری وعملی کی درستی کے ساتھ ساتھ مقامات عشرۂ تصوف اورمنازل سلوک کا مسافر ہونا بھی ضروری ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) توبہ، (۲) زہد، (۳) توکل، (۴) صبر، (۵) شکر،
(۶) فقر، (۷) خوف، (۸) رجاء، (۹) حُب، (۱۰) رضا

یہ الگ بات ہے کہ منازلِ سلوک کے اِن مقامات کا حصول کبھی قبل الجذب فی انوار اللہ ہوتا ہے جسے صوفیاء کرام کی زبان میں سلوک قبل الجذب کہتے ہیں اور کبھی انوار اللہ میں جذب ہونے کے بعد ہوتا ہے جسے جذب قبل السلوک کہتے ہیں جن میں سے اوّل محبین کا رُتبہ ہے جبکہ دوسرا محبوبوں کا مرتبہ ہے۔ اولیاء اللہ کے یہ دونوں طبقے اپنے اپنے ماتحت

۱۔ المبداء والمعاد، ص 9۔

مختلف طبقات کے لیے بمنزلہ انواع عالیہ کے ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانی نے فرمایا ہے:

''باید دانست کہ قطع منازل سلوک عبارت از طی مقامات عشرہ است''(۱)

یعنی اہل تصوف وطریقت کی اصطلاح میں منازل سلوک پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ مقامات عشرۂ تصوف کو عملی طور پر طے کر کے اُن کے مقاصد اپنے اندر پیدا کیے جائیں۔

اِن حقائق کی روشنی میں جو صاحبِ خانقاہ وسجادہ نشین حضرات اِس شرعی معیار کے مطابق زندگی گزارتے ہیں یا کسی خانقاہ ومزار کے سجادہ نشین ہوئے بغیر ہی پیری مریدی کی شکل میں صالح و مصلح ہیں اور کامل ومکمل ہیں تو اُنہیں بالیقین اولیاء اللہ سمجھنا چاہئے، اللہ کے حبیب نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے وارث اور مسند ارشاد کے مستحق سمجھ کر اُن کا ساتھ دینا چاہئے، اُن کے قرب کو سعادت سمجھ کر اُن کی مخالفت کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی قوت شہوانی وغضبانی کو قوت عقلانی کا تابع ومحکوم بنا کر مقصد تخلیق کو پایا ہے، نفس اَمّارہ کی مخالفت کر کے رضاء مولیٰ کو اپنایا ہے اور قوت فکری و عملی کی امانتوں کو منشاء مولیٰ کے مطابق صرف کر کے اپنے آپ کو صاحب کرامت بنایا ہے جن کی یہ کرامات ایک لحظہ کے لیے بھی اِن سے جدا نہیں ہوتیں۔ ایسے قلب سلیم والے محفوظ عن الکبائر ہستیوں کی جو درجہ بندی سلف صالحین کی کتابوں میں پائی جاتی ہے اُس کی تفصیل آگے بیان کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہاں صرف اتنا اشارہ دینے پر اکتفا کروں گا کہ اِن ہستیوں کے فرِدِادنیٰ واعلیٰ کے مابین ایسے ہی مراتب متفاوتہ کثیرہ ہیں جیسے نوعِ سافل اور جنسِ عالی کے مابین انواع و اجناس متوسّطہ کے مدارج اپنے مافوق وماتحت کے لحاظ سے متفاوت ہوتے ہیں فرق صرف

۱۔ المبداء والمعاد، ص10۔

اتنا ہے کہ اجناس وانواع متوسطہ کا یہ تفاوت ان کے اجزاءِ ذاتیہ اور مقسم ومحصل ہونے کے اعتبار سے ہے جبکہ سچّے اولیاء اللہ کے اِن درجات وطبقات کا باہمی تفاوت ان کی قوت فکری وعملی اور تصوّف کے مقامات عشرہ میں شدّت وضعف اور کمی وزیادتی کے لحاظ سے ہے۔ یہاں پر اگر منطق ومعقول سے آشنا حضرات کی زبان میں یہ کہہ دوں کہ سچّے اولیاء اللہ کی حقیقت کلی مشکک ہے جس کا صدق اپنے تمام مصادیق وافراد پر یکساں نہیں ہوتا تو بے محل نہیں ہوگا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سچّے اولیاء اللہ کی اِس تعریف کے مطابق آج کل کوئی کامل موجود نہیں ہے تو میری فہم کے مطابق یہ اُس کی کورچشمی ہوگی کیوں کہ مرفوع حدیث کے مطابق اللہ کے سچّے ولیوں سے تاریخ کا کوئی حصّہ خالی نہیں ہوتا۔ جیسے حضرت جابر ابن سَمُرہ سے مسلم شریف میں مروی ہے:

''لَنْ یَبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ''(۱)

یعنی دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم پر عمل کرنے والے صلحاء اُمت کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک اُس پر محنت کرتی رہے گی۔

تو ظاہر ہے کہ دین اسلام کے تسلسل کا قیامت تک غیر منقطع رہنا یا متضاد قوتوں پر حُجّت ودلائل کے اعتبار سے غالب رہنا اپنے عاملین وحاملین کے بغیر ممکن نہیں ہے گویا اِس قسم کی تمام حدیثیں سچّے اولیاء اللہ کے وجود مسعود کے تسلسل اور غیر منقطع ہونے پر مقتضاء النص ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اِن روایات کو مسلّح مجاہدین کیساتھ خاص ہونے یا اِن میں وارد لفظ ''مُقَاتَلَه'' کو اَغیار کے ساتھ مسلّح تصادم کے معنی میں خاص ہونے کا تاثر دے کر غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں جو نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سُوءِ فہم ومغالطہ ہے جس کا بادلائل

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص 330۔

ردِ بلیغ میں نے اپنی دوسری تحریر ''اسباب زوال اُمت اور علاج'' میں کیا ہوا ہے جسے سمجھنا موجودہ دور میں ہر خاص و عام کی ضرورت ہے۔

سچّے اولیاء اللہ کے وجود مسعود کے غیر منقطع تسلسل سے متعلق علم الیقین ہونے کے ساتھ مجھے اس پر بھی عین الیقین حاصل ہے کیوں کہ میرے مشاہدہ میں ایسے سچّے اولیاء اللہ کی تعداد اکائیوں میں نہیں بلکہ درجنوں میں ہے کہ میں نے اندرون ملک و بیرون ملک زندگی کے مختلف شعبوں میں موجود سچّے اولیاء اللہ بکثرت دیکھے ہیں، اُن کی رفاقت پائی ہے اُن میں سے بعض کے ساتھ ملاقاتیں ہوئی ہیں اور بعض کے ساتھ نسبت تلمذ کا شرف پایا ہے ایسے میں سچّے اولیاء اللہ کے وجود سے انکار کرنے والوں کو میں کورچشم کہنے کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اولیاء اللہ ہونے کے لیے شرعی معیار کے آئینہ میں دیکھنے اور پرکھنے کی بجائے سب کو معاشرہ کی چاروں طرف پھیلے ہوئے فراڈیوں، کذابوں اور بے حقیقتوں کے آئینہ میں دیکھ کر حقیقت سے بھی انکار کیا۔ ایسے میں سچّے مشائخ اور اُن کے دامن فیض سے وابستہ اصحاب محراب و منبر حضرات کی دُہری ذمہ داری ہوتی ہے کہ اصل و نقل کا فرق بتائیں، سچّے اولیاء اللہ ہونے کے لیے شرعی معیار و شرائط کی وضاحت کریں اور نمبر ایک و نمبر دو کی تفریق و تمیز بتائیں تاکہ اصل کو بدنامی سے بچانے کے ساتھ نقل کی حوصلہ شکنی بھی ہو سکے اور ناواقف حال حضرات کو نصیحت ہونے کے ساتھ حقِ تبلیغ کی ادائیگی بھی ہو سکے لیکن افراد حیوان کے غیر مثلی ہونے کی طرح اصحاب محراب و منبر کی شکل میں انسانوں کے یہ افراد بھی یکساں نہیں ہیں کہ سب ذاتی اغراض اور دنیوی مصالح پر دین اسلام کو ترجیح دے کر حق گوئی کا فریضہ انجام دے سکے، لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر اصل و نقل کی تمیز بتانے کی جرات کر سکے، شریعت کے مجرموں، طریقت کے چوروں اور تصوف کے نام پر دجل و فریب کا زہر پھیلانے والے فراڈیوں کی دھمکیوں اور سازشوں کو خاطر میں لائے بغیر راہِ

استقامت پر جم سکیں۔سب کی تو بڑی بات ہے اگر اصحاب محراب ومنبر حضرات میں سے %50 بھی یہ فریضہ انجام دیں تو سب کچھ ٹھیک ہوسکتا ہے۔

جو بزرگانِ دین اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق ملت اسلامیہ کی آبیاری کر کے اللہ کو پیارے ہوچکے ہیں اُن کے سجادہ نشینوں میں وہ حضرات جواُن کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اُن کے مشن کی تکمیل کررہے ہیں، جس عظیم مقصد کے لیے اُنہوں نے اپنی جملہ صلاحیتوں کو وقف کیا تھا اُس میں اُن کی ہمکاری کررہے ہیں اوراس کے ساتھ اگر وہ خود بھی اپنے بزرگوں کی طرح اولیاء اللہ ہونے کے لیے شریعت وطریقت کے حوالہ سے مذکورہ معیار پر پورا اُتر رہے ہوں تو پھر اِنہیں بھی مرحوم بزرگوں کی طرح اولیاء اللہ ہی سمجھا جائے گا گویا ولی ابن ولی کا سلسلہ چل رہا ہے جس کی متعدد مثالیں اس وقت ہماری نگاہ میں موجود ہیں ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ''(۱)اور اگراس معیار پر پورانہیں اُترتے تو پھربھی وہ واجب التکریم والتوقیر ہیں، شرفا ہیں اور بزرگان دین کے صحیح جانشین وہمکار ہونے کی بنا پر ملّت اسلامیہ کے محسن ہیں لیکن ہر صحیح جانشین یا ہر محسن ملّت وکامل کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دوسروں کے لیے مربی ومکمل بھی ہوسکے، بیعتِ طریقت دے کراُس کے جملہ لوازمات وتقاضوں کو بھی پورا کرسکے۔اِس کی ایسی مثال ہے جیسے الٰہیات کا عالم ہونا اور مدرّس ومربی ہونا کہ ہر اچھے عالم کا مدرس ومربی ہونا ضروری نہیں ہے جبکہ الٰہیات کے ہر اچھے مربی ومدرس کا عالم الٰہیات ہونا ضروری ہے۔''عموم وخصوص'' مطلق کی اس نسبت کا ہی نتیجہ ہے کہ کتنے اچھے علماء دین وفقہاء اور فلاسفر ایسے ہیں جو تدریسی مہارت نہ رکھنے کی وجہ سے شاگردوں کی تربیت نہیں کرسکتے اور تدریس وتربیت کے ذریعہ اپنے علمی کمالات سے دوسروں کو مستفیض نہیں کرسکتے ہیں

۱۔ الحدید، 21۔

،شاگردوں کی تربیت کی واحد ذمہ داری اپنے استاذ پر عائد ہونے کی طرح مریدوں کی روحانی تربیت و تعلیم اُنہیں بیعتِ طریقت دینے والے پیرومرشد پر ہی عائد ہوتی ہے۔ گویا مسندِ تدریس کا منجانب اللہ امانت ہونے کی طرح مسندِ ارشاد و بیعت کے تقاضوں اور پیری مریدی کے شرعی مقاصد کو پورا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس امانت ہے۔ جس کا واحد ذمہ دار وہی ہوتا ہے جو اِس مسند پر فائز ہوکر لوگوں کو بیعت دیتا ہے۔ جس پر پورا اُترنے کے لیے رُتبہ ولایت کے شرعی معیار پر اُترنے کے بعد اولین شرط مریدوں کو روحانی تعلیم وتربیت دینے کی مہارت ہے۔ جس کی اہمیت کے متعلق حضرت مجدّد الف ثانی نے فرمایا:

''نزد فقیر تلقینِ ذکر در رنگ تعلیم الف وبے است مرصبیان را''(۱)

میرے نزدیک مریدوں کو تربیت و تعلیم دینے کی اہمیت اس طرح توجہ طلب ہے۔ جس طرح بچوں کو الف با پڑھانا یعنی ابتدائی تعلیم دینا توجہ طلب ہے۔

کون نہیں جانتا کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم اگر پوری طرح توجہ و جانفشانی کیساتھ نہ ہوتو وہ کبھی بھی بامراد نہیں ہوسکتے جس کا عملی نتیجہ آج کل دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ قربان جاؤں حضرت شیخ سرہندی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف پر کہ اُنہوں نے اِس مکتوب میں فطرت کی کیا ہی خوب عکّاسی فرمائی، شریعت وطریقت کی کیا زبردست ترجمانی کی اور پیری مریدی کی ذمّہ داریوں سے ناآشنا سجادہ نشینوں کی کیا ہی گوشمالی کی۔ (فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ)

جو حضرات بزرگانِ دین کے سجادوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اُن کی جانشینی کا دعویٰ کرتے ہیں اور کردار کے حوالہ سے نہ ''وُور'' ہیں نہ ''وَہ'' یعنی اِن بزرگوں کے مقدس مشن کی تکمیل و ہمکاری میں کچھ نہ ہونے کے ساتھ اس کے منافی کردار میں بھی کچھ نہیں ہیں

۱۔ مکتوب نمبر 26، حصّہ نور الخلائق، ج 4، دفتر 2، ص 70، مطبوعہ نور کمپنی لاہور۔

جسے کھوار زبان میں ''نہ دو رنہ وہ'' کہتے ہیں تو شریعت وطریقت کے حوالہ سے اُن کی حیثیت ہماری فہم کے مطابق عام لوگوں سے مختلف نہیں ہے کہ بزرگوں کے ترکہ میں وافر میراث پر بیٹھنے کی صورت میں شریف جاگیردار یا بصورت دیگر عام شہری ہیں ۔ بہر تقدیر گناہ گار و معصیت کار یا اپنے بزرگوں کے طریقۂ کار سے منحرف جیسے الزامات کے ساتھ اُنہیں مطعون نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ہرانسان اپنی استطاعت کے مطابق ہی زندگی گزارتا ہے جب بزرگوں والی فطرت وکمال ہی اِن میں موجود نہیں ہے تو پھراُن کے ہمکار نہ ہونے میں اِن کا کیا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا''(۱)

یعنی اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

بزرگانِ دین کے سجادوں پر بیٹھے ہوئے حضرات کا وہ طبقہ جو اپنے بزرگوں کے روحانی کمالات ومسندِ ارشار کے لیے ضروری علم کی صلاحیت سے تہی دست ہونے کی بنا پر اس تیار سٹیج سے روحانی خدمات انجام دینے سے خود تو عاجز ہے لیکن اپنے اسلاف کی مذہبی خدمات کے ساتھ قلبی لگاؤ اور اسلام کی خدمت کرنے کا جذبہ اُن میں موجود ہوتا ہے۔ جس وجہ سے وہ مذہب وروحانیت کے نام پر کام کرنے والوں کا ساتھ دینے میں سعادت سمجھتے ہیں اور اصلی ونقلی کی تمیز کیے بغیر مذہبی تنظیموں وشخصیات کے ساتھ مخلصانہ تعاون کرتے ہیں عملی طور پر اِن کی سادگی واخلاص سے وہی تنظیمیں فائدہ اُٹھاتی ہیں جو مزاج شناسی کا تجربہ رکھنے کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اسلام کا نام استعمال کرتی ہیں ۔ اِس ڈگر کی خانقاہوں سے ہمارے تجربہ کے مطابق تبلیغی جماعت والوں نے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے جبکہ بریلوی کہلانے والے مسلمانوں نے متعدد وجوہات کی بنا پر خود کو مذہبی استفادہ کے اِس

۱۔ البقرہ، 286۔

موقع سے پیچھے رکھا ہے۔

بزرگانِ دین کی خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کا وہ طبقہ جو اُن کے پاکیزہ کردار کے سراسر خلاف اور گوناگوں بے اعتدالیوں میں مصروف ہونے کی بنا پر اُن کی پاکیزہ ارواح کو اذیت پہنچانے کے ساتھ سادہ لوح عوام کی گمراہی کا بھی سبب بن رہے ہیں۔ ہمارے تجزیہ کے مطابق اِس ڈگر کے خانقاہ نشینوں کی شرح پیداوار سب سے زیادہ ہے اور افسوس بالائے افسوس یہ کہ علماءِ سُوء اپنے دنیوی مفادات کی خاطر اِن سب کی بے اعتدالیوں کو شرعی جواز دینے کے لیے اِن کے کاروباری عرسوں واجتماعات میں دھواں دار تقریریں جھاڑ کر عوام کو مزید گمراہ کرتے ہیں۔ مسلّمہ اولیاء اللہ جیسے کمالات وکرامات اِن بے حقیقتوں کی طرف منسوب کرکے التباس الحق بالباطل کرتے ہیں ''اَلَا اِنَّ اُوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''(۱) جیسی مقدس آیات کریمہ کو اِن پر چسپاں کرکے ''كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدُبِهَا الْبَاطِلُ '' کا فساد فی الدین کرتے ہیں اور ''وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا'' جیسے برحق نصوص سے غلط استدلال کرکے سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے کے ساتھ اشتباہ فی الدین کا ماحول بناتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک طرف شخصیت پرستی، قبر پرستی اور توہم پرستی جیسے غیر اسلامی حرکات کو اسلام میں داخل کرنے کا جرم کیا جارہا ہے تو دوسری طرف اسلامی تعلیمات سے محروم عوام کی دنیا ودین خراب کیا جارہا ہے جو اُمت مسلمہ کا المیہ ہے۔

خانقاہ نشینوں اور بزرگان دین کے سجادہ نشینوں کے اِن طبقات میں لوگوں کو بیعتِ طریقت دینے کے اہل شریعت وطریقت اور بزرگان دین سے منقول نا قابل انکار مسلّمات کی روشنی میں صرف اول الذکر دو طبقے ہیں جن کی فکر وعمل قرآن وسنت کے مطابق درست ہونے کے ساتھ پیرومرشد ہونے کے جملہ شرائط کے بھی مستجمع ہیں اور لوگوں کو بیعت

۱۔ یونس، 62۔

کرنے کے بعد اُن کی روحانی تعلیم وتربیت کی جملہ ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہیں اُن کے علاوہ باقی تینوں طبقوں میں سے کسی ایک کو بھی لوگوں کو بیعت دینے اور پیری مریدی کا سلسلہ چلانے کی اجازت شریعت میں ہوسکتی ہے نہ طریقت میں کیوں کہ بزرگوں کے جانشین ہوکر خانقاہوں سے متعلقہ اوقاف وجائداد کی تولیت وانتظام کرنا اور چیز ہے جبکہ پیری مریدی کے عنوان سے لوگوں کو بیعت دے کر اس کی شرعی ذمہ داریوں کو نبھانا اور چیز ہے۔

اوّل الذکر کے لیے جائیدادوں کے تحفظ وانتظام جیسے دنیوی مسائل کا علم ہونا ضروری ہے جبکہ ثانی الذکر کے لیے منصب ارشاد کے لوازمات وتقاضوں کو نبھانے کی صلاحیت ضروری ہے جس کے لیے صاحب ارشاد میں صلاحیت فکر وعمل، ایمان وتقویٰ جیسے لوازمات کیساتھ مریدوں کی روحانی تربیت کرنے کی عملی صلاحیت کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ پیری مریدی کا اصل مقصد حاصل ہوسکے کیوں کہ منصبِ ارشاد پر فائز صحیح پیرومرشد اپنے مریدوں کی روحانی تربیت وتزکیہ کرنے کے حوالہ سے بالواسطہ رسول اللہ ﷺ کا نائب وخلیفہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''(۱)

رسول اللہ ﷺ اُن کا تزکیہ فرماتے ہیں اور کتاب وحکمت کی اُنہیں تعلیم دیتے ہیں۔

نیز فرمایا: ''لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ''(۲)

اے حبیب ﷺ تاکہ تو نکالے لوگوں کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

۱۔ آلِ عمران، 164۔

۲۔ ابراھیم، 1۔

نیز فرمایا: ''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا''(۱)
اے لوگوں رسول ﷺ جو تعلیم و تربیت تمہیں دیں اُس پر عمل کرو اور جن باتوں سے تمہیں منع کریں اُن سے منع ہو جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ''(۲)
یعنی تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری سے متعلق اُس سے پوچھا جائیگا۔

ایک متوقّع کج فہمی کا پیشگی جواب

مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ یہاں پر آیت کریمہ ''لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِھِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ''(۳) جسے یہودیوں کی اجتماعی بے اعتدالیوں اور منصب تبلیغ سے روگردانیوں کو سببِ نزول بنا کر رہتی دنیا تک وجود میں آنے والے علماء اُمّت و صلحاء مّلت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو علی وجہ العموم تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ یہودی علماء و مشائخ کی بے اعتدالیوں سے سبق لیں، اُن کے انجامِ بد سے عبرت حاصل کریں اور اُن کی طرح قومی زوال کی بیماریوں میں مبتلا ہونے سے احتراز کریں لیکن اُمّت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے اکثر علماء سے لے کر پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں اور پیرزادوں کی شکل میں ہر طرف پھیلے ہوئے مذکورہ تینوں طبقوں کے حضرات یہ کہہ کر اس آیت کریمہ کے عمومی حکم سے روگردانی کریں گے کہ یہ صرف یہودی علماء و مشائخ کی مذمّت میں نازل ہوئی ہے۔ مجھے اس بات کا بھی پورا احساس ہے کہ اِن کے

۱۔ الحشر، 7۔

۲۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج5، ص38، حدیث نمبر 6370۔

۳۔ المائدہ، 63۔

ساتھ مربوط کچھ علماء حضرات اُن کے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے، اللہ کے نازل کردہ اس عمومی حکم کو یہودی علماء ومشائخ کے ساتھ مختص کر کے خود کو اس سے آزاد کرنے کے لیے اس طرح کا استدلال پیش کر کے خلقِ خدا کو گمراہ کریں گے کہ سورۃ مائدہ کی اس آیت کریمہ میں ''الرَّبّٰانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ'' کے دو نام استعمال ہوئے ہیں جن میں سے اول یہود کے علماء باطن کے ساتھ خاص ہے کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوا جبکہ دوسرا لفظ یعنی احبار یہود کے علماء ظاہر کے ساتھ خاص ہے کسی اور کے لیے استعمال نہیں ہوا اور یہودیوں کے اِن دونوں مذہبی رہنماؤں کے مقابلہ میں عیسائیوں کے علماء ظاہر کے لیے قسّیسین اور اُن کے علماء باطن کے لیے رھبان کے نام مقرر ہوئے ہیں جیسے فرمایا:

''ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ''(۱)

یعنی یہودیوں کی نسبت عیسائیوں کا اسلامی تعلیمات سے کچھ متاثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اُن میں قسّیسین ورھبان کے ناموں سے آسمانی کتابوں کے مطابق کچھ تبلیغ کرنے والے ظاہری و باطنی رہنما موجود ہیں۔

یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں اہل اسلام کے علماء ظاہر کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا''(۲)

جبکہ علماء باطن کے لیے اولیاء اللہ کا نام استعمال فرمایا ہے جیسے فرمایا:

''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ''(۳)

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے اندر تینوں آسمانی کتابیں رکھنے والے

۱۔ المائدہ،82۔

۲۔ فاطر،28۔

۳۔ یونس،62۔

مذاہب کے روحانی ومذہبی پیشواؤں کے لیے الگ الگ نام مختص کردیئے ہیں تو پھر کسی ایک کے لیے مختص شدہ ناموں کو دوسروں کے لیے استعمال کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے لہٰذا سورۃ مائدہ، آیت 63 میں مذکورہ رَبّانی واحبار اور اُن کے پیروکار گمراہ یہودیوں کی سرزنش و مذمّت کے لیے خاص طور پر نازل شدہ مخصوص حکم کو عام کر کے اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے علماء و اولیاء پر چسپاں کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

اِس کے جواب میں **اولاً** یہی کہوں گا کہ تینوں آسمانی کتابوں پر ایمان کے دعویداروں کے لیے مذکورہ ترتیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ناموں کے مخصوص کرنے کا دعویٰ غلط محض ہے ورنہ علماء کا لفظ یہود ونصاریٰ میں سے کسی کے لیے بھی استعمال نہ ہوتا حالاں کہ اِن دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَوَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ''(۱) تو ظاہر ہے کہ یہاں پر علماء بنی اسرائیل یہود ونصاریٰ کے تمام مذہبی رہنماؤں کو شامل ہے چاہے جس نام سے بھی مشہور ہو۔ اسی طرح اولیاء اللہ کا لفظ بھی اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ بھی تمام نوع بنی آدم کے اولین وآخرین تمام اقوام میں پائے جانیوالے اہل استقامت متّقیوں کے حق میں استعمال ہوا ہے کیوں کہ یہود ونصاریٰ کے علماء سوٗ اور اُن کے ناقص مشائخ کا وجود میں آنے سے بھی پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں آباد کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ''فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''(۲) ظاہر ہے کہ وصفِ ''لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ''اولیاء اللہ کا خاصہ ہے کہ کسی اور کے لیے ایسا اعلان نہیں ہوا عام اِس سے کہ ولایت کے جس رُتبے پر بھی فائز ہو اور سب

۱۔ الشعراء، 197۔

۲۔ البقرہ، 38۔

جانتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ میں جن اولیاء اللہ کے لیے یہ اعلان ہوا ہے وہ ہر اُمت کے اولیاء اور ہر دورِ تاریخ کے اولیاء کو شامل ہے تو پھر لفظ اولیاء اللہ کو اُمتِ محمدی علی صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ مختص قرار دینے کا کیا جواز ہے؟

ایسے میں مذکورہ ترتیب کے ساتھ اِن ناموں کو تینوں مذاہب کے علماء ظاہر و باطن کے ساتھ خاص بتانے کا مطلب تلبیس ابلیس کے سِوا اور کچھ نہیں ہے۔جس کے نتیجہ میں یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان کے ہم خصلت و ہم صفت علماء سُوء اور دُنیا پرست اولیاء الشیطان کو سادہ لوح مسلمانوں کی دُنیا و دین کے ساتھ کھیلنے کا موقع دیا جارہا ہے۔ نیز قرآن شریف جیسی عظیم کتاب وعظ و نصیحت کو انجانے میں کتابِ حکایت قرار دیا جارہا ہے اور رہتی دنیا تک وجود میں آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت و تبلیغ کے لیے نازل شدہ عظیم کتاب اللہ کو زمانہ نزول کے وقت موجود لوگوں کے ساتھ مختص کر کے مقصدِ نزول قرآن کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔اِن حضرات کی اس کج فہمی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے اتنا سوچنا بھی انہیں نصیب نہیں ہوتا کہ اس اندازِ استدلال سے تو تقریباً پورے کا پورا قرآن شریف،اس کے اندر موجود تمام آیات اور اُنکے جملہ احکام کو اُس کے زمانہ نزول میں موجود لوگوں کے ساتھ مخصوص قرار دینا پڑے گا جس کا تصوّر کوئی بھی مسلمان نہیں کرسکتا کیوں کہ قرآن شریف کی تقریباً تمام آیات اپنے وقتِ نزول کے حوالہ سے کسی نہ کسی شخص،قوم اور واقعہ و حادثہ کے درپیش ہونے کے سبب نازل ہوئی ہیں جنہیں مفسّرین کی اصطلاح میں اسبابِ نزول کہا جاتا ہے جبکہ بلا تفریق مسلک تمام اہل اسلام کے علماء کرام نے احکام اسلامیہ کے ثبوت کے لیے قرآنی آیات کے عموم الفاظ اور مفہومات عامہ کو بنیاد بنایا ہے خصوصیت سبب کو نہیں جس کے لیے اِن سب کا یہ متفقہ فیصلہ اور مشترکہ اصول ہے کہ:

''اَلْاِعْتِبَارُ لِمَفْهُوْمَاتِ الْاَلْفَاظِ لَالِسَبَبٍ خَاصٍّ''

یعنی قرآن شریف کی آیات سے ثبوت احکام کے لیے الفاظ کے مفہومات کا اعتبار ہے سبب نزول کا نہیں۔

ایسے میں یہودیوں کے خواص وعوام میں اُس وقت کے مطابق پائے جانیوالی خرابیوں کا اِس وقت اپنے اندر پائے جانیکے باوجود اِن سے صَرفِ نظر کرنا، ان مشترکہ امراض کے انجام بد یا اُنکے علاج میں فرق بتانا اور مرض کی موجودگی کے باوجود اُس کے وجود سے انکار کر کے خود کو اُس سے مستثنیٰ قرار دینا تلبیس ابلیس نہیں تو اور کیا ہے؟

ثانیاً:۔ قرآن شریف نے جن اشخاص یا جن اقوام کو موردالزام ٹھہرا کر سرزنش کی ہے یا اُن کی مذمّت بیان کی ہے وہ اُن کے ناموں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اُن کے بُرے کاموں کی بنیاد پر ایسا کیا ہے۔ مثال کے طور پر فرعون، قارون وہامان وغیرہ کے انجام بد کو اُن کی مذّمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو اس لئے نہیں کہ اُن کے یہ نام کیوں تھے بلکہ اُن نام والوں کے بُرے اعمال کی وجہ سے وہ سب کچھ ہوا جو اُن کے ساتھ ہوا۔ اِسی طرح احبار ورھبان اور قسیسین وربانی بھی بنی اسرائیل کے مذہبی رہنماؤں کے خاص نام تھے قرآن شریف میں جگہ جگہ اُن کی جو مذّمت وسرزنش کی گئی ہے یہ اُن کے اِن ناموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی بدکرداری کی بنیاد پر ہے تو ظاہر ہے کہ کردار چاہے اچھے ہوں یا بُرے حقائق کے قبیل سے ہیں جو الفاظ یا ناموں کے بدل جانے سے بدلتے ہیں نہ تاریخ کے بدل جانے سے تبدیل ہوتے ہیں مثال کے طور پر دین فروشی اور شریعت وطریقت کے لباس میں خلقِ خدا کو دھوکہ دینا، جھوٹ بولنا اور دین کے نام پر التباس الحق بالباطل کرنا حقائق خبیثہ ہیں جو ہر مذہب میں اور تاریخ کے ہر دور میں معیوب ومذموم ہیں اللہ کے کسی بھی پیغمبر نے ان کی اجازت نہیں دی اور اِن کی سزائیں

بھی اُن کے اپنے مراتب کے مطابق نا قابلِ تبدیل ہیں۔اِن کے ارتکاب کرنے والے مذہبی رہنمایانِ بنی اسرائیل کو جو سزائیں دی گئیں تھیں یا اُن کی جو سرزنش و مذمت بیان ہوئی ہے وہی سزائیں اور وہی سرزنش ومذّمت اُمّت محمدی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نمبر دو علماء و مشائخ کے لیے بھی مقرر ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَمَاهِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ''(۱)

یعنی گزشتہ بدکرداروں کو دی گئی سزائیں بعد میں آنے والے ظالموں سے دور نہیں ہیں۔

گواہ بھی چُست مُدّعی بھی چُست

نمبر دو مشائخ کے اس دجل وفریب کا سب سے خطرناک پہلو اُن کا بنایا ہوا وہ ماحول ہے جس کے مطابق اُن کے حاشیہ بردار علماءِ سُوء شریعت وطریقت کے نام پر اُن کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو اسلام کا حصّہ ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں، سلف وصالحین کی طرف منسوب کچھ بے سند قصے کہانیوں کا سہارا لے کر اِن کی شرکیات وبدعات اور جہلیات کے جواز کے لیے سند ڈھونڈتے ہیں اور اِن گمراہیوں کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے والے اہلِ حق کو معاشرہ میں بدنام کرنے کے لیے ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ'' جیسی روایات کو اُن پر چسپاں کر کے ایک طرف سادہ لوح عوام کو گمراہ کر دیتے ہیں تو دوسری طرف ان دجاجلہ کو سچے اولیاء اللہ کی صف میں ہونے کا تاثر دے کر اُن کے اس گھناؤنے کاروبار کو وسعت دیتے ہیں، گویا گواہ بھی چست اور مدّعی بھی چست۔اِس پر مستزاد یہ کہ نہی عن المنکر کرنیوالے صحیح مبلغین کی آوازِ حق کو دبانے کی اس طرح کوششیں کرتے ہیں جس طرح پیغمبرِ برحق رحمتِ عالم ﷺ

۱۔ ھود،83۔

کے منکر قرآنی تبلیغ کو بے اثر کرنے کے لیے شوروغوغا سے کام لیا کرتے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛

''وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ''(۱)

یعنی حق کے مقابلہ میں دُنیوی مفادات کو ترجیح دینے والے منکرین نے کہا کہ تم اس قرآن کی تبلیغ پر کان مت دھرو اور اُسے بے اثر کرنے کے لیے اُس کے خلاف شوروغوغا شروع کرو تا کہ اُسے بے اثر کرنے میں کامیاب ہوسکو۔

جس قوم کا مذہبی ماحول اس حد تک آلودہ ہو چکا ہو اُن کا راہ راست پر آنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اُنہیں گمراہی سے بچانے کے لیے حق کی تبلیغ کرنے والے اسلامی مبلّغین کی راہ میں بھی ویسے ہی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں جیسے پیغمبرِ اسلام رحمتِ عالم ﷺ کی راہ تبلیغ میں قدم قدم پیدا ہوا کرتی تھیں کیوں کہ شرک اور پیر پرستی کے مفہوم ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باوجود آغاز وانجام کے حوالہ سے توہم پرستی اور اندھی تقلید اِن دونوں کے مابین اقدار مشترکہ ہیں کیوں کہ اِن دونوں کی ابتدا توہم پرستی سے ہونے کے بعد ترقی کرتے ہوئے ایک ماحول تشکیل پاتا ہے، افراد معاشرہ کا ایک ذہن بن جاتا ہے اور ایک مخصوص نظریہ ومذہب کی شکل اختیار کر جاتا ہے جس کے بعد آئندہ کی نسلیں اُسے اُسی رنگ میں لیتے ہوئے لاشعوری میں نسل درنسل آگے بڑھاتی جاتی ہیں جسے تقلید آباء، تقلید جامد یا اندھی تقلید اور تقلید عمیاء جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے گویا اِن دونوں کے آغاز اور ابتدائی وجود توہم پرستی کی پیداوار ہوتا ہے جبکہ بعدازاں مخصوص ماحول تشکیل پانے کے بعد حق کے مقابلہ میں اندھی تقلید اور لاشعوری کی جذباتی رفتار اِن کی روزافزوں ترقی میں ثانوی کردار ادا کرتی ہے۔

۱۔ الفُصلَت،26۔

جہل مرکب اور اندھی تقلید کا فرق

حق کے مقابلہ میں باطل کو اور روشنی کے مقابلہ میں جہل کے اندھیرے کو گلے لگانے میں تقلیدی ماحول چاہے بت پرستی کا ہو یا پیر پرستی کا بہر تقدیر تبلیغ حق کی راہ میں چٹان ہونے کے باوجود جہل مرکّب کی طرح نا قابل تحلیل یا نا قابل علاج نہیں ہے کیوں کہ جہل مرکّب کے مرض کا علاج اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا ہے جبکہ ماحولیاتی جہل اور اندھی تقلید کے مرض سے نجات پانے کے لیے قرآن وحدیث کی تبلیغ کو علاج بتایا ہے جیسے ارشاد فرمایا:

''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَشِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ''(۱)

نیز فرمایا:''قَدْجَآءَ تْكُمْ مَّوْعِظَةٌمِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِمَافِی الصُّدُوْرِ ''(۲)

اسلامی تعلیمات کے برعکس جہل مرکّب میں مبتلا انسان بُت پرستوں کی شکل میں ہوں یا پیر پرست کی شکل میں، ضرورتِ دینیہ سے منکر کی شکل میں ہوں یا صراطِ مستقیم کے متضاد کسی اور صورت میں بہر حال نا قابلِ علاج ونا قابلِ اِصلاح ہیں جس وجہ سے قرآن وسنت کے اس یقینی نسخہٗ شفاء سے اُن کے مرض کا ازالہ ممکن نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَ ''(۳)

اِس آیت کریمہ کی تفسیر وتشریح میں مختلف مکاتب فکر مفسّرین کرام کی طرف سے بہت کچھ منقول ہونے کے باوجود اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ اس کے

۱۔ الاسراء،82۔

۲۔ یونس،57۔

۳۔ البقرہ،6۔

مصداق میں وہی بد بخت لوگ مراد ہیں جو دینِ محمدی ﷺ کے حوالہ سے جہل مرکّب کے مرض میں مبتلا ہیں۔ الغرض اسلامی تعلیمات کے منافی نظریات و کردار کے حامل لوگوں کی بے اعتدالیاں چاہے جس انداز میں بھی ہو اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو جہل مرکّب کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہوں۔ اِس کے علاوہ چاہے تقلید مخطی میں مبتلا ہو یا جہل بسیط کی کسی اور شکل میں اُن میں تبلیغ حق کے ذریعہ گمراہی سے بچانے کے حوالہ سے سب سے زیادہ مشکل کام ماحولیاتی جہل کے اسیروں اور اندھی تقلید کے مرض میں مبتلا لوگوں میں علم حق کی روشنی پیدا کرنا ہوتا ہے حق کے مقابلہ میں اکابر پرستی اور اندھی تقلید کے اس مرض کا تبلیغ قرآن کے نسخۂ شفاء کے ذریعہ علاج کرنا سچے مبلغ اسلام کیلئے اپنے تمام تر مشکلات، راستے کے تمام کانٹوں اور ہر سمت سے آنے والی بادِ مخالف کے تھپیڑوں کے باوجود نا قابلِ علاج اور مایوس کن نہیں ہے۔ جہل مرکّب اور اندھی تقلید کے مابین اس فرق کی بنیاد پر حضور رحمتِ عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ابوجہل سمیت جو لوگ جہل مرکّب کے مرض میں مبتلا تھے تبلیغِ نبوی ﷺ اور شفاء قرآنی کے اس یقینی نسخۂ شفاء سے اُنہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا جبکہ تقلید جامد جیسے دیگر امراض میں مبتلا حضرات نے انجام کار شِفا پائی، اپنی عاقبت سنواری اور اپنے سابقہ کردار پر نظر ثانی کرنے کی توفیق پائی۔

اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کی اقتداء میں ہر دور تاریخ کے سچے مبلغین اسلام چاہے محراب و منبر کے حوالہ سے ہو یا خانقاہی نظام تبلیغ کے رنگ میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے اپنے معاشرہ کے کج کلاہوں کو راہِ استقامت دکھاتے رہے ہیں، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے اور جہل مرکّب کے مریضوں سے لے کر اندھی تقلید کے جراثیم زدوں تک سب کی شفاء یابی کے لیے قرآن شریف کے اس نسخۂ شفاء کی تبلیغ کرتے

رہے ہیں جس کے نتیجہ میں وقت کے ابوجہلوں (یعنی جہل مرکّب کے لاعلاج مریضوں) پر اِتمامِ حجّت ہونے کے ساتھ اسلامی تعلیمات سے متصادم ماحول کے مریضوں کا بھی علاج ہوتا رہا، اندھی تقلید کے ظلماتِ متلاطمہ کے اندر نورِ اسلام اپنی جگہ بناتا رہا، دوزخ کے کنارے پہنچے ہوئے بدراہوں کو راہ استقامت کے کنارے لگاتا رہا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نورِ حق کی روشنی اپنی تمام تر خصوصیات وامتیازات کے ساتھ محفوظ ہوتے ہوئے نسل در نسل آگے منتقل ہوتا رہا ورنہ اگر ان سچے اولیاء اللہ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر ناجائز مسلط ہونے والے نفس پرستوں کے ہاتھ مضبوط کرنے والے دین فروش علماءِ سُوء وکلمہ فروش اولیاء الشیطان کے ہاتھوں حق کا یہ چراغ کب کا بجھ چکا ہوتا کیوں کہ شریعت وطریقت کے مقدس چہرہ پر ان بدنما داغوں کا منحوس وجود کوئی اچانک حادثہ نہیں ہے بلکہ خلافت علی منہاج النبوت کے سنہرے دورِ اسلام کے بعد خلافت کے نام پر ملوکیت کے مسلم استعمار کے نتیجہ میں قیادتِ مذہبی وسیاسی کی راہیں ایک دوسرے سے جدا ہونے کی بِنا پر جہاں مسلم اُمّت کی سیاسی قیادت پر مسلّط دُنیا پرستوں نے علماء سُو کو استعمال کیا وہاں نمبر دو مشائخ سے بھی خوب کام لیا گویا مسلم اُمّت پر مسلّط اِن تینوں طبقوں نے اپنے اپنے رنگ میں اسلام کو نقصان پہنچایا۔ اِس داستانِ غم کے اُن جزئیات کی تفصیل کو اگر یہاں پر بیان کروں جو تاریخ کے ریکارڈ پر موجود ہے تو مجھے یقین ہے کہ اکابر پرستی کی اندھی تقلید میں مبتلا علماءِ عصر میرے خلاف کفر سے کم کسی فتویٰ پر اکتفاء نہیں کریں گے کیوں کہ:

''اَلنَّاسُ اَعْدَآءٌ لِمَاجَهِلُوْا''

یعنی لوگ جس بات سے ناآشنا ہوں اُس کے دشمن ہوتے ہیں۔

کچھ ایسی صورت حال سے دوچار خاندانِ نبوت کے عظیم امام المسلمین حضرت امام زین

العابدین ﷺ نے فرمایا تھا۔

اِلٰھی جَوَاھِرُ عِلْمٍ لَوْاَبُوحُ بِھَا　　لَقِیْلَ لِی اَنْتَ مِمَّنْ یَعْبُدُ الْوَثَنَا

وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ مُسْلِمُوْنَ دَمِیْ　　وَیَرَوْنَ اَقْبَحَ مَایَعْمَلُوْنَہٗ حَسَنًا

یعنی اے اللہ تو ہی فیصلہ فرما کہ میں اگر اپنے علم کے تقاضوں کو ظاہر کروں تو ناواقف حال حضرات مجھ پر کافر و مشرک ہونے کا فتویٰ لگائیں گے اور مجھے مباح الدم قرار دیں گے حالاں کہ وہ خود اپنی بے علمی کی وجہ سے اندھیر نگری میں مبتلا ہیں۔(۱)

ایسے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نمبر دو پیروں اور علماءِ سُوء کی تاریخ وار تفصیل بیان کر کے قارئین کو حیرت میں ڈالنے کی بجائے حضرت عبداللہ ابن مبارک المتوفی 181ھ کے تجربات و تاثرات پر اکتفا کروں جنہوں نے دولت بنی اُمیہ و بنو عباسیہ میں ان تینوں طبقوں کے ہاتھوں اسلام کو پہنچنے والے نقصانات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد آئندہ نسلوں کو اس سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا:

رَئَیْتُ الذُّنُوْبَ مُمِیْتَ الْقُلُوْبِ　　وَقَدْ یُوْرِثُ الذِّلَّ اِدْمَانُھَا

وَتَرْکَ الذُّنُوْبِ حَیَاۃَ الْقُلُوْبِ　　وَخَیْرٌ لِنَفْسِکَ عِصْیَانُھَا

وَھَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ　　وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُھْبَانُھَا

یعنی میں نے اپنے مشاہدات میں معصیت کاریوں کو مسلمانوں کے دلوں کا قاتل پایا جن پر مداومت کرنیکے نتیجہ میں زوال و پستی ان کا مقدر ہوتی ہے اور معصیت کاریوں سے بچنے کو مسلمانوں کے دلوں کی زندگی پایا اور اے مسلمان! گناہوں سے دور رہنا تیرے لئے بہت اچھا ہے اسلام میں بگاڑ و فساد پیدا نہیں کیا مگر اُمت مسلمہ کے سیاسی

۱۔ الفتوحات المکیہ شریف، ج1، ص32۔

اقتدار پر مسلّط طبقہ اور اُنکے دست و بازو بننے والے علماءِ سُو و نمبر دو پیروں نے ۔(۱)

حضرت امام عبد اللہ ابن مبارک کے یہ اشعار نہ صرف نصیحت ہیں بلکہ زوالِ اُمتّ کی شروعات کے بنیادی اسباب کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت ختم ہو جانے کے بعد سیاسی اقتدار کا عملی طور پر مذہب سے آزاد ہونے کی بنا پر مذہبی قیادت کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے شریعت و طریقت کی راہیں ایک دوسرے سے جدا کردی اور درباری مشائخ و علماسوٗ کو مسلم استعمار نے اپنے مفاد میں استعمال کیا۔ انجام کار مسلمانوں کے ظاہر و باطن پر مسلّط ہونے والے یہی تین طبقے اولین و آخرین اسباب زوال مسلم بنے۔(اَللّٰھُمَّ اَنجِ مِنھُمُ الْاُمَّۃَالْمُسْلِمَۃَ، آمین)

یہ ہوا حضرت امام المحد ثین نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے مذکورہ اشعار کا خلاصہ جس میں اسباب زوال مسلم کے شروعات کی نشان دہی کے ساتھ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو ان سے آگاہ ہونے کی مشفقانہ نصیحت بھی ہے۔

امام المحدّثین کی بصیرت

سطحی ذہن کے جملہ مکاتب فکر حضرات، امام المحد ثین کے ان اشعار سے استدلال کرتے ہوئے مذکورہ تینوں طبقوں کو زوال مسلم کے اسباب میں تو شمار تے ہیں جبکہ اس تاریخی کلام کی تشریح کی طرف توجہ دینے والے نہیں ہیں۔ میں نے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر جس حد تک اس کے اجزاء ترکیبی پر غور کیا اُس کا خلاصہ اپنی فہم و ادراک کے مطابق نذر قارئین کیے دیتا ہوں جس کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل چند تمہیدات کو سمجھنے کی ضرورت ہے:

❶ **اقوام** اور اُن کے نظریات کی زندگی و موت کا دار و مدار اُن کے دلوں کی زندگی و

۱۔ اغاثة اللهفان من مصائد الشيطان، ج 1، ص 382، مطبوعه بيروت۔

موت پر ہوتا ہے۔ جس قوم کا دل زندہ اُن کا عمل بھی زندہ اور جس کا دل مردہ اُس کا عمل بھی مردہ اور قوموں کے دلوں کو عمل کی راہ میں اجتماعی طور پر زندہ رکھنے کے لیے صالح قیادت کا ہونا ضروری ہے تا کہ بیک وقت اُمت کے سیاسی مفادات سے لے کر مذہبی مفادات تک سب پر یکساں نظر رکھے، سیاسی فساد کاروں سے قوم کو بچانے کے ساتھ ساتھ مذہب وروحانیت کے پردہ میں بگاڑ پیدا کرنے والے گندم نما جوفروشوں کو لگام دے، دین کے نام پر بدعت فروشی کرنے والوں کی منحوس راہوں کو بند کرے جس کے نتیجہ میں پوری قوم کو ذہنی سکون میّسر ہو اور وہ زندہ دلی کے ساتھ مختلف شعبہ ہائے حیات کی راہ عمل میں ترقی وعروج کے منازل طے کر سکے، راحت وغیرت کی زندگی پا سکے اور خود ترقی یافتہ ہو کر دوسروں کے لیے معلّم خیر بن سکے جو بعثت محمدی وشریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی تکمیل اور منشاء مولیٰ کا مظہر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ''(۱)

یعنی اللہ کی شان کریمی کا یہ عالم ہے کہ اُس نے باطل پرستوں کے علی الرغم اپنے قانون کو جملہ قوانین عالم پر بالادست کرنے کے لیے ہدایات دے کر اپنے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔

قرآن شریف میں جا بجا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی منشاء کے اس اظہار کے بعد بعثت نبوی اور شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان رکھنے والے جملہ اہل اسلام پر لازم ہوتا ہے کہ اسکی تکمیل کے جملہ ذرائع پر عمل کریں جن میں سب سے اہم، سب سے مقدّم اور سب سے زیادہ ضروری وموثر ذریعہ صالح قیادت کا انتخاب کرنا ہے

۱۔ التوبہ،33۔

جس کی بدولت بیضۃ الاسلام کا تحفظ ہوتا ہے، کلمہ توحید کے تقاضوں پر عمل ہونے کے ساتھ توحیدِ کلمہ یعنی اتحاد بین المسلمین کا فریضہ بحال ہوتا ہے اور جملہ اہل اسلام کی شیرازہ بندی ہونے کے ساتھ ہر ایک کو امن وسکون وحیاتِ قلبی کی زندگی میسر ہوتی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ''(۱)

یعنی نرینہ وزنانہ سے قطع نظر جو قوم بھی منشاء مولیٰ کے مطابق عملی زندگی اپناتی ہے ہم اُسے راحت وسکون کی زندگی عطا کرنے کے ساتھ بالیقین اُن کے اچھے اعمال کا اجر اُنہیں دیتے ہیں۔

جیسے صالح قیادت کی بدولت مسلمانوں کی اجتماعی زندگی حیات طیبہ بن جاتی ہے، من حیث القوم اُن کے قلوب وضمیر زندہ ہوجاتے ہیں اور تمدّنی زندگی کے مراحل میں ترقی وعروج اُن کا مقدر بن جاتا ہے، اسی طرح اس کے فقدان کے منحوس نتیجہ میں طوائف الملوکی کے ساتھ طوائف المذہبی جنم پاکر دلوں کی اجتماعی مردگی کا سبب بن جاتی ہے، اجتماعی مفاد پر انفرادیت وخودغرضی کی دراندازی ہوجاتی ہے اور جملہ شعبہ ہائے حیات میں زوال وانحطاط کی سرایت ہوجاتی ہے۔

۲ **قرآنی** تعلیمات کے مطابق کلمہ توحید سب پر فرض ہونے کی طرح جملہ مدّعیان اسلام پر توحیدِ کلمہ بھی فرض ہے یعنی اتحاد بین المسلمین کا ماحول پیدا کرنے کیلئے ہمہ تن مصروف رہنا سب پر نماز، روزہ فرض ہونیکی طرح فرض عین ہے جس سے پیدا ہونیوالے ماحول سے سب کے دلوں کو حیات نو میسر آجاتی ہے اور اس فریضہ پر من حیث القوم عمل

۱۔ النحل،97۔

درآمد کرانے کی تمام تر ذمہ داری مسلم ریاست پر عائد ہوتی ہے جو صالح قیادت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور صالح قیادت کا انتخاب مسلم اتحاد و اخلاص کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۳ **حکمرانوں** کے کردار کا عوام پر اثر پذیر ہونا ایک فطری بات ہے جو زمانہ کے بدل جانے سے نہیں بدلتی کیونکہ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ ''یعنی رعایا کا اپنے حکمرانوں کے انداز و اطوار پر چلنے کی فطرت زمانہ کے بدلنے کیساتھ بدل جانیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اِس بات کی مکمّل تحقیق ہم اپنی دوسری کتاب **''اسبابِ زوالِ اُمّت اور علاج''** میں درج کر چکے ہیں۔

۴ **مذہبی** رہنماؤں کے ساتھ عام مسلمانوں کی وابستگی ناگزیر ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کا تعاون حاصل کیے بغیر کوئی بھی غیر صالح قیادت مسلمانوں پر مسلّط نہیں ہو سکتی، اگر وقتی طور پر مسلّط ہو بھی جائے تو دوام و استحکام نہیں پا سکتی۔

۵ **مذہبی** رہنماؤں کی طرف سے غیر شرعی اور غیر صالح قیادتوں کے ساتھ تعاون کرنے یا اُن کے استحکام کا موجب بننے کی چند صورتیں ہیں۔

اول:۔ کھل کر اُن کے مدد کی جائے، اُن کے جرائم کے لیے شرعی جواز پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور اُن کے غیر اسلامی تسلّط کو جائز قرار دے کر کتمانِ حق کے جرم کا ارتکاب کیا جائے جیسے بنواُمیّہ و بنوعبّاسیہ کے دور میں درباری علماء و مشائخ نے کیا تھا جن کی تفصیل سے کُتب تاریخ بھری پڑی ہیں۔

دوم:۔ اُن کا اپنے سیاسی مفاد میں کی جانے والی مذہبی تفریق کو عملی طور پر تسلیم کیا جائے اس کی مثال بھی بنواُمیّہ و عباسیہ کے دور سے شروع ہو کر اب تک تسلسل کے ساتھ جاری ہے کیوں کہ مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر ناجائز تسلّط جمانے والوں کو دوام و استحکام

تبھی میسر ہوگا جب ''وہ لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی شیطانی پالیسی پر عمل کریں گے، اسی بنیاد پر مولانا اور صوفی کی تفریق کی گئی اور شریعت وطریقت کی راہوں کو جدا مشہور کرنے کے ساتھ ہر طبقہ میں اصل کے ساتھ نقل کے لیے بھی گنجائش پیدا کی گئی ورنہ آغاز اسلام سے لیکر اختتام خلافت راشدہ تک روح تصوف اور حقیقت علم باطن جیسے سب کچھ احکام اسلام کے اندر موجود ہونے کے باوجود مولانا کی کوئی اصطلاح تھی نہ صوفی کی، کسی نے مولانا ابوبکر یا مولانا عمر یا مولانا علی ومولانا حسن وحسین نہیں کہا، کسی نے طریقت کو شریعت سے جدا کوئی چیز نہیں سمجھا اور کسی نے بھی مولانا وصوفی کی تفریق یا علم ظاہر وعلم باطن کے حاملین کو ایک دوسرے سے متضاد قرار نہیں دیا بلکہ یہ سب کچھ مسلم استعمار اور اُمّت مسلمہ پر ناجائز تسلّط جمانے والے نااہل قیادتوں کی پیدا کردہ سازشیں ہیں جن کو عملی طور پر قبول کر کے کچھ درباری علماء ونمبر دو مشائخ اُن کے استحکام کا سبب بنے۔ اگر طبقہ اہل حق حضرات امام ابوحنیفہ وشافعی، احمد ابن حنبل ومالک، اوزاعی، عبداللہ، بن مبارک اور اہل بیت نبوت کے حضرت امام زین العابدین وامام جعفر صادق جیسے عظماءِ اسلام کا وجودِ مسعود نہ ہوتا تو ان نمبر دو علماء سُو ومشائخ کی مدد سے مسلم استعمار کے اُن ظالموں کے ہاتھوں سب کچھ مسخ ہو چکا ہوتا۔

اسلام کے حوالہ سے یہ جو کچھ اپنی اصلی شکل میں ہم تک پہنچا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی نظام قدرت ہونے کے علاوہ ان پاکیزہ نفوس جیسے ہزاروں اہل حق مخلصین اسلام کی قربانیوں کا نتیجہ ہے جنکے متعلق اللہ کے حبیب نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ''(۱)

۱۔ ابن ماجه شریف، ص 287۔

یعنی میری اُمت اجابت میں اہل حق کی ایک جماعت ہمیشہ رہے گی جو مخالفین کے علی الرغم حق کا چراغ جلائے رکھنے میں بامراد ہوگی اور یہ پاکیزہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سوم:۔اپنی مذہبی قیادت ورسوخ کو محض دنیاوی مفادات کے لیے استعمال کرکے مسلمانوں کے سیاسی مسائل سے بے غم وغرض ہوجائے ایسے ہی نمبر دو مشائخ وعلماءِ سُو کی غیر اسلامی روش سے اُمت کو آگاہ کرنے کے لیے نبی اکرم رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''مَنْ لَمْ یَھْتَمَّ بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَیْسَ مِنْھُمْ''(۱)

یعنی جو مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کیساتھ غم وغرض نہیں رکھتا وہ اُن میں سے نہیں ہے۔

ایسے اولیاء الشیطان ودرباری علماء کی مثال بنواُمیّہ کے دور سے لے کر اب تک مسلسل چلی آرہی ہے جس کی شرح وتفصیل بتانے کے لیے دفتر درکار ہے۔

چہارم:۔اپنے حلقہ اثر میں سیاست کو اہل مذہب کے لیے شجرۂ ممنوعہ ہونے کی تبلیغ کرے اور شریعت وطریقت کو سیاست سے جدا چیز بتاکر نااہلوں کی قیادت اور اُن کی غیر اسلامی حرکات سے مسلمانوں کی توجہ ہٹائے اِن تمام صورتوں میں نمبر دو مشائخ وعلماء سُو کا تعاون نااہل حکمرانوں کو حاصل ہوتا ہے فرق صرف بالواسطہ اور بلاواسطہ یا مرئی وغیر مرئی طریقے کا ہے کہ بعض صورتوں میں کھلے عام یہ دین فروش اُن کے دست وبازو بن جاتے ہیں جبکہ بعض صورتوں میں بالواسطہ اور غیر مرئی طور پر اُن کے استحکام کا سبب بنتے ہیں۔

❻ حضرت امام المحدثین کے اِن اشعار میں مذکور مفردات اور اُن کے باہمی ترکیبی

۱۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج6، ص67، حدیث نمبر8453۔

تعلق کو سمجھے بغیر ان اشعار کے پس منظر کو سمجھنا ممکن نہیں ہے تو وہ اس طرح ہے کہ ''رَئَیتُ الذُنُوبُ مُمِیّتَ القُلُوبِ'' میں جو ''رَئَیتُ'' ہے اس سے مراد رویت بصیرت ہے بصری نہیں یعنی یہ افعال قلوب کے قبیل سے ہے جسکے لیے ''اَلذُّنُوبُ'' مفعول اوّل ہے اور ''مُمِیّتَ القُلُوبِ'' مفعول ثانی ہے اور ''وَتَرکَ الذُنُوبِ حَیَاۃَ القُلُوبِ'' چونکہ اس پر عطف ہے لہٰذا یہ دونوں بھی بالترتیب ''رَئَیتُ'' کے لیے ہی مفعول اوّل ومفعول ثانی ہیں اور ان دونوں شعروں میں سے ہر ایک کے مصرع ثانی بالترتیب مصرع اوّل کے لیے نتیجہ ہے اور ''اماتت القلوب'' (دلوں کی مردگی) سے مراد بے حسی و بے ضمیری ہے۔ حیات القلوب سے مراد ضمیر کی بیداری وحق شناسی اور حق گوئی کی دولت ہے اور ذُنوب سے مراد ملکی وملی اور قومی واجتماعی بے اعتدالیوں کا سبب بننے والے حکمرانوں کا ساتھ دینے اور اُن کے ہاتھ مضبوط کرنے کے جرائم و معصیتیں ہیں۔ ذنوب کا یہ معنی میں یہاں پر اس لیے متعین سمجھتا ہوں کہ یہ سیاق وسباق اور بالخصوص اس سلسلہ کے تیسرے شعر کا مدلول ومقتضاء ہے ورنہ اس تیسرے شعر میں نا اہل قیادتوں کے ساتھ اُن کے استحکام کا سبب بننے والے نمبر دو مشائخ وعلماءِ سُو کو دینِ اسلام میں بگاڑ وفساد پیدا ہونے کا سبب قرار دینے کی کوئی تک ہی نہیں بنتی۔

نیز یہ الفاظ یعنی ''الذنوب'' جو جمع معّرف باللام ہونے کی بنا پر مفیدِ استغراق ہے۔ استغراقِ عُرفی بن سکتا ہے نہ حقیقی بلکہ استغراق اِدِّعائی کے علاوہ کسی اور صورت کی طبع سلیم وتقاضاءِ مقام اجازت نہیں دیتا تو جن معصیتوں کی تعبیر دُنیا بھر کے ذنوب سے کی گئی ہے یا جن گناہوں کو دُنیا بھر کے گناہوں کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ وہی ہو سکتے ہیں جن کا ضرر اسلام اور اہل اسلام کے جملہ شعبہ ہائے حیات کو محیط ہو، کسی بھی شعبۂ حیات میں ہونے والی اجتماعی بے اعتدالیوں کی بنیاد ہو اور ''اُمُّ القبائح والمعاصی'' ہونے کی

وجہ سے زوالِ مسلم کے بنیادی اسباب ہوں جن کا مصداق ومظہر کتاب وسنت کے واضح نصوص کے مطابق اُمتّ مسلمہ کی سیاسی قیادت پر ناجائز مسلّط ہونیوالے دُنیا پرست حکمران اور اُن کے استحکام کا سبب بننے والے نمبر دو مشائخ وعلماء سُوْ کے سوا اسلام کے لیے کوئی اور قابل ذکر ضرر جملہ کائنات میں کہیں نہیں ہے۔ اگر کوئی ہے اور جہاں بھی ہوا ہے یا ہوگا تو اُن ہی کے فروعات ونتائج میں سے ہوگا۔ اِسی وجہ سے حضرت امام المحدثین نے اس کلام کے آخری حِصّہ میں ان تینوں طبقات کو بنیادی اسباب زوال قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ ۔۔۔ وَاَحبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

گویا اولین دو اشعار بمنزلہ صغریٰ وکبریٰ کے ہیں جبکہ یہ آخری شعر اُن سے پیدا ہونے والے نتیجہ کے منزلہ میں ہے۔

اُمید کرتا ہوں اِن تمہیدی باتوں کو سمجھنے کے بعد حضرت امام المحدثین عبداللہ ابن مبارک کے اس کلام کی من حیث المراد تشریح کو سمجھنے میں کسی کو کوئی دقّت کا سامنا نہیں رہے گا۔ وہ یہ ہے کہ حضرت نے اپنے اس کلام میں مسلمانوں کی سیاسی قیادت پر ناجائز مسلط ہونے والے دنیا پرست حکمرانوں اور اُن کے استحکام کے سبب بننے والے نمبر دو مشائخ وعلماءِ سُوْ کو زوالِ مسلم کا اصل سبب قرار دینے کے ساتھ اُن کی کارستانیوں کو مسلم رعایا کی مردہ دلی، بے حسی اور بے ضمیری کے ماحول میں مبتلا ہونے کی راہ بتا کر اُن کے مقابلہ میں حریّت فکر وعمل کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہونے کی تلقین کی ہے، اُس منحوس ماحول سے بچ کر اُسْوَہ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق زندگی گزارنے کا سبق دیا ہے اور اُن کے بنائے ہوئے شیطانی ماحول کے خلاف متحد ہو کر اسلام واہل اسلام کے استحکام وترقی کے لیے عمل پیرا ہونے کی نصیحت کی ہے تاکہ مسلم استعمار کے اِن منحوس اثرات سے اُمت مسلمہ کو نجات دلائی جاسکے، مردہ دلی وبے ضمیری کے ماحول سے نکالا جاسکے اور ملّت اسلامیہ کو ان اجتماعی زیاں

کاریوں سے بچایا جاسکے۔اس کے علاوہ اس کلام کے آخری شعر کے دوسرے مصرع میں ''وَاَحْبَارُ سُوءٍ وَرُھْبَانُھَا'' میں رھبان کی اضافت جس ضمیر غائب مؤنث کی طرف ہوئی ہے اُس کا مرجع احبار سُو بھی ہوسکتا ہے اور ملوک بھی۔

پہلی صورت میں یہ اضافت، اضافت الاصل الی سبب تقویۃ کے قبیل سے ہوگی کیوں کہ پیدا گیر علماء سُو اصل ونقل کی تمیز کیے بغیر تاریخ کے ہر دور میں سچے اولیاء اللہ کے اس مقدّس نام کو استعمال کرنیوالے نقالوں کے دست وبازو بنتے رہے ہیں، ان کی پیدا کردہ بدعات وگمراہیوں کو اسلام کا حصہ ثابت کرنے کے لیے جواز تلاش کرتے رہے ہیں اور حصول دنیا وخواہشات نفس کی تکمیل کیلئے اُمتِ مسلمہ کی تفریق در تفریق کا جرم کرتے رہے ہیں۔انجام کاران دونوں کا فائدہ مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر مسلّط ہونیوالے استعمار کو پہنچتا رہا ہے۔بہر حال اس صورت حال میں رُھبان کا لفظ یعنی نمبر دو مشائخ اُن تمام طبقوں کو شامل ہوگا جن کا تفصیلی ذکر گزشتہ صفحات میں ہم کر چکے ہیں کیوں کہ اس کا کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص ہونے کی کوئی دلیل یہاں پر موجود نہیں ہے گویا اس صورت میں حضرت امام المحد ثین نے مسلمانوں کو جعلی پیروں کے تمام طبقوں سے اور اُن کے چیلوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

دوسری صورت میں یہ اضافۃ النتیجہ اِلَی موجدھا کے قبیل سے ہوگی اور اس سے مراد جعلی پیروں کا وہ مخصوص طبقہ ہوگا جن کو مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر ناجائز مسلّط ہونیوالے استعمار نے اپنے مفاد میں پیدا کیا ہے گویا حضرت امام المحد ثین نے دولت بنی اُمیّہ کے اواخر اور دولت بنو عباسیہ کے اوائل میں مسلم استعمار کے ہاتھوں پیدا شدہ ان گندم نما جو فروشوں سے ملک وملّت کو پہنچنے والی زوال کاریوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

بہر تقدیر حضرت امام المحدثین نے اپنے اس تاریخی کلام میں دنیا پرست حکمرانوں اور اُن کی تقویت واستحکام کا سبب بننے والے نمبر دو مشائخ وعلماءِ سُوکو زوالِ مسلم کا کلیدی سبب قرار دے کر مسلمانوں کو نہ صرف ان کے بنائے ہوئے منحوس ماحول سے بچنے کی بلکہ ان کے خلاف بیدار ہونے کی بھی نصیحت کی ہے۔

جعلی پیروں کی وجہ سے طریقت کی بدنامی

پیری مریدی کے نام جعلسازوں کی وجہ سے نہ صرف ضعیف العقیدہ عوام کا دین و دُنیا خراب ہورہی ہے بلکہ سچے مشائخ اور بامعنی درویشوں سمیت تصوف وطریقت کی بھی بدنامی ہورہی ہے کیوں کہ پیری مریدی کے رنگ میں دنیاداری کی اس گھٹیا حرکت کو دیکھ کر اصل ونقل کی تمیز کرنے سے قاصر حضرات اصل پر بھی جعلسازی کا گمان کرکے اصلاحِ نفس کی اس موثر راہ سے ہی متنفر ہوجاتے ہیں اور تصوف وطریقت کو ہی خلافِ حقیقت کہہ کر خلق خدا کو اس سے منع کرتے ہیں حالاں کہ تصوف وطریقت کی روحانی درس گاہوں کے یہی سچے اولیاء اللہ ہی تو تھے جن کے پاکیزہ کردار اور تبلیغی سرگرمیوں کی بدولت برصغیر پاک وہند میں اسلام کا نور پھیلا تھا، یہی مقدس ہستیاں تھیں جن کی عملی کاوشوں کے نتیجہ میں مراکش سے لیکر خراساں تک اور برما سے لیکر ہندوستان تک کے مختلف المزاج قبائل واقوام توحید آشنا ہوگئیں تھیں۔ جہاں محمود غزنوی جیسے درجنوں مخلص سلاطین اسلام نے غیر مسلم قبائل و اقوام کو فتح کرکے اسلامی سرحدوں کی توسیع کی وہاں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ خواجگان معین الدین حسن اجمیری، شاہ نعمت اللہ ولی ماہانی، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی اور حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ) جیسے سچے مشائخ کرام نے خلق خدا کی فکری وعملی تطہیر کی، اپنے عمل سے اسلام کی حقانیت لوگوں کے دلوں

میں راسخ کی۔ اپنی تبلیغی کاوشوں سے خلقِ خدا کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور لاکھوں کج کلاہاں عالم کو اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ پر رواں دواں کیا نہ صرف ماضی بعید بلکہ ماضی قریب کے انگریز استعمار کے پُر آشوب دور میں بھی سچے اولیاء اللہ نے مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم ودائم رکھنے کے ساتھ فرنگی سازشوں سے اسلام کو بچانے میں اہم کردار انجام دیا۔

الغرض خلافت راشدہ کے بعد دولت شام ہو یا دولت عراق، سلطنت عثمانیہ ہو یا طوائف الملوکی کی پیداوار دیگر اسلامی سلطنتیں، نظام پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا، اِن سب اَدوار میں باستثناء اقلِ قلیل زیادہ تر اہل اقتدار کی توجہ کا محور خواہشات نفس کی تکمیل، ملک گیری اور اپنے اقتدار کا تحفظ واستحکام ہونے کی بنا پر مسلم رعایا کی تہذیب الاخلاق وتکمیل نفوس کی طرف توجہ نہیں دی گئی جس وجہ سے اُمتِ مسلمہ کی غالب اکثریت مزاج اسلام کی حقیقی فہم و عمل سے دور ہوتی گئی، علاقائی و ماحولیاتی رسم ورواج، تصورات واعمال اور درباری علماء سؤ ونمبر دو مشائخ کے منحوس اثرات کے زیر اثر ہو کر طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہونے کے ساتھ کاہل، بے عمل، بدفکر و بدانجام ہوتی رہی۔ ایسے میں اگر مختلف شعبہ ہائے حیات کے ساتھ وابستہ سچے اولیاء اللہ کا وجود مسعود نہ ہوتا، اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اُن کی تبلیغی کاوشیں نہ ہوتیں اور عامۃ المسلمین کی فکری وعملی اصلاح کے لیے اُن کی طرف سے قائم کردہ روحانی تربیت گاہیں نہ ہوتیں تو پھر نفس پرست اہل اقتدار اور اُن کے ہاتھ مضبوط کرنے والے نمبر دو مشائخ و درباری علماء سؤ کے ہاتھوں نظام مصطفیٰ ﷺ کے مندرجات میں التباس الحق بالباطل کی آمیزش ہو جاتی، آئندہ نسلوں کے لیے حق کی پہچان مشکل ہو جاتی اور دین اسلام کا اپنی اصل شکل میں تحفظ کے ساتھ قائم ودائم رہنا ممکن ہوتا نہ ہم تک پہنچنا آسان ہوتا، دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم کے احکام پر جس حد تک بھی عمل ہوتا رہا ہے یا ہو رہا ہے یہ سب کچھ اپنے اپنے اَدوار کے سچے اولیاء اللہ کے قابل فخر کردار کا ہی ثمر ہے۔ دنیا اِن

پاکیزہ ہستیوں کو اولیاء اللہ کے نام سے پکارے یا علماء ربانی کے نام سے، اہل حق کہے یا محافظ اسلام کہے۔ بہرحال نام کے بدلنے سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی، اِن سچے اولیاء اللہ کی تعریف و پہچان اور علامات و تعارف نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی مرفوع حدیث کے مطابق اس طرح ہے:

''لَاتَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِی یُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى یُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ''(۱)

یعنی میری اُمت میں اہل حق کی یہ پاکیزہ جماعت دین اسلام کی سربلندی کی خاطر ہمیشہ کوشاں رہے گی جس میں دین مخالفوں پر دلیل و حجت کے لحاظ سے اسی کو غلبہ حاصل رہے گا اور اِس پاکیزہ طبقہ کا دین اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا کہ اس تسلسل کے آخری حصہ کے ہاتھوں مسیح دجال قتل ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ:

''لَنْ تَزَالَ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِی عَلَى الْحَقِّ مَنْصُوْرِیْنَ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى یَاتِیَ اَمْرُاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ''(۱)

یعنی میری اُمت میں ایک طبقہ قیامت تک حق پر قائم و دائم رہے گا مخالف کی سازش اُس کے پایۂ استقلال کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ایک حدیث میں اِس طرح بھی آیا ہے:

''یَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ''(۳)

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ج1، ص331، کتاب الجهاد، فصل اول، بحواله ابو داؤد شریف۔

۲۔ ابن ماجه شریف، ص 287۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف، ص36، کتاب العلم۔

یعنی اہل حق کا یہ مقدس طبقہ علماءِ سوٗ اور نمبر دو مشائخ کی طرف سے دین اسلام میں داخل کئے جانے والی بدعات وتحریفات کا ازالہ کر کے حق کی حفاظت کرے گا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر علماءِ حق اور سچے مشائخ کرام کا وجود مسعود نہ ہوتا تو اپنے پیٹ سے شریعت وطریقت کے احکام گھڑنے والے، اپنے نفس امارہ کے شیطانی تصورات کو مذہب قرار دینے والے، اپنے مخالفین کی بے محل تکفیر کرنے والے علماءِ سوٗ اور نمبر دو مشائخ کے ہاتھوں قرآن وسنت کا حلیہ کب کا بگڑ چکا ہوتا۔ قال اللہ قال الرسول کے حوالہ سے آجکل شریعت مقدسہ کی اصلی شکل کا جو وجود نظر آرہا ہے وہ اِن ہی کاملین کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اِن پاکیزہ ہستیوں نے پیٹ کے ان پجاریوں کے ہاتھوں چور دروازہ سے دین اسلام میں داخل کی جانے والی بدعات ومنکرات کا قلع قمع کیا، اُن کی شیطانی تاویلوں کا فساد ظاہر کیا اور اُنکے دجل وفریب کاریوں کا پردہ چاک کر کے مسلمانوں کا ایمان بچالیا۔ ایسے میں حیف صد حیف اُن نمبر دو مشائخ پر جو کبھی مصنوعی مزارات بنا کر ضعیف العقیدہ عوام کو لوٹتے ہیں، کبھی آستانہ بوسی کو جملہ مشکلات ومسائل کا حل بتا کر انہیں دھوکہ دیتے ہیں، کبھی من گھڑت کرامات کی تشہیر کر کے اُن کی خوش اعتقادی سے حرام فائدہ اُٹھاتے ہیں، کبھی جعلی شجرہ نسب مختلف زبانوں میں شائع کرا کے سچے اولیاء اللہ کے ساتھ نسبت جوڑ کر اُنہیں اندھیرے میں رکھتے ہیں کبھی جعلی مزاروں پر عرس کے نام سے کاروباری اجتماع کر کے اُجرتی مقررین اور علماءِ سوٗ کے ذریعہ اس گھناؤنے کاروبار کی توسیع کی راہ میں مفید ومُمِد خطابات کرا کر التباس الحق بالباطل کراتے ہیں جس کے نتیجہ میں پیری مریدی کے حوالہ سے ضعیف العقیدہ عوام کی گمراہی کا منحوس ماحول بننے کے ساتھ سچے اولیاء اللہ اور اُن کی واقعی خانقاہوں کی بھی بدنامی ہورہی ہے کیوں کہ ناواقف حال لوگوں کو اصلی و نقلی کی تمیز نہیں ہوتی جس وجہ سے سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا اُن کی مجبوری ہوتی ہے۔

اس ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے کتنے ''ڈبہ پیر'' ہیں جو ضعیف العقیدہ عوام کو جمع پونجی سے محروم کررہے ہیں۔ کتنے سیاہی پیر ہیں جو توہم پرستوں کی جہالت سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں، کتنے بے پیروں کو کسی شیخ طریقت کی اجازت کے بغیر سلسلہ چلاتے ہم دیکھ رہے ہیں۔ معاشرہ کی بے حسی، حکومتوں کی نااہلی، عوام کی پیر پرستی، علماء سوٗ کی مطلب پرستی، سچے مشائخ وعلماء حق کی بے توجہی اور لوگوں کی ضعیف الاعتقادی جیسی کوتاہیاں' یہاں پر وہ برے عوامل ہیں جن کی وجہ سے دنیا کے اِن پُجاریوں کے تمام طبقوں کو پذیرائی مل رہی ہے، سب کی تجوریاں بھری جارہی ہیں، سب کی جائیدادوں میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے، اِن سب فراڈی جہلاء کے لیے ضعیف العقیدہ عوام کی طرف سے شیخ طریقت رہبر شریعت زندہ باد کے نعرے لگائے جارہے ہیں، دین فروش علماء سوٗ سب کے ہاتھوں ٹشو پیپر بن کر اُنکے دست وبازو بن رہے ہیں اور اُن کی گمراہیوں کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے شرعی جواز پیش کرنے کی مذموم کوششوں میں اُنکے کام آرہے ہیں، اپنا ایمان خراب کرکے اُنکے لیے ماحول سازگار بنارہے ہیں اور تصوف وطریقت کے نام پر سچے اولیاء اللہ کی بدنامی کا سامان تیار کرنے کیساتھ دین اسلام میں اشتباہ پیدا کررہے ہیں۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

1961ء کی بات ہے جب میں بندیال میں حضرت مولانا عطاء محمد نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ الشَّرِیْف کے درسِ فیض میں زیر تعلیم تھا اور عصر کے بعد روزانہ آبادی سے تین چار کلومیٹر دور تک چہل قدمی کرنا حضرت کا معمول تھا، جس میں بطور کشف بردار میں بھی اُن کے ہمراہ جایا کرتا تھا۔ اِس دورانیہ میں حضرت کی زبان فیض ترجمان سے کچھ علمی اور کچھ دنیوی امور سے متعلق عجیب وغریب انکشافات ہوا کرتے تھے، جن میں سے ایک واقعہ پیر پرستی میں مبتلا ضعیف الاعتقاد جہلاء سے متعلق حضرت نے یہ بیان کیا کہ موضع ''شادیہ'' کا ایک زمیندار شخص اپنی پسند کی شادی ہونے یا نہ ہونے سے متعلق علم غیب معلوم کرنے کے لیے

واں بچھراں کے مولوی حسین علی (۱) کے پاس گیا اور پوچھا کہ میں فلاں جگہ شادی کرنا پسند کرتا ہوں۔ مجھے یہ بتا دیں کہ جس عورت کیساتھ میں شادی کرنا چاہتا ہوں وہ میری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر میری قسمت میں مقرر ہے تو اُسکی کوشش کروں گا ورنہ نہیں۔

مولوی حسین علی صاحب شادی ہونے نہ ہونے سے متعلق نوشتہ تقدیر کے علم غیب کو معلوم کرنے کی بابت سن کر آگ بگولہ ہوا اور پوچھنے والے تو ہم پرست کو کافر و مشرک کہہ کر نکال دیا۔ دوسرے دن مولانا حسین علی صاحب کا دھتکارا ہوا یہ شخص حضرت مولانا یار محمد بندیالوی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ) کی خدمت میں وہی مسئلہ لے کر حاضر ہوا۔ اُس کا

(۱) موضع شادیہ ایک قصبہ ہے جو بندیال اور واں بچھراں کے مابین واقع ہے اور مولوی حسین علی دیوبندی مکتب فکر کا مشہور عالم تھا جس نے اہل و نااہل کی تمیز کئے بغیر ایک ماہ میں ترجمۃ القرآن پڑھا کر سند تفسیر دینے کی بدعت ایجاد کی تھی جس کی اتباع میں آجکل یہ بدعت نہ صرف اہل دیوبند کے مدارس میں بلکہ بریلوی و دیوبندی دونوں مکاتب فکر میں اِس شرمناک حد تک مروج ہو چکی ہے کہ قرآن فہمی کے لیے صرف و نحو جیسے بنیادی علوم سے بھی محروم لوگوں کا جمگھٹا بنا کر اپنے مطلب کے چند متنازعہ فروعی مسائل سے متعلق کچھ نوٹ لکھوا کر ایک ماہ میں اُنہیں سند تفسیر دیجاتی ہے۔ عام لوگوں کو اگرچہ اِس کے نامحمود انجام کا علم نہیں ہوتا لیکن سنجیدہ حضرات سمجھتے ہیں کہ اِس روش کی وجہ سے جہاں علم تفسیر کی بے وقعتی ہو رہی ہے وہاں فروعی اور غیر ضروری متنازعہ مسائل کے حوالہ سے بھی نسل در نسل مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے مابین بُعد و منافرت کی مسافت وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے اور ہر ایک اللہ کی اِس عظیم کتاب کو من پسند مسائل کا تابع بنا کر اپنے مخالف نظریہ والوں کو قرآن کے خلاف ہونے کا تاثر دینے کے اِس رجحانِ مسابقت میں رواں دواں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کا ترجمہ جو تفسیر کی بنیاد ہے اسلام کی سربلندی و تعلیم کی خاطر اُس کے پڑھنے اور پڑھانے والے اللہ کے حضور اجر عظیم کے مستحق ہوتے ہیں بشرطیکہ یہ سب کچھ درست طریقے سے ہو ورنہ اپنے مخصوص نظریات و پسند کو اصل بنا کر اللہ کی کتاب کو اُس کے تابع بنانے اور نااہلوں کو سند دیکر قرآن شریف کی بے قدری کرنے والوں کو گناہ کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔

مسئلہ سننے کے بعد حضرت مولانا یار محمد بندیالوی نے آرام کے ساتھ اُسے سمجھایا کہ نوشتہ تقدیر کے علم غیب کو جاننا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ ہم تیری کامیابی کے لیے دعا کر سکتے ہیں اور آپ شادی کا پیغام بھیج کر جائز طریقہ سے اپنی پسند کی عورت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جب اُس کے ساتھ تیری شادی ہوجائے گی تب ہم کو بھی پتہ چلے گا کہ یہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا ورنہ نہیں۔ حضرت اُستاذیم نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف نے حضرت مولانا یار محمد بندیالوی کے پاس اپنی طالب علمی کے ایام میں دیکھی ہوئی اِس بات کو بیان کرنے کیساتھ اُس شخص کے تعجب کے بارے میں اپنا تاثر یہ بتایا کہ اُس ضعیف العقیدہ کو یقین تھا کہ ملا اور پیر فقیر علم غیب جانتے ہیں۔ اِسی عقیدہ کی بنا پر وہ علماء سے پوچھتا پھر رہا تھا، جب حضرت یار محمد بندیالوی نے اُس کو سمجھایا تو وہ از روئے تعجب پوچھتا رہا کہ جن باتوں کو ہم زمیندار لوگ نہیں جانتے ہیں یہ درویش بھی نہ جانیں تو پھر ہم میں اور اِن میں فرق کیا ہوا؟

میرے اُستاذ محترم عطاء محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف نے اُس زمیندار کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان کرنے کیساتھ اپنے اُستاذ محترم حضرت مولانا یار محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف کا تاثر بیان کیا کہ حضرت نے حاضرین مجلس کو سمجھایا کہ یہ ناسمجھ عوام قابل اصلاح ہیں ان کو اسلام کے حوالہ سے عقائد کا علم ہے نہ اعمال کا، جو جس توہم پرستی میں مبتلا ہے اُسی میں مرتا ہے۔ علماء اور مشائخ کی ذمہ داری ہے کہ ان کی اصلاح کریں۔ اگر ہر صاحب محراب و منبر اور ہر صاحب خانقاہ اِس حوالہ سے اپنی تبلیغی ذمہ داری پوری کرے تو اِس قسم کے ضعیف العقیدہ توہم پرستوں کی اصلاح ممکن ہوسکتی ہے۔ اِس کے بعد حضرت استاذیم (مولانا عطاء محمد نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف) نے اپنے وقت کے نمبر دو علماء و مشائخ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ عوام کی اصلاح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں کیوں کہ عوام کو صحیح و غلط اور نمبر ایک و نمبر دو کی تمیز نہیں ہوتی جبکہ یہ لوگ اُن کے جاہل رہنے میں ہی اپنا مفاد دیکھتے ہیں۔ جس وجہ سے اُن کی اصلاح کرنے کی بجائے الٹا

اُن کی بداعتقادیوں ،توہم پرستیوں اور بے اعتدالیوں کے لیے شرعی جواز پیدا کرنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں تاکہ اُن کی جہالت میں انکا کاروبار چلتا رہے۔

حضرت اُستاذیم نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی زبانی اُن کے زمانہ طالب علمی کی اِن باتوں کو سننے کے بعد میری جبلی فطرتِ حق گوئی متحرک ہوئی تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ جب عوام کی اصلاح عقیدہ وعمل، سچے علماء ومشائخ پر فرض ہے تو پھر حقیقی خانقاہوں اور سچے اولیاء اللہ کے نشیمن پر بیٹھے ہوئے حضرات اپنی خانقاہوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والے اِن قابل اصلاح عوام کو تبلیغ کر کے اُن کی اصلاح کیوں نہیں کرتے ہیں؟ منصبِ سجادگی کا حق ادا کیوں نہیں کرتے ہیں؟ اپنی بابت حُسنِ ظن رکھنے والے عقیدت مندوں کی روحانی تربیت وتعلیم کر کے اُنہیں جہالت کے اندھیروں سے نکالتے کیوں نہیں ہیں؟ میں نے مزید جرأت کرتے ہوئے حضرت سے استفسار کیا کہ کیا مولوی حسین علی واں بچھروی کا اُس توہم پرست جاہل کو پیار سے سمجھانے کی بجائے ترشی کے ساتھ دھتکارنے میں اور سچے بزرگانِ دین کی واقعی خانقاہوں کے اکثر سجادہ نشینوں کا اِن لوگوں کو روحانی تعلیم و تربیت دیئے بغیر اپنے ساتھ مربوط رکھنے میں ان کا یکساں نقصان نہیں ہے؟ کیا علماء و مشائخ کے ساتھ حسن عقیدت رکھنے والے ان قابل اصلاح عوام کی جہالتوں ،غلط کاریوں بدعت عملیوں اور قبر پرستیوں سے متعلق اُن سے نہیں پوچھا جائے گا؟ کیا تصوف وطریقت کی حقیقت وفلسفہ یہی کچھ ہے کہ بیچارے ضعیف الاعتقادوں کو اپنے سلسلہ میں داخل کر کے شجرہ انہیں تھما دیا جائے ،نذرانے وصول کیے جائیں اور اپنے ساتھ مربوط رہنے کی تاکید کی جائے یا اُن جاہلوں کو جائیداد سمجھ کر استعمال کیا جائے۔ میرے اُستاذ محترم نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے ان سوالات کا جواب مجھے سمجھانے کے لیے تمہیداً مجھ سے پوچھا:

''کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ انسان چاہے پیر ہو یا مرید، عالم ہو یا جاہل نوع انسان کے

افراد ہیں اور انسانوں کے اچھے بُرے، عالم و جاہل اور نیک و بد ہونے جیسے خارجی اوصاف و احکام جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب اِن ہی افراد پر محمول ہوتے ہیں اور ان متضاد اوصاف کے حامل یہ تمام افرادِ انسان اپنے نوع طبعی یعنی انسان من حیث ھُو ھُو کے واسطہ سے حیوان کے بھی افراد ہیں اور حیوان کے جملہ افراد چاہے بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ غیر مثلی حقائق کے زمرہ میں آتے ہیں جیسے فقہ کی کتابوں میں تم نے پڑھا ہے"۔

حضرت کے اس حکیمانہ تمہیدی کلام کے جواب میں میں نے عرض کیا کہ حضرت جہاں تک اچھے اور بُرے، عالم و جاہل ہونے جیسے خارجی اوصاف و احکام کا افرادِ انسان پر محمول ہونے کا مسئلہ ہے اُسے سمجھ رہا ہوں کہ کسی صفت خارجی کا موصوف و موضوع اور محکوم علیہ بھی ظرف خارج میں موجود ہوتا ہے۔ اِسی طرح جملہ افراد انسان کا انسان من حیث ھوھو کے افراد ہونے کے واسطہ سے حیوان کا افراد ہونے پر بھی تسلی ہے لیکن افراد حیوان کا غیر مثلی ہونے کا مسئلہ جسے فقہ کی کتابوں میں پڑھا ہے اچھی طرح سمجھ میں نہیں آیا ہے اگر آپ خود مہربانی فرما کر یہ مجھے سمجھا دیں تو آپ کے اگلے مقصودی کلام کو سمجھنا میرے لیے آسان ہو جائے گا۔ حضرت نے افراد حیوان کے غیر مثلی ہونیکا فقہی مسئلہ مجھے سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"حیوان کے بلاواسطہ افراد چونکہ انواع متبائنہ ہوتے ہیں لہٰذا اُن کے غیر مثلی ہونے کا مسئلہ واضح ہے مثلاً نوع انسان گائے کے نوع سے متبائن و جدا ہے۔ اِسی طرح گھوڑے کی حقیقت جو اپنی جگہ ایک حقیقت نوعیہ ہے گدھے کی حقیقت و نوع سے متضاد و متبائن ہے، علی ھٰذا القیاس۔ حیوان کے ماتحت جتنے بھی انواع متبائنہ ہیں اُن کا ایک دوسرے کی مثل نہ ہونے کا مسئلہ بدیہی ہونے کی بنا پر محتاجِ دلیل نہیں ہے کیوں کہ ہر خاص و عام اُنکے غیر مثلی ہونے کو سمجھتا ہے لیکن حیوان کے بالواسطہ افراد کا غیر مثلی ہونا اتنا واضح نہیں ہے جسے ہر خاص و عام سمجھ سکے مثلاً حیوان کے بالواسطہ افراد میں سے گائے کے افراد کو

لے لیجئے اُن میں کوئی دوفرد بھی ایسے نہیں ملیں گے جو تمام اوصاف خارجیہ میں برابر ہوں یا انسان کو فائدہ پہنچانے کے حوالے سے جملہ منافع میں یکساں ہوں اگر رنگت و جسامت میں برابر ہوں تو خوبصورتی میں فرق ہوگا اگر اس میں بھی برابر ہوں قیمت میں فرق ہوگا اس میں بھی برابر ہوں خوراک کھانے میں فرق ہوگا۔ اس میں بھی برابر ہوں پیاس وبھوک برداشت کرنے میں فرق ہوگا' اس میں بھی برابر ہو تو چلنے میں فرق ہوگا اس میں بھی برابر ہو تو دودھ دینے یا ہل جوتنے میں فرق ہوگا، علی ہٰذا القیاس۔ اُن میں سے ہر ایک کے اندر اوصاف اور منافع ونقصان کے پہلوؤں کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ یہی حال حیوان کے باقی تمام انواع متبائنہ کے خارجی افراد کا بھی ہے۔ انسانوں کے افراد بھی حیوان کے بالواسطہ افراد ہونے کی بنا پر اپنی قوت فکری وعملی اور ظاہری وباطنی اوصاف کے حوالہ سے اسی تشریح کے مطابق غیر مثلی ہیں''۔

منازلِ سلوک

سلوک کی اہمیت سے متعلق اِس تحریر کے ایام ایک تکون سوال آیا۔ جس کا جواب مجلّہ ''آوازِ حق'' میں شائع کیا گیا تھا۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اُسے بمع جواب نذرِ قارئین کروں جو درج ذیل ہے:

مکرمی درج ذیل سوالات کا جواب اپنے موقر جریدہ میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

1. منازلِ سلوک کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں اور اُن کی حقیقت کیا ہے؟
2. ایک صاحب جو اہل علم ہیں کہتے ہیں کہ منازلِ سلوک کے افسانہ میں پڑنا گناہ ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے یہ افیون کے نشہ کی طرح ضعفِ عقیدہ کا مرض ہے ان کا یہ کہنا درست ہے یا غلط؟

۳ میں نے چاروں سلاسل طریقت کے اسباق پورے کیے ہیں اور چاروں سلسلوں میں مجاز و خلیفہ ہوں جس سے بھی پوچھتا ہوں وہ یہی فرماتے ہیں کہ تصوف کے اسباق کو پورا کرنے سے منازلِ سلوک طے ہوتے ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی میں اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس نہیں کر رہا اس کی کیا وجہ ہے؟

والسلام...... صوفی عبدالغنی قادری چشتی نقشبندی سہروردی، مکان نمبر 216/A، گلی نمبر 2، محلّہ عقب گول چوک سرگودھا 12/3/2004۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مذکورہ سوالات کا جواب دو طرح دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ایک اجمال میں، دوسرا تفصیل میں۔

پہلے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ مسلمہ اولیاء اللہ وا ِمامان تصوف کے مطابق منازلِ سلوک نا قابلِ انکار حقائق ہیں اُن کی تعداد دس (10) ہے جنہیں منازلِ عشرۂ سلوک کہا جاتا ہے، جو بالترتیب درج ذیل ہیں:

توبہ، زہد، فقر، صبر، شکر، توکّل، خوف، رِجا، حُب اور رضا۔

اِن میں توبہ سے رجا تک آٹھوں کی مذکورہ ترتیب تمام آئمہ اہل تصوف کے مابین متفقہ ہے جبکہ آخری دو (2) یعنی حُب و رضا، کی ترتیب میں بعض نے محبت کو رضا سے مقدم سمجھا ہے جبکہ بعض نے رضا کو محبت سے مقدم رکھا ہے۔ بہر تقدیر یہی مقامات عشرۂ منازلِ سلوک کہلاتے ہیں اِن سے بیرون کسی اور چیز کا نام تصوف و سلوک نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ موجودہ دور میں تصوف و سلوک کے نام سے "**پیری مریدی**" کرنے والوں کی غالب اکثریت نرے جاہلوں کی ہے جو تصوف کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔

اہل کتاب کے احبار و رہبان کے ہاتھوں دین موسوی و عیسوی مسخ ہونے کی طرح اِن جاہلوں کے ہاتھوں بھی اصل تصوف و سلوک کے مسلمہ پیشواؤں کی مبارک راہ و

رسم اور ارشادات و تعلیمات کے برعکس بدعات و گمراہیوں کو رواج مل رہا ہے اور مذکورہ مقاماتِ عشرۂ سلوک جنہیں تصوف کی اصطلاح میں احوال و منازل بھی کہا جاتا ہے کی جگہ شیطانی خوابوں، اوہام باطلہ اور خیالی دُنیا کی بے حقیقت آرزؤں کو سلوک کے منازل کہہ کر ناواقفِ حال حضرات کو تصوف و سلوک سے ہی بدظن کیا جارہا ہے ورنہ اصل تصوف و سلوک اِن منازل کے علاوہ کوئی شے نہیں ہے اور اِن کے حصول کا واحد ذریعہ تہذیب الاخلاق کے حوالہ سے اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ پر کمال اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہے جس کو شریعت کی زبان میں احسان کہا گیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے مکتوب نمبر 36 بنام ملا حاجی محمد لاہوری میں لکھا ہے:

''چہ مقصود از طی منازل طریقت و حقیقت ماورائے تحصیل اخلاص نیست کہ مستلزم مقام رضا است''(۱)

یعنی شریعت کی حقیقت کو پانے کی منازل راہ پر چلنے سے اصل مقصد اللہ کیساتھ اخلاص پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے یہ اخلاص ہی تو ہے جو مقام رضا کے پانے کو مستلزم ہے۔

دوسرے **سوال** کا مختصر جواب یہ ہے کہ منازلِ سلوک یا تصوف و طریقت کو افسانہ قرار دینا یا اِسے افیون کا نشہ یا ضعف عقیدہ جیسے نامناسب ناموں سے یاد کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ ایسا کہنے والوں کی کوتاہ بینی کی علامت بھی ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہی ہوتا تو حضرت امام غزالی، شاہ نعمت اللہ ولی، مجدد الف ثانی اور علی ہجویری جیسی مسلمہ ہستیاں کبھی بھی اسے نہ اپناتیں اور پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ تصوف و طریقت اور اس کی منازل و مقامات جو مذکورہ دس چیزوں سے عبارت ہیں اپنی ذات و حقیقت کے اعتبار سے کیا ہیں تو ظاہر ہے اِس فن کے مسلمہ پیشواؤں کی تصریحات کے مطابق تصوف اِس کے سوا کسی اور چیز کا نام نہیں ہے کہ انسان

۱۔ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، ص 99، دُرّ المعرفہ۔

اپنی قوتِ فکری وعملی کی امانتوں کو ہمہ وقت منشاء مولیٰ کے مطابق صرف کرے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ہے:

''طریق نجات ورستگاری همین متابعت صاحبِ شریعت است علیه وعلی آله الصلوٰة والسلام در اعتقاد و عمل استاد و پیر برائے آن غرض میگیرند که دلالت بشریعت نمایند وببرکت ایشان یُسر وسهولت در اعتقاد و عمل بشریعت پیدا شود''(۱)

تصوف وطریقت میں کامیابی وراست روی کا واحد ذریعہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے کہ عقیدہ وعمل دونوں میں آن سرورِ عالم ﷺ کی اتباع کی جائے، تصوف وطریقت میں پیر صرف اس لیے پکڑا جاتا ہے کہ وہ قوتِ فکری وعملی کو شریعت کے مطابق بنانے میں انسان کی رہنمائی کریں تاکہ اُن کی برکت سے اپنی قوتِ فکری و عملی کو شریعت کے مطابق بنانے میں آسانی پیدا ہو۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے کشف المحجوب میں فرمایا:

''صوفی آن بود که از خود فانی بود وبحق باقی''(۲)

یعنی صوفی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ منشاء مولیٰ کے مقابلہ میں اپنے نفس اَمّارہ کی جملہ خواہشات کو فنا کر کے زندگی کے جملہ مراحل میں حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ کی رضا و منشاء کو پیش نظر رکھے۔

الغرض جب تک کوئی شخص سلوک کے مذکورہ مقامات کو اپنے کردار میں عملی

۱۔ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 41، ج3، حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص 122۔

۲۔ کشف المحجوب، ص 26۔

تشکیک مشکک زائل نہ گردد وبایراد شبہ باطل نہ شود"(۱)

یعنی تعلیماتِ نبوی ﷺ کے مطابق اسلامی عقیدہ وعمل کے دونوں بازوؤں کو حاصل کرنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو جائے تو پھر اِن دونوں کے دوام و استحکام کے لیے صوفیاء کرام کے طریقہ سلوک کو اپنانا اچھا ہے یہ اِس لیے نہیں کہ قوتِ فکری وعملی کی امانت داری سے بڑھ کر کوئی اور کمال حاصل ہو جائے بلکہ صوفیاء کرام کے طریقہ پر راہِ سلوک اختیار کرنے سے واحد مقصد عقیدہ وعمل میں ایسی پختگی پیدا کرنا ہوتا ہے کہ کسی بھی تشکیک وشبہ سے زائل نہ ہو سکے۔

تصوف کے یہی احوال ومقامات اور منازل سلوک کی یہ حقیقتیں یعنی توبہ، زہد، صبر، فقر، شکر، توکّل، خوف، رجا، حب اور رضا اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ مدلولِ قرآنی ہیں، اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ ہیں اور منشاء مولیٰ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ"(۲)

اے اہل ایمان! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

یہاں پر توبہ کرنے کا حکم اعلانیہ وسری، سبقت ذنب اور بغیر صُدورِ ذنب کی اقسام وانواع سے مطلق ہونے کی بنا پر توبہ کی اِن تمام شکلوں کو شامل ہے گویا نفسِ توبہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے جنس ہے جو فصولِ ممیّزہ اور جملہ قیودات سے مطلق ہونے کی بنا پر جن اقسام وانواع پر صادق آ سکتا ہے اُن سب کو شامل ہونے سے کوئی امر مانع موجود نہیں ہے۔ تصوف کے اندر بھی یہی کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 266۔

۲۔ النور، 31۔

❷ یہی حال زُہد کا ہے جیسے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ''(۱)

خواہش نفس کی فوتگی پر غمزدہ نہ ہو اور خواہش نفس کے حصول پر اِتراتے نہیں۔

اہل علم کے مطابق قرآن شریف کی یہ آیت کریمہ زُہد کی تمام شکلوں کو محیط ہے جیسے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے اِس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

''وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْد بِطَرَفَيْهِ''(۲)

یعنی اپنی قوتِ فکری وعملی کو منشاءِ مولیٰ کے تابع بنانے میں جس کا یہ حال ہو کہ خواہشِ نفس کی فوتگی کا اُسے غم نہ ہو اور مطلوبِ نفس کے حاصل ہونے پر اِترائے نہیں تو بے شک اُس نے ہر طرف سے زُہد کو اپنا لیا۔

❸ یہی حال صبر کا بھی ہے، جیسے فرمایا:

''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا''(۳)

اے اہل ایمان! صبر کرو اور صبر کرنے میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

یہاں پر صبر و مصابرت مطلق مذکور ہونے کی بنا پر اِن میں سے ہر ایک اپنے مفہوم کے اعتبار سے جنس ہے جو اپنے ماتحت جملہ انواع کو محیط ہے۔ تصوف کی تعلیم بھی اس کے عین مطابق ہے کہ خوشی و غمی، راحت و تکلیف کی تمام ظاہری و باطنی حالتوں میں صبر کرنے کو حسن انجام کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ جیسے امام غزالی نے فرمایا:

''وَالصَّبْرُ جَارٍ فِي الصَّابِرِ مُجْرَى الْاَنْفَاس لِاَنَّهٗ يُحْتَاجُ اِلَى الصَّبْرِ عَنْ كُلِّ

۱۔ الحدید، 23۔

۲۔ التفسير الكاشف، ج 7، ص 253، مطبوعه بيروت۔

۳۔ آلِ عمران، 200۔

مَنْهِی وَمَکْرُوْہٍ وَمَذْمُوْمٍ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا ''(۱)

یعنی صبر کرنے والے میں صبر کا جملہ لمحات وحیات میں جاری وساری اور موجود ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسے انسان کے زندہ رہنے کے لیے سانس کا جاری ہونا ضروری ہے کیوں کہ تصوف وسلوک میں ہر ظاہری وباطنی مذموم ومکروہ اور منہی عنہ سے بچنے کی ایسی ہی ضرورت ہوتی ہے جیسے زندہ رہنے کے لیے سانس کی ضرورت ہوتی ہے۔

۴ فقر کا بھی یہی حال ہے کہ تصوف کی اِس منزل میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ''(۲) کی حقیقت تک رسائی ہوتی ہے جو سلوک کی چوتھی منزل ہونے کے ساتھ توحید کی پہلی منزل ہے۔

۵ شُکر جو پانچویں منزل سلوک ہے یہ بھی مدلولِ قرآنی اور حکمِ ربانی ہے۔ جیسے فرمایا: ''وَاشْکُرُوْالِی وَلَا تَکْفُرُوْنِ ''(۳)

یعنی میرا شکرادا کرو اور ناشکری مت کرو۔

یہاں پر بھی شکر کی کسی خاص صورت کی تخصیص نہ ہونے کی بنا پر یہ ظاہری، باطنی، ملائم طبع، غیر ملائم طبع اور معلوم ونا معلوم۔ الغرض جملہ احساناتِ ربوبیت کے تقاضوں کو محیط ہے، جن کی تفصیل ظاہری علماء نے بھی بیان کی ہے اور صوفیاءِ کرام نے بھی، اگر فرق ہے تو وہ اتنا کہ ظاہری علماء کی نگاہِ بصیرت صرف ظاہری اسباب پر ہونے کی بدولت ظاہری اسباب علم کے ساتھ حسِ باطن ووجدان سے بھی ان حقائق کا اِدراک کرتے ہیں جسے تصوف کی اکثر کتابوں میں مشاہدہ بھی کہا گیا ہے۔ درحقیقت یہ وہی مشاہدہ ہے جس

۱۔ احیاء العلوم، ج5، ص234۔

۲۔ فاطر، 15۔

۳۔ البقرہ، 152۔

کومنطق کے تصورات میں تصور بدیہی وجدانی کہتے ہیں اور تصدیقات میں تصدیق بدیہی وجدانی کہتے ہیں۔

❻ **توکّل** تصوف کے دس مشہور مقامات میں سے چھٹی منزل ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ عالَم اسباب کی اس دُنیا میں کسی بھی عمل کے ثمرات ونتائج کو حاصل کرنے کی راہ میں اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اسباب کو بطور کسب وعمل وجود میں لانے کے بعد اُس کے نتائج وثمرات کے حصول کو مُسبب الاسباب وحدہ لاشریک پر چھوڑنا ہے، حصولِ نتیجہ کی اِس عادتِ الٰہی کو انسانی طاقت واستطاعت سے ماوراء جان کر سپردِ خدا کرنا ہے اور کسب عمل کو خاصۂ مخلوق جاننے کی طرح اس پر مرتب ہونیوالے نتیجہ وثمرہ کو خالصتاً عادتِ الٰہی جان کر اللہ وحدہ لاشریک کو اِس کا تنہا خالق جاننا ہے اِس کے مقابلہ میں تسبّب وتعطّل ہوتے ہیں۔

اوّل الذکر یعنی تسبّب یہ ہے کہ اسباب اور انسانی کسب وعمل کو ہی سب کچھ جانا جائے یہ عقیدہ شرک کو مستلزم ہونے کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہے۔

ثانی الذکر یعنی تعطّل یہ ہے کہ اسباب کو ہی معطل کرکے بغیر کسب وعمل ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھ جائے یہ کردار بھی عام لوگوں کے لیے ممنوع وناجائز ہے بعض صوفی کہلانے والے نادان اسی کو توکّل کہتے ہیں جو سراسر جہالت ہے جس کا تصوف کے ساتھ کوئی تعلق ہے نہ شریعت وطریقت کے ساتھ تاہم منازل سلوک کے اِن مقامات عشرہ کو اپنی عملی زندگی کا جزو بنا کر مرتبۂ فنا وبقاء کو پہنچنے کے بعد یعنی نفس امارہ کی جملہ خواہشات کو فنا کرکے منشاء مولیٰ کو اپنی عملی زندگی کا اُوڑھنا بچھونا بنانے کے بعد بعض کاملین کا توکّل اسباب ترک کرنے پر بھی منتج ہوسکتا ہے لیکن یہ وہ خواص ہیں جنہیں مجذوبوں جیسا سمجھا جاسکتا ہے کہ اُن کے متعلق نفی واثبات میں کچھ کہنے یا کرنے کی اجازت شریعت میں

ہے نہ طریقت میں اس قسم متوکّلین کی تعداد ہمارے آقا و مولیٰ نبی اکرم رحمت عالم ﷺ کی اُمت اجابت میں کل ستر ہزار بتائی گئی ہے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے جیسا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ والی حدیث مسلم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

الغرض تصوف کا یہ مقام بھی مدلولِ قرآنی وحکمِ ربانی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ''(۱)

اگر تم ایمان دار ہو تو اللہ پر ہی توکل کرو۔

ضروری وضاحت:۔ اِس آیت کرمہ کے دو مفہوم ہیں، ایک مفہوم اول ہے جس کا تعلق ظاہر سے ہے اِس کے مطابق یہاں پر توکّل کا وہی مفہوم مراد ہے جو تسبّب اور تعطّل کے مقابلہ میں شرعی حکم ہے جبکہ ہمارا استدلال اِس پر نہیں بلکہ مفہوم دوم پر مبنی ہے جس کا تعلق آیت کریمہ کے باطن سے ہے جسے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ نے سمجھا اور اُس کے مطابق عمل کر کے دکھایا۔

۷ خوف جو تصوف کی ساتویں منزل ہے یہ بھی مدلولِ قرآنی وحکمِ ربانی ہے، جیسے فرمایا:

''وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ''(۲)

مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

بلاتخصیص مسلک جملہ اہل اسلام اِس بات کو جانتے ہیں کہ انسان کے دل میں موجود خوفِ خدا ہی درحقیقت ہر قسم ظلم وزیادتی سے بچنے کے لیے بریک کا عمل کرتا ہے۔ جس انسان کے دل میں اللہ کے جلال کا اور اپنی قوتِ فکری وعملی کی بے اعتدالیوں کے انجامِ بد کا خوف نہ ہو وہ ہر طرح کے مظالم کا ارتکاب کر سکتا ہے جسکی بدانجامی سے اپنے بندوں

۱۔ المائدہ، 23۔

۲۔ آلِ عمران، 175۔

کو بچانے کے لیے رب الناس جَلَّ جَلَالُہٗ نے قرآن شریف کے اندر جگہ جگہ خوف وتقویٰ اپنانے کی تاکید فرمائی ہے۔

❽ **رجاء** منازلِ عشرۂ سلوک میں آٹھویں منزل ومقام ہے یہ ایمان کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسے خوف۔ جس وجہ سے اِن دونوں کو ایمان کے دو جناح کہتے ہیں یعنی جیسے پرندہ کی پرواز کے لیے اُس کے دونوں پروں کی درستی وبرابری ضروری ہے اِسی طرح ایمان کی درستی کے لیے بھی خوف ورجاء کا ہونا ضروری ہے۔ اِسی وجہ سے متکلمین نے ''اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ'' کہا ہے یعنی شریعت کی نگاہ میں ایمان وہ معتبر ہے جو خوف ورجاء کے مابین ہو۔ ایمان کے لیے اِن دونوں کے تلازم کی بِنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے متعدد مقامات میں اِن دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے:

''وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ''(۱)

یعنی اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو اُس کی رحمت کی اُمید کرتے ہیں اور اُس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔

❾ سلوک وطریقت کی دس منازل میں سے **محبت مع اللہ** کا بھی یہی حال ہے کہ تصوف میں اس نام سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 165 میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ '' کی روح کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا جاتا ہے جس کے بغیر احکام شرعیہ پر صدقِ دل سے عمل کرنا ممکن نہیں ہے جیسے حضرت شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا:

''حَقِیْقَۃُ الْمُحَبَّۃِ ان تھب لِمَنْ اَحْبَبْتَ کُلّکَ وَلَایَبْقٰی لَکَ مِنْکَ شَیْءٌ''(۲)

۱۔ بنی اسرائیل،57۔

۲۔ عوارف المعارف،ص 241،مطبوعہ بیروت۔

یعنی انسان کی طرف سے اللہ کے ساتھ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ جس محسن ومہربان وحدہ لاشریک کے ساتھ محبت کر رہا ہے اپنی قوتِ فکری وعملی کی جملہ صلاحیتوں کو اُس پر قربان کیا جائے یہاں تک کہ اپنے نفس امارہ کے لیے اُن میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے۔

ایک اور مقام پر منزلِ محبت کے متعلق فرمایا:

''وَھٰذَاالْحُبُّ الْخَالِصُ ھُوَاَصْلُ الْاَحْوَالِ السنية وَمَوْجِبُھَاوَھُوَفِی الْاَحْوَالِ کَالتَّوْبَةِفِی الْمَقَامَاتِ''(۱)

یعنی انسان کے دل میں اللہ کے ساتھ جو خالص محبت پیدا ہوتی ہے یہی ان تمام خصائل حمیدہ کی بنیاد ہے جو انسان میں پائے جاتے ہیں اور اِس کی اُن کیساتھ ایسی نسبت ہے جیسے توبہ کی نسبت دیگر مقامات ومنازل کے ساتھ۔

۱۰ رضا منازل سلوک کے سلسلہ میں سب سے اعلی، سب کی منتہاء اور سب پر عالی مقام ہے۔ یہ بھی حکمِ قرآنی ومطلوب ربانی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا''(۲)

یعنی سچے اہل ایمان کا عملی کردار یہ ہے کہ وہ اللہ کے فضل کا طالب رہنے کے ساتھ اُس کی رضا کو بھی ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے ہیں۔

آیاتِ رضا کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین کرام اور متکلمین نے جس طرح رضا بالقدر والقضاء کو ایمان کا لازمہ سمجھا ہے اہل سلوک حضرات اُسے بلاکم وکاست جزوایمان قرار دینے کے ساتھ عملی زندگی کے جملہ مراحل میں بھی مشغلہ حیات بناتے ہیں جیسے شہاب

۱۔ عوارف المعارف، ص 240، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت۔

۲۔ الحشر، 8۔

الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے بعض اولیاء سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

''اَلرَّاضِیُ مَنْ لَمْ یَنْدِمْ عَلٰی فَآئِتٍ مِنَ الدُّنْیَاوَلَمْ یَتَاسفُ عَلَیْھَا''(۱)

یعنی اہل سلوک کی نگاہ میں مقامِ رضا پر فائز کی پہچان یہ ہے کہ وہ کسی دُنیوی خواہش کی فوتگی پر ندامت وخفگان نہیں کرتا۔

بنظرِ غائر دیکھنے سے صوفیاء کرام کے اس کردار کا اصل فلسفہ کچھ اس طرح معلوم ہورہا ہے کہ اپنے خالق ومربی جَلَّ جَلَالُہٗ کی رضا مندی کو پانے کی تمنا وخواہش سے کوئی بھی مسلمان خالی نہیں ہے لیکن اس کا حصول صرف اُن حضرات کے لیے ہی ممکن ہے جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں اور بندے کا اللہ سے راضی ہونا اُس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک اپنی قوتِ فکری وعملی کو اس سے پہلے والے مقامات یعنی توبہ سے لے کر حُب تک تمام منازل کے ڈھانچوں میں فٹ نہیں کرتا۔گویا رضا سے پہلے والی منازل پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کا سبب ہے اور بندے کا اللہ سے راضی ہونا اللہ کی رضا کو پانے کا سبب ہے یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بندے کا اللہ سے راضی ہونے کی بنیاد خود اللہ کا بندے سے راضی ہونا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ''(۲)

یعنی اللہ کی بندے سے رضا مندی، بندے کی اللہ سے رضامندی کے مقابلہ میں بڑی ہے۔

اِس آیت کریمہ میں بندے سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کے ساتھ بطور تقابلِ تضالیف رضاء اللہ من العبد ورضاء العبد من اللہ دونوں کو بیان کیا گیا ہے فرق صرف

۱۔ عوارف المعارف،ص239۔

۲۔ التوبہ،72۔

اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذکر صراحتاً ہے جبکہ بندے کی رضا مندی کا ذکر التزاماً ہے۔ بندے کی اللہ تعالیٰ سے رضا کثیر ہونے کے باوجود اللہ کی بندے سے رضا مندی کے مقابلہ میں مفضّل علیہ ومفضول ہونا اور اللہ کی رضا کا افضل ومفضّل ہونا بھی عین تقاضائے فطرت ہے کہ واجب تعالیٰ جل مجدہٗ کی کبریائی کا یہی تقاضا تھا کہ اُس کی جملہ صفات وافعال اور احسانات وشئون کا ایک فرد بھی جملہ کائنات سے اکبر وافضل ہو جیسے رب الناس جل مجدہٗ الکریم کے دیگر اوصاف وکمالات کی انتہا نہیں ہے ویسے ہی اُس وحدہ لاشریک کی صفت رضا کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

افیون کا نشہ

قرآن وحدیث اور اصحابِ سلوک کی روشنی میں وضاحت ہوگئی کہ تصوف منازل سلوک کے مذکورہ مقامات سے عبارت ہے اور یہ منازل ومقامات قرآن شریف کے مدلول واحکام ہیں۔ نیز معلوم ہوا کہ سلوک ان ہی منازل ومقامات پر بالترتیب اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے اور یہ سب کے سب ناقابلِ انکار حقائق ہیں تو پھر تصوف کو افیون کا نشہ کہنے یا منازلِ سلوک کو بے حقیقت افسانے کہنے کی جسارت کرنا کسی اہل علم کا عمل نہیں ہوسکتا۔

ہماری رسائی فہم کے مطابق ایسا کہنے والے حضرات کو اپنے ماحول کے چاروں اطراف پھیلے ہوئے جاہل پیروں اور اُن کے طریقہ واردات کو دیکھ کر یہ مغالطہ ہو رہا ہوگا۔ تصوف کے نام سے آج کل پیری مریدی کرنے والوں کی غالب اکثریت خالصتاً جاہلوں کی ہے جو تصوف وطریقت اور سلوک ومنازل سلوک کے ابجد سے بھی ناآشنا ہیں جیسے اس سوال نامہ کے سائل نے ذکر کیا ہے کہ چاروں سلاسل طریقت میں مجاز خلیفہ ہونے کے

باوجود اُسے اپنی سابقہ زندگی کے حوالہ سے کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی، منازل سلوک کو طے کرنے کے لیے بزرگانِ دین سے منقول وظائف واوراد کو ذریعہ حصول بتایا گیا، ہائے افسوس! تصوف وطریقت کے نام سے اور پیری مریدی کے عنوان سے خلقِ خدا کو جس طرح گمراہ کیا جارہا ہے، شریعت وطریقت سے بیگانہ کیا جارہا ہے اور ضعیف العقیدہ عوام کو جہل مرکب میں مبتلا رکھ کر جس طرح سے اُن کے دین ودُنیا کو خراب کیا جارہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اِس اندھیر نگری پر حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معین الدین حسن سلطان الہند اجمیری، سید علی ہجویری، شاہ نعمت اللہ ولی جیسے ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ کو بھی عالَم برزخ میں افسوس ہو رہا ہوگا۔

مجھے اچھی طرح سے احساس ہے کہ ہر اصل کے مقابلہ میں گندم نما جَو فروشوں کی طرف سے نقل ایجاد ہونے کی طرح اُمت مسلمہ میں سچے اولیاء اللہ، سالکین راہِ حق اور تصوف کو تزکیہ نفس وتحلیہ روح بنا کر ارشاد واسترشاد کرنے والے حقیقی بزرگوں کے مقابلہ میں نقلی بزرگوں کی فریب کاریوں کا سلسلہ بھی چلتا آیا ہے جیسے آج سے ہزار سال پہلے حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے وقت کے جھوٹے مدعیان ولایت اور پیری مریدی کے رنگ میں خلقِ خدا کو دھوکہ دینے والوں کے اندرون سے کشف المحجوب کی ابتدا میں پردہ اُٹھایا ہے یہاں تک کہ اُن میں سے بعض ماہرین دجل کا حضرت کی نوشتہ کتابوں کو چُرا کر اپنے نام سے مشہور کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے تک خبائث کا انکشاف کیا ہے لیکن تصوف وطریقت اور سلوک کے پاکیزہ ناموں کے پردہ میں جہل و بدعات پھیلانے والے گندم نما جَو فروشوں کی جن گمراہیوں کا مشاہدہ موجودہ دور میں ہم کر رہے ہیں اس حد تک سابقہ ادوار میں شاید کبھی نہ دیکھا گیا ہو۔ علماء کرام کیلئے بالخصوص مقامِ غور ہے کہ کیسے سادہ لوحوں کو دھوکہ میں رکھا جارہا ہے، تصوف وسلوک سے کلیتاً جاہلوں کے ہاتھوں کتنی

خلقِ خدا کو گمراہ کیا جارہا ہے، اصل تصوف وسلوک کو کس حد تک بدنام کیا جارہا ہے اور بزرگانِ دین وسالکین سے لوگوں کو منحرف کرنے کے لیے کیسا گمراہ ماحول بنایا جارہا ہے۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ منازلِ سلوک کے حصول سے وظائف واوراد کا کیا تعلق (حَاشَا وَ كَلَّا) یہ طریقۂ تصوف ہرگز نہیں ہے، راہِ سلوک نہیں ہے اور طریقت وحقیقت کے ساتھ اِس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز کچھ گندم نما جو فروش تصوف کے بعض اصطلاحی الفاظ کو اُن کی حقیقت تک پہنچے بغیر یاد کر کے ناپختہ علماء کرام کو اپنے متعلق ماہرِ تصوف ہونے کا تاثر دے کر اپنا کام نکالتے ہیں مزید برآں یہ کہ کسی ایک طریقت سے بھی ناآشنا، جاہل وبیگانہ جو خود محتاجِ اصلاح ہیں تو اوروں کو چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت دینے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ اسے کہتے ہیں ”ایک اندھا دوسرے اندھے کو کیا راہ دکھائے گا۔“

تصوف وطریقت کے حوالہ سے اِن معروضی حالات کو دیکھنے والا ہر صاحبِ بصیرت ”پیری مریدی“ کی اس کساد بازاری کو بے حقیقت افسانہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جعل سازی وفریب کاری کہنے میں ذرّہ برابر توقف نہیں کر سکتا اور جعل سازی وگمراہی کے اس بازارِ خسران سے خلقِ خدا کو منع کرنے میں جھجک محسوس نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف وسلوک کا جتنا گہرا تعلق پختگیٔ عقیدہ وعمل سے ہے اتنا وظائف واوراد کے ساتھ نہیں ہے تو پھر وظائف واوراد کے پڑھنے کو منازلِ سلوک طے کرنے کا ذریعہ بتانا اس حماقت سے مختلف نہیں ہے کہ بیت اللہ جانے والوں کو ترکستان کی راہ بتائی جائے یا بھوک وپیاس سے موت کے منہ میں جانے والے شخص کو موت سے بچنے کے لیے آیت الکرسی کا ورد بتایا جائے۔ ہائے افسوس! تصوف وسلوک جیسے بہترین ذریعہ استقامت کا کیا مذاق اُڑایا جارہا ہے۔ (فَاِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى)

انسان کے دوسرے اختیاری اعمال از قبیل افعال واقوال اور حرکات وسکنات کا

احکام شرعیہ کی گیارہ اقسام یعنی (فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، اِسائت، مکروہ تنزیہ، خلافِ اولی، مباح) سے خالی نہ ہونے کی طرح پیری مریدی کا عمل یعنی لوگوں کو بیعت دے کر مرید کرنے یا کسی کے مرید ہونے کا عمل بھی اِن اقسام سے خالی نہیں ہے۔ اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر حقیقی پیری و مریدی کی شرعی حیثیت متعین کر کے اُس کے مطابق ترغیبی تبلیغ کرنے کے ساتھ موجودہ دور کے اِس رواجی ڈرامہ کاری کی شرعی حیثیت معلوم کر کے اُس کے خلاف ترہیبی تبلیغ کرنا بھی اصحاب محراب و منبر کی مذہبی ذمہ داری ہے۔

پیری مریدی کی جوازی وعدم جوازی صورتیں

گزشتہ صفحات میں حقیقی پیری مریدی کی حقیقت افادیت، اہمیت اورغرض و غایت پر روشنی ڈالنے کے ساتھ پیری مریدی کے عنوان سے موجودہ دور کے اِس شرمناک کاروبار کے عدم جواز کو ہم واضح کر آئے ہیں لیکن کسی انسانی عمل کے نفس جواز و مطلوب شرعی ثابت ہونے سے اُس کی شرعی حیثیت پوری طرح نہیں نکھرتی کیوں کہ اہل علم جانتے ہیں کہ انسان کے کسی اختیاری عمل کا نفس جائز ہونا یا محض مرغوب و مطلوب شرعی ہونا بمنزلہ جنس ہے جس کے ماتحت (فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب) کے پانچ مختلف الحقائق انواع پائے جاتے ہیں جن کے بغیر نفس جواز کے پائے جانے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے انسان، گھوڑے، گدھے، اُونٹ، گائے وغیرہ جیسے لاکھوں، کروڑوں انواع میں سے کسی ایک کے بغیر حیوان کا پایا جانا ممکن نہیں ہے یعنی حیوان جب بھی خارج میں پایا جائے گا تو اپنے ماتحت مندرجہ اِن مختلف الحقائق انواع میں سے کسی کی شکل میں ہی پایا جائے گا یہ الگ بات ہے کہ اِن مختلف الحقائق لاکھوں

کروڑوں انواع کے بے شمار افراد میں سے ہر ایک کو حیوان کہنا اور اُن کا مصداق و مظہرِ حیوان ہونا تو درست ہے جبکہ اِن سب کو نفی کر کے حیوان کے خارجی وجود کی اُمید کرنا محض حماقت ہے۔ ایسے میں حقیقی پیری مریدی کے نفس جواز معلوم کرنے سے خارجی وجود اور عملی زندگی میں اُس کی شرعی حیثیت کے خدوخال کانکھر کر شرعی مطالب کی مذکورہ پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی شکل میں متعین ہونا اُس وقت تک عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوسکتا جب تک شرعی دلیل سے اُس کو واضح نہ کیا جائے، اُس وقت تک عملی زندگی میں نہیں پایا جائے گا جب تک مذکورہ انواع خمسہ میں سے کسی ایک شکل اختیار نہ کریں اور اُس وقت تک اُس کی شرعی حیثیت پر قلبی اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اِن میں سے کسی مخصوص حکم کے سانچہ میں فِٹ نہ ہو جائے۔ اِسی طرح موجودہ دور کی غالب اکثریت میں نمبر دو پیری مریدی کے نفس عدم جواز بتانے سے اُس کی شرعی حیثیت تاوقتیکہ نہیں نکھر سکتی جب تک ناجائز کے نیچے مندرجہ ذیل اقسام یعنی حرام، مکروہ تحریم، اسائت، مکروہ تنزیہ، خلافِ اولیٰ کے مختلف الحقائق انواع میں سے کسی کے تحت ہونے پر شرعی دلیل قائم نہ کی جائے۔

ایسے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حقیقی پیری مریدی کے جواز کی نوعیت کو شرعی دلائل کی روشنی میں اُجاگر کرنے کے ساتھ موجودہ ماحول میں چاروں طرف پھیلے ہوئے اس نشہ بھنگ کے ناجائز ہونے کی نوعیت کو بھی واضح کروں جس کے لیے ضروری ہے کہ حقیقی تصوف وسلوک کے دو بازؤں کی وضاحت پہلے پیش کروں۔ تصوف وطریقت سے آشنائی رکھنے والے حضرات پر مخفی نہیں ہے کہ راہِ سلوک کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: سلوکِ تقویٰ، دوم: سلوکِ احسان۔

سلوکِ تقویٰ:۔ اس بات سے عبارت ہے کہ انسان اپنی قوتِ فکری وعملی کو ہر وقت شریعت مقدسہ کے مطابق صرف کرنے کی کوشش کریں۔

سلوکِ احسان:۔ یہ قرآن وسنت کے ظاہری احکام کے مطابق عقیدہ وعمل کی سعادتوں کو پانے کے بعد یعنی اپنی قوتِ فکری وعملی کی امانتوں کو منشاء مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے مطابق اُن کے ظاہری مصارف میں صرف کر کے امانت دار ہونے کے بعد اِن دونوں کے حوالہ سے کمالِ اخلاص اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کرنے کا نام ہے۔ جس کی ناپیدا کنار وسعتوں کی پہچان وتعبیر منازلِ عشرۂ سلوک سے کی جاتی ہے، یعنی منہیات شرعیہ سے اجتناب اور مامورات شرعیہ پر عمل کر کے متقی ہونے کے بعد بالفاظ دیگر اسلامی عقیدہ وعمل کی سعادتوں کو پانے اور بدعقیدگی وبدعملی کی نجاستوں سے بچنے کے بعد حُسن عقیدہ وعمل میں کمالِ اخلاص کی زینت سے مزیّن ہونے کی پہچان منازلِ سلوک کے مندرجہ ذیل دس مقامات ہیں؛

(۱) توبہ، (۲) زُہد، (۳) فقر، (۴) خوف، (۵) رجاء، (۶) صبر، (۷) شکر، (۸) توکل، (۹) حُب، (۱۰) رضا۔

گویا سلوکِ تقویٰ کا تعلق ظاہری عمل سے ہے جبکہ سلوکِ احسان کا تعلق باطن کے ساتھ ہے۔ نیز سلوکِ تقویٰ کا پایا جانا سلوکِ احسان کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہے جبکہ سلوکِ احسان کا کسی شخص میں پایا جانا سلوکِ تقویٰ کا اُس میں پائے جانے پر موقوف ہے یعنی سلوکِ احسان اُس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتا اور کوئی شخص اِس کے رُتبے تک نہیں پہنچ سکتا جب تک سلوکِ تقویٰ پر فائز نہ ہوجائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ" (۱)

بالیقین اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے اور اہل احسان کے بھی ساتھ ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ تقویٰ کا تعلق قوتِ فکری وعملی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق اُن کے

۱۔ النحل، 128۔

صحیح مصارف میں استعمال کرنے سے ہے۔ جس کی مختصر تعبیر یہ ہے کہ:

''اَلْاِتْیَانُ بِمَایَنْبَغِیْ وَالْاِجْتِنَابُ عَمَّالَایَنْبَغِیْ''

یعنی کرنے کے کاموں کو کرنے اور نہ کرنے کے کاموں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

جب تک کوئی شخص اس کا سالک وعامل نہ ہوگا اُس وقت اُس کے محسن ہونے کا تصور ممکن نہیں ہوسکتا کیوں کہ احسان شریعت کے اوامر پر عمل کرنے اور منہیات سے اجتناب کرنے میں اخلاص اختیار کرنے کا نام ہے۔ سلوکِ تقویٰ کا سلوکِ احسان سے مقدم ہونے پر اور سلوکِ احسان کا سلوکِ تقویٰ پر موقوف ہونے پر دلالت کرنے میں یہ آیت کریمہ اشارت النص ہے اور اہل علم پر ظاہر ہے کہ مفہوم باشارۃ النص قطعی ہوتا ہے۔ لہٰذا سلوکِ تقویٰ کا سلوکِ احسان سے مقدم ہونا اور موقوف علیہ ہونا قطعی یقینی ہوا۔ اِسی وجہ سے امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا:

''اَلتَّصَوُّفُ اِنَّمَاھُوَ زُبْدَۃُ عَمَلَ الْعَبْدِ بِاَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ''(۱)

یعنی سلوکِ احسان کی شکل میں پائے جانیوالے تصوف کی حقیقت انسان کا شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا خلاصہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا:

''طریقت وحقیقت کہ صوفیا بآنہا ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است''

یعنی حقیقتِ شریعت جن کے ساتھ صوفیاء کرام ممتاز ہوتے ہیں یعنی سلوکِ احسان یہ دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے حوالہ سے خادمِ شریعت ہیں۔

سلوک وطریقت کی اِن دونوں قسموں کی حقیقتوں، مرتبوں اور باہمی تناسب کی

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج2، ص71۔

اِس وضاحت کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ اِن میں سے ہر ایک کی شرعی حیثیت کو بھی واضح کروں کہ جواز کی فقہی پانچ اقسام وانواع میں سے کس کے زمرہ میں آتے ہیں، تو اس حوالہ سے قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی روشنی میں سلوکِ تقویٰ کی فرضیت معلوم ہو رہی ہے جبکہ سلوکِ احسان استحباب ونفل سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''(۱)

یعنی اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور اُس کی رحمت کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور کوشش کرو اُس کی راہ میں اگر ایسا کیا تو بالیقین کامیاب ہو جاؤ گے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ میں تقویٰ کا جو حکم دیا گیا ہے وہ علی الاطلاق فرض ہے۔ لہٰذا سلوک تقویٰ کی تعلیم وتبلیغ فرض ہونے کی طرح اس کو سیکھ کر اُس کی تابعداری کر کے اُس پر چلنا اور عمل کرنا بھی فرض ہوگا۔ اُس کے لیے معلم ورہنما کو تلاش کرنا بھی فرض ہوگا اور اس راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو مٹانا و ہٹانا بھی فرض ہوگا۔ یہ وہ اہم ترین فریضہ ہے جو بلا تخصیص ہر مدعی اسلام پر لازم ہے، جس کے بغیر ایمان کے زائل ہونے کا خطرہ ہے، شیطان کے مسلط ہونیکا اندیشہ ہے جیسے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا:

''سَمِعْتُ کَثِیْرًا مِنَ الْمَشَائِخِ یَقُوْلُوْنَ مَنْ لَمْ یرمُفْلِحًا لَایُفْلِحُ''(۲)

یعنی میں نے بہت سے مشائخ کرام کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے کسی صاحبِ فلاح کو نہیں دیکھا تو وہ فلاح نہیں پائے گا۔

۱۔ المائدہ، 35۔

۲۔ عوارف المعارف، ص 78۔

صاف بات ہے کہ کسی صاحبِ کمال کو محض دیکھنے سے بات نہیں بنتی جب تک اُس کی اتباع نہ کی جائے ورنہ ابو جہل کو بھی صاحبِ فلاح ہونا چاہیئے کہ اُس نے بھی اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تھا نہیں ایسا ہر گز نہیں، بلکہ اولیاء کرام کے اِس فرمودہ سے واضح مطلب یہی ہے کہ فلاح تقویٰ اپنے اندر پیدا کرنا جو فرض ہے اُس کے حصول کے ذرائع کو تلاش کرنا بھی فرض ہے جسکے لیے کتاب وسنت کی طرف رہنمائی کرنے والوں کا احکامِ خداوندی پر عمل کی ترغیب دینے اور منہیات شرعیہ سے بچانے کے لیے ترہیب کرنے والوں کا دامن پکڑنا، اُن کی راہ پر چلنا اور اُن کی رہنمائی حاصل کر کے اپنی قوتِ فکری وعملی کی امانتوں کو اُن کے صحیح محل میں صرف کرنا فلاح پانے کے لیے ضروری ہے۔

مشائخ کرام کے اِس فرمودہ کی جو تشریح ہم پیش کر رہے ہیں اِس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اس کے بعد مذکورہ صفحہ میں حضرت ابو یزید بسطامی کے حوالہ سے فرمایا ہے:

''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُہُ الشَّیْطٰنُ'' (۱)

یعنی جس کا کوئی مذہبی استاذ نہ ہو اور وہ تقویٰ حاصل کرنے کی فرضیت کو خود بھی نہ سمجھتا ہو اور کسی اور سے بھی نہ سیکھے تو شیطان اُس پر مسلط ہو کر گمراہی کی طرف اُس کی رہنمائی لے جائے گا۔

ہماری اِس تشریح پر دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے بھی ایسا ہی منقول ہے جیسے الفتح الربانی میں حضرت کے مقالات وخطبات کے سلسلہ ششم میں اولیاء کرام کے اس مقولہ ''مَنْ لَمْ یرِ الْمُفْلِحَ لَایُفْلِحُ'' کو نقل کرنے کے بعد حضرت کی تشریح باین الفاظ موجود ہے:

۱۔ عوارف المعارف، ص 78۔

''اِنَّکَ تَرَی الْمُفْلِحَ وَلٰکِنْ تَرَاہُ بِعَیْنِی رَاسِکَ لَابِعَیْنِی قَلْبِکَ وَ سِرِّکَ''(۱)
یعنی تو اپنی آنکھوں سے فلاح پانے والے کو دیکھتا ہے جبکہ دل اور کردار کی آنکھوں سے نہیں دیکھتا یعنی اُن کے کردار کے مطابق عمل نہیں کرتا اور اُنہیں اپنا پیشوا و رہنما نہیں بناتا۔

سلوکِ تقویٰ کے اس فریضہ کی دست آوری کسی خاص پیر پر موقوف نہیں ہے بلکہ اپنی خداداد صلاحیت واستعداد کی بدولت اگر قرآن وسنت کے احکام کو خود سمجھ کر اُن پر عمل کرنے کی سعادت پاسکتا ہو تو یہی کافی ہے۔ جیسے حضرت امام بخاری جیسے درجنوں محدثین کرام وفقہاء عظام نے اسی پر اکتفا کر کے کسی دوسرے کامل کو پیر نہیں بنایا گویا اس ڈگر کے جملہ کاملین نے قرآن وسنت کے مفاہیم ومقاصد کو سمجھ کر اُن ہی کی امامت وپیشوائی اور تعلیم ورہنمائی پر اکتفا کیا دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اِن حضرات نے قرآن وسنت کی وساطت سے جملہ انسانیت کے مرشدِ اعظم ﷺ کو سلوکِ تقویٰ وراہِ فلاح کے لیے پیر ومرشد بنانے پر اکتفا کیا ہے۔ اِسی طرح جو حضرات حصولِ تقویٰ کے لیے کسی بھی صحیح العقیدہ، صحیح العمل، عالم باعمل کے کردار کو قرآن وسنت اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے پابند سمجھ کر اُس کے مطابق زندگی گزارتے ہوں اُنہیں بھی سلوکِ تقویٰ کے سلسلہ میں کسی اور مخصوص پیر کی بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ سلوکِ تقویٰ کا مقصد جس کے ذریعے حاصل ہو رہا ہے درحقیقت وہی اُس کا پیر ومرشد ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے مکتوب جو بنام سید حسین مانک پوری لکھا گیا تھا میں فرمایا:

''باید دانست کہ پیر آنست کہ مرید راب حق سبحانہ رہنمائی فرما بد ایں معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است

۱۔ الفتح الربانی، ص28، مطبوعہ مصر۔

وواضع تر است پیر تعلیم هم استاذ شریعت است و هم رهنمائے طریقت بخلاف پیر خرقه بس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجا باید آورد باسم پیری احق باشد''(۱)

یعنی سمجھنا چاہیے کہ جو شخص اپنے ساتھ ارادت رکھنے والوں کی رہنمائی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کرے وہی پیر ہوتا ہے۔ پیر کا یہ معنی شریعت کی تعلیم دینے والے رہنما میں زیادہ واضح اور ملحوظِ نظر ہے اور طریقۂ شریعت کی تعلیم دینے والا شخص مذہبی استاذ بھی ہے اور طریقہ شریعت کا رہنما بھی بخلاف خرقہ پوش پیر کے کہ وہ ایسا نہیں ہوتا لہٰذا طریقہ شریعت کی تعلیم دینے والے پیر کا زیادہ ادب کرنا چاہیے اور پیر و مرشد کہلانے کا زیادہ مستحق وہی ہے۔

اِسی طرح جو حضرات کسی عالم باعمل سے یا متعدد علمائے حق سے قرآن وسنت کی تعلیم سیکھ کر اپنی عملی زندگی کو اُن کے رنگ ڈھنگ پر چلاتے ہیں اور اُن کی عملی تقلید کر کے کتاب وسنت کے مطابق عملی زندگی بسر کرتے ہیں اُنہیں بھی سلوکِ تقویٰ حاصل ہوتا ہے جس کے بعد سلوکِ تقویٰ یا فلاحِ تقویٰ کی دست آوری کے لیے کسی مخصوص پیر کے ہاتھ بیعت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ میرے تجربہ کے مطابق علماء کرام محدثین، مفسرین، فقہاء اور ان کے متبعین کی غالب اکثریت قرونِ اُولیٰ سے لیکر اب تک سلوکِ تقویٰ کے اسی اندازِ عمل پر رواں دواں ہے شاید اسی نقطۂ نگاہ کی بنیاد پر حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) نے طالبانِ حق کے لیے اپنی کتاب (کشف المحجوب) کو پیر و مرشد و رہنما حق قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''من ان کتاب انرا ساختم کہ صقال دلہا بود کہ اندر حجاب

۱۔ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 221، ج3، دفتر اول، حصہ چہارم، ص9۔

غین گرفتار باشند و مائیہ نور حق اندر دل شان موجود باشد تا ببر کت خواندن این کتاب آن حجاب برخیزد و بحقیقت معنی راہ یابند ''(۱)

یعنی میں نے اس کتاب کو اُن متلاشیانِ حق کے دلوں کو صیقل (روشن) کرنے کے لیے لکھا ہے جنکے دلوں میں نورِ ایمان موجود ہونے کے باوجود محض انسانی کمزوری کی وجہ سے حجاب غفلت یا حجاب معصیت میں مبتلا ہیں تا کہ میری اس کتاب کو پڑھنے کی برکت حجاب اُٹھ جائے تو وہ سلوکِ تقویٰ کی راہ پا سکے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے بھی فتوحات مکیہ شریف میں فرمایا ہے:

''لَـنـا کِتٰب مَوَاقِع النُّجُوْم هُوَ کِتٰبٌ یقُوْم لِلطَّالِبِ مَقَامَ الشَّیْخِ یَاخُذُہُ بِیَدِہٖ کُلَّمَا عَثَرَ الْمُرِیْدَوَیَهْدِیْهِ اِلَی الْمَعْرِفَةِ اِذَاهُوَ ضَلَّ وَیَعْرِفُهُ مَرَاتِبَ الْاَنْوَارِ ''(۲)

اِسی طرح جن حضرات نے قرآن وحدیث کو ہی شریعت مقدسے کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے اپنے حق میں پیرومرشد قرار دیا ہے اُن سب کا مقصد سلوکِ تقویٰ کی رہنمائی ہے۔ سید اولیاء حضرت عبدالوہاب بلگرامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ ے بھی اپنی کتاب (سبع سنابل) میں ارادۂ عامہ کے اس مرشد عام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

چوں پیرت نیست پیر تُست ابلیس
کہ راہ دین زدہ است از مکر و تلبیس

ورنہ سلوکِ احسان کی راہ میں کتاب کا کسی کے پیرومرشد ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ کیوں کہ اس راہ میں کسی کامل کی عملی رہنمائی ضروری ہوتی ہے جو اللہ کے فرمان

۱۔ خطبه و مقدمه، کشف المحجوب، ص5، مطبوعه گلزار هند سستم پریس لاهور۔

۲۔ الفتوحات المکیه، ج4، ص169۔

''اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''(۱) کے معیار پر فٹ ہو جانے کے بعد یعنی سلوکِ تقویٰ کی سعادتوں کو حاصل کرنے کے بعد اسی راہ میں کمال اخلاص پیدا کرنے کے لیے، حُسن عقیدہ وحُسن عمل کی باطنی کیفیت میں مزید استحکام کی دست آوری کیلئے اور قوتِ فکری وعملی کی امانتوں میں امانت داری کے کمال سے اکملیت، فضیلت سے افضلیت، بہتر سے بہتریت اور بہتریت سے بہترینیت کی طرف ترقی وعروج سے عبارت ہے۔ جیسے حضرت امام سرہندی مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا:

''بعد از تحصیل دو جناح اعتقادی وعملی اگر توفیق ایزدی جل سلطانہ رہنمونی فرماید سلوک طریقہ علیہ صوفیاء است نہ از برائے آن غرض کہ شیئی زائد از ان اعتقاد وعمل حاصل کنند وامر مجدد بدست آرند بلکہ مقصود آنسیت کہ نسبت بمعتقدات یقینی واطمینانی حاصل کنند کہ ہر گز بتشکیک مشکل زائل نہ گردد وبہ ایراد شبہ باطل نہ شود''(۲)

یعنی سلوکِ تقویٰ کی راہ میں اسلامی عقیدہ وعمل کے دونوں بازوؤں کو حاصل کرنے کے بعد اگر توفیق خداوندی شاملِ حال ہو جائے تو پھر صوفیاء کرام کے مطابق سلوکِ احسان کی راہ اختیار کرنا چاہئے یہ اِس لیے نہیں کہ اسلامی عقیدہ وعمل کے سوا کوئی نئی چیز اس کے ذریعہ حاصل ہو جائے بلکہ اِن دونوں کی پختگی واستقامت کے لیے ہی ہونا چاہیے کیوں کہ سلوکِ احسان کی راہ میں قوتِ فکری وعملی کے ان دونوں کمالات میں پختگی و استقامت ہی مقصود ہوتی ہے۔

۱۔ البقرہ،5۔

۲۔ درّالمعرفت،ص 167۔

اِسی طرح حضرت شیخ نے سلوکِ تقویٰ کو سلوکِ احسان کے لیے شرط قرار دیتے ہوئے سلوکِ تقویٰ کی دست آوری کے بغیر سلوکِ احسان میں قدم رکھنے کو جنون وحماقت شمار تے ہوئے فرمایا ہے:

''تا آن دو جناح درست نہ کند طیرانِ عالم قدس (۱) محال است'' (۲)

یعنی اسلام کے دوبازو (قوتِ فکری وعملی کی درستی) اور عقیدہ وعمل کو اسلام کے سانچہ میں فِٹ کیے بغیر سلوکِ احسان کی لامحدود فضا میں اُڑنا محال ہے۔

اِسی طرح حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے فرمایا:

ترا پیری بہ باید در طریقت
کہ کامل باشد او اندر شریعت
بود واقف ز ھر باب وز ھر کوی
بداند نکتہ ھا را موی تا موی (۳)

پیری مریدی کی موجودہ مروجہ روِش اُن کے لیے مقامِ عبرت ہے جو حضرات سلوک کی اِن قسموں کو، ان کی ترتیب کو اور سلوکِ احسان سے پہلے کی ذمہ داریوں کو سمجھے بغیر پیر بن بیٹھتے ہیں، بیعت ہوتے ہیں یا بیعت دیتے ہیں اور تصوف وسلوک کی حقیقت تک رسائی کے بغیر منازلِ سلوک طے کرنے یا کرانے کی باتیں کرتے ہیں۔ شاید اُن ہی کے

۱۔ صوفیاء کرام کی زبان میں سلوکِ احسان کو طیران عالم قدس بھی کہتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی نے یہاں پر اِسی اصطلاح کے مطابق کلام فرمایا ہے۔

۲۔ دُرّ المعرفت، ص 44۔

۳۔ دیوان شاہ نعمت اللہ والی، ص 592 مطبوعہ ایران۔

متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

''اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْهٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ''(۱)

یعنی جو لوگ علم فقہ اور اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے سے پہلے پیر بننا چاہتے ہیں اُن کی مثال چکی کے گدھے کی طرح ہے جو مشقت کرے لیکن ثواب نہ پائے۔

کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے حقیقت یہ ہے کہ پیری مریدی کی موجودہ روش میں ماسوا اقلِ قلیل کے، آٹے میں نمک کی مقدار سے بھی کم اہلِ حق پائے جاتے ہیں۔ باقی سب کچھ ڈرامہ ہی ڈرامہ ہے، دھوکہ ہی دھوکہ ہے، استخوان فروشی یا خود فریبی ہے، جس سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے آوازِ حق بلند کرنا اہلِ حق پر فرض اور اصحاب محراب و منبر پر لازم ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیری مریدی کے نام سے کی جانے والی اس جہالت کاری کے خلاف آوازِ حق بلند کرنے کی جرات کون کرے جبکہ نیم خواندہ و پسماندہ طبقۂ علماء سمیت علماءِ سوکُلیتاً اُن کا ساتھ دے رہے ہیں، وعظ فروش اور نعت فروش اور ڈوم وقوال مل کر ان کے مفاد میں نشریاتی ادارے کا کردار ادا کر رہے ہیں، حق بین و حق شناس طبقۂ علماء اپنے دُنیوی مصالح و منافع کا غم کھا رہے ہیں، سیاسی ذہن کے علماء ووٹ بنک بنانے کی فکر میں مبتلا چلے آ رہے ہیں اور مقتدرہ اپنی کرسی کی فکر میں گرفتار ہے۔ ایسے میں اس کے خلاف آوازِ حق بلند کر کے اصلاح احوال کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ رب کریم جل مجدہٗ کی خصوصی توفیق کے بغیر اس طوفانِ بدتمیزی کے خلاف حقِ تبلیغ ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج5، ص219، مطبوعہ بیروت۔

مرشدِ عام و مرشدِ خاص

یہ تو جملہ معترضہ تھا جو اصل کلام کے بیچ میں آ گیا میں نے دراصل حقیقی پیری مریدی کی شرعی حیثیت بتانی تھی جس سے پہلے اس کی مذکورہ دونوں قسموں کی وضاحت ضروری تھی جو کردی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی تشریحات و تصریحات کی روشنی میں ارادت کی دو قسمیں ہیں:

❶ ارادت فرضیہ، ❷ ارادت نفلیہ۔

اس کے نتیجہ میں پیرومرشد کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ❶ عام پیر، ❷ خاص پیر۔

اور مرید کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ❶ مریدِ عام، ❷ مریدِ خاص۔

ارادت فرضیہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی حکم ہے جس پر عمل کرنا ضروری اور موجب فلاح ونجات ہے اور نہ کرنا گناہ موجبِ عذاب وراہِ شیطان ہے۔اس کا مظہر ومصداق احکام خداوندی کے مطابق صحیح عقیدہ وعمل اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے بالفعل ارادہ کر کے قدم اُٹھانا ہے۔

پیری مریدی کے حوالہ سے ارادۃ عامہ ہو اور ارادۃ خاصہ دو الگ الگ حقیقتیں ہونے سے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کی حقیقتوں کے جدا جدا ہونے سے پیروں اور مریدوں کی تقسیم بھی ایک فطری بات تھی جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی جس کی روشنی میں تصوف کی اِن دونوں شاخوں کا ایک دوسرے سے جدا جدا مستقل علم ہونے کا بھی پتہ چل چکا کیوں کہ اِن کی تعریف، غرض اور موضوع جب ایک دوسرے سے جدا ہیں تو پھر ایک علم یا ایک فن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان دونوں کا اجمالی مقصد یعنی اسلامی عقیدہ وعمل میں اخلاص کی پختگی قدرِ

مشترک ہونے اور دونوں کا تعلق انسان کے باطن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے دونوں کو علمِ سلوک کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے علم منطق کے حصہ تصورات وتصدیقات کو منطق ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حالاں کہ اُن میں سے ہر ایک کی تعریف ،غرض اور موضوع ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن دونوں کے مقصودی مسائل کا کلی ودائمی ضوابط ہونا جن کے ذریعہ سے مقاصد کو حاصل کرنے میں فکری غلطی سے بچنا ممکن ہوسکتا ہے دونوں میں قدرِ مشترک ہے اگر چہ تصورات میں یہ فکر تصوری ہوتی ہے یعنی مجموعہ مافیہ الفکر مفردات ہوتے ہیں اور مجموعہ مافیہ الفکر بعد الفکر معرِّف ہوتا ہے اور مفکِر و ناظر کا اصل مقصد تصور مجہول کو معلوم کرنا ہوتا ہے جبکہ تصدیقات میں یہ فکر تصدیقی ہوتی ہے یعنی مجموعہ مافیہ الفکر مفردات نہیں بلکہ نسبتیں ہوتی ہیں اور مفکر وناظر کا اصل مقصد بھی تصدیق مجہول کو معلوم کرنا ہوتا ہے۔الغرض تعریف ،غرض اور موضوع جدا ہونے کے باوجود خطاءِ فکری سے بچانے والا ضابطہ کلیہ ہونا چونکہ ان دونوں کے مابین قدرِ مشترک ہے جس وجہ سے اِن دونوں کے مجموعہ کو نیز اِن دونوں کے مسائل کو منطق یا مسائل منطقیہ کہا جاتا ہے۔ اِسی طرح علم سلوک کی مذکورہ دونوں قسموں کی حقیقتوں کا اور تعریف ،غرض اور موضوع کا ایک دوسرے سے جدا ہونے کے باوجود محض پختگی اخلاص عقیدہ وعمل میں اشتراک کی بنیاد پر دونوں کو علم سلوک ،تصوف اور علم الفلاح والتقویٰ جیسے ناموں کے ساتھ موسوم کیا جانا بھی امر معقول ومشہور ہے۔

اِس حقیقت کو سمجھنے کے بعد یہ بات آپ ہی واضح ہوگئی کہ منطق کے حصہ تصورات کو سمجھنے سے پہلے تصدیقات میں پڑنا بے ترتیب ونامعقول ہونے کی طرح سلوکِ تقویٰ میں راسخ القدم ہوئے بغیر سلوکِ احسان میں قدم رکھنا بھی جہلِ محض ہے یا علمِ صرف کو سمجھنے سے پہلے علم نحو کا مسافر بننا نامعقول طریقہ تعلیم ہونے کی طرح سلوکِ تقویٰ کا سفر

مکمل کرنے سے پہلے منازلِ سلوک میں داخل ہونا بھی معکوس الحرکت عمل ہے جو اغوائی، شیطانی یا جہلِ محض سے خالی نہیں ہے لیکن پیری مریدی کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے بزرگانِ دین کے بیان کردہ اِن حقائق کو سمجھنے کے لیے بھی علم درکار ہے۔ جن مشائخ اور پیری مریدی کرنے والے حضرات میں الٰہیات کے حوالہ سے علم کی پختگی نہیں ہے اُن بے چاروں سے سلوک وتصوف کے اِن حقائق کو سمجھنے کی توقع بھی ممکن نہیں ہے جب راہِ سلوک کے اِن مختلف الحقائق مسالک کا علم ہی نہیں ہے تو پھر اُنہیں مسند ارشاد پر بیٹھنے اور لوگوں کو مرید بنانے کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ ایسے نا اہلوں کے متعلق فتاویٰ رضویہ میں فرمایا گیا ہے:

''آج کل کے بہت مدعیان نا کارکہ مسند ولایت کو ترکہ پدری جانتے ہیں۔''(۱)

ایک دردِ دل رکھنے والے کی فریاد

ایک ہم عصر عالم دین وفاضل صاحبِ قلم مولانا سید فاروق القادری جو میرے ساتھ نسبت تلمذ بھی رکھتے ہیں، کی قدرے مختصر انداز میں ایک تحریر ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' کے عنوان سے ہے، جو حضرت امام احمد رضا کے اُن جھوٹے عاشقوں سے متعلق ہے جو موصوف کو صرف اُن فتوؤں کی حد تک تسلیم کرتے ہیں جن سے اِن کے مفادات کو تحفظ مل سکتا ہے جبکہ تصویر کے دوسرے رُخ سے پردہ اُٹھانے کو موت سمجھتے ہیں۔ تحریر مندرجہ ذیل ہے:

نہ سنتے جو تم غیروں کی زبانی بہت دلچسپ تھی میری کہانی

قارئین یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ برصغیر کے مسلمان عوام کی اکثریت شروع سے مشائخ وصوفیا کی عقیدت مند اور صوفیاء صافیہ پر قائم ودائم ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج21، ص558۔

دہلوی اور شاہ عبدالعزیز تک سوادِاعظم کا یہ دھارا فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق بلا اختلاف اپنی اصلی اور حقیقی لائن پر چلتا اور بہتا رہا۔ سوءِ اتفاق سے اسی خاندان کے ایک فرد نے اپنے بزرگوں کے بعد بالکل ایک نئی اور انوکھی تعبیر کو اپنی دعوت کا عنوان بنایا اور رُشدو ہدایت سے اس پر اصرار کیا تو جس طرح ہر تحریک کو لوگ مل جاتے ہیں، اس فکر کو بھی ہم خیال لوگ میسر آنے لگے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ فکر اور انداز کچھ عرصہ قبل نجد وحجاز سے انتہائی شدت اور جارحیت کے ساتھ اپنا آغاز کر چکا تھا۔ اس دعوت اور فکر کا بارہ سوسالہ اسلام کے پیغامِ رحمت ورافت اور ادب ونیاز کے برعکس درشتی، گستاخی، بے احتیاطی اور بات بات پر مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دیکر انکے جان ومال کو مباح قرار دینے پر مبنی تھا، برصغیر میں اس کی ابتداء بھی دراصل اسی کی صدائے بازگشت تھی۔

اسے حسنِ اتفاق کہنا اور سمجھنا چاہئے کہ قدرت نے اپنی فیاضی سے فاضل بریلوی ایسی قدآور علمی شخصیت کو پیدا کر دیا جو اس اعتزالی انحرافی فکر کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدانِ عمل میں آ گئی اور اس نے بظاہر خوشنما مگر بہ باطن تباہ کن یلغار کے سامنے سدِ سکندری باندھ دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی صدری قوت، جوشِ ایمانی اور عشقِ نبوی ﷺ کی دولت سے سرشاری میں صدیوں پر بھاری شخصیت تھے وہ بلاشبہ اس شعر کا مصداق۔

له همم لا منتهى لكبائرها وهمته الصغرى اجل من الدهر

حاشا وکلا فاضل بریلوی نے کسی نئی فکر، تحریک یا پارٹی کی بنیاد رکھی؟ کسی نئی پارٹی یا جماعت کو بے سروسامانی کے باوجود اس قدر ہمہ گیر مقبولیت ممکن ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ برصغیر میں تقویۃ الایمان کی گستاخ رسالت عبارات، صراطِ مستقیم اور براہین قاطعہ وغیرہ کی جگر پاش عبارات سے مسلمانوں کے دل چھلنی ہو رہے تھے کیا یہ حقیقت

نہیں ہے کہ اثر ابن عباس کے مسئلہ پر ایک چھوٹا سا ٹولہ جمہور مسلمانوں سے الگ ہو گیا تھا، اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ 1246ھ میں شاہی مسجد دہلی کے تاریخی مباحثے میں بدایوں، خیر آباد اور دہلی کے سارے علماء ایک طرف اور چند مولوی صاحبان دوسری طرف تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے امتناع النظیر اور ابطال الطغویٰ ایسی کتابیں یہیں لکھی تھیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ سوادِ اعظم کو جوں ہی اپنے عقائد و معمولات کی تائید و حمایت اور اسے نئے، اوپرے اور اجنبی نظریات سے بچانے کے لیے ایک انتہائی پر جوش، ہر قسم کی صلاحیت سے بہرہ ور اور حیرت انگیز صلاحیتوں کا حامل وکیل میسر آیا تو پورے برصغیر کے مسلمانوں نے اسے سر پر بٹھایا، آنکھوں میں جگہ دی کوئی شک نہیں کہ فاضل بریلوی عملی، علمی اور روحانی حوالہ سے کسی طرح بھی نامور اسلاف سے کم نہ تھے مگر اس موڑ پر یہ اعزاز اور انفراد انہیں اور صرف انہیں عطا ہوا کہ برصغیر کے عوام و خواص اور تمام علمی و روحانی خانوادوں کے نزدیک وہ اہلسنت کا نشان و علامت قرار دیئے گئے۔

برصغیر کا پورا مسلم معاشرہ اپنے پاؤں پر کھڑا رہا انہیں یہ درآمد شدہ نظریات ہلا بھی نہ سکے تو مخالفین نے انتہائی ہوشیاری اور منصوبہ بندی سے اپنا پینترا بدلا۔ اب صوفیاء و مشائخ کے معمولات و معتقدات پر شدید الزامات لگانے والے خود مشائخ و صوفیاء بن بیٹھے اور انہوں نے کشف و کرامات، درود و وظائف، من گھڑت حکایات اور غلط بخشی کے طور پر القاب و خطابات میں اہل سنت (ان کے بقول بریلویوں) کو کوسوں پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی جو سب کے مرشد ہیں، صرف شیخ العرب والعجم ہیں جبکہ قطب عالم، قطب ارشاد، حکیم الامت، امام الہدیٰ، قاسم العلوم والخیرات، زندہ ولی وغیرہ ایسے سینکڑوں القاب ان لوگوں کو دیئے گئے جو دورِ حاضر کے لوگ تھے اور جو اپنے معتقدین

کو عمر بھر یہی درس دیتے رہے کہ غوث اعظم، داتا صاحب، گنج شکر، غریب نواز ایسے القاب نعوذ باللہ غیر اسلامی ہیں۔

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے بعد اپنے شیخ، مرشد، غوث اور قطب بنا کر ان کی تعریف و توصیف اور مبالغہ آمیز کرامات و حکایات پر مبنی سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو اتنی اہمیت کیوں نہ دی گئی؟ آخر ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' ایسا بڑا جرم بھی تو ان سے صادر ہوا تھا؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا کیا جرم تھا کہ سید سلیمان ندوی نے یہاں تک فرمادیا کہ شاہ صاحب کا مطالعہ احتیاط سے کرنا چاہئے کہیں کہیں وہ کفر کے قریب پہنچ جاتے ہیں، یہی جرم تھا نا کہ انہوں نے انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الدر الثمین وغیرہ لکھ کر وہی جرم کیا تھا جس کی تجدید بعد میں فاضل بریلوی نے کی۔ یوں مخالفین نے اپنی مقصد برآری کے لیے انتہائی باریک بینی اور ژرف نگاہی کے بعد اپنا پینترا بدلا اگرچہ انہیں دوہرے معیار سے کام لینا پڑا۔ انتہائی کرب اور صدمے کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر مخالفین نے دوہرا معیار اپنایا تو خود اہل سنت کے علماء و مشائخ نے تہرا معیار اختیار کرلیا ان کرم فرماؤں نے فاضل بریلوی کے ساتھ جو کچھ کیا اس پر ان کی روح آج بھی فریاد کر رہی ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

یہ سوچنے کی کسی نے زحمت ہی گوارا نہیں کی کہ اگر آج تک فاضل بریلوی کو ضعیف الاعتقادی، بدعات اور نعوذ باللہ غلط عقائد کے الزامات لگائے جارہے ہیں تو اس کا باعث خود فاضل بریلوی نہیں بلکہ یہی بعض علماء اور جاہل پیروں کا وہ گروہ ہے جو شریعت وسنت کی بالادستی، علم وفضل اور فقر و تدبر کے میدان میں تو فاضل بریلوی کا حوالہ دیتا ہے

مگر جہاں اپنی پیری مریدی بڑھانے، اپنے اپنے حلقۂ فکر کو نمایاں کرنے اور صوفیاء کے طریق عزلت وگمنامی کو چھوڑ کر اپنے اظہار کا مسئلہ آتا ہے تو وہاں چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی فاضل بریلوی کو پرکاہ کی وقعت نہیں دیتا۔ اگر علماء دیوبند کی متنازعہ گستاخانہ عبارات آسمان سے اُترا ہوا صحیفہ نہیں ہیں کہ ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو خانقاہوں پر جو خرافات اعتقادی اور عملی طور پر رواج پا گئی ہیں وہ بھی طریقت کا حصہ نہیں ہیں، کیا یہ ناچ، بھنگڑے، جھومر، تھیٹر، بے قاعدہ قوالی اور راگ کی مجلسیں، قد آدم کے برابر اُونچی قبریں، قبروں پر کروڑوں روپے کا ضیاع، قبروں کے سجدے، طواف، مخلوقِ خدا کو اللہ کی بجائے اپنے سامنے جھکانے کا کارِ بے خیر آخر کس قاعدے قانون کا نتیجہ ہے؟

مجھے علم ہے کہ میری اِس تحریر سے بعض جبینوں پر شکن پڑیں گی مگر میں ببانگ دہل کہنا چاہتا ہوں کہ سُنّیت کا ٹھیکہ دار کوئی نہ بنے۔ راقم السطور بحمد للہ تعالیٰ خاندانی اعتبار سے اہل سنت کے عظیم خانوادے سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے جد امجد کے فاضل بریلوی کے ساتھ ذاتی تعلقات رہے ہیں میں نے سنیت اور مسلک حقہ کی تائید ونصرت میں ہزاروں صفحات لکھے ہیں ملک کا اہل علم طبقہ اچھی طرح جانتا ہے۔ میں یہاں پر یہ بات نہیں چھپانا چاہتا کہ دُنیائے سنیت میں شتر مرغ پالیسی نہیں چلے گی۔ عمائدین اہل سنت اس آخری دور میں فاضل بریلوی ایسا بلند مرتبہ فقیہ، شریعت وسنت کا پیکر، علم وفضل کا مالک اور عاشق رسول سامنے لے آئیں ورنہ اپنی گمراہیاں بدعت کاریاں غیر شرعی حرکات اور طریقت وخانقاہت کے نام پر گھناؤنے جرائم اور چھوٹی چھوٹی ٹولیاں اور جتھے بنا کر اپنی خواہشات اور پسند کو سُنّیت کا لبادہ دے کر اس عظیم شخصیت کو بدنام کرنے کی روش ترک کر دیں۔ خدا کے لیے کوئی ہمیں بتائے کہ اہل سنت کے اس صدی کے کتنے مجدد ہیں، کتنے امام ہیں، کتنے مقتداء ہیں جسکی جو مرضی اور خواہش ہوتی ہے اسی

کے مطابق اپنی زنبیل سے وہ اپنے ممدوح کو القاب دے دیتا ہے ''کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ''(۱) کا منظر ہے۔

گزشتہ سال راقم السطور ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا جو صاحب علم اور انتہائی لائق شخصیت کے مالک تھے انکے سامنے ایک درخواست رکھی تھی جو اُنہوں نے میری طرف بڑھا دی اس میں ایک معروف خانقاہ کے سجادہ نشین کی طرف سے گزراش کی گئی تھی کہ عُرس کے موقع پر تھیٹر اور سرکس کی اجازت دی جائے اور لطف یہ کہ یہ درخواست لے کر سجادہ نشین صاحب خود ڈپٹی کمشنر کے پاس آئے تھے، ڈپٹی کمشنر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا؛

ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

ہر واعظ، مولوی اور عالم پیری مریدی کے چکر میں پڑا ہوا ہے جو بھی فوت ہوتا ہے اس کے غلاف، روضے، آستانے عرس شروع ہو جاتے ہیں۔ مریدین و معتقدین کو یہ زہر انڈیلا جاتا ہے کہ بس جو کچھ ہیں ہمارے حضرت ہیں۔ ان کے خلاف جو سوچتا ہے، عمل کرتا ہے یا بات کرتا ہے وہ بے دین اور گمراہ ہے۔ یہاں ایسے ایسے لوگ بھی بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں اور کئی نام نہاد علماء کو ہم نے ان کے پاؤں پر سر گڑتے دیکھا ہے جنہوں نے زندگی میں ایک نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی، کبھی جمعہ نہیں پڑھا، عیدین کی نماز میں شامل نہیں ہوئے، فرض ہونے کے باوجود حج کی سعادت سے محروم ہیں۔ آخر یہ کیسی طریقت ہے یہ تصوف و روحانیت کی کون سی قسم ہے؟ اگر ہم غلطی پر ہیں تو کوئی ہمیں سمجھائے۔ امام دار الہجرہ امام مالک رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کا وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق فرمودہ کہاں گیا جس میں آپ نے روضہ نبوی ﷺ کی طرف اشارہ کرتے

۱۔ المومنون،53۔

ہوئے فرمایا تھا:

''کل یوخذعنہ ویردعلیہ الاصاحب ھذاالقبر''

سوائے اس صاحبِ مزار (آنحضور ﷺ) کے ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی۔

ہمیں یہ بات تسلیم کرلینی چاہئے اوراس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تصوف وطریقت اور خانقاہی رسوم وآداب سے متعلق اہل سنت کے ہاں بے شمار کوتاہیاں اور خامیاں ہیں، جوعقیدگی شخصیت پرستی کو چھورہی ہے، ہمارے ذکرواذکار، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کی جہدوکاوش اپنے اپنے حلقوں تک محدود ہوکررہ گئی ہے۔

یہ لئے اِس قدر بڑھ چکی ہے کہ بعض حضرات نے چشتیت، قادریت کی افضلیت پر بحثیں شروع کردی ہیں۔ قادری کالفظ دیکھ کرکسی کو یہ غلط فہمی نہ ہوکہ شاید راقم اسی خول میں گرفتار ہے۔ میرے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، میرے نزدیک سلاسل تصوف حقیقت واحدہ تک پہنچنے کے راستے ہیں جوسب اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ مگر یہ کیاہے کہ بات غوث اعظم کی تنقیص تک جاپہنچے؟ اگر شریعت وسنت کے اس مثالی علمبرداراورتوحید کے سب سے بڑے مبلغ کوتصوف کی تاریخ سے الگ کردیا جائے تو مخالفین تصوف کے سامنے پیش کرنے کوکیا رہ جاتا ہے؟ کیا یہ سلسلے ایک دوسرے کونیچا دکھانے کی تحریکیں تھیں؟ اگرایسانہیں ہے توپھرآج سے کسی مولوی کوکیاحق پہنچتاہے کہ وہ مسلم الثبوت مشائخ کے بارے میں ایسی گھٹیا زبان استعمال کرے اس کے باوجود گستاخ صرف دیوبندی ہی ہیں۔

ع حذرائے چیرہ دستیاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

ایسے لوگوں کوسوائے اس کے اورکیا کہاجاسکتاہے کہ؛

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

پس چہ باید کرد، کئی سال کے مطالعے اور طویل غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے میں پہنچا ہوں کہ فاضل بریلوی کا اُصول وفروع میں مسلک ہی وہ پُرامن شاہراہ ہے جس کی مضبوط بنیادیں کتاب وسنت پر اُٹھائی گئی ہیں۔ ہمارے باقی رسمیں فقہ وسنت کی ہلکی سی آنچ بھی برداشت کرنے کے قابل نہیں ہیں اگر اہل سنت کے کچھ افراد یا جماعتیں پیری مریدی، کشف وکرامات اور سیاسی بازی گری کے کھیل تماشے سے الگ ہوکر صرف اصلاح اخلاق واعمال اور مثبت دینی لٹریچر کا بیڑا اُٹھالیں تو شاید کچھ اصلاحِ احوال کی صورت نکل آئے۔

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ آخری حتمی اور یقینی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے، لہٰذا غیر مشروط اطاعت صرف انہی کی ہونی چاہئے۔ فاضل بریلوی کا نام لینے والوں پر ان کا حق اور فرض ہے کہ وہ خاص طور پر اتباعِ سنت کے بارے میں انہیں صدقِ دل سے اپنا راہنما بنا کر اپنی کوتاہیاں دور کریں۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو ے گویم
تو خواہ از سختم پند گیرد وخواہ ملال

ایک مفتی کا وقیع فتویٰ

اِس سلسلے میں حضرت مفتی غلام سرور القادری الرضوی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کی ایک مفید تحریر بھی موجود ہے جو ماہنامہ خلافت لاہور میں شائع ہوئی تھی، جسے ہم یہاں متلاشیانِ حق کی صحیح رہنمائی کیلئے بلاکم وکاست نذرِ قارئین کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں:

''قرآن وسنت وآئمہ دینِ متین کی تعلیمات کی رُو سے جو ثابت اور محقق ہے وہ یہ ہے کہ پیرومرشد کا مقام والدین کے مقام سے اونچا ہے۔ایک شخص کے ماں باپ بھی ہیں اور پیرومرشد بھی تو اسے پیرومرشد کو ماں باپ پر ترجیح دینا چاہئے۔مثلاً پیرومرشد ایک کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں اور والدین روکتے ہیں یا والدین ایک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پیرومرشد اس کام سے روکتے ہیں تو ایسی صورت میں قرآن وسنت کی رُو سے مرید کو پیرومرشد کی ہی بات ماننا چاہئے،ماں باپ سے معذرت کر لینی چاہئے مگر پیر ومرشد کے فرمان کو ہر صورت اپنے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان یقین کرنا چاہئے۔اِس سلسلے میں دلائل درجِ ذیل ہیں:

پہلی دلیل:۔ پیرومرشد عالم دین ہے قرآن وسنت اور شریعت کے احکام پر عبور رکھتا ہے،صحیح العقیدہ اور ظاہر شرع پر چلنے والا ہے۔یاد رہے کہ پیرومرشد کے لیے عربی زبان جاننا اس حد تک ضروری ہے کہ وہ کسی ترجمہ یا ترجمان کی مدد کی بغیر براہِ راست قرآن و حدیث سے مسئلہ معلوم کر سکے اور دوسروں کی رہنمائی کر سکے۔اِس لیے پیرومرشد کا عالم دین ہونا ضروری ہے اگر عالم دین نہیں ہے تو وہ پیرومرشد ہونے کے لائق نہیں۔

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون''(۱)

کہ فقہ(علم دین سیکھے)بغیر عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکھی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے نفع کچھ نہیں۔

امام غزالی احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں:

''اجتنب صحبة المتصوفة الجاهلین''

۱۔ حلیۃ الاولیاء،ج5،ص219۔

یعنی قرآن وسنت کے علم سے بے خبر صوفیوں کی صحبت سے دور رہو۔
اس کی شرح میں امام مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں کہ ''جاہل صوفیوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن وسنت کے علم کو حاصل کیے بغیر لوگوں کے پیرومرشد بنتے ہیں اور اولیاء اللہ کا روپ دھارے پھر رہے ہیں۔

''فھٰولاء مضرتھم اکثر من منفعتھم''(۱)

لہٰذا پیرومرشد کے قرآن وسنت کا علم ہونا ضروری ہے جب وہ قرآن وسنت کا عالم ہوگا تو وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وارث وجانشین ہوگا اور رسول اللہ کا نائب ہوگا جیسا کہ حدیث میں فرمایا:

''العلماء ورثۃ الانبیاء''(۲)

علماء دین پیغمبروں کے وارث ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے: ''العلماء خلفاء الانبیاء''(۳)

علماء دین پیغمبروں کے جانشین ہیں۔

تیسری حدیث میں ہے: ''العلماء یحشرون مع الانبیاء''(۴)

علماء دین روزِ قیامت پیغمبروں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ جیسے پیغمبر کا رُتبہ ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہے ایسے اس کے وارث اور جانشین کا رُتبہ بھی ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر ہوگا ورنہ جانشینی کا کیا مطلب؟ یہ تو عام

۱۔ اتحاف السادۃ المتقین، ج7، ص71۔

۲۔ تلخیص، ۳، 164 ...... کنزالعمال، حدیث نمبر 28679۔

۳۔ مجمع، ج1، ص126۔

٤۔ خفاجی، ج2، ص84۔

علماء دین کی بات ہے لیکن انسان جس عالم دین کے ہاتھ پر بیعت کرے اوراس کی رہنمائی میں دین سیکھے اس کا مرتبہ تو ماں باپ سے اور بڑھ کر ہوا۔ چنانچہ یہ بھی حدیث میں ہے:

''من علم رجلاالقرآن فھو مولاہ لا یخذلہ و لا یستأثر علیہ''(۱)

کہ جس نے کسی کوقرآن کاعلم دیا پس وہ اس کا مالک ومولا ہوگیا اسے چاہئے کہ وہ اپنے مولا کونہ توکبھی چھوڑے اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں کسی کوترجیح دے۔

اس حدیث میں ماں باپ کی تخصیص بھی نہیں کی گئی جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ جس ہستی سے قرآن کا یعنی دین کاعلم حاصل ہوااسکا مقام ماں باپ سے بڑھ کر ہے۔ ایک اورحدیث میں ہے:

''من علم عبدا آیۃ من کتاب اللہ فھو مولاہ لا ینبغی لہ ان یخذلہ و لا یستأثر علیہ احدافان فعلہ قصم عروۃ من عری الاسلام''(۲)

یعنی جس نے کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کی ایک آیت کی تعلیم دے دی تو وہ اس کا آقا ومولا ہوگیا اسے نہیں چاہئے کہ وہ اپنے مولا کوچھوڑے اور نہ ہی وہ اس کے مقابلے میں کسی کوترجیح دے پھر اگر اس نے اسے چھوڑا یا اس کے مقابلہ میں کسی کوترجیح دی تواس نے اسلام کی مضبوط رسی کوکاٹ ڈالا۔

یعنی اِس نعمتِ عظمیٰ کی ناقدری کی، یہ توعام دینی فیض دینے والی علمی شخصیت کا مقام ہے کہ اس کے مقابلے میں کسی کوترجیح نہ دے اس میں یقیناً ماں باپ بھی شامل ہیں لیکن جسے انسان اپنا مرشد چن لے اوراس کے ہاتھ پر بیعت ہوجائے اوراس کے ذریعے اللہ

۱۔ کنزالعمال، حدیث نمبر2382۔

۲۔ فتح الباری، ج8، ص248۔

تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا عہد کر لے جبکہ بیعت ''بیع'' سے ہے جس کے معنی اپنے آپ کو مرشد کے ہاتھ بیچ دینے کے ہیں ظاہر ہے کہ یہاں ظاہری خرید وفروخت تو مراد نہیں ہے بلکہ بیعت سے مراد یہ ہے کہ بیعت ہونے والے نے اپنے آپ کو ایسے مرشد کے حوالہ کر دیا جیسے فروخت ہونے والی چیز خریدار کے حوالہ ہو جاتی ہے پھر اس چیز پر خریدار (مالک) کے سوا کسی کی مرضی نہیں چل سکتی اور اس چیز کے بارے میں مالک کی مرضی کو ہی سب پر ترجیح ہوتی ہے ایسے مرید پر مرشد کے سوا کسی کی مرضی کو ترجیح نہیں دی جائے گی ورنہ بیعت بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ قطب عالم امام العارفین امام ابوسعید الخادمی متوفی 1168ھ اپنی کتاب ''بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ'' میں فرماتے ہیں کہ:

''ومن التعظيم التواضع والتملق والخدمة والنصرة والدعاء لاستاذه سرا وجهرا قال عليه الصلوٰة والاسلام من علم عبدا آية من كتاب الله فهو مولاه لا ينبغي له ان يخذله ولا يوثر عليه احدا (۱) ومن اسباب انقراض العلم عدم مراعاة حق المعلم قيل من تاذى منه استاذه يحرم بركة العلم ولا ينتفع به الا قليلا وينبغي ان يقدم حق معلمه على حق ابويه'' (۲)

استاذ یعنی اپنے دینی رہنما کے ساتھ تواضع وانکساری وخوشامد سے پیش آئے اس کی خدمت کرے اس کی ہر ممکن مدد کرے اور ظاہر و باطن اس کے لیے دُعائیں کرے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے کسی بندے کو اللہ کی کتاب کی ایک آیت کا علم دیا پس وہ اس کا مولا ہو گیا اسے چاہئے کہ اپنے مولا کو نہ چھوڑے اور اس کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح

۱۔ طبرانی، ج8، ص132۔

۲۔ طبرانی، ج3، ص258۔

نہ دے اور علم کے ضائع ہونے کے اسباب میں سے ایک اپنے دین سکھانے والے کے حقوق کا خیال نہ رکھنا ہے۔کہا گیا ہے کہ جس سے اس کا استاذ دینی ناراض ہوا وہ علم کی برکت سے محروم ہو گیا (الا قلیلا) اور چاہیے کہ وہ اپنے استاذ (دینی رہنما) کے حق کو ماں باپ کے حق سے مقدم رکھے۔

اِس حدیث طبرانی کے حوالہ کے بعد امام ابوسعید خادمی علیہ الرحمۃ نے واضح فرما دیا کہ دینی استاذ کا مقام جس نے قرآن کی ایک آیت کا بھی علم دیا ہوا پنے ماں باپ کے مقام سے مقدم سمجھنا چاہئے اور اس پر کسی کو ترجیح نہیں دینا چاہئے اور مرشد تو عام دینی استاذ سے کئی درجے بلند مقام رکھتا ہے جو انسان کی ظاہری و باطنی تربیت کرتا اور اس کے قلب و دماغ میں قرآن وسنت کی تعلیم ڈالتا ہے لہٰذا اس کا مقام ماں باپ کے مقام سے اور بڑھ کر ہوا۔اپنے زمانہ کی عظیم روحانی وعلمی شخصیت عارف باللہ حضرت مولانا رومی (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ) مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

اے کہ چوں تو در زمانہ نیست کس   اللہ اللہ خلق را فریاد رس

اے میرے مرشد اس دور میں آپ جیسی شخصیت کوئی نہیں، خدا کے واسطے مخلوق کی رہنمائی کے ذریعہ مدد فرمائیں۔(۱)

اس شعر کی تشریح میں مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم میں لکھتے ہیں کہ؛

''مولانا رومی لوگوں کو اس طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے پیرو مرشد کو سب سے افضل سمجھے، یہ بات شریعت وارادت کے آداب میں داخل ہے۔''(۲)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''فتاویٰ عالمگیری'' جسے اورنگزیب عالمگیر (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ)

۱۔ مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ۔

۲۔ مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم، ج 1،ص 245۔

نے چوٹی کے پانچ سو(500) علماء کی کونسل سے مرتب کرایا گویا فتاویٰ عالمگیری کا ہر فتوی یااس کی ہر بات چوٹی کے پانچ سو(500) علماء کا فتویٰ ہے،اِس میں لکھا ہے کہ:

''وینبغی للرجل ان یراعی حقوق استاذہ و آدابہ ولا یضن بشیء من ما لہ ولا یقتدی بہ فی سھوہ ویقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین''(۱)

انسان کو چاہئے کہ اپنے استاذ (دینی رہنما) کے حقوق وآداب کالحاظ رکھےاوراپنے مال میں سے اس کے لیے بخل نہ کرےاوربھول چوک میں اس کے اتباع نہ کرےاوراپنے استاذ(دین سکھانے والے) کے حق کو ماں باپ کے حق سے بڑھ کر سمجھے اورتمام مسلمانوں سے اس کا حق زیادہ سمجھے۔

جب اسلامی احکام کی روشنی میں ایک عام دینی استاذ کا یہ حق ہے کہ اپنے مال میں سے کوئی چیزاس سے نہ روکے یعنی اس کی ہرممکن مالی مددکرےاوراس کے حق کوماں باپ کے حق سے بڑھ کر سمجھےاوردوسرے مسلمانوں کے حقوق سے بھی اس کا حق بڑھ کر سمجھے، تو پیرومرشد بہ طریق اولیٰ کا حقدار کیوں کہ اس کا درجہ اساتذ دینی سے بڑھ کر ہے۔

مرید کے لیے شیخ ہی اُستاذ کامل ہے:۔ کتابوں میں جوحوالہ جات گزرے ہیں ان میں تھا کہ استاذ کے مقابلہ میں کسی کوترجیح نہ دے حتی کہ استاذ کے رُتبہ کو ماں باپ سے بڑھ کر سمجھے یہ سب اس استاذ کے بارے میں ہے جوقرآن وسنت کا عالم،صحیح العقیدہ اورظاہرشرع کا پابند ہو یہ حکم مرشد کے لیے بہ طریق اولیٰ ہوگا کیوں کہ مرشد بھی استاذ بلکہ استاذ کامل اورمرید کا ظاہری وباطنی مربی ہے۔صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مرشد کے لیے''استاذ'' کالفظ بولا جاتا ہے چنانچہ امام العارفین امام عبدالکریم قشیری

۱۔ فتاویٰ عالمگیری،ج5،ص378،مطبوعہ مصر۔

اپنے رسالہ شریعہ میں پھر امام المحد ثین شیخ الاسلام امام زکریا الانصاری (رَحْمَةُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ثم یجب علی المرید ان یتاب فی اعماله بشیخ یتخذه استاذاله فان لم یکن له استاذلایفلح ابدالعدم معرفته الاحکام هذاابویزیدیقول من لم یکن له استاذیاتم به فامامه الشیطان (الی ان قال) فیجب علیه ان یصحح عقده بینه وبین الله تعالٰی وهو ان لا یخالف شیخه فانه جعله سببا بینه وبین ربه ووسیلة له فی نیل مرغوبه منه فلیعزم علی ان لا یتحرک ولا یسکن ولا یتصرف فی شیء حتی یاذن له شیخه فیه وان علم ان ما یفعله مباح لا ن شیخه قدیری ان ترکه له اعون له علی مقصوده''(۱)

پھر مرید پر واجب ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اپنے شیخ مرشد کا ادب رکھے جسے وہ مرشد بناتا ہے اگر کسی کا مرشد نہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا کیوں کہ وہ مرشد کے بغیر احکامِ شریعت نہیں جان سکتا یہ حضرت ابو یزید بسطامی ہیں فرماتے ہیں کہ جسکا استاذ (مرشد) نہیں جس کے پیچھے وہ چلے اس کا مرشد شیطان ہے یہاں تک فرمایا کہ مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان عہد کرلے کہ وہ اپنے مرشد کے ہر اشارہ پر چلے گا اور کسی بات میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے گا اور مرید کے خلوص کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے مرشد کی کسی بات پر دل میں اعتراض کا وہم تک نہیں لائے گا کیوں کہ اس نے اپنے مقصود آخرت کی ترقی اور خدا تعالٰی تک رسائی حاصل کرنے میں اپنے اور اپنے اللہ تعالٰی کے درمیان اپنے مرشد کو وسیلہ بنایا تو مرید کو یہ عزم کرلینا چاہیے کہ وہ اپنے شیخ (مرشد) کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرے گا اور چین نہیں پائے گا

۱۔ رسالہ قشیریہ مع شرح شیخ الاسلام، ج4، ص209تا211۔

اور نہ ہی اپنے کسی کام میں ہاتھ ڈالے گا اگرچہ اسے معلوم ہو کہ یہ کام جائز ہے پھر اس کے کرنے میں مرشد سے اجازت لے کیوں کہ اس کا مرشد کبھی اپنے عرفان سے جو اسے قرآن وسنت سے حاصل ہے جانتا ہے کہ اس کام کا نہ کرنا مرید کے لیے حصول مقصود میں معاون ہے۔

اس کی شرح میں سیدی استاذ سید مصطفیٰ عروسی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) فرماتے ہیں کہ:

''اِس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ اور پیغمبر کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے درخت کی جڑ اور اس کی ٹہنی کا۔ تو جو درخت کی جڑ کا حکم ہے وہی اس کی ٹہنی کا ہے یا رسول اصل ہے اور شیخ و مرشد اس کا نائب تو جو حکم اصل یعنی پیغمبر کا ہے وہی اس کے نائب یعنی مرشد کا ہے تو جیسے اُمتی پیغمبر کے حکم کو سب کے حکموں پر فوقیت دینے کا پابند ہے ویسے ہی اس کے نائب (مرشد) کے حکم کو سب کے حکموں پر فوقیت دینا ہوگی۔

الغرض پیرومرشد پر ماں باپ اور کسی دوسرے کو ترجیح یا فوقیت نہیں دی جا سکتی بلکہ مرشد کو ہی سب سے مقدم سمجھنا چاہئے ان کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی اطاعت نہیں کیوں کہ وہ نائب مصطفیٰ ﷺ ہے۔ مولانا رومی کو دنیا معرفت کا امام سمجھتی ہے وہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

دست تو از اہل آں بیعت شود   کہ ید اللہ فوق ایدیھم بود

یعنی پیرومرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد تمہارا ہاتھ ان بیعتِ رضوان والوں (صحابہ کرام) کے ہاتھوں میں سے ہو جائے گا جن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا۔

مطلب یہ کہ مرشد کامل کی بیعت گویا رسول اللہ ﷺ کی بیعت ہے اور اس بیعت کرنے والوں کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سلسلۂ بیعت ایک ہاتھ در ہاتھ کا تسلسل ہے اس کی انتہا رسول اللہ ﷺ تک ہے۔ بیعت ہونے والے انسان کا

ہاتھ اپنے مرشد کے ہاتھ سے چھو چکا، مرشد کا اپنے مرشد کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ ان کے مرشد سے، اِسی طرح یہ سلسلہ ہاتھ در ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ سے جا ملتا ہے۔ اِس لحاظ سے مرشدِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا گویا رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ہاتھ ملانا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

چوں بدادی دست در دستِ پیر

پیرِ حکمت کو کیم ست و خبیر

یعنی جب تم اپنا ہاتھ پیرو مرشد کے ہاتھ میں دے دو گے تو دیکھ لو گے کہ وہ پیرِ حکمت و دانائی کا معلم ہے کیوں کہ وہ صاحبِ حکمت ہے اور باخبر ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

کو نبیِ وقت خویش است اے مرید

زانکہ نورِ نبی آمد پدید

اے مرید! وہ (مرشد کامل) اپنے دور کا نبی ہے (یعنی نبی کا مظہر ہے) اِس لیے کہ وہ صاف طور پر نبی کا نور ہے۔

مطلب یہ کہ چوں کہ مرشد نبی کی تعلیمات کا حامل و شائع کرنے والا ہوتا ہے اس لیے وہ نبی کا نور ہوتا ہے کیوں کہ اسی سے نبی کی تعلیمات کی روشنی پھیلتی ہے جو نبی کی بعثت سے مقصود ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الشیخ فی قومه كالنبی فی اُمته''

کہ مرشد اپنے مریدوں میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔ پھر فرماتے ہیں:

در حدیبیہ شدی حاضر بدیں   واں صحابہ بیعتے را قریں

یعنی اس بیعت کی بدولت تو گویا حدیبیہ میں حاضر ہو گیا اور ان بیعتِ رضوان میں شریک

یہ بولتا ہے وہ ایسے نہیں بولتے لیکن یاد رہے کہ اللہ تعالی ایسی صورت کی طرف نظر کرم نہیں فرماتا جس کے دل میں عرفان الٰہی (اللہ تعالی کی پہچان) کا جذبہ نہ ہو اور اس کے لیے کوشش نہ کرے بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ کس کے دل میں اللہ تعالی کی محبت اس کے قرب کا شوق اور اس کی پہچان کا وہ جذبہ موجود ہے جس کے لیے اسے دنیا میں بھیجا گیا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

''ان اللہ لاینظر الی صو رکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم''(۱)

ترجمہ:۔اللہ تعالی محض تمہاری انسانی شکلوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کے خلوص وجذبہ اور تمہارے عملوں و عملی جدوجہد اور کوششوں کو دیکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر انسان پر فرض ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت کے حصول کے لیے دلی جذبہ کے ساتھ اپنی ہمت کی حد تک عملی کوشش کرے اور یہ مقصد زندگی جسے ہم اللہ تعالی کی جان و پہچان کہتے ہیں قرآن وحدیث وفقہ کے علم کو ضروری حد تک حاصل کیے بغیر ممکن نہیں ہے اسی لیے قرآن کریم میں علم دین سیکھنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا ہے:

''فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ''(۲)

ترجمہ:۔کہ اگر تم عالم نہیں تو علماء سے علم حاصل کرو۔یعنی ان سے احکام شریعت سیکھو اور ان سے دین کی ہر وہ بات پوچھو جو تمہیں معلوم نہیں ہے۔اِس لیے حدیث میں فرمایا:

''طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة''(۳)

۱۔ مسند امام احمد، ج2،ص285۔

۲۔ النحل،43۔

۳۔ (1)طبرانی۔ج10،ص240۔

(2)مجمع الزوائد، ج1،ص120,119 ،مشکوٰۃ،218۔

دین کا علم ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔
علم سیکھنے کے ساتھ دین کو صحیح طور پر سمجھنے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے اور آخرت کی بہترین کامیابی کے حصول کے لیے مرشد کا وسیلہ پکڑنا (بیعت ہونا) بہت ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؛

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''(۱)

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم کامیابی پاؤ۔
اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کا حکم دیا ہے:
(۱) ایک اللہ سے ڈرنے کا۔ اللہ سے ڈرنے کا مطلب اس کے احکام پر چلنا ہے۔ نماز پنجگانہ، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا۔
(۲) دوسری اپنی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کا۔ اگرچہ ایک مسلمان کے نیک کام بھی وسیلۂ نجات ہے مگر نیکیوں کا کیا معلوم اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہے یا نہیں۔ یعنی مسلمان کا کام نیک عمل کرنا اور اس کی قبولیت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا ہے مگر ہم اپنے کسی نیک عمل کے بارے میں دعویٰ سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ قبول ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتے تھے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس بندے کی نماز قبول نہ ہو اسے پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر مار دی جاتی ہے میں ڈرتا ہو کہ کہیں میری نماز ویسی نہ ہو اس لیے میں منہ چھپا لیتا ہوں۔

۱۔ المائدہ،35۔

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے خوف کا یہ حال ہے تو ہم کیسے دعویٰ کر سکتے ہے کہ ہماری نیکی قبول ہے لیکن اس بات کا ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالی کے اولیاء اس کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ رکھتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں فرمایا:

''لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ''(۱)

میرے جو دوست ہیں انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس لیے اللہ تعالی کے مقبول کا دامن پکڑنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور اس آیت میں جس وسیلہ کے ڈھونڈنے کا حکم ہوا اس سے یہی علماء دین مراد ہیں جو قرآن وسنت پر عبور رکھتے ہیں اور صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ظاہر شریعت کے پابند ہیں انہی کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ''(۲)

اللہ سے اس کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے: ''ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَالَّذِینَ لَا یَعْلَمُونَ ''(۳)

کیا علماء دین اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟

پیرومرشد صرف علماء ہی ہو سکتے ہیں

صحیح بخاری میں ہے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیشوا بنائے جانے سے پہلے قرآن وسنت وفقہ (شریعت) کا علم حاصل کرو۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ پیشوائی عالم دین ہونے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

۱۔ یونس، 62۔

۲۔ فاطر، 28۔

۳۔ الزمر، 9۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عالم دین ہوئے بغیر عبادت میں کوئی بھلائی نہیں۔''(۱)

امام عینی فرماتے ہیں: ''سب سے اونچا درجہ علم دین والوں (علماء دین) کا ہے۔''

لہٰذا سب بزرگان دین کا اس پر اتفاق ہے کہ پیر و مرشد علماء دین ہی ہو سکتے ہے۔ چنانچہ امام تقی الدین عبدالملک بن ابی المنی البابی الحلبی المعروف امام عبدالضریر (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) متوفی 839ھ اپنی کتاب ''نزہۃ الناظرین'' میں لکھتے ہیں:

''قال الاماماں ابو حنیفة والشافعی رحمهما الله تعالی ان لم یکن العلماء اولیاء الله فلیس لله ولی''

ترجمہ:۔ کہ امام ابوحنیفہ و امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر علماء دین اللہ کے اولیا نہیں ہیں تو روئے زمین پر کوئی بھی ولی نہیں ہے۔(۲)

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس (رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھُمَا) فرماتے ہیں کہ ''جنت میں علماء دین عام جنتیوں سے سات سو درجے اوپر ہوں گے اور ہر درجہ کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا۔''

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ جس بندے کے لیے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے اسے عالم دین بنا دیتا ہے۔''

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک عالم دین کی شان عبادت گزار لوگوں سے اس قدر اونچی ہے جس قدر میری شان تم میں سے ایک ادنی انسان سے اونچی ہے۔''

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بیشک اللہ تعالی اسکے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے

۱۔ عمدہ القاری، ج2، ص55۔

۲۔ نزھة الناظرین، ج5، ص6۔

یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور حتیٰ کی مچھلیاں دریاؤں میں لوگوں کو دین سکھا نے والے عالم دین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔"(۱)

(۵) جو انسان علم دین حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں اس خوشی سے کہ وہ علم دین حاصل کرنے جا رہا ہے۔(یہ تو طالب علم کا مقام ہے) اُس عالم باعمل اور قال اللہ قال الرسول کی روشنی پھیلانے اور مریدوں پر شدت شفقت رکھنے والے کا مقام کیا ہوگا؟ ایسی ہی پاک ہستیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوا یَعْمَلُونَ"(۲)

(۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایک عالم دین کی تبلیغ یا اس کی صحبت کے فیضان سے اگر ایک شخص سیدھے راستے پر آجائے تو اس سے کہیں بڑھ کر ثواب ملتا ہے کہ کوئی سارے جہان کا سونا چاندی اللہ کی راہ میں لٹا دے(۳)۔اسی طرح علماء کے ثواب کے برابر کسی کا ثواب نہیں پہنچتا۔"

(۷) انسان جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے نیک عمل رک جاتے ہیں ثواب موقوف ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے لوگ ہیں جنکے لیے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ثواب جاری رہتا ہے ایک وہ جس نے صدقہ جاری کیا مثلاً مسجد یا سڑک بنوا دی یا نہر پر پل بنوا دیا یا پانی کا کنواں یا نلکا لگوا دیا یا دینی مدرسہ بنوا دیا (اس مدرسہ کا ثواب سب سے بڑھ کر ہے کہ یہ علم دین کا سرچشمہ ہے اور علم دین کو پھیلانا رسول اللہ ﷺ کا مشن

۱۔ ترمذی شریف۔

۲۔ السجدہ، 17۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل۔

ہے)۔آپ نے فرمایا کہ:

''مجھے علم کو پھیلانے کے لیے بھیجا گیا ہے دوسرا وہ شخص جس نے اپنے پیچھے صالح عالم دین اولاد چھوڑی جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔تیسرا وہ شخص جس نے اپنے پیچھے علم چھوڑا (یعنی دوسروں کو عالم دین بنا گیا یا دینی لائبریری چھوڑی یا مسلک حق کی تائید میں کتابیں لکھ کر چھوڑ گیا۔'') (صحیح مسلم)

(۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار لوگوں کی نسبت زیادہ باری ہے۔''(ترمذی)

(۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب بے کار ہیں سوائے اللہ کی یاد کے اور سوائے اللہ کی پسندیدہ باتوں کے اور سوائے عالم دین کے اور سوائے اس کے جو علم دین سیکھ رہا ہے۔''(ترمذی)

(۱۰) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''جو صبح کو مسجد (یا دینی مدرسہ میں گیا) جہاں کوئی عالم دین علم دین پڑھاتا ہوتا کہ وہ اس سے علم دین سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اس کے لیے روزانہ آنے جانے کا حج کامل جیسا ثواب ہے۔''(طبرانی)

(۱۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''جو شخص کسی عالم دین کے پاس بیٹھ کر علم دین سیکھتا ہے اسے ایک دن کے علم دین سیکھنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ ساٹھ سال کی عبادت بے ریا سے بڑھ کر ہوتا ہے۔''(۱)

(۱۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''جب لوگ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو علماء دین کو اللہ تعالی (خواہ مرد ہو یا عالمہ فاضلہ خواتین) باقی مخلوق سے علیحدہ کر کے فرمائے گا کہ میں نے تم میں اپنی شریعت کا علم اس لیے نہیں رکھا تھا کہ آج تمہیں عذاب

۱۔ نزھۃ النا ظرین، ص 4۔

دوں جاؤ جنت میں، میں نے تمہیں بخش دیا۔"

(۱۳) رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اس میں دو گروہ بیٹھے تھے ایک گروہ علماء کا تھا جو جاہلوں کو علم دین (قرآن وسنت کا علم) سکھا رہا تھا اور دوسرا گروہ ذکرِ الٰہی میں مصروف تھا آپ نے ذکر کرنے والوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "یہ لوگ اللہ کو یاد کر رہے ہیں اس کی طرف متوجہ ہیں وہ اگر چاہے تو ان کو کچھ دے اور اگر چاہے نہ دے۔ لیکن یہ دوسرا گروہ تو جاہلوں کو علم دین سیکھا رہا ہے انہیں عالم دین بنا رہا ہے اور یہی میرا طریقہ اور میرا مشن ہے۔ پھر آپ ﷺ ان علماء میں جا بیٹھے۔" (مشکوۃ) گویا اشارہ ہے کہ میں علماء دین کے ساتھ ہوں اگر کوئی مجھ سے ملنا چاہے یا میرے پاس آنا چاہے تو علماء سے ملے اور ان کے پاس بیٹھے گویا وہ مجھے ملا اور میرے پاس بیٹھا۔

(۱۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "صبح کو عالم دین کے پاس جا کر (قرآن وسنت کا) ایک مسئلہ سیکھنا ایک سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔" (نزہۃ الناظرین)

(۱۵) امام بخاری کے استاد امام محمد بن مقاتل فرماتے ہیں کہ "قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ سیکھ لینا قرآن کے چھ ہزار ختم کرنے سے زیادہ ثواب ہے۔" (سیرت امام محمد بن مقاتل)

(۱۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "علم دین حاصل کرو اگرچہ تمہیں اس کے لیے چین کا سفر کرنا پڑے۔" (جامع العلم والعلماء)

(۱۷) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ علم دین پڑھ رہا ہو کہ اس سے دین اسلام کو زندہ کرے تو اسے جنت میں سب سے اوپر کا درجہ ملے گا کہ اسکے اور انبیاء علیہم اسلام کے درمیان صرف ایک درجہ کا فاصلہ ہوگا۔" (نزہۃ الناظرین)

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ "علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم انبیاء (عَلَیْهِمُ السَّلَام) کی میراث ہے اور مال فرعونوں کی اور اس لیے علم انسان کی

حفاظت کرتا ہے(اور ساتھ جائیگا اور قبر وحشر میں اس کا محافظ ہوگا) جبکہ مال والا مال کی حفاظت کرتا ہے(جس نے یہاں رہ جانا ہے) اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ علم اُسے دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے اور مال اسے دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا ہاں اگر کوئی مال اللہ کے دین کے لیے لٹادے تو اللہ اس سے بھی محبت کرتا ہے کیونکہ اس کا اللہ کے دین کے لیے مال لٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے مال سے نہیں اللہ سے محبت ہے اس لیے اس سے بھی اللہ محبت فرماتا ہے کیوں کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے کیوں کہ جب مال دار فوت ہوتا ہے تو اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا جبکہ عالم دین دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کا نام دین اور علم کے حوالے سے باقی رہتا ہے کیوں کہ مال والے سے قیامت کے دن ایک پیسے کا پوچھا جائیگا اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور عالم دین سیدھا جنت میں جائیگا اور اسے ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کے بدلے جنت کا درجہ ملے گا۔'' (نزہۃ الناظرین)

(۱۹) علماء دین حضور ﷺ کی امت کے روشن چراغ ہے جہاں کوئی عالم دین تشریف فرما ہے اسکے آس پاس کی زمین وزمان اس کے علم سے روشن اور جگمگا رہے ہیں۔ (نزہۃ الناظرین)

(۲۰) ایک حدیث میں ہے کہ ''اگر علماء دین اولیاء اللہ نہیں ہے تو روئے زمین پر اللہ کا کوئی ولی نہیں۔'' (تفسیر بیضاوی ونزہۃ الناظرین)

(۲۱) ''جو کسی کو علم دین پڑھنے یا پڑھانے سے روکے وہ بہت بڑی نیکی سے روکنے والا ہے(اور دوزخی ہے)''(۱)

(۲۲) ''علم دین پڑھنے اور پڑھانے والے اللہ کی نشانیاں ہیں اور اللہ قرآن میں فرماتا ہے میری نشانیوں کی جو تعظیم کریگا وہ دل کا متقی ہے(اللہ کی نشانیاں علماء دین ہیں)'' (نزہۃ الناظرین)

۱۔ القلم،12۔

(۲۳) ''اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ''(۱)
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی اور ان کی جو تم میں سے (شریعت کا) حکم بتانے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کے بعد علماء دین کی اطاعت (فرما برداری) کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ علماء دین کی فرما برداری کریں۔ (حضرت ابن عباس تفسیر مظہری)

(۲۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین گروہ بڑی شفاعت کریں گے، انبیاء علماء دین اور شہید۔ (احیاء العلوم امام غزالی)

(۲۵) حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''عالم دین کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں ہے (جو اللہ سے ہاتھ ملانا چاہے وہ عالم دین سے ہاتھ ملانے کی سعادت حاصل کرے۔)''(۲)

(۲۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''نوم العالم عبادة'' عالم کی نیند عبادت ہے۔(۳)

(۲۷) عالم کی نیند غیر عالم کی عبادت سے بہتر ہے۔(۴)

غرضیکہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد اگرچہ اعمال صالحہ مقبولہ بھی ہو سکتے ہیں مگر اولی یہ ہے کہ یہ علماء حق ہیں جو اللہ کے اولیاء ہیں جن کی بیعت ہو کر ان کے دامن سے وابستہ ہونے کا حکم ہو رہا ہے۔ علامہ امام عارف کامل مولانا شیخ اسمعیل برسوی متوفی 1137ھ (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ) تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔ اس آیت

۱۔ النساء، 59۔

۲۔ الطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه، ج10، ص360۔

۳۔ اتحاف، ج5، ص157۔

٤۔ حلیه، ج 4، ص385

میں وسیلے کی جستجو کرنے کا واضح حکم ہے اور وسیلے کا حکم نہایت ضروری ہے اس لیے کے اللہ تعالیٰ تک رسائی وسیلے کے بغیر نہ ممکن ہے۔ اس لیے کہ عمل صالح کا وسیلہ ہونا ان کے مقبول ہونے پر موقوف ہے۔ مگر ان کے مقبول ہونے کی کسے خبر ہے جب کہ اولیاء کا مقبول ہونا امر تنصیصی ہے: ''وهی علماء الحقیقة و مشائخ الطریقة''(۱)

اور یہ وسیلہ علماء حقیقت جو مشائخ طریقت بھی ہیں۔

حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قطع ایں مرحلہ بے ہمری خضر ممکن

ظلماتست بترس از خطر گمراہی

خدا تک رسائی کا راستہ پیر و مرشد کے بغیر طے نہ کر کیونکہ اس میں بہت سے اندھیرے ہیں گمراہی کے خطرے سے ڈر۔ خود بخود عمل کرنے سے نفس ترقی کرتا ہے جیسا کہ بہت سے عابد اپنی عبادت کے گھمنڈ میں رہے انجام کار ہلاک ہو گئے اور اگر انبیاء اور اولیاء کے دامن سے وابستہ ہو کر عمل کرے تو نفس مٹ جاتا ہے۔ حجابات اٹھ جاتے ہیں طالب اپنے مطلوب (رب) تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ) اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ) سے القول الجمیل کے ص 21 میں حضرت مولانا الحاج شاہ امداداللہ صاحب مہاجر مکی ضیاء القلوب کے ص 4 میں اور مولوی اسمعیل صاحب دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ:

''یہاں وسیلہ سے شیخ کامل کا وسیلہ ڈھونڈنا مراد ہے۔''(۱)

۱۔ روح البیان، ج2، ص288۔

۲۔ صراط مستقیم 133۔

حدیث شریف میں حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے آپ نے فرمایا:

''بـا یعونی ...... الخ''یعنی اس بات پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، چوری نہ کرو گے، بدکاری نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، کسی پر بہتان نہ باندھو گے، اور نیک کام میں میری نافرمانی نہ کرو گے ہم (صحابہ) نے اسی شرط پر آپ کی بیعت کی۔'' (بخاری)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الانتباہ میں اور حضرت امام عبدالکریم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں فرمایا ہے کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ:

''من لا شیخ له فالشیطان شیخه۔''

یعنی جس کا کوئی پیر و مرشد نہیں ہے اس کا پیر و مرشد شیطان ہے۔

لہٰذا مقصد زندگی کے حاصل کرنے والے انسان کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے شیخ کامل کا انتخاب کر کے اس کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔ اس دور میں جو فتنوں اور گمراہیوں کا دور ہے ہر انسان کے لیے مرشد کا دامن پکڑنا ضروری ہے تا کہ وہ فتنوں سے اور گمراہی سے اپنا ایمان بچا سکے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر

پیر پکڑو! کیونکہ مقصد زندگی کے حصول کا راستہ بغیر پیر کے بہت آفتوں خوف اور خطرے سے پر ہے۔

ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد او ز غولاں گمرہ در چاہ شد

جس نے بغیر مرشد کے اس راستہ پر قدم رکھا، وہ شیطانوں کے بہکانے سے گمراہ ہوا، اور تباہی کے کنویں میں جا گرا۔

تو ہمہ طفل وائی بسعی اے فقیر　　　برو دامن نیک مرد را بگیر

یعنی ہے درویش تو نادان بچوں کی طرح ہے جس کے بھٹکنے کا اندیشہ ہے، جا نیک لوگوں کے دامن سے لگ جا۔ حضرت عطار فرماتے ہیں:

راہ پر خوف است و دُزد ادر کمیں　　　راہبرے برتا نمائی برزمیں

استقامت ایمان کا راستہ خوفناک ہے، ایمان کے لٹیرے چھپے بیٹھے ہیں مرشد پکڑلو تا کہ زمین تجھے سب کچھ دکھائی دے۔

مقصدِ بیعت:۔ آج کل پیری مریدی مختلف خیالات کے تحت رسم محض بن کر رہ گئی ہے حالانکہ بیعت کا مقصد یہ ہے کہ مرید گناہوں سے تائب ہوکر اپنے شیخ سے ظاہری اور باطنی فیض پائے، نفس کے مکروفریب اور گمراہ لوگوں کی گمراہی اور فتنوں سے بچ کر خدا جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا فرمانبردار رہے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دیا کرے اور شیخ مرید کے احوال پر نظر رکھے اور مرید میں شریعت کے خلاف جو چیز دیکھے اس کی اصلاح کرے۔

شرائط مرشد:۔ شرائط مرشد اکابر اولیاء بالخصوص امام احمد رضا (نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف) نے مرشد کے لیے جو شرائط بیان فرمائی ہیں انہیں اختصار کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ جس پیر میں یہ شرائط نہ ہوں وہ پیر ہونے کے لائق نہیں، اس لیے اس کے بیعت نہ ہوں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ نقصان ہوگا۔

پہلی شرط:۔ مرشد عالم دین ہو یعنی عقائد اہل سنت سے پوری طرح واقف ہو اور اسے عربی زبان پر اس قدر عبور ہو کہ ضروری مسائل کو کسی کی مدد کے بغیر براہ راست قرآن اور حدیث اور فقہ سے خود نکال سکے۔ اکابر اولیاء فرماتے ہیں کہ جاہل پیر کا مرید ہونا شیطان کا مرید ہونا ہے۔ جب تک کہ مذکورہ شرط کے مطابق صحیح معنی میں عالم نہ ہو اس

کی بیعت ہرگز نہ ہو۔

''درس ساعة واحدة خير من قيام اليل''(مشکوۃ شریف)

ترجمہ:۔ کہ ایک لمحہ کا درس رات بھر کے نوافل سے بہتر ہے۔

اگر کوئی عابد وزاہد عبادات کی برکتوں سے صاحب کرامات ہو جائے اور ہواؤں میں اڑتا پھرے۔ایک نظر سے مٹی کو سونا بنادے تب بھی وہ اس عالم دین کے مقام کو نہیں پاسکتا جو کتاب وسنت اور فقہ کا درس دیتا ہے۔عالم دین کی دینی خدمات کی خدااور رسول کے ہاں جو قدر ومنزلت ہے،اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب درس وتدریس وافتاء کا کام اسے مجبور کردے تو اسے فجر کی نماز کے سواسب نمازوں کا مؤکدہ سنتیں بھی معاف ہو جاتی ہیں۔(عالمگیری)

اس لیے آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف ہے۔

"فضل العالم على العابد كفضلي على ادناكم''

ترجمہ:۔عالم دین عابدوں اور زاہدوں سے اسی طرح افضل ہے جس طرح میں تمہارے ادنی سے افضل ہوں۔(مشکوۃ شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ جس طرح چودھویں کا چاند ستاروں سے افضل ہے ایسے ہی عالم دین عابدواور زاہد سے افضل ہے۔اور حضور غوث اعظم فرماتے ہیں۔

درست العلم حتى صرت قطبا　　　فنلت السعد من مولى الموالی

یعنی میں درس وتدریس کی برکت سے قطب ہو گیا پس میں نے آقاؤں کے آقا (خداوند قدوس) سے سعادت پائی۔جاہل صوفی شریعت اور طریقت میں فرق اور اختلاف بتاتے ہیں کہ یہ بدترین فریب ہے کیونکہ جو علم شریعت نہیں جانتا اسے خدا کی معرفت کبھی نہیں ہو سکتی۔حضرت سعدی فرماتے ہیں:

چوں شمع از پئے علم باید گداخت

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

علم دین کے پیچھے اپنی عمر صرف کر دو، کیونکہ بغیر علم کے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔

لٰہذا شریعت وطریقت کو الگ کرنا بھی شیطان کے مسخروں اور جاہل پیروں کی مکاری ہے انہیں اس قدر بھی علم نہیں کہ شریعت احکام کا نام ہے اور طریقت ان پر عمل کرنا ہے گویا جو شخص صحیح العقیدہ شریعت کا عالم اور اس کا حامل ہو وہ صاحب طریقت ہے۔ علم نہ ہوگا تو عمل کہاں ہوگا؟ امام مالک فرماتے ہیں جو شخص عالم دین نہ ہو اور پیر بنے وہ زندیق وگمراہ ہے۔ (اشعات اللمعات شرح مشکوٰۃ)

دوسری شرط:۔ عالم دین باعمل متبع سنت اور پرہیز گار ہو۔ اس میں ظاہری طور پر کوئی چیز خلاف شریعت نہ ہو، صوم وصلاۃ اور جماعت کا پابند ہو، اس کی داڑھی چار انگل سے کم نہ ہو، کم کرانے والا اعلانیہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے تو نماز بھی مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے پھر اسے طریقت کا امام کیسے بنایا جاسکتا ہے لیکن غیر معیاری مشائخ اور جاہل پیروں کا ماحول ہی اسلام سے بیگانہ ہے۔ (اعاذنا اللہ منہم)

تیسری شرط:۔ مرشد عالم باعمل ہونے کے ساتھ صحیح العقیدہ یعنی آج کے دور میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت مجدد الف ثانی وشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وحضرت شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی (رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ) کی تعلیمات و تشریحات کے مطابق سنی مسلک رکھتا ہو، غرضیکہ عقیدہ صحیح ہونا بہت ضروری ہے اگر عقیدہ ان بزرگوں کے عقیدہ کے مطابق نہ ہو تو وہ بیعت کے قابل نہیں۔

حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

کہ بہت سے شیطان (بدعقیدہ لوگ) انسان (سنی) کے بھیس میں ہیں لہٰذا ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں۔ اس کا صحیح العقیدہ ہونا اچھی طرح معلوم کرلیں۔

چوتھی شرط: چوتھی شرط یہ ہے کہ مرشد کا شجرۂ طریقت حضور ﷺ تک پہنچتا ہو۔ درمیان میں ٹوٹتا نہ ہو ورنہ اسکے ذریعے سے حضور اکرم ﷺ تک رسائی نہ ممکن ہے۔ جس مرشد میں یہ چاروں شرطیں پائی جائیں اس کے بیعت ہوں۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی دوسری چیز نہ دیکھیں۔ بعض لوگ کرامت دیکھنے کے چکر میں پڑ کر فیوض و برکات سے محروم ہوتے ہیں۔ یہی چاروں شرطیں جس میں ہوں یہی بڑی کرامتیں ہے۔ دوسرے شعبدے تو بے دین جوگی اور ہندوؤں کے اوتار بھی دکھا سکتے ہیں۔

''الاستقامة فوق الکرامة'' صحیح العقیدہ ہونا اور شریعت پر عمل کرنا سب سے بڑھ کر کرامت ہے۔

آداب مرشد: جب کسی طالب بیعت کو اس طرح کا پیر نظر آئے تو اس کے وجود کو غنیمت سمجھے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کردے۔ اپنی خواہشات کو اس کی رضامندی کے تابع کردے۔ اس سے بیعت ہوکر اپنے دل کی توجہ اس کی طرف پھیر دے اور حتی المقدور اس کا ادب کرے۔ پیر و مرشد سے دین سیکھے قرآن اور حدیث کا ضروری علم سیکھے، پیر سے کوئی کرامت طلب نہ کرے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی متوفی 563ھ فرماتے ہیں:

''کن طالب الاستقامۃ لا طالب الکرامۃ''(۱)

یعنی شریعت پر ثابت قدمی کے طالب بنو کرامت کے طالب نہ بنو۔

اپنا ہر وہم ووسوسہ پیر کی خدمت میں پیش کرے اگر حل نہ ہو تو اپنا قصور سمجھے اور واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سبق حاصل کرے۔ اور کسی نقصان یا کمی کی مرشد کی طرف سے نسبت نہ کرے۔ جو واقعات پیش آئیں اپنے مرشد سے عرض کرے ان سے کوئی بات نہ چھپائے اور اپنے آپ کو ایسے سمجھے جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے جو فیوض و برکات حاصل ہوں انہیں اپنے شیخ کے واسطے سے سمجھے اور اپنے شیخ کو گناہوں سے محفوظ سمجھے۔ محفوظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی ان سے خطاء یا لغزش سرزد ہو تو اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہوتے ہیں۔ معصوم نہ ٹھہرائے کہ یہ انبیاء (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم) کی خصوصیت ہے۔ اولیاء سے خطاء ولغزش ہونے کا امکان ہے اگر خدانخواستہ پیر سے کوئی ایسا کام ہوتا دیکھے جو اس کے خیال میں شرعا درست نہ ہو تو اسکی کوئی اچھی تاویل کرے اور اپنے اعتقاد کو محکم و مضبوط رکھے۔ فیض الکریم کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ سے کوئی لغزش ہو گئی جس کا مرید کو علم ہو گیا اور بزرگ کو بھی معلوم ہو گیا کہ مرید کو بھی اس کا پتا چل گیا ہے تو اس بزرگ نے مرید کو بلا کر فرمایا کہ مجھ سے فلاں قصور ہو گیا ہے جس کا تمہیں بھی علم ہو گیا ہے۔ اس لیے تم کسی اور بزرگ کے مرید ہو جاؤ مرید نے دست بستہ عرض کی کہ حضور میں آپ کو عالم اور راہبر سمجھ کر بیعت ہوا تھا معصوم سمجھ کر نہیں۔ اس لیے میرے اعتقاد کے خلاف کوئی بات پیش نہیں آئی۔ لہٰذا میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

تجدید بیعت:۔ بیعت ایک جگہ ہوتی ہے جب مذکورہ شرائط کے حامل کسی

۱۔ عوارف المعارف،33۔

بزرگ سے بیعت ہو گئے اب دوسری بار بیعت نہیں ہو سکتی ہاں اگر مذکور چار شرطوں میں سے کوئی شرط کسی پیر میں نہ پائی گئی مثلاً وہ عالم دین نہیں یا اعلانیہ طور پر خلاف شرع کام کرتا ہے یا بدمذہب ثابت ہوا تو اس سے بیعت کرنے کے باوجود بیعت نہیں ہوئی کیوں کہ وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔لہٰذا کسی دوسرے جامع الشرائط سے بیعت ہو۔

ماں باپ یا خاوند کی اجازت کے بغیر بیعت

چونکہ بیعت کا حکم قرآن سے ثابت ہے اور بزرگوں نے بھی فرمایا ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے اس لیے اللہ کے حکم کی تعمیل اور بزرگوں کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے ماں باپ یا خاوند سے اجازت لینا ضروری نہیں،اور نہ ہی خاوند یا ماں باپ کو اسے نیک کام سے روکنے کا حق ہے اور روکیں گے تو گنہگار ہوں گے اور اس سلسلے میں اسے روکنے کی پرواہ کئے بغیر مرشد کامل سے بیعت ہونا اور اس سے ظاہری و باطنی تربیت حاصل کرنا چاہیے۔جبکہ ماں باپ اور خاوند کے شرعی حقوق کی ادائیگی اور گھریلو شرعی ضروری ذمہ داری میں خلل نہ آئے۔چنانچہ امام اہلسنت اور برصغیر پاک و ہند کے تمام مسلمانوں کے محسن مجددِ حنفیت امام احمد رضا بریلوی (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف) نے فتاوی العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں لکھا ہے:

''عالم عامل عارف کامل کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کرنے اور اس سے علم دین اور راہ سلوک (معرفت) سیکھنے کے لیے ماں باپ یا شوہر کی اجازت ضروری نہیں اور نہ ہی اس سلسلے میں اس کے روکنے کا لحاظ لازم ہے جبکہ اس کے شرعی حقوق میں کسی خلل کا اندیشہ نہ ہو۔''(۱)

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج10، ص128۔

اور اس سلسلے میں ماں باپ یا خاوند کی ناراضگی ان کے حق میں اچھی نہیں بلکہ گناہ کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ ''(۱) کہ نیک کام سے روکنے والے اللہ تعالیٰ کو نہ پسند ہیں اور یہ ایمان سے دوری رکھنے والے لوگوں کا ہی کام ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ ماں باپ یا خاوند عالم دین نہ ہوں اگر وہ علماء دین ہیں اور شریعت وطریقت اور معرفت خداوندی کی تعلیم دینے کے وہ خود ہی اہل ہیں اور وقت دینے کو تیار بھی ہوں تو پھر انہی سے سیکھیں۔ نیز مرشد اپنے مریدوں وشاگردوں کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) دین کی تعلیم وتربیت کے لیے بلا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ حسب ہدایات وآداب شرعیہ حاضری دیں اور دین کی تعلیم سیکھیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں جیسا کہ اس سے قبل حدیث کے حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ چونکہ دینی تعلیم وتربیت حاصل کرنا جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ لہٰذا مرشد کامل جو اس عظیم الشان فریضہ ومقصد کے لیے بلاتا ہے اس کی پیروی وتعمیلِ حکم ضروری ہے

مثبت جذبہ:۔ بلکہ اس کے برعکس ماں باپ اور خاوند میں مثبت اور تعمیری جذبہ ہونا چاہیے کہ ان کی اولاد اور گھر والے کسی مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو کر اس سے دین سیکھیں۔ قرآن وسنت اور ائمہ دین کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت حاصل کریں اور مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو کر اس سے ظاہری وباطنی فیض حاصل کر کے اپنے ایمان واعتقاد کو مضبوط بنائیں اور اس گمراہی جو گھر گھر پھیلتی جا رہی ہے اور در در پر دستک دے رہی ہے سے اپنے آپ کو محفوظ کریں تا کہ جہنم سے بچ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱۔ ق،25۔

''یٰاَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُوا قُوا اَنفُسَکُمْ وَاَھْلِیکُمْ نَارًا''(۱)

کہ ایمان والو تم اپنے آپ کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

اور دوزخ کی آگ سے بچنے کا یہی ذریعہ ہے کہ دین پر چلانے کے دعودار بہت ہیں، ان میں صحیح العقیدہ بھی ہیں جو واقعی دین پر چلانے کی صحیح طور پر اہلیت رکھتے ہیں اور کچھ بدعقیدہ و بدمذہب بھی ہیں جو انسان نما شیطان ہیں عام انسان تو صحیح وغلط کی پہچان نہیں کرسکتا اس لیے مرشد کامل کا دامن پکڑنا ضروری ہے تا کہ اس کی رہنمائی میں حق و باطل کی تمیز کر سکیں۔قرآن کریم میں ایک اور جگہ آیا ہے۔

''یٰاَیُّھَاالَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصّٰدِقِینَ''(۲)

اے ایمان والوں اللہ سے ڈرتے رہو اور میرے سچائی والے بندوں کے ہوجاؤ۔

اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ سچائی والے بندے وہ علماء حق ہیں جو شریعت کے راستہ پر گامزن ہیں اِدھر اُدھر نہیں ہٹتے جن کے قول اور عمل میں سچائی کے سوا کچھ نہیں۔اور یہ جو فرمایا گیا کہ ''میرے سچائی والے بندوں کے ہوجاؤ'' اس کا مطلب ہے ان کا دامن پکڑ واور اپنے آپ کو ان کی ہدایات وتعلیمات کے سانچے میں ڈال دو اور ان کے فرمان کو اپنے لیے اللہ و رسول کا فرمان سمجھو۔اپنی خواہش اور اپنی مرضی اُس کی رضا میں فنا کردو، چنانچہ حدیث میں ہے۔

''الشیخ فی قومه کالنبی فی امته''(۳)

کہ مرشد اپنے عقیدت مندوں میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہیں۔

۱۔ التحریم،6۔

۲۔ التوبہ،119۔

۳۔ السمط المجید،ص35۔

جیسے امتی نبی کی نا فرمانی نہیں کرسکتا بلکہ مرید کی دنیا و آخرت کی کامیابی مرشد کے فرمانبرداری میں ہے۔

ضروری:۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کی سچائی والے بندوں (علماء دین میں سے کسی عالم دین جسے شریعت وطریقت اور معرفت الٰہیہ کی دولت حاصل ہے) کا ہو جائے، اپنے اہل وعیال بچوں کو بھی اس کے دامن کرم کے سایہ میں لائے تا کہ ان کی بھی اخلاقی وروحانی تربیت ہو اور ان کی زندگی سنور جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

چو ذات پیر را کردی قبول ہم خدا در ذاتش ہم رسول

کہ جب تو نے مرشد کو قبول کر لیا تو مرشد میں اللہ اور رسول دونوں آ گئے۔ یعنی مرشد چونکہ اللہ اور رسول کی تعلیمات کا مظہر ہے گویا اسمیں اللہ ورسول اپنی تعلیمات کی رو سے جلوہ گر ہیں۔

محنت:۔ تیسری بات جس کا اللہ تعالی نے آیتِ وسیلہ میں حکم دیا ہے اس کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ جہاد کی تین قسمیں ہیں جہاد باللسان یعنی زبان سے جہاد کرنا، حق بات کرنا، زبان سے تبلیغ کرنا، بھولے بھٹکے لوگوں کی حسن اخلاق وحسن عمل سے اصلاح کرنا۔ جہاد بالقلم یعنی قلم سے جہاد کرنا، قرآن وسنت کی تعلیم کو تحریر کے ذریعے عام کرنا۔ جہاد بالسیف یعنی کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنا، یہ تیسرے نمبر کا جہاد ہے پہلے دونوں جہاد افضل جہاد ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔ جہاد جہد سے ہے جہد کے معنی محنت ومشقت کرنے کے ہیں۔ یعنی جب مرشد کا دامن پکڑ لیا تو آپ اس کے حکم کی تعمیل میں اپنی پوری کوشش

کرنا، خواہ اس کی تعمیل میں مشقت اور تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے خواہ مال خرچ کرنا پڑے یا وقت یا اپنے جسم کا خون پسینہ بہانا پڑے اسے اپنی سعادت سمجھ کر کرنا، کیوں کہ شیخ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا امین ہے۔ وہ اپنے مرید کو وہی کام بتائے گا جس میں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور مرید کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہو۔ اسکے بعد فرمایا:

''لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''(۱)

کہ تمہاری فلاح و کامیابی شیخ و مرشد کی فرمابرداری کے سلسلے میں پوری محنت و کوشش کرنا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے مشائخ سے سنا:

''من لم یر مفلحا لا یفلح''(۲)

جس نے مرشد نہ پکڑا وہ کامیاب نہ ہوا۔

پھر فرماتے ہیں:''والمقصود الکلی ھو الصحبۃ وبا لصحبۃ یر جی للمر ید کل خیر''(۳)

یعنی کلی طور پر مقصود مرشد کی صحبت (اس کے پاس جا کر بیٹھنا ہے) اور صحبت ہی سے مرید کے لیے ہر بھلائی کی امید کی جاسکتی ہے۔

جو لوگ اپنی اولاد یا اہل وعیال کو مرشد پکڑنے یا مرشد کے پاس جانے سے منع کرتے ہیں یا اس پر خوش نہیں ہوتے وہ دراصل ناواقف ہیں وہ نہیں جانتے کہ انہوں نے خود تو یہ سعادت حاصل نہیں کی اور محروم رہے ہیں جبکہ گزشتہ سطور میں بھی گزرا کہ جس کا مرشد

۱۔ المائدہ،35۔

۲۔ عوارف المعارف، ص96۔

۳۔ عوارف،ص96۔

نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔ تو انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ اگر وہ خود شیخ داستاذ کامل نہیں پکڑ سکے اور شیطان کے چکرائے ہیں دوسروں کو تو مرشد سے محروم کر کے شیطان کے پھندے میں نہ ڈالیں۔ ''خود تو ڈوبے ہیں تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے صنم''

جو مرید نہیں ہوا گویا وہ پیدا ہی نہیں ہوا

چونکہ انسان کی تخلیق کا مقصد عرفان و پہچان اور قربِ الٰہی ہے جو شیخ و مرشد کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تو جس نے مریدی اختیار نہیں کی اس نے مقصد زندگی کی طرف قدم ہی نہیں اٹھایا اور اس نے اپنی زندگی بے مقصد و بے معنی کر دی تو گویا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اہل معرفت اور اہل حق کے نزدیک دراصل انسان کی ولادت و پیدائش مرشد پکڑنا ہے۔ گویا پہلے جسمانی پیدائش تھی اور مرشد پکڑنا روحانی پیدائش ہے۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین سہروردی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) فرماتے ہیں:

''وتصیر ھذہ الولادۃ ولادۃ معنویۃ''

شیخ و مرشد کی بیعت اب انسان کی دوسری پیدائش ہے جو معنوی پیدائش ہے یعنی روحانی پیدائش۔

پہلی پیدائش جو جسمانی پیدائش ہے اس سے عالم انوار (اوپر کے نور کے جہان) سے نیچے زمین کے اوپر آ جانا ہے جو ظلمت اور اندھیرے کا جہان ہے اور یہ دوسری پیدائش جو مرشد سے بیعت کی صورت میں ہوئی ہے اس سے انسان (روحانی طور پر) نیچے کے اندھیرے کے جہان سے اوپر کے نور کے جہان کی طرف چلا جاتا ہے۔ بیعت کی برکت سے اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس کی روح کا اوپر کے جہان سے رابطہ ہو جاتا ہے جہاں سے اس کی روح پر انوار کی بارش ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ پیر و مرشد سے محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان

کے لیے طبیعت میں بے قراری پائی جاتی ہے دل چاہتا ہے کہ بس ہر وقت ان کی خدمت میں رہا جائے۔ دل ودماغ میں ان کی یادیں بس جاتی ہیں اور یہ کہ طبیعت نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ ایمانی قوت اور پختگی میں اضافہ ہو جاتا ہے دین سے لگاؤ بڑھ جاتا ہے۔ علم سے محبت ہو جاتی ہے۔ طبیعت میں نرمی اور ہمدردی آ جاتی ہے۔ یہ اس بات کی نشانیاں ہے کہ دل اور سینہ کھل گیا اور روح کا اوپر کے جہان سے رابطہ ہو گیا۔ امام شہاب الدین سہروردی (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ) فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''لن یلج ملکوت السماء من لم یولد مرتین۔''(۱)

کہ جو دوبارہ پیدا نہ ہوا یعنی مرشد نہ پکڑا اس کی روح کو آسمانوں کے جہاں کی سیر ہرگز نصیب نہ ہوگی۔

''فبا لولا دۃ الاولی یصیر لہ ارتباط بعالم الملک وبھذہ الولادۃ یصیر لہ ارتباط بالملکوت.''(۲)

یعنی پہلی جسمانی ولادت سے انسان کا رابطہ اوپر سے نیچے کی طرف عالم دنیا سے ہو جاتا ہے اور ولادت ثانیہ (بیعت) سے انسان کا رابطہ نیچے سے اوپر کی طرف آسمانوں کے جہان سے ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ پیر ومرشد کا مقام والد سے کیوں اونچا ہے؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ والد ہماری روح کے اوپر سے نیچے آنے کا سبب ہے اور مرشد ہماری روح کے نیچے سے پھر اوپر عالم انوار کی طرف جانے کا ذریعہ ہے۔ (اقتباسات ختم)

☆☆☆☆☆

۱۔ عوارف المعارف، ص85۔

۲۔ عوارف المعارف، ص85۔

سلوکِ تقویٰ کی شرعی حیثیت

گزشتہ سطور میں تصوف کی اِن دوقسموں کا ایک دوسرے سے جداجدا حقائق ہونے کو ہم واضح کرچکے جس کے بعد اِن میں سے ہرایک کی حقیقت یعنی تعریف غرض موضوع کوجداجدا بیان کرنے کے ساتھ اِس کی شرعی حیثیت کوواضح کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں تاکہ سلوک وطریقت سے متعلقہ بزرگانِ دین کے فرمودات کواپنے ناجائز مفادات کے لیے استعمال کرنے والے گندم نماجوفروشوں کی جہالت کا قلع قمع ہونے کے ساتھ تلبیس ابلیس کا بھی ازالہ ہوسکے۔

سلوکِ تقویٰ کی تعریف:۔اسلامی عقائدواعمال اپنانے کے لیے کوشاں رہنا جسے فلاح تقویٰ وارادتِ عامہ بھی کہاجاتا ہے۔

غرض:۔اِس راہ چلنے والوں کی غرض ومقصد منشاء ومولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے مطابق زندگی گزارکر سعادت دارین پاناہوتا ہے۔

موضوع:۔سلوکِ تقویٰ کاموضوع اسلامی عقائدواعمال کے سوااورکوئی شےنہیں ہے۔

سلوکِ تقویٰ کی شرعی حیثیت فرضِ عین ہے،جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشادفرمایا:

''یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ وَابْتَغُوْٓااِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْافِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ''(۱)

اے اہل ایمان !اللہ کا خوف کرواوراُس کی منشاء کی طرف جانے کے لیے وسیلہ تلاش کرو،اگرایسا کروگے توبالیقین فلاح پاؤگے۔

دوسری جگہ فرمایا:''وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًافَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُواالسُّبُلَ

۱۔ المائدہ،35۔

فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ "(۱)
بیشک شریعت مقدسہ میری سیدھی راہ ہے تو اِسی پر عمل کرو ایسا نہ ہونے پائے کہ تم پراگندہ راہوں پر چل کر اس سے بھٹک جاؤ، اللہ تمہیں اسی پر عمل کرنے کی تاکید فرماتا ہے جس پر عمل کر کے تم بالیقین متقی بن سکو گے۔

سلوکِ تقویٰ کا یہ حکم صرف ہماری شریعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تاریخ انسانیت کے ہر دور میں ہر قوم وقبیلہ کو شامل تھا، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سابقین علیہم التسلیم کی شریعتوں میں سب پر یکساں فرض تھا جیسے رب کریم جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

"وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ "(۲) اللہ کی راہ چلنے والوں کے پیچھے چلا کریں۔

اِن آیاتِ مقدسہ میں منشاء و مولیٰ جل جلالہ کو حاصل کرنے کے لیے جس وسیلہ کو تلاش کرنے یا جن شخصیات کی تابعداری کرنے کو بلا تخصیص جملہ مکلفین پر فرضِ عین بتایا گیا ہے وہ اللہ کا کلام اُس کے پیغمبر اور صلحاء اُمت کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ جس کی ترتیب اس طرح ہے کہ اللہ کا کلام و تعلیم اُس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنما و مرشد ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت نبوت سے لے کر جملہ صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، ائمہ دین مجتہدین اور بالترتیب جملہ صلحاء اُمت کے رہنما و مرشد ہیں یا اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ سلوکِ تقویٰ کا فریضہ حاصل کرنے اور اُس پر عمل کرنیکی غرض سے عام لوگوں کے لیے صلحاء اُمت، مذہبی کتابیں، روحانی معاشرہ اور مسلم مبلغین میں سے ہر ایک پیر و مرشد اور رہبر و رہنما ہو سکتے ہیں جبکہ اُن کے لیے اُن سے اوپر والے اور اُن کے لیے اُن سے اوپر والے اور اُن کے لیے اُن سے

۱۔ الانعام،153۔

۲۔ لقمان،15۔

اوپر والے ہوتے ہوتے سب کے لیے اللہ کے رسول ﷺ بالواسطہ وبلا واسطہ پیرانِ پیر دستگیر ہیں کہ جبکہ سلوکِ تقویٰ کے فریضہ پر عمل کرنے والے اِن تمام متقین و مفلحین کے علی الاطلاق پیرومرشد، امام المتقین رحمۃ للعلمین ﷺ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ارشادوہدایات لیتے ہیں، کلام اللہ کو اپنے لیے مرشدورہنما بناتے ہیں۔ صرف اور صرف رب الناس جل مجدہٗ الکریم کی تربیت ونگرانی میں سلوکِ تقویٰ کا پُل عبور کر کے واصل الی اللہ ہوتے ہیں، جیسے مرفوع حدیث میں ارشادفرمایا:

''اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی''(۱)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے مجھے ادب سکھایا تو مجھے سب سے بہتر ادب والا بنایا۔

دوسری حدیث میں ارشادفرمایا:

''عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِی''(بخاری شریف)

میرے رب نے مجھے تعلیم دی تو مجھے سب سے بہتر تعلیم یافتہ بنایا۔

تیسری حدیث میں ارشادفرمایا:

''اَبِیْتُ عِنْدَرَبِّی یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِی''(۲)

اِس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

سلوکِ تقویٰ کے اس فریضہ پر عمل کرنے کے لیے پیرومرشد اور رہبرورہنما تو جملہ مکلفین کے حسبِ حال مختلف ہوسکتے ہیں لیکن اِس کے فرضِ عین ہونے کے حوالہ سے جوشرعی حکم ہے اُس میں قطعاً کوئی تفریق نہیں ہے یعنی سلوکِ تقویٰ واصلین الی اللہ سے

۱۔ شرح الشفاء لملا علی قاری، ج1، ص143، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، ص175، کتاب الصوم، مطبوعہ نورمحمد اصح المطابع کراچی۔

لے کرایک عام انسان تک سب پر یکساں فرض ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ''(۱)

اللہ سے خوف کرو جیسا اُس سے خوف کرنیکا حق ہے اور حالتِ اسلام کے بغیر نہ مرنا۔

دوسری جگہ فرمایا: ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ''(۲)

مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہنا۔

نیز فرمایا: ''یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا''(۳)

اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عملِ صالح کرو۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَآ اَمَرَ بِہِ الْمُرْسَلِیْنَ''(۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان باتوں کا امر کیا ہے جن کا حکم انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو کیا تھا۔

سلوکِ تقویٰ کی اس عمومی فرضیت کے دو حصے ہیں۔ **اول: علم، دوسرا: عمل۔**

علم کا مقصد عمل ہے اور عمل سے مقصد منشاء تخلیق کی تکمیل ہے، حصہ علم کے حصول کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا''(۵) اور حصہ عمل کی اہمیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ''(۶)۔

۱۔ آلِ عمران،102۔

۲۔ الحجر،99۔

۳۔ المومنون،51۔

٤۔ مشکوٰۃ شریف،ص 241،باب الکسب و طلب الحلال۔

٥۔ طٰہٰ،14۔

٦۔ الذاریات،56۔

مقصدِ عمل کا حاصل ہونا بغیر عمل ناممکن ہونیکی طرح عمل کی دست آوری بھی بغیر علم وتربیت کے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔ اِن حقائق کا لازمی نتیجہ ہے کہ سلوکِ تقویٰ بھی کسی رہبرو رہنما کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا مقدمۃ الواجب واجب کے اُصولِ مسلمہ کے عین مطابق سلوکِ تقویٰ کے دونوں حصوں کواُن کے ثمرات کے ساتھ حاصل کرنے کے لیے مذکورہ تفصیل کے مطابق مرشد ورہنما انتخاب کرکے اُس کی اتباع کرنا ہر مکلّف پر فرض عین ہے۔ اِسی کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا ہے؛

''اُستاذ وپیر برائے آن غرض میگیرند کہ دلالت بشریعت نمایند وبرکت ایشان یسر وسہولت دراعتقاد وعمل بشریعت پیدا شود نہ انکہ مریدان ہرچہ دانند کنند وہرچہ خواہند خرند وپیران سپر اینہا گردند واز عذاب نگاہ دارند واین معنی متمنائے محض است''(۱)

یعنی سلوکِ تقویٰ کی فرضیت پرعمل کرنے کے لیے اُستاذ وپیر پکڑنے سے مقصد یہ ہے کہ وہ شریعت کی رہنمائی کرے کہ اُن کی برکت سے علم وعمل میں آسانی پیدا ہونا یہ کہ کسی کے مرید ہونے کے بعد جائز وناجائز اور حلال وحرام کی تمیز کرنے سے بےفکر ہوکر اِس خیال سے جو چاہے کرے اور جو چاہے کھائے کہ پیر صاحب مجھے بچائیں گے یہ تصورِ بےحقیقت نفسانی خواہش ہونے کے سوااور کچھ نہیں ہے۔

قربان جاؤں حضرت مجدد الف ثانی کی نگاہ بصیرت پر ایسا لگ رہا ہے کہ اُنہوں نے پیری مریدی کی موجودہ بےحقیقت روش کو دیکھ کر جعلی مشائخ کے اس شیطانی تخیل کا آپریشن کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر پیری مریدی کی اس بےحقیقت روش کے خلاف

۱۔ مکتوبات، حصہ ہشتم، دفتر سوم، معرفۃ الحقائق، ص122۔

حضرت کی تعلیمات وتنبیہات کو عام کیا جائے یا کم از کم یہ کہ سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کے متعلقہ حضرت کے بیان کردہ جداجدا لوازمات وتعلیمات کی تبلیغ کو عام بندوں تک پہنچایا جائے تو پیری مریدی کی موجودہ تباہ کاریوں کی کافی حد تک حوصلہ شکنی ہوسکتی ہے لیکن اِس کے لیے جرات درکار ہے جو مفقود ہے، اخلاص درکار ہے جو ناپید ہے اور صلاحیت درکار ہے جو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی) حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی نے فرمایا ہے:

''اَلتَّصَوُّفُ اِنَّمَاھُوَ زُبْدَۃ عَمَلِ الْعَبْدِ بِاَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ''(۱)

تصوف انسان کا شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا مکھن ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں سلوکِ تقویٰ کے پیرومرشد کی اہمیت کے متعلق لکھا ہے:

''دُخُوْلُہُ فِی حُکْمِ الشَّیْخِ دُخُوْلُہُ فِی حُکْمِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ''(۲)

سلوکِ تقویٰ حاصل کرنے کی غرض سے طالبِ حق کا کسی شیخ طریقت کے تحت الحکم ہونا اللہ رب العزت اور اُس کے رسول ﷺ کے تحت الحکم ہونا ہے۔

صوفیاء کرام کے کلام میں تعارض کا ازالہ

پیری مریدی کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لیے علم تصوف اور سلوک کی جو تحقیق ہم پیش کررہے ہیں اِس کی روشنی میں سلف صالحین کے فرمودات میں پیری مریدی کے حوالہ سے اور سلوک کے ضروری ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے جو متضاد کردار و کلام

۱۔ الطبقات الکبری، ج1، ص4۔

۲۔ عوارف المعارف، ص78، مطبوعہ مصر۔

ملتے ہیں اُن کا غیر متعارض ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔مثال کے طور پر حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہٗ نے فرمایا ہے؛

''مَنۡ لَمۡ یَکُنۡ لَہٗ شَیۡخٌ فَشَیۡخُہٗ اِبۡلِیۡسٌ ''(۱) جسکا پیر نہ ہواُس کا پیر شیطان ہے۔

اِسی طرح امام عبدالوہاب الشعرانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہٗ نے میزان کبریٰ میں پیری مریدی کی شرعی حیثیت سے طویل بحث کرنے کے بعد خلاصۃ البحث کے طور پر سب کا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''فَعلِمَ مِنۡ جَمِیۡعِ مَاقَرِرنَا وُجُوب اِتِّخَاذَالشَّیۡخِ لِکُلِّ عَالِم طَلَبَ الۡوُصُوۡلَ اِلَی شُھُوۡدِعَیۡنِ الشَّرِیۡعَۃِ الۡکُبۡرٰی ''(۲)

پہلے ہم نے جو تفصیل بیان کی اُس کا خلاصہ اس طرح معلوم ہوا کہ آدمی چاہے اپنے وقت کا کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہواُس کے لیے بھی پیرو مرشد اختیار کرنا ضروری ہے۔

اِسی طرح پیرو مرشد پکڑنے کی فرضیت سے متعلق حضرت شیخ جنید بغدادی نَوَّرَاللّٰہُ مَـرۡقَدَہٗ کا قول بھی مشہور ہے جبکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری ،امام مسلم ،امام نسائی جیسے ہزاروں محدثین کرام وفقہاء عظام ہیں جنہوں نے کسی خاص شخصیت کواپنی عملی زندگی کے لیے پیرو مرشد نہیں بنایا اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے بھی اپنے ایک مکتوب بنام شیخ فرید بخاری میں اِس کے ضروری نہ ہونے کی تصریح کی ہے، جیسے فرمایا:

''فردائے قیامت از شریعت خواھند پرسید از تصوف نہ خواھند پرسید ''(۳)

۱۔ الفتح الربانی،ص129،مطبوعہ مصر۔

۲۔ میزان الکبریٰ،ج1،ص46،مطبوعہ مصر۔

۳۔ مکتوبات،دفتر اول،حصہ دوم،ص24۔

کل قیامت میں شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا تصوف سے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔

تو ظاہر ہے کہ تصوف وسلوک کو شریعت کے مقابلہ میں ذکر کر کے شریعت پر عمل کرنے کو ضروری اور تصوف وسلوک کو غیر ضروری قرار دینے، نیز قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھے جانے اور تصوف وسلوک سے متعلق نہ پوچھے جانے کو بیان کرنے سے مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کو ہر ایک کے لیے فرض عین اور سلوک وتصوف کے غیر فرض وغیر ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ جن لوگوں کو تصوف وسلوک کی حقیقت اور اُس کی مذکورہ دونوں قسموں کی تعریف، غرض، موضوع اور ان کی الگ الگ شرعی حیثیتوں کا علم نہ ہو وہ اس حوالہ سے اسلاف کے کردار اور اُن کے فرمودات کے اِس ظاہری تضاد کو دیکھ کر متحیر نہ ہوں گے تو اور کیا ہوں گے جبکہ ہماری اِس تحقیق سے جہاں سلف صالحین کی پوزیشن واضح ہو رہی ہے وہاں اِن مقدس ہستیوں کے فرمودات وکلام کی حقیقت بھی تعارض وتدافع سے محفوظ ہو رہی ہے کیوں کہ جن محدثین کرام وفقہائے عظام نے پیرو مرشد پکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی وہاں پر سلوکِ احسان ہے جس کی شرعی حیثیت نفلی عبادت سے زیادہ درجہ نہیں رکھتی۔ پاکانِ اُمت کے ان معظمین سے متعلق سلوکِ تقویٰ کے فرض عین کو چھوڑنے اور اِس کے لیے فی الجملہ رہبر ورہنما کے انتخاب کی فرضیت سے بے التفاتی برتنے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اِس حوالہ سے اُنہوں نے نہ صرف کسی ایک ہستی کو پیر ومرشد بنایا بلکہ جن جن قابلِ اعتماد علمی شخصیات سے اکتسابِ علم فرمایا وہ سب کے سب اِن کے شیوخ ومرشد تھے، مُفیضِ علم ومربیِ عمل تھے۔ حضرت جنید بغدادی اور پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی جیسے بزرگانِ دین کے فرمودہ ''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَهُ شَیْخٌ فَشَیْخُهُ اِبْلِیْسٌ'' جیسے کلام کے مصداق میں بھی صرف اور صرف سلوکِ تقویٰ اور تصوف فلاح پیشِ نظر ہے کہ جس نے بھی شریعت مقدسہ کے حوالہ سے علم وعمل کی تربیت حاصل کرنے کے

لیے کسی کتاب یا کسی کامل ومکمل ہستی کو اپنا رہبر نہیں بنایا تو داخلی یا خارجی شیطان کے اثرات سے بچنا اُس کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ ایسے میں ہوسکتا ہے کہ شیطان اُسے ورغلا کر آیت کریمہ ''اَفَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهُ ھَوٰهُ ''(۱) کا مصداق بنالے کیوں کہ حضرات قدسیہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم معصوم عن الذنوب والخطایا ہونے کے باوجود جب کلامِ الٰہی کو اپنے لیے پیشوا و چراغ راہ تصور کرتے ہیں اور ''اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوحٰی اِلَیَّ ''(۲) کے واضح اعلان میں کلام اللہ کی رہنمائی کو اپنے لیے ناگزیر مرشدِ راہ قرار دے رہے ہیں تو پھر کسی اور کو چاہے قطب وقت ہی کیوں نہ ہو اِس سے بے اعتنائی کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟ سلوکِ تقویٰ کے فرض عین ہونے کا مطلب بھی اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اِس پر عمل کرنا خصوصیت منصب کی تفریق کے بغیر سب پر لازم ہے۔

یہاں تک اِن حضرات کے فرمودات کا مصداق ومطلب واضح ہوا جنہوں نے سلوکِ تصوف کے حوالہ سے پیر پکڑنے کو ہر شخص کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں جن حضرات نے اِسے غیر ضروری قرار دیا ہے اِن کی مراد سلوکِ تقویٰ نہیں بلکہ سلوکِ احسان ہے۔ جس کی حقیقت ہی سلوکِ تقویٰ سے جدا ہے جس کی تعریف، غرض اور موضوع علیحدہ ہیں اور اس کا شرعی حکم بھی نفلی عبادت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اِس توجیہ پر قرینہ وشاہد یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ نے جہاں پر مذکورہ عبارت ارشاد فرمائی ہے۔ اس سے قبل متصلاً تفصیلی کلام میں احکام شرعیہ کے دونوں بازوؤں یعنی عقیدہ وعمل کی اہمیت وفرضیت بتائی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ سلوکِ تقویٰ بھی شریعت مقدسہ کے اِن دونوں بازوؤں کی دست آوری کے لیے عملی جدوجہد کا نام ہے۔ جس میں بغیر استاذ و

۱۔ الجاثیہ، 23۔

۲۔ الانعام، 50۔

رہنما کے کامیابی ممکن نہیں ہے اور سلوکِ تقویٰ کے اِس فریضہ کے لیے جو اُستاذ و رہنما ہوتا ہے شریعت و طریقت کی زبانوں میں اُسی کو پیرومرشد کہا جاتا ہے جیسے اِنہی مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے ایک مکتوب جو بنام سید حسین مانگ پوری ہے میں ارشاد فرمایا:

''وباید دانست کہ پیر آنست کہ مرید را بحق سبحانہ رہنمائی فرماید این معنی در تعلیم طریقت بیشتر ملحوظ است و واضح تر است پیر تعلیم ہم استاذ شریعت است و ہم رہنمائی طریقت بخلاف پیر خرقہ بس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجا باید آورد و باسم پیری حق باشد''(۱)

پیرومرشد وہ ہوتا ہے جو اپنے مرید وشاگرد کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ دِکھائے یہ معنی طریقت کی تعلیم یعنی سلوکِ تقویٰ کی تعلیم میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے سلوکِ تقویٰ کی تعلیم دینے والا معلّم شریعت کا اُستاذ بھی ہے اور طریقت یعنی سلوکِ تقویٰ کا رہنما بھی ہے بخلاف پیر خرقہ کے یعنی سلوکِ احسان کے پیرومرشد ایسا نہیں ہے لہٰذا پیرِ تعلیم یعنی سلوکِ تقویٰ کے پیرو اُستاذ کے آداب کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

دوسرا قرینہ وشاہد یہ ہے کہ حضرت نے مکتوب نمبر 266 بنام خواجہ عبداللہ وخواجہ عبیداللہ برخورداران حضرت خواجہ باقی باللہ میں سلوکِ وتصوف کے اِن دونوں حصوں یعنی سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کے جدا جدا احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے ساتھ سلوکِ تقویٰ کو فرض عین بتاتے ہوئے اس کے حاصل کرنے کو سلوکِ احسان سے پہلے کا فریضہ قرار دیا ہے اس کے بعد اگر وقت اور حالات کی گنجائش ہو تب سلوکِ احسان میں داخل ہونے کو انسان کی سعادت کہا ہے، جیسے فرمایا:

۱۔ مکتوب نمبر 221، دفتر اول، حصہ چہارم، دارالمعرفت، ص 9۔

"بعد از تحصیل دو جناح اعتقادی و عملی اگر توفیق ایزدی جل سلطانہ رہنموئی فرماید سلوکِ طریقہ علیہ صوفیاء است نہ ازبرائے آن غرض کہ شیئی زائد ازاں اعتقاد و عمل حاصل کنند و امر مجدد بدست آرند بلکہ مقصود آنست کہ نسبت بمعتقدات یقینی و اطمینانی حاصل کنند"

اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو تبلیغ کرتے ہوئے کہا جائے کہ فرض نماز سے بے اعتنائی گناہ ہے پہلے اُس کی بجا آوری کی جائے اُس کے بعد اگر وقت اور حالات اجازت دیں تو نفلی نماز پڑھی جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اِس تحقیق سے وہی حضرات مستفید ہو سکتے ہیں جو حق کے متلاشی ہوں، بزرگانِ دین کی تعلیمات کے مطابق اہل تصوف کی راہ پر چلنے کے متمنی ہوں اور حق و باطل کی تمیز کر کے حق کو گلے کا ہار ماتھے کا جھومر بنانے کے خواہش مند ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ علمی کاوش ایسے حضرات کے لیے خضرِ راہ سے کم نہیں ہے کیوں کہ یہ سچے اولیاء اللہ متقدمین و متاخرین کی تعلیمات کا آسان خلاصہ ہے، متلاشیانِ حق کے لیے تحفۂ حقیقت ہے، عطیہ شریعت ہے اور تعلیم طریقت ہے، جس میں حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی سے لے کر محی الدین ابن عربی تک، حضرت جنید بغدادی سے لے کر سید علی ہجویری تک، حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی سے لے کر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمُ الْقُدُسِیَّۃ تک سب کی تعلیمات کا لُبِ لُباب آسان زبان میں ہم نے پیش کیا ہے۔ جس میں ایک طرف نمبر دو مشائخ اور جعلی پیروں کی بدعت کاریوں، فضول گوئیوں اور بے حقیقتوں کو دیکھ کر تصوف و سلوک کو افیون کا نشہ کہنے والوں کے منشاء غلطی کی نشان دہی ہو رہی ہے تو دوسری طرف سلوک و تصوف کے اصل چہرہ کو نکھار کر جعلی

مشائخ اور نمبر دو پیروں کے ہاتھوں اُس کے ستم زدہ معصوم چہرہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جس میں ایک طرف جعلی مشائخ و نمبر دو پیروں کے دجل و فریب سے پردہ اُٹھا کر خلقِ خدا کو اُن کے سایہ نحوست سے بچنے کی تبلیغ ہو رہی ہے تو دوسری طرف حقیقی مشائخ او پیر و مرشد کہلانے کے قابل باعمل علماء حقانی کے دامنِ تقدس کے ساتھ وابستہ ہونے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری اِس تبلیغی کاوش کو سمجھ کر پڑھنے والے حضرات کے سلوکِ تقویٰ کے لیے کامل پیر و رہنما ثابت ہو سکتی ہے اور اِسے سمجھ کر پڑھنے کے بعد اِس پر عمل کرنیوالے خوش نصیب جعلی پیروں کے دجل و فریب سے بچنے کے ساتھ حقیقی مشائخ کہلانے کے قابل بزرگوں کی پہچان سے بھی محروم نہیں رہ سکیں گے۔

آج سے آٹھ سو (800) سال قبل حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری جیسے پیشوایانِ طریقت نے بالترتیب اپنی اپنی کتابوں ''مواقع النجوم'' اور ''کشف المحجوب'' کو سالکینِ طریقت کے لیے پیر و مرشد قرار دے کر قارئین کو اِن سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ جیسے فتوحات مکیہ شریف، ج4، ص169 پر، اور کشف المحجوب، ص5 پر موجود ہے۔

میں اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ ان عظماءِ اسلام کے عقیدت مند اِنکی تعلیمات کے پیروکار اور اِنکے گردِ پا کو تبرک سمجھنے کی بدولت میری یہ کاوش بھی سالکین طریقت کے لیے رہبر و رہنما ثابت ہو رہی ہے۔ عرصہ دو سالوں سے ماہنامہ آوازِ حق کی قسطوں میں پڑھ کر اِس سے مستفیض ہونیوالوں کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ اپنے موضوع پر یہ موجودہ دور کی منفرد تحریر ہے، حقیقی سلوک و تصوف کی تعلیم ہے اور کامل رہنما طریقت کے متلاشیوں کیلئے چراغِ ہدایت و مرشدِ کامل ہے۔ (فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَی تَوْفِیْقِهٖ اَوَّلًا وَّ آخِرًا ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا)

کشف المحجوب سے مغالطہ کا ازالہ

مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت علی ہجویری نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے کشف المحجوب کے حوالہ سے غلط مشہور کی گئی ایک بات سے متعلق اصلاحِ احوال کرتا جاؤں، وہ یہ ہے کہ کشف المحجوب کی افادیت سے متعلقہ ابتدائی باتوں میں حضرت نے اپنی اس تصنیف کو سالکینِ طریقت کے لیے رہبر ورہنما قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"من این کتاب آنرا ساختم کہ صقال دلہا بود کہ اندر حجاب غین گرفتار باشند وما یہ نورحق اندر دل شان موجود باشد تا ببرکت خواندنِ این کتاب آن حجاب برخیز دو بحقیقت معنی راہ یابند"(۱)

میں نے اِس کتاب کو اِس لیے لکھا ہے تا کہ اُن دلوں کے لیے صیقل ہو جو گناہ کے حجاب میں گرفتار ہو چکے ہیں جبکہ نورِ حق کا سرمایہ اُن میں موجود ہے تا کہ اِس کتاب کو پڑھنے کی برکت سے حجاب دور ہو کر وہ مقصودِ اصلی کا راستہ پا سکیں۔

حضرت کی اِس عبارت کا مطلب کچھ لوگوں نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ حضرت اپنی اِس کتاب کے پڑھنے والوں کو پیرِ کامل ملنے کی بشارت دے رہے ہیں کہ جو بھی اِسے پڑھے گا اُسے اِس کے پڑھنے کی برکت سے کامل و مکمل پیر مل جائے گا۔ اِس غلط فہمی کی اصل ومنشاء جو بھی ہو اور جس کسی سے بھی اور جس وقت سے بھی مشہور ہوئی ہو اُس سے ہم کو سروکار نہیں ہے۔ میں نے اپنے ہم عصر اچھے خاصے اہلِ علم و دین دار حضرات سے بھی یہ سُن رکھا تھا لیکن تحقیق کیے بغیر اُس کی تصدیق کرنے کے لیے میں کبھی آمادہ نہ ہوا کیوں کہ میں

۱۔ کشف المحجوب، ص5۔

اپنے ایمانی وجدان کی بنا پر حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ جیسے عظماء اسلام سے متعلق اس قسم کمزور باتوں کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اِس تحریر کو شروع کرنے سے ایک سال پہلے خصوصی وقت نکال کر ''کشف المحجوب'' کو از اول تا آخر دیکھا تو مجھے پوری کشف المحجوب میں کوئی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں حضرت نے اپنی اس تصنیف کے پڑھنے والوں کو کامل پیر ملنے کی بشارت دی ہو۔ سچے اولیاء اللہ کی طرف خلافِ حقیقت باتیں منسوب کر کے غلط شہرت دینے کے اِس مسئلہ میں کچھ صاحبِ رائے حضرات کی طرف رجوع کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ کشف المحجوب کے بعض مترجمین نے فارسی سے اُردو کی طرف منتقل کرتے ہوئے مذکورہ مقام یا عبارت کا یہی غلط مفہوم بیان کیا ہے۔ جسے دیکھنے کے بعد ضعیف العقیدہ قسم کے بے تحقیق حضرات پیرِ کامل جیسی نعمتِ عُظمٰی کی دست آوری کے لیے آسان نسخہ سمجھ کر اُسے آگے بیان کرتے رہے جو ہوتے ہوتے غلط مشہور ہو چکا ہے۔ سچے اولیاء اللہ قدس اسرارہم القدسیہ کی طرف اُن کی شانِ قدسیہ کے برعکس غلط منسوب کی جانیوالی باتوں میں یہی ایک نہیں ہے بلکہ یہ تو اُن سینکڑوں مسائل کی ایک جھلک ہے جنہیں خلافِ حقیقت اُن پاکانِ اُمت کی طرف مختلف وجوہات کی بنا پر منسوب کر کے جہل محض کی تشہیر یا بدعت کاریوں کا ارتکاب کر کے اُن کی ارواح کو اذیت پہنچانے کا جرم کیا جا رہا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی کشف المحجوب جیسی شہرۂ آفاق اور تاریخ کے ہر دور میں دستیاب کتاب کے بارے میں اتنا غلط مشہور کیا گیا ہے تو پھر غیر کتابی روایات یا غیر دستیاب کتابوں کے حوالہ سے کیا کچھ نہ کیا گیا ہوگا۔ بالخصوص کراماتِ اولیاء بزرگانِ دین کے معمولات کے حوالہ سے اتنی بے سروپا باتیں مشہور کی جا چکی ہیں جن کی گنجائش مذہب اسلام میں نہیں ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی

کشف المحجوب کے حوالہ سے اِس مغالطہ کو مشہور کرنا خلافِ حقیقت ہونے کے علاوہ اِس وجہ سے بھی غلط ہے کہ حضرت نے اِس کے سیاق وسباق میں اپنے دور کے مدعیان تصوف اور جاہل متصوفہ کی بے حقیقتیوں کا ذکر کیا ہے، اصل تصوف کی تطہیر کی ضرورت محسوس کی ہے اور اصل ونقل کی تمیز بتا کر متلاشیانِ حق کو حقیقی سلوک وتصوف کی راہ بتانے کو اپنی اِس تصنیف سے غرض وغایت بتایا ہے۔ جس کی رُو سے حضرت کی یہ تصنیف اپنے مندرجات کے اعتبار سے خود سلوکِ تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والوں کے لیے چراغِ ہدایت ہے، کامل رہنما اور پیرومرشد ہے کیوں کہ سلوکِ تقویٰ کے لیے مطلق رہنما کا ہونا ضروری ہے چاہے کتابی شکل میں ہو یا انسانِ کامل کی صورت میں بخلاف سلوکِ احسان کے کہ اُس میں کتاب کافی نہیں ہے بلکہ قدم قدم نگرانی کرنے والے کامل ومکمل ہستی کی ضرورت ہوتی ہے اور تصوف کی اِس قسم کو اختیار کرنا محض استحبابی ونفل کے درجہ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مقرر کردہ فریضہ نہیں ہے جسے اختیار نہ کرنے والوں کو عذاب یا سرزنش ہو سکے۔ بخلاف قسمِ اول یعنی سلوکِ تقویٰ کے کہ وہ بلاتخصیص جملہ مکلفین نرینہ وزنانہ سب پر یکساں فرض عین ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے جس تاکیدی انداز سے کشف المحجوب کے مندرجات کو بیان فرمایا ہے اُس کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت نے اِس پوری کتاب کو تصوف کی قسمِ اول یعنی سلوکِ تقویٰ کی اہمیت وتعلیم کے لیے ترتیب دیا ہے۔ تبھی تو مذکورہ عبارت میں اِسے سالکین طریقت کے لیے رہنما ومرشد فرما رہے ہیں ورنہ تصوف کے حصہ دوم یعنی سلوکِ احسان کی رہنمائی کے لیے کتاب کو مرشدِ راہ قرار دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا کیوں کہ کسی زندہ کامل ومکمل ہستی کے بغیر اس وادی لامتناہی میں قدم رکھنا جائز ہی نہیں ہے جس پر جملہ اولیاء اللہ متفق ہیں۔

ایک اشتباہ کا ازالہ

آوازِ حق پشاور میں میری اِس تحریر کے ابتدائی حصوں کے شائع ہونے پر جہاں اہل علم حضرات کی طرف سے تحسینی وتبریکی خطوط وتاثرات ہمیں وصول ہو رہے ہیں وہاں تصوف کے زوال رسیدہ ماحول سے متاثر حضرات یہ سوال بھی اُٹھا رہے ہیں کہ تصوف کا اِس طرح کا تجزیہ اور سلوک وطریقت کی اس طرح تقسیم کسی خانقاہ کی تعلیم ہے نہ کسی پیر کی تبلیغ، تصوف کی کتابوں میں کہیں اِس کا اشارہ ملتا ہے نہ اسلامی مبلغین کی تقریروں میں تو پھر اِسے معیارِ حق کیوں کر تسلیم کیا جائے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشتباہ اُن ہی حضرات کو ہوسکتا ہے جو تصوف وطریقت کی حقیقت سے نا آشنا ہونے کے ساتھ سلوک کے موجودہ زوال رسیدہ ماحول اور اس کے بلند وبالا دعویٰ کرنیوالے بے حقیقتوں پر بھولے ہوئے ہوں ورنہ اِس سوال میں اُٹھائے گئے حوالوں کا حقیقی تصوف وسلوک کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہمارے اِس اجمالی جواب کی تفصیل یہ ہے کہ موجودہ خانقاہوں میں نہ ہونا اِس کے اسلام میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے کیوں کہ موجودہ خانقاہوں کی غالب اکثریت اسلامی تعلیمات سے ہی عاری ہیں، سلوک کے ابتدائی لوازمات وشرائط سے ہی نا آشنا ہیں اور بزرگانِ دین کے وضع کردہ خانقاہی نظامِ تعلیم وتربیت سے ہی غافل ہیں، نیز حقیقی بزرگانِ دین کے سجادوں پر بیٹھے ہوئے اکثر حضرات کی اسلامی تعلیم سے بے پرواہی اور اصل کو نقل کی آمیزش سے بچانے کی ذمہ داری سے غفلت کی بنا پر جعلی خانقاہیں اتنی کثرت سے جنم پا رہی ہیں کہ اُن کی وجہ سے اصل ونقل کی تمیز مشکل ہو رہی ہے۔ ایسے میں خانقاہوں سے واقعی سلوک وتصوف کی اُمید وابستہ کرنا زمینی حقائق سے آنکھیں چھپانے کے مترادف ہے۔

منشاء اشتباہ کے دوسرے حوالہ کا بھی یہی حال ہے کہ اسلامی تصوف وطریقت کے کسی اہم مسئلہ کا موجودہ دور کے پیروں کی زندگی کا حصہ نہ ہونے یا اُن کے علم میں نہ ہونے سے یا اُن کی تقریر وتحریر میں نہ پائے جانے سے اُس کا تصوف میں نہ ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ عصری پیروں کی غالب اکثریت جعل سازوں، بزرگانِ دین کے نام پر استخوان فروشوں یا پدری میراث سمجھ کر سجادہ نشین بننے والے بے علموں کی ہے جو اپنے اپنے رجحان طبع کے مطابق خواہشات نفس میں ڈوبے ہوئے ہیں اُن سے علمِ تصوف کی حقیقت، اُس کی اقسام واحکام کو سمجھنے کی توقع کرنا بجائے خود نتیجۂ غفلت ہے، جہلِ محض ہے اور اونٹ سے دودھ ملنے کی اُمید کے مترادف ہے۔ کجا علم تصوف وسلوک جیسے خالصتاً تطہیر نفس کے ذرائع کمال، کجا نفس امارہ کے یہ اسیر، یعنی یہ منہ اور مسور کی دال۔۔۔؟

پیری ومریدی کے حوالہ سے مسلم معاشرہ میں پھیلے ہوئے ان بے حقیقتوں کے علاوہ جو اقلِ قلیل حضرات پائے جاتے ہیں وہ اپنے پاکیزہ کردار، طبعی شرافت اور روحانی اقدار کی پاسداری کرنے کی بدولت بزرگانِ دین کی یادگار، اُن کے نصب العین کے امین ہونے کی بنا پر اگر کوئی حقیقت پائی جاسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف بیعت تبرک ہوسکتی ہے جس کے لیے بیعت دینے والے کا علم باعمل ہونا ضروری ہے کیوں کہ جو خود صاحبِ برکت نہ ہو اُسکے ہاتھوں کسی اور کو برکت ملنے کا کیا تصور ہوسکتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ صاحبِ برکت ہونے کے لیے باعمل اور حقانی عالم دین ہونا ضروری ہے۔ جس پر گزشتہ صفحات میں سلف و صالحین کی تصریحات کا باحوالہ بیان ہم کر آئے ہیں لیکن یاد رہے کہ سلف و صالحین کی تصریحات کے مطابق بیعتِ تبرک کی یہ خصوصی قسم بھی تب نتیجہ خیز ہوسکتی ہے جب سلوکِ تقویٰ کی فرضیت پر عمل کرنے کے بعد ہو ورنہ خود فریبی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پیری مریدی کے موجودہ ماحول میں یا پیری مریدی کے معروضی حالات کی اس اندھیر نگری میں

پیر و مرید یکساں نادان ہوتے ہیں، تصوف کی حقیقت واقسام اوراحکام سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ایسے میں مذکورہ اشتباہ کے اِس منشاء سے صرف اُن ہی حضرات کو دھوکہ لگ سکتا ہے جنہیں عصری پیروں، خانقاہ نشینوں، اُن کی مختلف کارستانیوں اور مقصدِ سلوک وتصوف سے اُن کی دوری وبے علمی کا پتہ نہ ہو۔

منشاءِ اشتباہ کا تیسرا حوالہ بھی اِس سے مختلف نہیں ہے کہ پیر پرستی کے اِس ماحول میں مذکورہ وارداتوں کی خانقاہوں اور غیر معیاری پیروں کے مرنے کے بعد اُنکے جاہل پرستار من گھڑت کرامات اُنکی طرف منسوب کرنے کیساتھ اُنہیں امام العرفاء ورمز شناس تصوف ہونے کا تاثر دینے والی کتابیں اُن کے حوالہ سے لکھ کر اُنہیں کتب تصوف مشہور کر لیتے ہیں۔اور کوئی نہ سہی اُن کے نام کی سوداگری کرنے والے ہوشیار چالاک جانشین محض اپنے مفاد میں اُنہیں مجسمہ کرامات لکھتے ہیں، غوث الاغواث، قطب الاقطاب، شہسوار طریقت و تصوف جیسے اَنہونی کمالات اُن کی طرف منسوب کرنے کے ساتھ قدیم صوفیاء کرام سے منقول تصوف کے کچھ متروک اصطلاحی الفاظ پر مشتمل کتابیں لکھ کر اُنہیں کتب تصوف متعارف کراتے ہیں، جنہیں دیکھ کر اصل تصوف وطریقت سے ناواقف حضرات اِنہیں کتبِ تصوف گمان کر کے گمراہ ہوتے ہیں۔ضعیف العقیدہ پیر پرستوں کا کہنا ہی کیا اُن کا روحانی جنازہ ویسے بھی نکل چکا ہے جس ماحول کے وہ اسیر ہو چکے ہیں اُس سے اُن کی واپسی کا بظاہر کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

قابلِ افسوس وہ نارمل اور کُھلی فضا کے لوگ ہیں جو اِس قسم کتابوں کو پڑھ کر مغالطہ کھا رہے ہیں۔نمبر دو مشائخ اور جعلی پیروں کا یہ طریقہء واردات کوئی نئ چیز بھی نہیں ہے بلکہ التباس الحق بالباطل کا یہ گھٹیا اندازِ عمل اُس وقت سے جاری ہے جب سے حقیقی تصوف کے حامل سچے صوفیاء کرام کے فیوضات کا سورج طلوع ہوا تھا۔جس کے متعلق آج

سے ہزار سال قبل حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے لکھا تھا:

''مدعیان وقت را ازیں طریق صورت بر خلاف اصل آن بستہ است''(۱)

موجودہ وقت میں تصوف وطریقت کے دعویٰ کرنیوالے حضرات کا معاملہ اس کی اصل حقیقت کے برخلاف ہو چکا ہے۔

اِس کے بعد جھوٹے مدعیان ولایت اور جعلی مشائخ کے اصل چہرہ سے پردہ اُٹھاتے ہوئے اُن کی 18 عدد نامشروع قبائح ومعکوس کاریوں کا ذکر کرنے کے بعد اصل تصوف اور اُس کے حقیقی حاملین کی مظلومیت سے متعلق لکھا ہے:

''تا ارباب معانی اندر میان ایشان مهجور گشته اند وایشان غلبه گرفته چنانچه اندر فطرت اولیٰ اهل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم با آل مروان''(۲)

جعلی مشائخ کے معاشرہ میں حقیقی مشائخ پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ غیر معیاری مشائخ حقیقی مشائخ پر ایسے غالب آئے ہوئے ہیں جیسے اس سے پہلے آلِ مروان کے ظالم حکمران اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آ گئے تھے۔

میری نگاہ میں کچھ سچے بزرگانِ دین کے نشیمنوں پر مسلط نااہلوں کی لکھوائی گئی اور کچھ مصنوعی بنائے گئے مزارات کے ماضی سے متعلق ہوشیار لوگوں کی اپنے مفاد میں لکھوائی گئی درجن سے زیادہ ایسی کتابیں موجود ہیں جن کا حقیقت کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے جن کے مندرجات سو فیصد جھوٹے ہونے کے علاوہ تصوف پر بھی ظلمِ عظیم ہوا ہے

۱۔ کشف المحجوب، ص6۔

۲۔ کشف المحجوب، ص7۔

کیوں کہ ایک طرف ناواقف حال لوگ اُنہیں کتب تصوف سمجھ کر گمراہ ہو رہے ہیں تو دوسری طرف اسلام شناس سنجیدہ طبقہ اصل ونقل کی تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے اُنہیں دیکھ کر اصل تصوف وطریقت سے ہی منحرف ہو رہا ہے۔ جس کے واحد ذمہ دار غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کے یہ جھتے ہیں۔ جن کے منحوس اثرات کا ایک کرشمہ عوام کا اُنہیں اہل تصوف اور اُن کی لکھوائی گئی کاروباری کتابوں کو کتبِ تصوف سمجھ کر گمراہ ہونا بھی ہے۔

مذکورہ اشتباہ کا چوتھا منشاء یعنی اُجرتی مقررین کی تقریروں میں تصوف کی اِن دو قسموں کے بیان نہ ہونے سے اشتباہ ہونے کا سوال بھی سابقہ **مغالطوں** سے مختلف نہیں ہے کیوں کہ اقلِ قلیل حق گو مقررین کے سوا عصری مقررین یا اصحاب محراب ومنبر حضرات کی غالب اکثریت کو اسلامی مبلغ کہنا ہی اسلامی تبلیغ کی توہین ہے کیوں کہ اسلامی تبلیغ وہ ہوتی ہے جو پیغمبرِ اسلام رحمتِ عالم ﷺ کے اندازِ تبلیغ کے مطابق ہو جس میں دُنیوی لالچ نہیں ہوتی، ہر اسٹیج میں رٹی رٹائی تقریر جھاڑنے کا پیشہ ورانہ انداز نہیں ہوتا مخصوص ذہن کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے دوسروں کی دل آزاری نہیں ہوتی، اپنے کسی بھی مخالف نظریہ والوں سے متعلق گالی گلوچ اور بدزبانی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ''(۱) کا مظہر ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ فرمانِ نبوی ﷺ ''مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ''(۲) کے مطابق جس معاشرہ میں جس حکم کے اظہار کی ضرورت ہو اُسی کو موضوعِ بیان بنانا ہوتا ہے مثال کے طور پر جہاں پر لوگوں کا عقیدہ خراب ہو رہا ہو وہاں اصلاحِ عقیدہ کی تبلیغ کرنا فرض ہے، جسے چھوڑ کر فضائل

۱۔ النحل، 125۔

۲۔ مسلم شریف، باب الامر بالمعروف۔

اعمال کو موضوع بیان بنانا اسلامی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جس معاشرہ کے لوگ شرک وبدعات میں مبتلا ہوں وہاں اُس کے خلاف قال اللہ وقال الرسول بیان کرنے کی بجائے درود شریف کے فضائل کو موضوعِ تقریر بنانا طریقۂ پیغمبر ﷺ نہیں کہلائے گا کیوں کہ یہ اندازِ بیان طریقۂ تبلیغ پیغمبر ﷺ کے منافی، الاہم فالاہم کے مسلمہ اُصولِ اسلام کے برعکس اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے برخلاف ہونے کی بِنا پر تبلیغ علی منہاج النبوۃ کہلانے کے قابل نہیں ہے اور جس اندازِ تبلیغ میں مذکورہ تین خرابیوں میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو وہ اسلامی تبلیغ کہلانے کے قابل نہیں ہوتا چہ جائیکہ اِن تینوں کی موجودگی میں اُسے اسلامی تبلیغ کہا جاسکے۔ عصری مقررین کے اِن قبائح پر مشتمل اندازِ بیان کے غیر اسلامی کردار ہونے کے مذکورہ اِجمالی دلائل کو تفصیلی دلیل کی شکل میں یوں سمجھا جاسکتا ہے:

❶ **شرعی حکم:**۔ اصحابِ محراب ومنبر حضرات کا یہ اندازِ بیان اسلامی نہیں ہے۔

صغریٰ:۔ کیوں یہ تبلیغ کے حوالہ سے قرآنی احکام کی خلاف ورزی ہے۔

کُبریٰ:۔ قرآنی احکام کی خلاف ورزی پر مشتمل کوئی بھی اندازِ بیان اسلامی نہیں ہوسکتا۔

حاصلِ فتویٰ:۔ لہٰذا اصحابِ محراب ومنبر حضرات کا یہ اندازِ بیان بھی اسلامی نہیں ہے۔

❷ **شرعی حکم:**۔ عصری مقررین کی موجودہ روشِ تقریر اسلامی نہیں ہے۔

صغریٰ:۔ کیوں یہ اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ سے برعکس ہے۔

کُبریٰ:۔ جو روشِ تقریر بھی اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے برعکس ہو وہ اسلامی نہیں ہوتی۔

حاصلِ فتویٰ:۔ لہٰذا عصری مقررین کی موجودہ روشِ تقریر بھی اسلامی نہیں ہے۔

عصری مقررین اور اصحابِ محراب ومنبر کی غالب اکثریت کے مروجہ نعرہ بازی والے بیانات کے غیر اسلامی ہونے پر قیاسِ ضمیر وقیاسِ صریح یعنی اجمالی وتفصیلی دلیلوں سے متعلق اہل علم کی توجہ کے لیے دو باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں:

اول:۔ کسی فقہی حکم کے اظہار کے لیے ظنی دلیل ہی کافی ہوتی ہے جبکہ عصری مقررین کے اندازِ بیان کے مذکورہ حکم پر جو فقہی دلیل ہم نے بیان کی اُس کے دونوں حصے یعنی صُغریٰ وکُبریٰ میں سے ہر ایک یقینی اور بدیہی ہونے کی بنا پر یہ دلیل بھی قطعی ہے، نیز اِس کی مذکورہ شکل میں حدِ اکبر کی نسبت سلبی کا حدِ اصغر کے لیے ثابت ہونے کی راہ میں حدِ اوسط محض ذہنی طور پر واسطہ فی الاثبات نہیں ہے بلکہ واقعی علت بھی ہے جس کی روشنی میں دلیل تفصیلی کی مذکورہ شکل برہان لمّی قرار پاتی ہے اور اِس کا ہر ایک مقدمہ قضایا قیاساتہامعہا ہونے کی بنا پر فقہی دلیل کی یہ شکل برہان فطری کے زمرہ میں شمار ہے۔ اہل علم اور فقہی استعداد کے حامل مفتیان کرام کا ذہن اِس کی اہمیت کی طرف مبذول کرانے کے ساتھ اُن کی خدمت میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ محراب ومنبر اور مذہبی اسٹیج کے حوالہ سے مقررین کے کردار کا اِس دلیل کی روشنی میں جائزہ لیں۔

اسلام اور مذہب کے لیے اُنکے نفع ونقصان کا موازنہ کریں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو عوامی خواہشات وپیشہ ور مقررین کی نذر ہونے سے بچا کر خالصتاً اسلامی اُصولوں کے مطابق بنانے کے لیے آوازِ حق بلند کریں ورنہ کل اللہ کے حضور گلوخلاصی ممکن نہیں ہوگی۔

دوم:۔ میرے معاصر اُستاذ بھائی جو علم وعمل کے مجسمہ ہیں عمر میں مجھ سے بڑے ہیں تعلیم میں دوتین سال مجھ سے جونیئر ہیں اور تعلیمی خدمات کے حوالہ سے کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں (اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ) اُنہوں نے گزشتہ دِنوں میری ٹوٹی پھوٹی عملی خدمات پر تحسینی وتبریکی تحریر کی کرم نوازی فرماتے ہوئے تفصیلی دلیل کے مذکورہ انداز کو میری جدت وایجاد قرار دے کر اسے بے حد سراہا ہے۔ بندیال شریف کے صفِ اول کے قابلِ فضلاء کے زمرہ میں شمار اپنے اِس قابلِ احترام بردار کے قلم سے اِس اندازِ

استدلال کو جدت قرار دینے پھر اُس کی ایجاد کو مجھ ناکارۂ خلائق کا انفراد کہہ کر اُس پر میری تحسین فرمانے پر مجھے تعجب اِس لیے ہوا کہ اِس چھوٹے سے مسئلہ میں اتنے بڑے اکابر فضلاءِ وقت کو محض بے توجہی کی وجہ سے جب اتنا بڑا مغالطہ ہوسکتا ہے کہ قدیمی اور متداول بین الفقہاء الاسلام مسئلہ کو جدید فرما رہے ہیں تو ناکمل واصاغر کا گلہ ہی کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کسی مسئلہ کی شرعی حیثیت پر فقہی استدلال کا یہ طریقہ اُس وقت سے جاری ہے جب سے علم فقہ کی تدوین ہو کر احکام شرعیہ کے استنباط کا سلسلہ شروع ہوا ہے کیوں کہ علمِ فقہ کی تعریف:

''هُوَالْعِلْمُ بِالْاَحْكَامِ الشَّرِعية عَنْ ادلتها التَفْصِيْلِيَّةِ''

یعنی شرعی احکام کو اُن کی تفصیلی دلیلوں سے سمجھنے کا نام علمِ فقہ ہے۔

فقہ کی اِس تعریف میں جس تفصیلی دلیل سے شرعی احکام کو سمجھنا بتایا گیا ہے اُس کی حقیقت اِس اندازِ استدلال کے سوا اور کچھ نہیں ہے جیسے تحریر الاصول ابن ہمام اور اُسکے شروح کے علاوہ مسلم الثبوت اور اس کے شروح میں بھی تفصیلی دلیل کی یہی تشریح موجود ہے جس کے مطابق تفصیلی دلیل مندرجہ ذیل تین اجمالی دلائل کا مجموعہ ہوتی ہے۔

1. صُغریٰ:۔ یہ کسی مأخذ شرعی سے مستفاد ہوتا ہے۔
2. کُبریٰ:۔ یہ اُصولِ فقہ کا مسئلہ ہوتا ہے۔
3. مدارِ اقتران (اوسط):۔ یہ بھی کسی مأخذ شرعی سے پہچانا جاتا ہے۔

مقامِ تعجب ہے کہ جو چیز علم فقہ کی تعریف وحقیقت میں موجود ہے جس کے بغیر فقہ کا کوئی وجود نہیں ہے جس کے بغیر کسی مسئلہ کی پہچان اور اُس کی شرعی حیثیت تک رسائی ممکن نہیں ہے اُسے محض اِس وجہ سے خالصتاً منطقی مسئلہ کہہ کر فقہی استدلال سے اجنبی تصور کرنے کی کیا تک ہے؟ میری نگاہ میں اِس کی ایسی مثال ہے جیسے فصل مقوم کے بغیر نوع کا

وجود تسلیم کیا جائے، جسے ماننے کے لیے کوئی اہل علم تیار نہیں ہے۔

لگتا ہے کہ حاشیاتی توضیح میں کافی دور نکل گیا ہوں میں نے دراصل تصوف کے دو حصوں یعنی سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان سے نا آشنا حضرات کے منشاء اشتباہ کا ازالہ کرکے اِس موضوع کو اُن کے لیے قابلِ فہم بنانا تھا تو جب مذکور فی الاشتباہ چاروں نکتوں کی بے حقیقتی واضح ہوچکی۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ حقیقی صوفیاء اور قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے کلام وکردار سے سلوک کی مذکورہ دو قسموں کو واضح کر کے اپنے موقف کو بے غبار کردوں۔

❶ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا؛

''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ''(۱)

بالیقین اللہ تعالیٰ متقیوں کے بھی ساتھ ہے اور محسنوں کے بھی ساتھ ہے۔

تو ظاہر ہے کہ اِس آیت کریمہ میں پہلے موصول کے صلہ کو ''اتَّقَوْا'' کی شکل میں جملہ فعلیہ اور دوسرے موصول کے صلہ کو ''هُمْ مُّحْسِنُوْنَ'' کی شکل میں جملہ اسمیہ ذکر کرنے میں بالترتیب سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کے مفہوم سمجھے جارہے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ شریعت کی زبان میں تقویٰ ''اِتْیَانُ بِمَا یَنْبَغِیْ'' اور اجتناب ''عَمَّا لَا یَنْبَغِیْ'' کا نام ہے جس کا دوسرا نام سلوکِ تقویٰ ہے اور احسان کا شرعی مفہوم اکابرینِ اسلام کی تصریحات کے مطابق اسلامی عقائد واعمال کی درستی کے بعد اِن کی پختگی واستمرار کے لیے دل کی اللہ کی طرف خصوصی کشش پیدا کرنے میں یوماً فیوماً آگے ترقی کرنا ہے جسے صوفیاء کرام کی اصطلاح میں طیران عالم قدس بھی کہتے ہیں، نیز سلوکِ تقویٰ کا ہر شخص پر فرض عین ہونے کی طرح اُس کا ثبوت بھی قطعی ہوتا ہے جبکہ سلوکِ احسان محض نفل واستحباب

۱۔ النحل،128۔

کے درجہ میں مرغوب الیہ ہونیکی بِنا پر اِس کے ثبوت کے لیے بھی کسی قطعی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ محض ظنی دلیل بھی کافی ہے تو وہ اِس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہی ہے۔ جیسے کہ بعض مفسرین کرام باب الاشارات کے عنوان سے اِس کی صوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے مشتے نمونہ از خروارے سید محمود بغدادی الوسی حنفی نے محدث طیبی کے حوالہ سے مذکورہ آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے:

''اِنَّ التَّقْوٰی فِی الْآیَةِ بِمَنْزِلَةِ التَّوْبَةِ لِلْعَارِفِ وَالْاِحْسَانُ بِمَنْزِلَةِ السَّیْرِ وَ السُّلُوْکِ فِی الْاَحْوَالِ وَالْمَقَامَاتِ''(۱)

یعنی اِس آیت کریمہ میں تقویٰ بمنزلہ توبہ ہے عارف کے لیے اور احسان منازل عشرہ سلوک کے احوال ومقامات میں زندگی گزارنے کے منزلہ میں ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ توبہ تصوف وسلوک کی جان ہے اور اولین قدم یا دروازۂ سلوک ہے باقی جملہ منازل تسعہ اُس کے تابع وفروع ہیں۔ ہم نے بھی اپنی تحقیق میں یہی کہا ہے کہ سلوکِ تقویٰ کے بغیر سلوکِ احسان میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے، سلوکِ تقویٰ اصل الاصول اور فرض عین ہے اور آیت کریمہ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ''(۲) کا مصداق ہے جبکہ سلوکِ احسان سورۃ نحل کی آخری آیت کریمہ کے آخری جملہ ''وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ '' کا مظہر ہے لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جاہل پیر پرستوں نے غیر معیاری مشائخ اور بغیر شرائط کے پیرومرشد بننے والے گندم نما جو فروشوں کے کہنے پر اولیاء اللہ کو اہل ایمان متقیوں کے سوا کوئی اور جنس ہونے کا تصور جمایا ہوا ہے جس کے خلاف تبلیغ کر کے اِس جاہلانہ ماحول کو بدلنا علماء حق کی مسئولیت ہے۔

۱۔ تفسیر روح المعانی، ج14، ص262، مطبوعہ بیروت۔

۲۔ یونس، 63۔

۲ محدث ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ایک حدیث بیان کی ہے جو ثقات سے مروی نہ ہونے کے باوجود متلقیٰ بالقبول ہے۔ جملہ سلف صالحین اور اولیاء کاملین نے اُسے صحیح تسلیم کر کے اُس پر عمل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

''اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْهٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ''

یعنی جعلی پیر چکی کے گدھے کی طرح ہے جو مشقت اُٹھائے کچھ ثواب نہ پائے۔

جس کا واضح مطلب اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ علم فقہ کا مفاد یعنی علم وعمل اور اسلامی عقیدہ وعمل کی درستی کے بغیر عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کی محنت ضائع ہے تو ظاہر ہے کہ اس حدیث میں جس فقہ بمعنی مَعْرِفَةِ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَاعَلَیْهَا کو ناگزیر قرار دیا گیا ہے اُس کے مفاد کو سلوک تقویٰ یعنی درستی عقیدہ وعمل کہا جاتا ہے اور جن عبادات کو اِس حدیث میں اُسکے تابع وفرع قرار دیا گیا ہے اُن ہی کی جملہ اقسام کو اخلاص کے ساتھ اپنانے کو سلوکِ احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا نصاب تربیت اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کی رہنمائی میں حضرت امام جعفر صادق کی ترتیب کے مطابق مندرجہ ذیل منازل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ توبہ، زُہد، فقر، توکل، صبر، شکر، خوف، رجاء، حُب، رضا۔ الٰہیات کے حوالہ سے یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ اِن میں سے ہر ایک کو منشاء مولیٰ جل جلالہ اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق اختیار کرنا اعلیٰ درجہ کی نفلی عبادت ہے جس کے متعلق حدیث قدسی کی روایت میں آیا ہے:

''لَایَزَالُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْنَ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِی یَبْطُشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِی یَمْشِی بِهَا، وَلَئِنْ سَئَلَنِی لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِی لَاُعِیْذَنَّهٗ فَبِی یَسْمَعُ وَبِی

یُبْصِرُ وَبِیْ یَبْطُشُ وَبِیْ یَمْشِیْ ''(۱)

سلوکِ تقویٰ کا فریضہ حاصل کرنے کے بعد کی عبادات یعنی سلوکِ احسان کی دست آوری کی بدولت بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کو محبوب بنالیتا ہوں جب میں اُسے محبوب بناچکا تو اُس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ سنتا ہے اور اُس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ دیکھتا ہے اُس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے اُس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو یقیناً اُسے دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو یقیناً اُسے پناہ دوں گا۔ انجام کار اُس کا سننا، دیکھنا، پکڑنا اور چلنا الغرض جملہ اختیاری اعمال میری منشاء کے مطابق ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا کے نادان دوستوں کا المیہ

بغیر شرائط کے مشائخ اور پیر بن کر شریعت میں بدعات اور طریقت میں بگاڑ پیدا کرنیوالوں کے خلاف حضرت امام احمد رضا خان کی اِن تصریحات اور اُن کے حقیقی جانشین تلامذہ و خلفاء کے کردار کے برعکس حق و باطل کی تمیز، اہل و نااہل کی تفریق اور معیاری و غیر معیاری کی پہچان کے بغیر پیری مریدی کرنے والے ہر گس و ناکس کو افرادِ خانہ سمجھنا، اُن کی بے اعتدالیوں اور گمراہیوں سے چشم پوشی کرنا اور اُن کی خلاف شریعت بدعت کاریوں اور منافی طریقت مکاریوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اپنے کانوں سے سننے کے بعد بھی خاموش تماشائی بنے رہنا، اہل سنت و جماعت کہلانے والے اہلِ بصیرت کے لیے سوالیہ نشان ہے۔ پاک و ہند کے اس پورے خطے میں دیگر اہل مسالک، میدانِ سیاست سے لیکر محراب و منبر تک، اجتماعیت سے لے کر انفرادیت تک اور خانقاہیت سے لے کر مدارس تک

۱۔ فتاویٰ کبری، ج10، ص 341۔

روز افزوں ترقی کر رہے ہیں جبکہ یہ حضرات فی الجملہ علم وعمل میں دوسروں سے فائق، اخلاص میں زیادہ اور محنت وعمل میں کسی سے کم نہ ہونیکے باوجود محض پیر پرستی کی اِس اندھیر نگری کی وجہ سے ہر شعبۂ حیات میں زوال پذیر ہیں۔

اِن سطور کو سپردِ قلم کرتے وقت میری نگاہ میں وہ بے بصیرت حضرات ہرگز نہیں ہے جو حضرت امام احمد رضا کے شرعی فتوؤں کو اپنے لیے ذرائع آمدن سمجھ کر اُن کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں یا وہ قوال اور اسٹیج گرمانے والے عصری مقررین نہیں ہیں جو اُن کے ساتھ عقیدت کے اظہار کرنے میں اپنا دُنیوی مفاد سمجھتے ہیں بلکہ میرے مخاطب صرف اورصرف اہل سنت وجماعت اور بریلوی کہلانے والے وہ اہل بصیرت ہیں جن کا علم وعمل مسلم ہے، جن کا تقویٰ وطہارت اور فہم وہنر اظہر من الشّمس ہے جنہوں نے حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو عالم باعمل، فقیہ باکردار اور عقیدہ وعمل کے حوالہ سے سلف صالحین کا ہمقدم وہم کردار پاکر، نیز اسلام کے لیے اُن کی بے مثال خدمات کو دیکھ کر دل وجان سے محض ''اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ '' کے تحت اُن کے ساتھ عقیدہ رکھتے ہیں، اُن کے شہرو خطہ کی طرف منسوب ہوکر بریلوی کہلانے کو باعثِ برکت اور سچے اہل سنت ہونے کے لیے معیار ممیّز سمجھتے ہیں آخر انہیں کیا ہوا ہے، کیا انہیں سانپ سونگھ گیا ہے جعل سازوں کے ہاتھوں اپنے زوال وبدنامی کو دیکھنے کے باوجود خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ میں حیران ہوں یہ حضرات امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے کیسے عقیدت مند ہیں کہ اُن کی بے داغ شخصیت کی بدنامی کا سامان بننے والوں کو افراد خانہ سمجھ کر اُن کا دفاع کررہے ہیں، اُنکی بدعت کاریوں کے لیے شرعی جواز ڈھونڈ رہے ہیں اور دجل کاروں کے دست وبازو بن کر نہ صرف ان کے فتوؤں کو پامال کررہے ہیں بلکہ اُن کی روح کو اذیت پہنچا رہے ہیں اور اُن کی خالص اسلامی فکر کو بدنام کررہے ہیں بلکہ التباس الحق بالباطل کی اِس

دجل کاری میں غیر شعوری طور پر حصہ دار بن رہے ہیں اور سلف صالحین اور سچے اولیاء اللہ کی ارواحِ مقدسہ کو بھی اذیت پہنچا رہے ہیں۔ کیا امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ الشَّرِیْف نے سچے اولیاء اللہ کی اہمیت وفضائل کو اُجاگر کر کے عام مسلمانوں کو اُن کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونیکی ترغیب اِس لیے دی تھی کہ سچوں کے فضائل وکرامات کو جھوٹوں پر منطبق کر کے التباس الحق بالباطل کا جرم کیا جائے یا اِس لیے کیا تھا کہ سچوں اور جھوٹوں کی تفریق کو مٹا کر سب کو قابلِ تقلید سمجھا جائے یا اِس لیے کہ نقل کو اصل کی جگہ شہرت دے کر شریعت وطریقت کا بیڑا غرق کیا جائے۔

قربان جاؤں اللہ جَلَّجَلَالُہٗ کی طرف سے مقررہ مکافاتِ اعمال کے خودکار نظامِ قدرت پر کہ جس قوم میں اصل ونقل کی تفریق نہ رہے، اصل کو اپنانے کی ترغیب، نقل سے ترہیب نہ رہے سچ اور جھوٹ کی تمیز نہ رہے اور زوال کے سبب بننے والے جراثیم ومرض سے بچنے کا نظامِ تطہیر نہ رہے تو زوال آپ ہی اُس کا مقدر بن جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ''(۱)

یعنی جس قوم نے خود اپنے زوال کا سامان کیا ہے جب تک وہ خود اُس کا ازالہ نہیں کرتی اُس وقت تک اللہ تعالیٰ اُن کی تقدیر نہیں بدلتا۔

نیز فرمایا: ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ''(۲)

یعنی بحر وبر میں ظہورِ فساد لوگوں کی اپنی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔

نیز فرمایا: ''لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ''(۳)

۱۔ الرعد، 11۔

۲۔ الروم، 41۔

۳۔ الجاثیہ، 14۔

یعنی کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سزا ملتی ہے وہ دراصل اُس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے تقریباً نصف صدی قبل حضرت مولانا سردار احمد نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف جو اپنے وقت کے امام المحدثین رہنمائے کاملین اور ولی کامل یعنی عالم باعمل تھے اور بالواسطہ امام احمد رضا نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے ساتھ تلمذ ونسبت ارادت رکھتے تھے اپنے درس میں بھی اور محراب و منبر میں بھی سچے اولیاء اللہ کی اہمیت وفضیلت بیان کر کے اُن کے دامنِ فیض کو تھامنے، اُن کا قرب حاصل کرنے اور اُن کے حقوق بجالانے کی ترغیب دینے کے ساتھ نمبر دو مشائخ اور جعلی پیروں کے سایہ نحوست سے بچنے کی بھی لازماً تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ یہی حال میرے اُستاذ الحدیث رہنمائے طریقت، امام المحدثین غزالی وقت سید احمد سعید نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کاظمی کا تھا۔ ایک نورانی مجلس میں پیر پرستی کی اندھیر نگری اور قبر پرستی کی ضعف اعتقادی کے خلاف تبلیغ کے حوالہ سے وہ واقعہ مَیں کبھی نہیں بھولتا جب آج 03-07-2005 سے تقریباً چالیس سال قبل میں حضرت غزالی وقت کے پاس دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا اُن دنوں میں حضرت شاہی عیدگاہ ملتان میں عیدین اور نماز جمعہ پڑھانے کے فرائض سرکاری طور پر اعزازاً انجام دیا کرتے تھے جو تاحیات جاری رہا حضرت کی اُن مخلصانہ خدمات کے پیشِ نظر اُن کے انتقال کے بعد صوبائی گورنمنٹ پنجاب نے عیدگاہ کے احاطہ میں ہی اُن کا مزار شریف بنانے کی اجازت بھی دی۔

واقعہ اِس طرح ہوا تھا کہ ایک جمعہ کے موقع پر حضرت موجود نہیں تھے اپنی جگہ جمعہ پڑھانے کا فریضہ میرے ذمہ لگا کر اندرون پنجاب کہیں تشریف لے گئے تھے میں نے جمعہ کی تقریر پیر پرستی کی اندھیر نگری اور بزرگانِ دین کی قبروں کے ساتھ کی جانیوالی موجودہ بدتمیزیوں، بے ادبیوں، سجدہ ریزیوں اور طواف کاریوں کے خلاف کی جس کے ردِعمل میں

دوسرے دن مدرسہ انوار العلوم ملتان میں حضرت کی تشریف آوری پر میری شکایت لگانے کے لیے اُن لوگوں کی کافی تعداد حاضر ہوئی جنہیں میری تقریر ناگوار گزری تھی، اُنہوں نے توہم پرستی کے خلاف میری تقریر کو بنیاد بنا کر حضرت کے سامنے مجھ پر وہابی، دیوبندی، منکر اولیاء، دیوبندیت کا ایجنٹ اور اہل سنت و جماعت کے خلاف چھپی سازش جیسی متعدد دفعات لگا کر میرے خلاف کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اُن کی پوری بات سننے کے بعد مجھ سے کچھ پوچھے یا جواب طلبی کیے بغیر ہی حضرت نے اُن قابل رحم نادانوں کا غصہ ٹھنڈا کیا کم وبیش ایک گھنٹہ نشست میں حضرت نے شریعت کی زبان میں اُنہیں جو کچھ سمجھایا وہ میری جمعہ والی تقریر کی روح تھی، اُس کی توضیح و تفصیل تھی اور ''صَاحِبَ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَافِیْهِ'' یعنی گھر والے گھر کی اندرونی بات کو بہتر جانتے ہیں کے مطابق باتیں سب میری تھیں زبان حضرت کی تھی۔ اَثناءِ گفتگو حضرت کے یہ جملے اچھی طرح مجھے یاد ہیں جو اُنہوں نے خلافِ مذہب باتوں کو مذہب سمجھنے والے نادانوں کو سمجھاتے ہوئے فرمائے تھے:

''پیری مریدی کے حوالہ سے غیر معیاری پیروں اور اُن کے جاہل مریدوں کا جو تصور ہے اُس کا حقیقی اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔'' نیز فرمایا ''مذہب اہل سنت میں بزرگانِ دین کے مزارات پر جا کر اُن کے مواجہہ میں باادب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا مستحب اُمور کے زمرہ میں شامل ہے اِس کے سوا جو کچھ عوام کر رہے ہیں وہ سب جاہلانہ حرکاتِ شنیعہ ہیں اُنہیں مذہب اہل سنت سمجھ کر اُن کے خلاف تبلیغ کرنے والوں کو وہابیت کا طعنہ دے کر بدنام کرنے والے جاہل ہیں اُنہیں چاہئے کہ علماء کی صحبت اختیار کر کے اِن جاہلانہ باتوں سے بچیں۔''

اُن دنوں میں ملتان کے اندر کسی اور جگہ سے آیا ہوا غیر سید گھرانے کا ایک ہوشیار شخص اپنے آپ کو سید گیلانی، جگر گوشۂ غوث الاعظم اور نجیب الطرفین ہونے کی نسبت

ظاہر کر کے حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے ساتھ عقیدت رکھنے والے سادہ لوح لوگوں کو بیوقوف بنا کر مرید بنانے کا بازار گرم کیا ہوا تھا جس کی اصل قومیت کو اور اُس کے باپ کو بھی حضرت جانتے تھے۔ میرے خلاف جمع ہونے والے نادانوں کو سمجھانے کے ضمن میں حضرت نے اُس چالاک وہوشیار بناوٹی پیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''پنجاب میں پہلے سے غیر معیاری پیروں کی بہتات تھی اب چند سالوں سے ہم ایک ایسے شخص کو بھی اولادِ غوث الاعظم بنتے دیکھ رہے ہیں جو اصل میں آرائیں قوم ہے، ماں باپ اور استاذ کا مردود کیا ہوا عاق ہے اُس کی اپنی قوم کے لوگ اور رشتہ دار اُس کی اِس جعل سازی کو دیکھ کر اُس پر لعنت بھیجتے ہیں اپنے ہاں اُس کی جعل سازی نہ چلی تو یہاں آ کر عوام کو بے وقوف بنا کر پیری مریدی کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔''

یہ تمام واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

''مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق نسب بدلنے والے شخص پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اُس پر لعنت بھیجی ہے بخاری شریف کی حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جس نے اپنا نسب تبدیل کیا اُس پر اللہ کے فرشتوں کی اور جن وانس کی اور تمام خلائق کی طرف سے لعنت ہوتی ہے آخرت میں جنت کی خوشبو تک اُسے نصیب نہیں ہوتی۔ مذہب اہل سنت کے مطابق ایسے لعنتی شخص کے منحوس سایہ سے بھی بچنا چاہیئے چہ جائیکہ اُسے پیر بنانا جائز ہو لیکن جاہل عوام ہیں جو ایسے لعنتیوں کے پھندے میں پھنس کر اپنا دین و دُنیا خراب کر لیتے ہیں علماء کو چاہیئے کہ اِسکے خلاف تبلیغ کریں۔''

اِس کے بعد حضرت نے مسندِ ارشاد کے قابل اور لوگوں کو بیعت دے کر پیری مریدی کے بارِ گراں اُٹھانے کی شرائط پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''پیر بننے کے لیے معیار و شرائط سے متعلق سلف صالحین کی آراء مختلف ہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی جیسے بزرگانِ دین کے مختلف اقوال کا میری تحقیق کے مطابق بعد التطبیق خلاصہ یہ ہے کہ شریعت و حقیقت اور طریقت کی تربیت دینے کی صلاحیت والے شیخ کامل یعنی عالم باعمل جو صحیح العقیدہ و صحیح العمل ہو حدِ بلوغ کو پہنچنے کے بعد مجاز بالخلافۃ ہو یعنی سلسلہ تعلیم و تربیت کو آگے چلانے کی اجازت اسے حاصل ہو اور اُس کے شیوخ تربیت کا یہ سلسلۂ روحانیت از اول تا آخر متصل ہو۔ اول سے مراد شیخ الشیخ ہے اور آخر سے مراد نبی اکرم رحمت عالم سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اِس کے اپنے شیخ سے لیکر سرور کائنات ﷺ تک کی سند متصل ہو۔ یہ سلسلۂ دراز چاہے اکائیوں میں ہو یا دہائیوں اور سینکڑوں میں بہر حال اسکا اتصال ضروری ہے۔ کسی بھی مرحلہ میں انقطاع نہ ہو، اتصالِ سند یہاں پر تصوف و طریقت کی زبان میں اُس اتصالِ سند سے مختلف ہے جو حدیث کی زبان میں یا محدثین کرام کی اصطلاح میں ہے کیوں کہ تصوف و طریقت کی اصطلاح میں اول سے آخر تک جملہ مراحل کے شیوخ کا صحیح العقیدہ و صحیح العمل یعنی عالم باعمل، صاحبِ تربیت اور صاحبِ اجازت ہونا ضروری ہے جبکہ محدثین کرام کی اصطلاح میں اتصالِ سند کے لیے اتنی سخت پابندی نہیں ہے۔

شیخ الطریقت اور پیر بننے کے لیے مذکورہ شرائط کو بیان کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا:

''آج کل پیری مریدی محض رسم رہ گئی ہے۔ بزرگانِ دین کی بیان کردہ اِن شرائط کے مطابق پیروں اور مشائخ کا وجود بہت کمیاب ہے جسکی ایک وجہ یہ ہے کہ سلسلۂ طریقت میں شاگردوں اور مریدوں کی قوت فکری و عملی کی منازلِ سلوک کے حوالہ سے مسلسل تربیت کی جاتی ہے جس میں شیخ طریقت اپنے آپ کو مٹا کر دوسروں کو بناتا ہے، شیخ

طریقت کو ہر وقت اپنے متعلقین کی فکری و عملی تربیت کے حوالہ سے بیدار رہنا ہوتا ہے، اِسی بنیاد پر کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے کاہل اور تن پرور صوفیوں سے دور رہنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

اِس کے بعد میرے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بے حقیقت پیروں کے بنائے ہوئے جاہلانہ ماحول پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

''مولانا ان جاہلوں کا ہم کیا گلہ کریں یہ تو ہیں ہی طریقت کے چور، جو اس عنوان سے اپنا اُلو سیدھا کرتے ہیں ہمارا گلہ اپنے علماء سے ہے جنہوں نے اصلاحِ خلق کے اِس میدان کو ان جاہلوں کے لیے خالی چھوڑ کر خود کو اُن کا حاشیہ بردار بنالیا۔''

اِس کے بعد علماء وقت سے متعلق میرے ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''مولانا سردار احمد، عارف اللہ شاہ قادری، سید جلال الدین شاہ بھکی شریف والے اور مولانا نور اللہ بصیر پوری کو اللہ نے بصیرت سے نوازا ہے جو غیر معیاری جاہل پیروں کے ہاتھوں بنے ہوئے اِس جاہلانہ ماحول سے لوگوں کو بچانے کے لیے اس طرف توجہ دے رہے ہیں اگر یہ حضرات اس طرف توجہ نہ دیتے تو اندرونِ پنجاب پیری مریدی کے حوالہ سے سچ اور جھوٹ کی تمیز ہی ختم ہو جاتی۔''

اس موقع پر حضرت نے محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی روحانیت اور تقویٰ وطہارت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

''اُنکے ساتھ میرا اختلاف صرف علمی ہے، جہاں تک اُن کی روحانیت وللٰہیت اور تقویٰ وطہارت کا سوال ہے تو اس حوالہ سے میں دل کی گہرائی سے اُن کا احترام کرتا ہوں، وہ ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور علمی و مذہبی خدمات کے اعتبار سے ہم ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ معین و مددگار ہیں۔''

حضرت کاظمی اور حضرت سردار احمد کے اختلاف کا پسِ منظر:۔

حضرت کے اس جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ اُن دنوں میں صوفی غلام حسین گجرہ منڈی والے ایک مقرر ہوا کرتے تھے جو اندرونِ پنجاب مخصوص انداز کے مقرر تھے۔ اُس وقت وہ پچاس ساٹھ برس کے تھے، اب اُس کی حیات و ممات کا مجھے علم نہیں، شاید وفات ہو چکے ہوں، اللہ اُسے بخشے۔ اُس کی ایک تقریر کو پنجابی ذہن کے مطابق غیر ذمہ دار سفلہ نے موضوع بحث و نزاع بنا کر وقت کے ان دونوں عظیم محدثین کو باہم لڑایا تھا۔ دو سال تک اِن دونوں پاکیزہ ہستیوں کے مابین اُس حوالہ سے علمی مباحثہ جاری رہا۔ ہر دو جانب سے متعدد پمفلٹ و رسائل مختصر و ضخیم وجود میں آئے جس کا ریکارڈ اب بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ انجامِ کار سید ابوالبرکات اور مولانا عبدالغفور ہزاروی رَحِمَهُمَا اللّٰه نے مل کر اُن دونوں کا بالمواجہہ مذاکرہ کرانے کے بعد شرعی فیصلہ کے مطابق تصفیہ کرا کر بات ختم کرا دی تھی جس کے مالہ و ماعلیہ سے مکمل آگاہی ہم دو چار ساتھیوں کے سوا کسی اور کو شاید نہ ہو۔ (فَرِحَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَاسِعَةً)

دو اولیاء اللہ کے اختلاف سے سبق

میرے شیخ الحدیث والطریقہ حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف نے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف کے ساتھ مباحثہ کے اُن گرم دِنوں میں اُن کے علمی و عملی کمالات کا برملا اعتراف کر کے ہم کو یہ سبق دیا تھا کہ اولیاء اللہ یعنی باعمل علماء کرام باہمی علمی اختلافات کو اَنا کا مسئلہ نہیں بناتے ہیں۔ علمی مباحثہ و اختلاف کے ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے کمالات کا اعتراف و اظہار اور ایک دوسرے کا احترام و اکرام کرنا اُن کی پہچان ہوتا ہے۔ سچے پیروں کے اِس کردار کی روشنی میں آج

کل کے عصری پیروں کا کردار دیکھا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے اور موازنہ کرنے والا بے ساختہ بول اُٹھتا ہے کہ ''**چہ نسبت خاک را بعالم پاک**''۔

اِن غریبوں میں **اولاً** علمی مباحثہ کرنے یا کسی اہل علم کے ساتھ علمی اختلاف کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، نفس امّارہ کے اسیروں کو علم کی روشنی کیساتھ کیا نسبت ہوسکتی ہے؟

ثانیاً:۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی اہل علم ازروئے خیر خواہی ونصیحت یا بغرض تعلیم وتبلیغ کسی بے حقیقت پیر کو اُس کی بے اعتدالیوں سے آگاہ کرکے منع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے نفس امارہ کی موٹائی اور مصنوعی کبریائی کی بنا پر اُس کا دشمن بن جاتا ہے، نصیحت قبول کرنے کی بجائے ذاتیات کا مسئلہ بنالیتا ہے۔

میں نے اپنے ہی تلامذہ کے سلسلہ دراز میں کچھ ایسے نااہل پیر بکثرت دیکھے ہیں کہ جب وہ غریب تھے، جاہل مریدوں کا سلسلہ وسیع نہیں تھا تو میری سخت سے سخت باتوں کو بھی برداشت کرجاتے تھے، جب پیری مریدی کا سلسلہ وسیع ہوا، ناواقفِ حال جہلاء کی طرف سے جھوٹے القاب ملنے لگے تب سے میری چھوٹی چھوٹی نصیحتوں کا بھی برا ماننے لگے، اپنی مصنوعی عزت شان وٹھان کے خلاف سمجھ کر اُستاذی وشاگردی کے اَن ٹوٹ مقدس رشتہ کو خیر باد کہہ کر درپے آزار ہونے لگے، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ سب کو صراطِ مستقیم کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

لگتا ہے کہ میں ماضی کے جھروکوں میں جھانکتے ہوئے دور نکل گیا، دراصل میں نے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے ساتھ سچی عقیدت رکھنے والے سادہ دلوں کو پیری مریدی کے حوالہ سے اُن کے بھولے ہوئے سبق کی یاددہانی کرارہا تھا۔ مجھے اس بات پر ازحد حیرانگی ہورہی ہے کہ جب ہر دورِ تاریخ کے حق گو وحق بین اور حق شناس علماء کرام کی طرح ہی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اوران کے بالواسطہ یا بلاواسطہ تلامذہ

وخلفاء نے بھی پیری مریدی کے حوالہ سے جہاں سچے پیروں اور حقیقی اولیاء اللہ کی مسلم معاشرہ کے لیے اہمیت وضرورت بیان فرمائی ہے وہاں التباس الحق بالباطل کی لعنت سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے جھوٹے پیروں اور غیر حقیقی مشائخ کی کارستانیوں کی بھی نشان دہی کر کے ترغیب کے ساتھ ترہیب کا فریضہ بھی انجام دیا ہے تو کیا وجہ ہوئی کہ علماء حق کے اِس حقیقی اندازِ تبلیغ کو چھوڑ کر نہ صرف غیر معیاری پیروں اور نمبر دو مشائخ کی کارستانیوں سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے انہیں افرادِ خانہ سمجھ کر اُن کی متعدی بے اعتدالیوں پر پردہ ڈالا جا رہا ہے بلکہ علماء اہل سنت کہلانے والے اِن حضرات کی غالب اکثریت اُن کے دست و بازو بن رہی ہے۔ اُنکی خلافِ شریعت ومنافی طریقت حرکتوں کیلئے شرعی جواز ڈھونڈنے کے جرم کا ارتکاب کر رہی ہے۔ کیا اِس دُہرے معیار سے اسلاف کی ارواح کو اذیت نہیں پہنچ رہی؟ کیا اِس دوغلے پن سے اسلاف کی تعلیمات ودستاویزات متاثر نہیں ہو رہی ہیں؟ یا کیا اسلاف کے زمانہ کی شریعت وطریقت جدا تھی، اب غیر معیاری پیروں اور بغیر شرعی شرائط کے مشائخ بننے والوں پر کچھ اور نازل ہو کر آپ حضرات کو محظوظ کر رہا ہے؟ کیا اس دوغلے پن سے پیر پرستی کی دُنیا سے آزاد، منتر جنتر والے پیروں کے دامِ تزویر سے بچے ہوئے لوگوں کی نگاہ میں اہل سنت کہلانے والوں کی بے تحاشا بدنامی نہیں ہو رہی؟ کیا اہل سنت و جماعت کہلانے والوں کا موجودہ ہمہ جہت زوال کے بنیادی اسباب میں یہ نامعقول سسٹم بنیادی مرض نہیں ہے؟ کیا زوال پذیری کے اِس آخری اسٹیج کے بعد بھی معکوس العملی کے اس نامعقول سسٹم سے کسی خوشبو کی اُمید وابستہ کی جا سکتی ہے؟ اب بھی نہ سمجھو گے تو یاد رکھو، تمہاری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں۔

میرا اگلہ شکوہ یہاں پر صرف اور صرف اُن اہل بصیرت سے ہے جو اسلام کے ساتھ اور اقدارِ اہل سنت کے ساتھ اخلاص رکھتے ہیں، شخصی مفادات کو اجتماعی مفادات پر

قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور عمرِ عزیز اسلام کی راہ میں، مسلمانوں کے مفاد میں صَرف کرنے کا شوق رکھتے ہیں باوجود این ہمہ محض غیر معیاری پیروں اور اُن کے دست و بازو بننے والے علماء سوٗ کے ہاتھوں بنائے گئے ماحولیاتی زندان کے باسی ہونے کی بنا پر خود کو محبوس و مرعوب سمجھتے ہیں، قلیل و بے وسیلہ سمجھتے ہیں اور غالب اکثریت کی اِس اندھیر نگری و زیاں کاری کے خلاف آوازِ حق اُٹھانے کی ہمت نہیں رکھتے ہیں۔ اِن تمام قابلِ احترام اہلِ بصیرت کو میں یہی پیغام دوں گا کہ دینِ اسلام اور مذہب کے حوالہ سے حقانیت کو مغربی جمہوریت پر قیاس کرنے کا یہ خیال چھوڑ دیں کہ ملکی سیاست میں جس کی عوامی اکثریت ہوتی ہے حکومت و اقتدار بھی اسی کی ہوتی ہے۔ نہیں اللہ کا دین اور نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی حقانیت کا مسئلہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں پر معاملہ برعکس ہے کہ عوامی اکثریت کی بجائے قال اللہ قال الرسول کے حوالہ سے اہل بصیرت کی حکمرانی ہوتی ہے بشرطیکہ وہ بے ہمتی چھوڑ کر جرات و ہمت کا مظاہرہ کریں، پیش پا اُفتادہ مفاد پرستوں کی اکثریت سے مرعوب ہونے کی بجائے آوازِ حق کی تبلیغ سے انہیں مرعوب کریں، ذلتِ دارین کا خوف دلائیں، مفاد پرستوں کے پھندے سے بچے ہوئے لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں، تطہیری عمل کے ساتھ مخلص اہل بصیرت کی تنظیم کریں، باہم ارتباط کو مضبوط سے مضبوط تر کریں، جو قدم بھی اُٹھائیں اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کو پیشِ نظر رکھ کر اُٹھائیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "(۱) جو انسانی زندگی کے جملہ شعبوں اور انسانوں کے تمام اقوال و افعال کو شامل و عام ہے۔

اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ میں باطل اکثریت سے مرعوب ہونا نہیں ہے بلکہ آوازِ حق کے ذریعہ اُسے مرعوب کرنا ہے، بے ہمتی نہیں ہے بلکہ

۱۔ الاحزاب، 21۔

ہمت کا مظاہرہ کرنا ہے اور توکل علی الوسائل نہیں ہے بلکہ آوازِ حق کی مسلسل جدوجہد کے ساتھ توکل علی اللہ ہے۔ اللہ کے رسول نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے پاس مکی زندگی کے 13 سالوں میں کون سے مادی وسائل تھے جبکہ معاشرہ کے چاروں طرف غالب اکثریت کے ساتھ پھیلے ہوئے اہل باطل کے پاس سب کچھ تھا لیکن ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ اُن کی اکثریت سے مرعوب ہوئے نہ اُن کے وسائل سے بلکہ نہایت خوداعتمادی واستقامت کے ساتھ ایک طرف آوازِ حق کی تبلیغ کو بلا تخصیص قومٍ دونَ قومٍ، گھر گھر پہنچا کر انہیں مرعوب کیا تو دوسری طرف اپنا ساتھ دینے والے مخلصین کو باہم مربوط کرکے آوازِ حق کی آبیاری فرمائی، اُنہیں تربیت دے کر منازلِ سلوک کے معنوی اسلحہ سے مسلح فرمایا۔

حضرت امام جعفر صادق اور حسن بصری جیسے اولیاء اللہ نے بعد میں جن منازلِ سلوک کو تربیت السالکین کے لیے بطورِ نصابِ تعلیم مرتب فرما کر تصوف وطریقت کے حوالہ سے پیری مریدی کے سلسلہ تربیت کو جس انداز پر استوار کیا ہے یہ سب کچھ اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مذکورہ اندازِ تربیت کی اتباع کا مظہر ہے۔ کاش! رسمی مشائخ اور بے حقیقت پیروں کو اس کے عشرِ عشیر کی خوشبو بھی نصیب ہوتی تو سنجیدہ دُنیا کی نگاہ میں پیری مریدی کی یہ رُسوائی، یہ کساد بازاری اور موجودہ اندھیر نگری کا یہ عالَم کبھی نہ ہوتا۔ اہلِ بصیرت اور علماءِ حق کو دعوتِ تبلیغ دیتے ہوئے میں اُن سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ عمرِ عزیز کو اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق بسر کرکے سعادت دارین حاصل کرنا چاہتے ہیں، اپنے علم وبصیرت کو تحفظ واشاعت اور مذہبی اقدار کے فروغ کے لیے صَرف کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی کامیابی کا واحد راستہ اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق آوازِ حق کی تبلیغ کرنا ہے جس میں باطل کی اکثریت سے مرعوب ہونا ہے نہ اُن کے دُنیوی وسائل کو خاطر میں لانا ہے بلکہ جہد مسلسل کے ساتھ قرآن وسنت کی آوازِ حق کی تبلیغ بلا تخصیص قومِ

دونَ قومِ گھر گھر پہنچانے کے ساتھ اپنا ساتھ دینے والوں کو منظم و مربوط کرکے انہیں تربیت علی منہاج السلف دینا ہے جو اُسوۂ حسنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہونے کی بِنا پر بالیقین سندِ فلاح ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں مشرکین کا سامنا تھا تو بعد الہجرت مدنی زندگی میں احبار ورہبان اور قسیسین وربانیوں کی شکل میں بے حقیقت مشائخ اور جعلی پیروں کا سامنا ہوا، اہل علم جانتے ہیں کہ بشمول مکہ ومدینہ دیارِ حجاز کے طول وعرض میں اور اسکے ہمسایہ ممالک میں عوام کی غالب اکثریت کسی نہ کسی طریقے سے ان گمراہوں سے متاثر تھی۔ ملتِ ابراہیمی اور دینِ موسوی وعیسوی کے یہ گم گشتۂ راہ محض اپنے داتی مفادات کی خاطر خلقِ خدا کو گمراہ کررہے تھے، دھوکہ دے رہے تھے اور التباس الحق بالباطل کرکے روحانیت کے نام پر اپنی اپنی ریاستیں قائم کررکھی تھیں۔ انسانی معاشرہ کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ان کی نمبر دو روحانیت کے خلاف آوازِ حق بلند کرنا بظاہر موت کو گلے لگانے کے مترادف تھا، اُن کی پیری مریدی کی اُس دجل کاری کو شیطانی حرکت کہہ کر خلقِ خدا کو اُس گمراہی سے بچانے کی تحریک چلانا، ظاہری حالات کے مطابق پورے معاشرہ کو اپنا دُشمن بنانے کے برابر تھا اور اصل ونقل کی تمیز بتا کر تطہیری عمل کا آغاز کرنا غیر ممکن لگ رہا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ ہمارے آقا ومولیٰ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن جعل سازوں کی چاروں طرف پھیلی ہوئی غالب اکثریت سے مرعوب ہونے کی بجائے اپنی بہتر حکمت عملی کی آوازِ حق کے ذریعہ اُلٹا انہیں مرعوب کیا، اپنی فطری تعلیمات وتبلیغات کے ذریعہ انہیں سوچنے پر مجبور کیا اور خلقِ خدا کو اُن کے منحوس چنگل سے آزادی دِلا کر ''اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ '' کا اعلان فرمایا، یعنی حق کی سربلندی کے لیے خدائی تعلیمات کے مطابق اگر کوشش کی جائے تو وہ ہمیشہ باطل پر غالب ہی ہوتا ہے، اُس پر غلبہ نہیں پایا جا سکتا۔ اس راہ میں اسلامی مبلغین کا گمراہوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرنا عین سنتِ

رسول ﷺ ہے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوع حدیث آئی ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں:

"لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یَخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ" (۱)

یعنی اللہ کی راہ میں جتنا مجھے ڈرایا گیا اتنا کوئی اور نہیں ڈرایا جاتا اور جتنی تکلیفیں مجھے دی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں دی جاتی۔

کیوں کہ اعلائے کلمۃ الحق اور خلقِ خدا کو جعل سازوں کے چنگل سے بچانے کی تبلیغی راہ میں تکالیف و مصائب کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کرنے کو اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کا حصہ سمجھ کر ہر دورِ تاریخ کے اہل بصیرت نے اپنایا ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ اہلِ بصیرت اور غیر اہلِ بصیرت، اہل حق اور اہل باطل کے مابین بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ اہلِ باطل صرف اور صرف دودھ کے مجنون ہوتے ہیں، ذاتی مفادات کے پُجاری ہوتے ہیں اور تن پرور و خودغرض ہوتے ہیں جبکہ اہلِ حق اپنے خون سے حق کی آبیاری کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔

احبار و رهبان سے متعلق

یہاں پر شاید کسی اہل علم کے دل میں یہ سوال اُٹھے کہ یہود و نصاریٰ کے مذہبی رہنماؤں (احبار و رہبان، قسیسین و ربانی) کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے پیر و مرید کے عنوان سے اور اُن کے اُس مذہبی سسٹم کو پیری مریدی کے عنوان سے لیا ہے جبکہ پیر و مرید کے یہ نام اور پیری مریدی کا یہ سسٹم صرف مذہب اسلام میں مستعمل ہے۔ یہاں پر بھی قرونِ اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا تو پھر اسلام میں قرون اولیٰ کے بعد مروج ہونے والے سسٹم کو زمانہ قبل از اسلام یا زمانہ نبوت میں موجود یہود و نصاریٰ پر چسپاں

۱۔ ترمذی شریف، ج2، کتاب الورع۔

کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مقدسہ کی نگاہ میں حقائق کے اسماء کا اتنا اعتبار نہیں ہوتا جتنے خود حقائق کا ہوتا ہے مثال کے طور پر شراب کا نام پانی رکھ دینے سے اُس کی حقیقت و عمل، سادہ پانی والا نہیں ہوتا اور بکری کا نام گیدڑ رکھنے سے اُس کی حقیقت و احکام گیدڑ والے نہیں ہوتے جبکہ حقائق ہمیشہ حقائق رہتے ہیں، ناموں کے بدل جانے سے یا زمانہ کے بدل جانے سے اُن کی حیثیت و احکام بدلا نہیں کرتے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیر و مرید اور پیری و مریدی فارسی زبان کے الفاظ ہیں اور خیر القرون کے کافی عرصہ بعد فارسی مسلمانوں کے دخلِ عمل سے عجمی مسلمانوں کے معاشرہ میں استعمال ہوئے ہیں جبکہ عربی مسلمانوں کے معاشرہ میں اُن کے مفہوم بنام شیخ و تلمیذ اور سلسلۃ الارادۃ کے نام سے مستعمل ہوتے رہے ہیں لیکن ان کے حقائق مذہب و روحانیت کے حوالہ سے سب قوموں میں پائے جاتے ہیں، چاہے حق ہوں یا باطل، کیوں کہ مذہب و روحانیت کے حوالہ سے اپنے عقیدت مندوں کو تعلیم و تربیت دینے والے کی حقیقت، ہر قوم میں پیر کی ہوتی ہے چاہے کوئی اسے پیر کے نام سے پکارے یا شیخ کے نام سے، استاذ کے نام سے یا مربی کے نام سے یا کسی بھی نام سے اور وہ اپنے زیردست و متبعین کے لیے قابلِ احترام پیشوا و مقتدیٰ اور متبوع ہوتا ہے جبکہ اُس کی تابعداری کرنے والے اور اُس سے تعلیم و تربیت پانے والوں کی حقیقت مرید کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی، چاہے دُنیا اُسے مرید کہہ کر پکارے یا تلمیذ کہہ کر، تابع فرمان کہہ کر یا تابعدار کہہ کر یا کسی بھی نام سے، بہرتقدیر ناموں کے بدل جانے سے اُس کی مریدی و تابعیت والی حقیقت کبھی نہیں بدلتی۔ اس کے بعد اگر تابع و متبوع کی حقیقت والا یہ طریقہ پیغمبری تعلیمات کے مطابق ہو تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے ورنہ غلط کیوں کہ مذہب و روحانیت کے حوالہ سے کیے جانے والے ہر عمل کی درستی و حقانیت کا مدار تعلیماتِ الٰہی کے مطابق

ہونے پر ہے جو عین تعلیم نبوی ﷺ ہے جس کے برخلاف سب کچھ گمراہی وجہالت اور شیطانت سے خالی نہیں ہے۔اسی معیار کی بنا پر خیر القرون کے کافی عرصہ بعد مروج ہونے والے اِس طریقہ کو تعلیماتِ نبوی ﷺ کے مطابق ذریعۂ علم وعمل ہونے کی صورت میں ہم جائز سمجھتے ہیں، چاہے فرض کے درجہ میں ہو، جیسے سلوکِ تقویٰ میں ہوتا ہے۔جس میں پیرو رہنما کتاب بھی ہوسکتا ہے، اُستاذ شریعت بھی، اُستاذ طریقت بھی ہوسکتا ہے اور صالح معاشرہ بھی۔یا نفل کے درجہ میں ہو، جیسے سلوکِ تقویٰ حاصل کرنے کے بعد سلوکِ احسان میں ہوتا ہے۔جس میں مربی ورہنما احکامِ شریعت کے علم وعمل میں کامل مخلص زندہ ہستی کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔جبکہ اسی نظام کو تعلیماتِ الٰہی اور اُسوۂ پیغمبری کے خلاف ہونے کی صورت میں ناجائز سمجھا جاتا ہے، چاہے اس کا وجود جس زمانہ میں بھی ہو اور جس قوم، جس ملت اور نام سے بھی ہو۔یہودیوں کے احبار وربانی اور نصرانیوں کے قسیسین ورہبان کے اندر بلا کم وکاست یہی حرام صورت موجود تھی۔جنکے منحوس ماحول واثرات سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ''(۱)

یعنی یہود ونصاریٰ کے غیر معیاری پیر ومشائخ لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں۔ اِسی سورۃ کی ایک دوسری آیت میں اُن کی پیر پرستی کی جہالت انگیزی وشخصیات پرستی کا انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ''(۲)

یعنی پیر پرستی کی اندھیر نگری میں نورِ بصیرت سے محروم ہونے کے بعد اس حد تک وہ

۱۔ التوبہ،34۔

۲۔ التوبہ،31۔

صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے کہ تحلیل وتحریم کے حوالہ سے بھی اپنے اِن گمراہ متبوعوں کو بمنزلہ اِلٰہ قرار دیا۔

قربان جاؤں قرآن شریف کے اندازِ برہانیت پر، جس مقام پر یہود ونصاریٰ کے اِن گمراہ پیروں کی خباثتوں کا انکشاف فرمایا ہے اور اُس وقت کے معروضی حالات ہونے کے ساتھ جہاں پر اُنکی تابع داری کرنیوالے جاہل مریدوں کی ماحولیاتی مجبوریوں اور جہالتوں کا تذکرہ فرمایا ہے وہ بھی نا قابلِ انکار حقائق ہیں اِس لیے اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی اِس گمراہ کن طریقہ کی بیخ کنی کرنے پر زیادہ زور دیا ہے جس میں علماءِ حق کیلئے عظیم سبق ہے۔

اونٹ کے منہ میں زیرہ

اہل سنت وجماعت کہلانے والوں کی بے قیادت بھیڑ چال میں موجود کچھ اہل علم مذہبی بیڑے کو غرق ہوتے دیکھ کر سوچنے لگتے ہیں کہ مِن حیث الجماعہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اِس خسران کا ذمہ دار کون ہے۔ اِس شش وپنج سے نکلنے کے لیے یہ کہہ کر دل کو تسلی دیتا ہے کہ پیر پرستی کی اِس جہالت انگیزی کا ذمہ دار ہمارے علماء نہیں ہیں وہ تو غیر معیاری پیروں اور نمبر دو مشائخ کے خلاف تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اپنے دل اور ماحول کو مزید تسلی دینے کے لیے ایک دو کتابوں یا ایک دو شخصیات کے بیانات کے حوالہ بھی دیتا ہے جس سے طفل تسلی کی طرح ناواقفِ حال حضرات تو خاموش ہو جاتے ہیں جبکہ غیر معیاری رہبروں اور نمبر دو مشائخ کے نقصانات کا تجربہ رکھنے اور اِس اندھیر نگری کے معروضی حالات کے اندرون جھانکنے والے واقف کار اسے طفل تسلی سے مختلف نہیں سمجھتے ہیں جس کی وضاحت وتفصیل اس طرح ہے کہ جن مسلم معاشروں میں پیری مریدی کا نظام تعلیماتِ نبوی اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق ہیں علیٰ منہاج السلف ہے اور

بالاخلاص ذریعہ علم وعمل ہے وہ تو رحمت خداوندی ہے۔ اُس کی برکات وفیوضات سے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیبہ عطا فرمائے (آمین) اور جن معاشروں میں ایسا نہیں ہے تو وہ گمراہی و بدعت، جہالت اور شیطانی عمل سے خالی نہیں ہے۔

یہاں پر میں اہل علم کو دعوتِ فکر دوں گا کہ دیکھئے اور آزاد ذہن سے جائزہ لیجئے کہ ہمارے معاشرے کے چاروں طرف پھیلا ہوا پیر پرستانہ ماحول اور پیری مریدی کا یہ جسیم وکجیم حُجم کس حد تک جائز ہے جبکہ اسکے معروضی حالات یہ ہیں کہ جس چالاک وہوشیار آدمی کو کوئی اور روزگار نہیں ملتا پیر بن جاتا ہے، کچھ جنتر منتر یاد کر کے شیخ طریقت بن جاتا ہے۔عملیات کا پیشہ اختیار کر کے لوگوں کی تقدیر بدلنے کا دعویدار ہو جاتا ہے۔ ایسوں کی بھی کمی نہیں ہے کہ علمِ دین سیکھنے کے فریضہ میں دل نہ لگا اور سیکھ نہ سکے تو آسان پیشہ سمجھ کر ادھر آتے ہیں مخصوص وضع قطع اپنا کر توہم پرست جہلا کی طرف سے پذیرائی پانے کے بعد بزعم خویش امام المعرفت ہونے کے شیطانی گھمنڈ کے مسافر بن جاتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ضعیف العقیدہ اور توہم پرست لوگوں کی نفسیات کا تجزیہ حاصل کر کے علم غیب، کشف القبور اور مافوق العادۃ کمالات کے حامل ہونے کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا بازار گرم کر لیتے ہیں بعض ایسے ہیں جو بے اولاد کو اولاد دینے اور مشکلات والوں کی مشکلات کو حل کرنے پر من عند اللہ مقرر ہونے کا لمبا چوڑا دعویٰ کر کے ضعیف العقیدہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے بھی ہم نے بہت دیکھے ہیں جو تصوف کے کچھ اصطلاحی الفاظ یاد کر کے اور صوفیانہ وضع قطع اختیار کر کے نہ صرف ضعیف العقیدہ جہلا بلکہ نیم خواندہ علماء کو بھی مرید بنا لیتے ہیں۔ اِن میں ایسے بھی بہت ہیں جو ضعیف العقیدہ لوگوں میں حضرت خواجہ حضر یا حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت معین الدین حسن چشتی اجمیری جیسے مسلمہ بزرگانِ دین ومقبولانِ خداوندی کی طرف سے خواب میں مُجاز

بالخلافت ہونا مشہور کر کے پیری مریدی کا جال بچھاتے ہیں۔ایسے بھی ہیں جو دُکانداری یا کوئی اور دنیوی دہندہ میں ناکام ہونیکے بعد کسی کے مشورہ سے یا از خود ادھر آ کر دوسروں کی دیکھا دیکھی چند سالوں میں دوسروں کی تقدیر بدلنے اور ہر مشکل کو حل کرنے کا دعویٰ کر کے ضعیف العقیدہ عوام کا دین و دُنیا خراب کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوشیاروں کی بھی کمی نہیں ہے جو کردار کے نہایت گھٹیا ہونے کے باوجود جاذب نظر مصنوعی مزارات بنا کر خود کو صاحبِ سجادہ و خانقاہ مشہور کر کے لوگوں کا دین و دُنیا خراب کر رہے ہیں۔

پیری مریدی کی مروجہ اندھیر نگری کے تناظر میں یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے، چند جھلکیاں ہیں اور معروضی حالات کی چند مثالیں ہیں ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے احاطۂ مشاہدہ سے جو ماوراء ہیں وہ ان مثالوں سے کہیں زیادہ ہیں جو یہاں پر میں نے محض اپنے تجربہ کے مطابق بیان کیے۔ بہر حال یہ پیری مریدی کرنے والے اُن حضرات کی مثالیں ہیں جو بزرگانِ دین کے مشہور مزارات و خانقاہوں کے مسند نشینوں کے علاوہ ہیں۔

اب اِس کے بعد اُن مسلمہ پیشوایان طریقت و مبلغین اسلام کی خانقاہوں کو دیکھئے جنہوں نے عمر بھر اسلام کی تبلیغ کی، سالکین طریقت کی تربیت فرمائی اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق زندگی گزار کر اللہ کو پیارے ہوئے اُنکے سجادوں پر بیٹھے ہوئے رسمی پیروں کے معروضی حالات اِن سے بھی زیادہ دگرگوں ہیں۔جن کے تفصیلی حالات ایک ہم عصر کی تحریر ''گلدستہ توحید'' سے اقتباس کی صورت میں پہلے پیش کر چکے ہیں۔

تو ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک انسانوں کی قدر و قیمت ایسی ہو جیسے حضرت شیخ الحدیث نے اپنے تجربہ کے مطابق فرمایا ہے تو اُن سے پیری مریدی کے شرعی مقاصد کو پورا ہونے کا کیا امکان ہو سکتا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث سیالوی مدظلہ کی عملی زندگی

کا تعلق زیادہ تر پنجاب کے پیر پرستانہ ماحول کے ساتھ ہونے کی بنا پر اِس حوالہ سے ان کا مشاہدہ وتجربہ یقیناً مجھ سے زیادہ ہے۔ جس وجہ سے اُن کے اس تجربہ ومشاہدہ سے اختلاف کرنے کا کوئی حق مجھے حاصل نہیں ہے اور سیال شریف و بندیال کے زمانہ طالب علمی کی رفاقت میں حضرت کی قوتِ فکری وعملی کی صلاحیتوں اور اُن کے تقویٰ وطہارت سے متاثر ہونے کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ اُنھوں نے عصری مشائخ اور مشہور درسگاہوں کے مسند نشینوں سے متعلق جو فرمایا، وہ حضرت کے بچشم خود دیدہ وبگوشِ خود شنیدہ ہی ہوگا۔ تو ایسے بے علم بے عمل اور مسند ارشاد کے لیے مقررہ ومسلمہ شرائط سے خالی حضرات پیر بن کر روحانیت کا بیڑا غرق نہ کریں گے تو اور کیا کریں گے، مریدوں کو علم وعمل کی دولت سے محروم نہ رکھیں گے تو اور کیا کریں گے، سلوک وطریقت کی اصل روح کو مسخ کرکے بدنام نہ کریں گے تو اور کیا کریں گے؟ جس کے نتیجہ میں اُن کے ساتھ منسلک ہونے والے مریدوں کا سلسلہ دراز اصل ونقل میں عدم تمیز، پیری مریدی کے شرعی مقاصد سے بے خبری اور پیرومرشد کے لیے ضروری شرائط سے بے علمی کی بنا پر محض اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوکر نذرانہ دینے کو تصوف سمجھتا ہے، اُن کے ساتھ منسلک ہونے کو طریقت وسلوک سمجھ کر سندِ نجات تصور کرتا ہے اور اُن کے بتائے ہوئے کچھ وظائف کے پڑھنے کو منازلِ سلوک کا حصول گمان کرتا ہے۔ انجامِ کار پوری عمر آستانہ بوسی کرتے ہوئے گزارنے کے باوجود (اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ) یعنی جیسا تھا ویسے کے ویسے رہ جاتا ہے۔ اُسے حقیقتِ سلوک کا کچھ علم ہوتا ہے نہ پیری مریدی کے شرعی مقاصد کا، نہ فرضی سلوک کا علم ہوتا ہے، نہ نفلی واستحبابی کا، شریعت کی تمیم ہوتی ہے نہ حقیقت کی، منازلِ سلوک کی حقیقت تک رسائی ہوتی ہے نہ مقصدِ طریقت تک۔

پیری مریدی سے شرعی مقاصد

شاید آج سے چار سو (400) سال قبل حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے پیری مریدی کے حوالہ سے اِس جہالت انگیزی اور بے حقیقتی کو دیکھ کر اپنے مکتوبات میں فرمایا تھا:

''استاذ و پیر برائے آن غرض میگیرند کہ دلالت بشریعت نمایند و ببرکت ایشان یُسر و سہولت در اعتقادی و عمل بشریعت پیدا شود نہ آنکہ مریدان ہرچہ دانند کنند و ہرچہ خواہند خورند و پیران سپر اینہا گردند و از عذاب نگاہ دارند و این معنی متمنائے محض است''(۱)

کسی کو اُستاذ اور پیر بنانے سے مقصد اُن سے شریعت کی رہنمائی لینا ہوتا ہے تا کہ اِن کی برکت سے اسلامی عقائد و اعمال میں آسانی ہو، پیر پکڑنے سے مقصد یہ نہیں ہے کہ مرید جو چاہے کرے جو چاہے کھائے تا کہ پیر اُن کے لیے ڈھال بن کر دوزخ کی آگ سے اُنہیں بچا سکے یہ خیال نفسانی خواہش و تمنا کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی نے اپنے وقت میں تصوف و طریقت کے حوالہ سے اِس قسم معکوس العملی کو دیکھ کر اُس کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

''اَلتَّصَوُّفُ اِنَّمَاھُوَ زُبْدَۃ عَمَلَ الْعَبْدِ بِاَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ''(۲)

تصوف محض پیری مریدی کا افسردہ رواج نہیں ہے بلکہ وہ تو شریعت کے احکام پر عمل

۱۔ معرفۃ الحقائق، مکتوبات حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص122۔

۲۔ الطبقات الکبری، ج1، ص4۔

کرنے کا کٹھن ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے وقت کے بے حقیقت مشائخ، تصوف وطریقت کی حقیقت سے بے خبر اور پیری مریدی کے شرعی مقاصد سے جاہل پیروں سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچانے کے لیے تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

''دُخُوْلَهُ فِي حُكْمِ الشَّيْخِ دُخُوْلَهُ فِي حُكْمِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ''(۱)

کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوکر اُس کے حکم کے تحت داخل ہونا اللہ اور اُس کے رسول کے حکم کے ماتحت داخل ہونا ہے۔

یعنی پیری ومریدی کا شرعی مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوکر اُسکے بتائے ہوئے وظائف کے پڑھنے کو اصل سمجھا جائے بلکہ پیر دراصل اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے اور مرید کے مابین واسطہ ہوتا ہے لہٰذا اُسکے واسطہ سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے فرامین کا التزام کرتا ہے، ''گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط'' کرتا ہے، پیر کی برکت وتعلیم وتربیت سے ظاہر شریعت یعنی احکام شرعیہ کا علم وعمل حاصل کرتا ہے اور باطن شریعت یعنی علم وعمل میں اخلاص کی دولت حاصل کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر مرید اپنے پیر سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اخلاص کے ساتھ پختگی عقیدہ وعمل کی دولت حاصل کرتا ہے تو اِس کے لیے پیر کا صاحبِ علم وعمل اور صاحبِ تربیت ہونا ضروری ہے تاکہ مریدوں کو صاحبِ علم وعمل بنا سکے، نیز اُس کا صحیح العقیدہ وصحیح العمل ہونے کے ساتھ صاحبِ اخلاص ہونا بھی ضروری ہے ورنہ ایک جاہل دوسرے جاہل کو کیا علم دے سکتا ہے، ایک بے عمل دوسرے بے عمل کو کیا صاحبِ عمل بنا سکے گا، ایک بے اخلاص دوسرے کو کیا صاحبِ اخلاص کر سکے گا اور ایک بے تربیت جو دن رات دُنیا کمانے کی فکر میں

۱۔ عوارف المعارف، ص78۔

مستغرق رہتا ہے مریدوں کو علم وعمل یا اخلاص کی کیا تربیت دے سکے گا؟

حضرت شیخ شہاب الدین سہروری کی طرح حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے پیری مریدی کے اِس بے حقیقت رواج کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

''اِتَّبِع الشُّیُوْخ الْعُلَمَآءِ بِالْکِتٰبِ وَالسُّنَّةِ الْعَامِلِیْنَ بِهِمَا وَاَحْسَنَ الظَّنِ بِهِمْ وَتَعلَّم مِنْهُمْ وَاَحْسَنَ الْاَدَب بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَالْعَشْرَةَ مَعَهُمْ''(۱)

کتاب وسنت کے علم جاننے والے باعمل شیوخ کو اپنے سلوکِ تقویٰ کے لیے پیرومرشد بنا کر اُنکی تابعداری کریں، اُن کے متعلق اچھا گمان کریں، اُن سے دین داری سیکھیں، اُن کا ادب کریں اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔

حضرت پیرانِ پیر جن کی ولایت وکاملیت پر بلا تخصیص مسلک کل مکاتب فکر اہل سنت کا اجماع ہے اپنے اِس کلام میں پیری مریدی کے حوالہ سے جملہ مسلمانوں کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ پیر پکڑنا ہے تو قرآن وسنت کے شیوخ القرآن والحدیث کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دل وجان سے اُن کی تابعداری کرے کیوں کہ وہ خود علم وعمل کی دولت سے مزین ہیں تو تجھے بھی اِس کی رہنمائی کر کے مقصدِ سلوک تک پہنچائیں گے۔ وہ چونکہ تیرے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے مابین واسطہ ہیں اِس لیے اُن کے متعلق اچھا گمان رکھ اور اُن کے پاس شریعت وحقیقت ہے یعنی شریعت کے احکام کا علم وعمل ہے اور اِن دونوں کے متعلق اخلاص ہے اس لیے یہ دولت تُو بھی اُن سے حاصل کرنے کی کوشش کر اور اُن کے ساتھ ادب واحترام کے ساتھ پیش آنا اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کر۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے اِس پیغام میں جہاں مسندارشاد پر فائز لوگوں کو بیعت دینے والے حضرات کو اُن کی شرعی ذمہ داری کا

۱۔ الفتح الربانی، ص 129، مطبوعہ مصر۔

احساس دلایا کہ اِسکے لیے عالم باعمل ہونا اولین شرط ہے جسکے بغیر کوئی شخص، کوئی پیرزادہ، کوئی سجادہ نشین اور کوئی خانقاہ نشین پیر کہلانے کا قابل ہوسکتا ہے نہ شیخ ومرشد کہلائے گا۔ اس کے لیے لوگوں کو بیعت دینا جائز ہوسکتا ہے نہ پیری مریدی کا سلسلہ چلانا۔ وہاں مرید بننے والوں کو بھی لباس خضر میں رہزنی کرنے والوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ اِسی بنیاد پر الفتح الربانی کے مذکورہ صفحہ پر اپنے مذکورہ کلام کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

''اِذَالَمْ تَتبَع الکِتٰبَ وَالسُّنَّةَ وَلَاالشُّیُوْخ العَارِفِیْنَ بِهِمَافَلَا تُفْلِح ابدا''

اگر تو خود بھی کتاب وسنت کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اُن کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنیوالے شیوخ القرآن وشیوخ الحدیث کو بھی پیرومرشد بنا کر اُنکی تابعداری نہیں کرتا تو کسی غیر معیاری پیر کا مرید ہو کر کبھی بھی فلاح نہیں پائے گا۔

حضرت پیرانِ پیر نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے خطبات وکتابوں میں موجود اِس قسم نصائح و عبارات سے محسوس ہورہا ہے کہ اُن کے وقت میں بھی اِس قسم کے غیر معیاری مشائخ اور بغیر شرائط کے پیری مریدی کرنے والوں کا کچھ نہ کچھ وجود پایا جاتا تھا اور ناسمجھ عوام ونیم خواندہ علماء اُنکے پھندے میں پھنس کر وقت ضائع کیا کرتے تھے۔ یہ احساس ہمیں اِس لیے ہورہا ہے کہ وہ اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری تقریباً ہم عصر تھے اور حضرت ہجویری نے کشف المحجوب کی ابتداء میں غیر معیاری پیروں اور بغیر شرائط کے شیخ طریقت بننے والوں کی جن کارستانیوں کا ذکر فرمایا ہے وہ موجودہ دور کی پیری مریدی کے جہالت انگیز حالات کے زیادہ قریب ہیں لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ آج سے ہزار سال قبل دیارِعرب بالخصوص دیارِعراق میں اِس جہالت خیزی کی ابتداء ہورہی تھی جبکہ دیارِعجم میں یہ بلا بے درمان کافی حدتک ترقی کرچکی تھی۔ بہر تقدیر اُس وقت اِسکے خلاف تبلیغ کرکے سادہ لوح مسلمانوں کا دین دُنیا بچانے والوں کی بھی کمی نہیں تھی اِس سلسلہ میں دیارِعجم کے مبلغین اسلام میں حضرت

داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف اور دیارِ عراق کے مبلغین اسلام میں حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف اپنے جملہ ہم عصروں میں نمایاں نظر آتے ہیں بالفاظ دیگر جعلی مشائخ اور نمبر دو پیروں کے خلاف تبلیغ کرنے کے حوالہ سے دیارِ عرب و عجم کے یہ دونوں حضرات اپنے وقت کے صفِ اول کے مجاہد نظر آتے ہیں۔(فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ) لگتا ہے کہ پیر پرستی کی موجودہ اندھیر نگری کا دفاع کرنیوالوں کے ناکافی جواب کا رد کرتے ہوئے رہرو قلم دور نکل گیا۔

معالج مریضوں کے شرح تناسب سے

میں نے دراصل اُن حضرات کا جواب دینا تھا جو یہ کہہ کر اِس جہالت خیز سسٹم کو تحفظ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں بھی علماء حق جاہل پیروں کا رد کرتے ہیں اور قرآن و سنت کی ضروری تعلیم حاصل کیے بغیر محض پدری میراث سمجھ کر سجادہ نشین بن کر پیری مریدی کا سلسلہ چلانے والے جاہل بدعملوں کا فلاں عالم اہل سنت نے رد کیا ہے فلاں نے ان کے خلاف کتاب لکھی ہے اور فلاں نے بیان دیا ہے۔ایسے میں ہم کو اِس جہالت خیزی کی ترویج دینے کا الزام دینا غلط ہے۔

گزشتہ صفحات میں اِس ناکافی جواب کو ہم ناواقفِ حال حضرات کے لیے طفل تسلی اور پیری مریدی کی موجودہ اندھیر نگری، جہالت خیزی اور مسلمانوں کی تباہ کاری سے واقفِ حال حضرات کے لیے ناقابلِ اطمینان قرار دے آئے ہیں۔اب اِس کے ناقابلِ اطمینان و ناقابلِ سماع ہونے کے لیے قارئین کو آزاد ذہن کے ساتھ غیر معیاری پیروں اور بغیر شرائط کے پیری مریدی کرنے والوں کے گزشتہ صفحات میں ہمارے بیان کردہ درجنوں طبقات پر غور کرنا ہوگا کہ اُن میں سے ہر طبقہ کے ساتھ ضعیف العقیدہ عوام کی سینکڑوں سے لے کر

ہزاروں کی تعداد بطور مرید مربوط ہو کر خود اپنے ہاتھ سے اپنے لیے جہالت سامانیاں کر رہی ہے۔ جسکے واحد ذمہ دار یہی غیر معیاری پیرو مشائخ ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں مرید ہونے والوں میں دہائیوں میں نہ سہی کم از کم اکائیوں میں ایسے مرید بھی ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی طریقے سے خلیفہ بن کر یا خود کو اِن کا خلیفہ ظاہر کر کے اِس سسٹم کو آگے پھیلاتے رہتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اِس غیر معیاری اور غیر شرعی سسٹم کے ساتھ مربوط ہونے والوں کی تعداد لاکھوں کو پہنچتی ہے ایسے میں ہمارے دوستوں کا یہ کہنا کہ ہمارے فلاں عالم اہل سنت نے اِن کا رد کیا ہے اور فلاں نے اِن کے خلاف بیان دیا یا کچھ لکھا ہے یہ کس طرح اطمینان بخش و قابلِ سماع ہو سکتا ہے جبکہ لاکھوں کے بگڑے ہوئے ذہنوں کی اصلاح کے لیے ایک دو افراد کی آواز اُونٹ کے منہ میں زیرہ سے مختلف نہیں ہوتا۔ لاکھوں مریضوں کے لیے ایک دو معالج کبھی کافی نہیں ہوتے اِس کے لیے ہزاروں میں نہ سہی کم از کم سینکڑوں میں معالج خانے و ہسپتال درکار ہیں، پھر یہ بھی نہ صرف ہمارا ہی مشاہدہ بلکہ پیری مریدی کی اِس جہالت خیزی کے حوالہ سے معروضی حالات کا حصہ اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اِن غیر معیاری پیروں کے مذکورہ طبقات میں سے ہر ایک علماء سؤ کو استعمال کرتا آیا ہے، اپنے حق میں اُن کی دھواں دار تقریروں کو اپنے اِس کاروبار کی ترویج و ترقی کا ذریعہ بناتا آیا ہے اور سچے اولیاء اللہ کے فضائل و کرامات کو اِن عاقبت نااندیشوں کے ذریعے اپنے اوپر چسپاں کر کے ہمیشہ سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر اپنا مطلب نکالتا آیا ہے۔ پھر یہ بھی اِس حوالہ سے معروضی حالات کا حصہ اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ مرید ہو کر اِن کے پھندے میں پھنسنے والے نیم خواندہ علماء سؤ بھی سچے اولیاء اللہ کے فضائل و کرامات کو اِن بے حقیقتوں پر چسپاں کر کے جس طرح بے چارے سادہ لوح عوام کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں، التباس الحق بالباطل کا مظہر بنتے ہیں اور شریعت پر مذاق

اور طریقت کی بگاڑ کا راستہ ہموار کرتے ہیں اپنی جگہ مستقل المیہ ہے۔

اِن نا قابلِ انکار حق کا اِس گمراہ کن سسٹم کے خلاف آوازِ حق اُٹھانا اونٹ کے منہ میں زیرہ کا مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے، لاکھوں مریضوں کیلئے دو چار معالجوں کے ناکافی ہونے کی طرح ہی مسلم معاشرہ کی چاروں طرف پھیلا ہوا اِس مریضستان جہل کی حدودِ اربعہ تک پہنچ کر جملہ مریضانِ جہل کا علاج بذریعہ تبلیغ کرنا اکائیوں میں پائے جانیوالے حقیقی مبلغین اسلام کی استطاعت سے خارج ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مبلغین اسلام کا یہ حق گو وحق بین طبقہ چاروں طرف پھیلی ہوئی گھٹاٹوپ اندھیریوں میں چراغ جلا کر اپنا مذہبی فریضہ ادا کر رہا ہے ورنہ اہل حق کے اکائیوں پر مشتمل اس اقلِ قلیل طبقہ کا یہ قابلِ تحسین کردار نقار خانہ میں نالۂ یتیم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ حقیقی مبلغین اسلام کے یہ قابلِ تبریک حضرات فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق سو شہیدوں کا اجر پا رہے ہیں، افضل الجہاد کی فضیلت حاصل کر رہے ہیں اور عالمِ دین ہونے کے ناطے عظیم کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ تاہم یہ اِن کا ذاتی کردار و کمال ہے کسی جماعتی ارتباط یا تنظیمی تحریک کا حصہ نہیں ہے جبکہ ہمارا رونا جماعتی دیوالیہ پن پر ہے، من حیث القوم بے حسی و بے توجہی پر ہے اور پیری مریدی کے حوالہ سے اجتماعی معکوس العملی پر ہے۔ (فَهَلْ مِنْ مُسْتَمِعٍ لِهٰذَا الْبَلَاغِ وَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ لِهٰذَا النِّدَآءِ الْحَقِّ)

ایک غیر سنجیدہ اعتراض کا جواب

ہماری اِس تنبیہ پر مثبت غور کرنے کی بجائے بعض زنگ آلود ذہن اُلٹا ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم پیری مریدی کی اِس اندھیر نگری کے خلاف اہل بصیرت کو بیدار کرنے کے لیے آوازِ حق کی تبلیغ شروع کر کے اہل سنت و جماعت کے خلاف کر رہے ہے

ہیں۔ اِن کا کہنا یہ ہے کہ پیری مریدی اور خانقاہی نظام اہل سنت و جماعت کے معمولات کا ایک حصہ ہے اِس کی تائید وتوثیق اور اِس کا دفاع کرنا اہل سنت ہونے کی علامت اور اِس کے خلاف کرنا منکرین اولیاء اور وہابیت کی علامت ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض نہ صرف حقائق سے منہ چھپانے کے مترادف، زنگ آلود ذہن کا آئینہ ہے اور اعتراض کرنے والوں کی بے بصیرتی کی دلیل ہے کہ آوازِ حق کی اِس تبلیغ کا تجزیہ قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی روشنی میں کر کے جہالت کی اندھیر نگری سے نکل کر حق کی طرف رجوع کرنے کی بجائے ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مترادف ہے، ایسے بے بصیرتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَاُشْرِبُوْا فِی قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ ''(۱) کا بھی مظہر ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں پر بچھڑا پرستی اُن کے دل ودماغ اور رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی جبکہ یہاں پیر پرستی وتوہم پرستی کا ماحولیاتی تاثر اِن کی فطرت ثانیہ بن چکا ہے، ورنہ نفس جہالت و بے بصیرتی اور ضعفِ اعتقاد کے مرض میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ اپنے ماحول ومزاج کے خلاف تبلیغ کرنے والے اہل حق کو منکرِ اولیاء اور وہابی ہونے کے الزام دینے والے اِن بے بصیرتوں کو یہ اعتراض کرتے وقت اتنا خیال بھی نہیں آیا کہ پیر پرستی کی اِس جہالت نگری کے خلاف تبلیغ کرنے میں ہم اکیلے نہیں ہیں بلکہ حضرت پیرانِ پیر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن عربی، داتا گنج بخش علی ہجویری، مجدد الف ثانی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَهُمُ الْقُدْسِیَّةِ جیسے ہزاروں بزرگانِ دین واولیاء کاملین اپنے اپنے دورِ تاریخ میں اس بلائے بے درمان کے خلاف تبلیغی فریضے انجام دیتے رہے ہیں جیسا اُن کی کتابوں کے مکمل حوالہ جات بقید جلد وصفحات گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ اِن بے بصیرتوں کو یہ اعتراض کرتے وقت اتنا

۱۔ البقرہ، 93۔

خیال بھی نہیں آیا کہ وہ کن کن مشاہیر اسلام اور اولیاء کاملین کو اَنجانے میں منکر اولیاء قرار دے رہے ہیں۔ سچ کہا گیا ہے کہ تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''اَلتَّعَصُّبُ اِذَاتَمَلَّکَ اَھْلَکَ''(۱)

یعنی تعصب جب کسی پر غالب ہو جائے تو اسے بے بصیرتی کی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

ہم پر اعتراض کرنے والے اِن بے بصیرتوں کی ذہنی آلودگی کا نتیجہ ہے کہ غیر معیاری پیروں اور بغیر شرائط کے شیخ طریقت بننے والے جھوٹوں کی ابلیسی تلبیس کے خلاف تبلیغ کرنے کو منکرین اولیاء اور منکرین اہل سنت کی علامت قرار دے رہے ہیں ورنہ حقیقی اہل سنت ہونے کی اصل علامت تو یہی ہے کہ حق کو حق کہہ کر اپنایا جائے اور باطل کو باطل کہہ کر اُس سے اجتناب کیا جائے۔ ایسے میں اس اعتراض کو ہم غیر سنجیدہ اعتراض قرار دینے کو ہی مناسب سمجھتے ہے۔ اِس کے علاوہ اِن حضرات کا یہ کہنا کہ پیری مریدی کا دفاع کرنا اہل سنت ہونیکی علامت ہے، جہل بالائے جہل ہے۔ جسے اگر جہل مرکب کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا کیوں کہ پیری مریدی کے نام سے غالب اکثریت کے ساتھ اِس خلافِ حقیقت رواج کو شعار اہل سنت قرار دینے والے یہ حضرات ایک غیر حقیقت کو حقیقت سمجھنے، ایک خلافِ شرع رواج کو اہل حق کا شعار سمجھنے اور ایک غیر واقعی چیز کو واقعی سمجھنے کے جزم و اعتقاد میں مبتلا ہیں جو بجائے خود جہلِ محض ہے۔ اس کے باوجود قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی روشنی میں اس کے خلاف کی جانے والی تبلیغ وآوازِ حق سے منفعل ہونے کے بجائے اُلٹا اُسے غلط کہہ کر جہل بالائے جہل کے مرتکب ہو رہے ہیں، اسے کہتے ہیں ''یک نہ شُد دو شُد''۔ ایسے ہی جہل در جہل میں مبتلا حضرات کے متعلق آٹھویں صدی ہجری کے ایک مشہور

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج28، ص340۔

فلسفی ''ابن یمین الخراسانی، المتوفی 743ھ نے کہا تھا ''آن کس کہ نداند و نداند کہ نداند در جہل مرکب ابد الدھر بماند '' جہالت کی اس حد کو پہنچے ہوئے بدنصیب نا قابلِ اصلاح ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے جہل کا بھی احساس نہیں ہوتا اور مصلحین کی اصلاحی و تبلیغی عمل کا بھی اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس مرض کے مریضوں کا علاج اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا ہے۔ جہل کے اس لاعلاج مریضوں کی شدتِ مرض کی کیفیت بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

''وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ''(۱)

یعنی جہل مرکب میں مبتلا نا قابلِ اصلاح مشرکوں نے قرآن شریف کی حقانیت سے انکار کرتے ہوئے خدا سے یہ سوال کیا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن سچ مُچ تیری طرف سے نازل شدہ برحق کتاب ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر کی بارش برسا، یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لا۔

جعل سازوں کے خلاف اہل حق کا کردار

اہلِ انصاف غور کریں کہ غیر معیاری مشائخ اور شرائط کے بغیر پیر بن کر عوام کا دین و دُنیا خراب کرنیوالے مجرموں کا ساتھ دینا اور اُن کا دفاع کرنا بجائے خود اعانت جرم ہونے کی وجہ سے معصیت کاری ہے چہ جائے کہ اہل سنت ہونے کی علامت ہو۔ عجیب اندھیر نگری ہے کہ اس پُر آشوب سسٹم نے عوام کو بالعموم اور نیم خواندہ علماء سُو کو بالخصوص اتنا اندھا کیا ہوا ہے کہ معصیت کو ثواب، جہل کو علم اور اہل بدعت کے خصوصی شعار کو اہل سنت

۱۔ الانفال، 32۔

ہونے کی علامت قرار دے رہے ہیں۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

اہل سنت ہو یا اہل بدعت یہ سب اپنے اپنے شعائر وعلامات سے پہچانے جاتے ہیں، اہل بدعت کی درجنوں قسموں اور ٹولیوں میں ایک قدرِ مشترک یہ ہے کہ وہ سب کے سب قرآن وحدیث اور سلف وصالحین کے مقابلہ میں اپنی ذہنی پسند اور خواہشِ نفس کو ترجیح دیتے ہیں، اہل حق کو نیچا دِکھانے کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں اور نفس کی من پسند کو اصل بنا کر قرآن وحدیث کی اُس کے مطابق تاویل وتحریف کرنے کے ہمیشہ جویاں رہتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کے والدِ گرامی کی جعلی پیروں کیخلاف تبلیغ:۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب جو بنام شیخ حمید بنگالی ہے، میں اپنے والد محترم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق اُمتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں پیدا ہونیوالے 72 فرقِ ضالہ میں اکثریت گمراہ پیروں اور غیر معیاری مشائخ کی ہے۔ حضرت کے اپنے الفاظ پر غور فرمائیں:

''از والد بزرگوار خود شنیدہ ام قدس سرہ کہ می فرمودند کہ اکثر از گروہ ہائے ہفتاد ودولت کہ بضلالت رفتہ اند وراہ راست را گم کردہ منشاء ان دخول در طریق صوفیاء است کہ کار را بانجام نارسانیدہ غلطہا کردہ اند وبضلالت رفتہ''(۱)

میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ بہتّر (72) گمراہ فرقوں میں سے اکثریت جاہل پیروں کی وجہ سے وجود میں آئی ہے کہ اُن جاہلوں نے صوفیاء کرام کے طریقہ میں داخل ہو کر اُس کے تقاضوں کو پورا کیے بغیر خود بھی گمراہ ہوئے اور

۱۔ مکتوبات، ج2، دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر220۔

دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

اِن حضرات کا یہ کہنا بھی اِن کی ذہنی آلودگی کی دلیل ہے کہ پیری مریدی اور خانقاہی نظام پر اعتراض کرنا وہابیت کی علامت ہے کیوں کہ خانقاہیت اگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین حسن اجمیری، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کی خانقاہوں کی طرح اسلامی تربیت گاہیں ہیں، جن میں ظاہر شریعت یعنی احکام شریعت پر علم و عمل کی تربیت دی جاتی ہے اور باطن شریعت یعنی احکامِ شرعیہ کے علم و عمل میں اخلاص کی تربیت دے کر اِن مقدس حضرات کے انتخاب کردہ نصاب تربیت یعنی منازلِ عشرہ سلوک کی دست آوری کی جاتی ہے تو اس کے خلاف کرنے والوں کو ہم مسلمان ہی نہیں سمجھتے چہ جائیکہ وہابی، کیوں کہ وہابی مسلمانوں کے عُرف میں اسلام کے حوالہ سے بے باک اور غیر محتاط مسلمانوں کو کہا جاتا ہے جبکہ حقیقی خانقاہیت اُسوۂ حسنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل و تعلیم اور عمل و تربیت ہونے کی بنا پر عین اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ مکاتب فکر علماء اسلام نے ہر دورِ تاریخ میں اِس پاکیزہ نظام تربیت کو استحسان کی نگاہ سے دیکھا، اس کے ساتھ منسلک ہونے کو سعادت جانا اور اہل سنت کے جملہ مکاتب فکر ائمہ دین و پیشوایانِ اسلام میں دور دور تک اِس پر اعتراض کرنے والا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اِس مشترکہ مقصد کے حصول میں تنوع طرق اور اختلاف آراء ہمیشہ پاکانِ اُمت یعنی باعمل علماء کرام کے اختلافِ طبائع کا حصہ رہا ہے جس کے نتیجہ میں فروعِ شرع کے حوالہ سے مذاہب مختلفہ وجود میں آنے کی طرح طرقِ اربعہ طریقت بھی اپنے اپنے اندازِ تربیت پر جاری وساری ہیں لہٰذا اِن حضرات کا یہ کہنا پیری مریدی کے حوالہ سے اِن پاکانِ اُمت کے جاری کردہ نظام تربیت و خانقاہیت پر اعتراض کرنے والے وہابی ہوتے ہیں زنگ آلود ذہن کی بے بصیرتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ جب اِن حضرات قدسیہ

کے جاری کردہ خانقاہی نظامِ تربیت عین اسلام ہے تو اُس پر اعتراض کرنے کی جرات کون کرسکتا ہے ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ مدعیانِ اسلام میں کس بدبخت نے اِس پاکیزہ نظامِ تربیت پر اعتراض کیا ہے تاکہ ہم بھی اُس سے نفرت واجتناب کریں۔

پیری مریدی کے حوالہ سے جن پاکانِ اُمت نے مسلمانوں کی اسلامی تربیت کی، اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کی تکمیل کرائی اور اسلام کی تبلیغ کرکے غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں لانے کا شرف پایا اُس کی حقیقت نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی نیابت، منشاء الٰہی کی تکمیل اور اسلام کی تعلیم وتبلیغ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ایسے میں اِس حقیقی نائبین رسول ﷺ کے جاری کردہ نظامِ تربیت وخانقاہیت پر اعتراض کرنیکا الزام دینا اندھیرے میں تیر چلانے سے مختلف نہیں ہے۔ جب اِس قسم کے معترضین کا وجود ہی نہیں ہے تو پھر اسے وہابیت کی علامت قرار دینا کہاں کا انصاف ہے اور اگر خانقاہیت سے مراد پیری مریدی کے حوالہ سے موجودہ کساد بازاری ہو جس میں پیر ومشائخ کی غالب اکثریت خود ناتربیتوں کی ہے، بے علم، بے شریعت اور بے طریقتوں کی ہے جو پاکانِ اُمت کی مذکورہ ہستیوں کے نام پر گھناؤنے کاروبار میں مصروف ہیں، اصل خانقاہیت پر بدنما داغ ہیں، جن میں پیری مریدی کے اصل مقاصد کی تکمیل کی صلاحیت ہی نہیں ہے، جن کے پھندے میں پھنس کر بیچارے عوام جاہل کے جاہل اور بدعمل کے بدعمل رہتے ہیں تو پھر صحتِ ایمان کی راہ میں اِس مضرِ صحت سسٹم کے خلاف تبلیغ کرنا عین حق ہے، اس کے مضرِ صحت جراثیم سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچانے کے لیے آوازِ حق بلند کرنا عین علامتِ اہل سنت ہے اور قرونِ اولیٰ سے لے کر اب تک کے جملہ اہلِ حق کی اتباع وکارِ سنت ہے جسے وہابیت کی علامت کہنا مجنون کی بَڑ سے مختلف نہیں ہے۔ اہل حق اہل سنت وجماعت کے مسلمہ بزرگانِ دین اور سچے اولیاء اللہ میں کون ہوگا جس نے اِس بلائے بے درمان کے خلاف تبلیغ نہ کی

ہو؟ اگر یقین نہ آئے تو پھر امام المحدثین عبداللہ ابن مبارک کی مرویات، پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے مشہور زمانہ خطبات جو بہجۃ الاسرار، الفتح الربانی وغیرہ ناموں سے دستیاب ہیں، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کی الکشف المحجوب، کشف الاسرار، شیخ محی الدین ابن عربی کی الفتوحات المکیہ ،شاہ نعمت اللہ ولی کا دیوان، شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی مکتوبات اور امام احمد رضا خان بریلوی کی الفتاویٰ الرضویہ جیسی حقیقی دستاویزات کو دیکھ کر تسلی کریں کہ اہل سنت و جماعت کے حقیقی اماموں اور اہل طریقت کے حقیقی پیشواؤں نے بغیر شرعی شرائط کے پیر بن کر پیری مریدی کا ڈھونگ رچانے والے جعل سازوں کے خلاف کیا کچھ نہ لکھا ہے مشتے نمونہ از خروارے:

حضرت مجدد الف ثانی اور ناقص پیروں پر رَد:۔ حضرت امام سرہندی حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات، بنام مرزا حسام الدین میں فرماتے ہیں:

''مکرما اگر کار بمجرد تلقین تمام است مبارک باشد نزد فقیر تلقین ذکر در رنگ تعلیم الف وبے است مر صبیان را''

(مکتوبات، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب نمبر 26)

یعنی لوگوں کو مرید کر کے کچھ وظائف واذکار پڑھنے کی اُنہیں تلقین کرنے سے پیری مریدی کا شرعی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو یہ خیال تمہیں مبارک ہو میرے نزدیک مریدوں کو شرعی احکام کے علم وعمل میں اخلاص پیدا کرنے کے لیے تربیت دینے کی اہمیت ایسی ہے جیسے بچوں کو الف، با پڑھانے کی۔

اہلِ بصیرت انصاف کریں کہ موجودہ نظامِ خانقاہیت میں کتنے پیر ومشائخ ایسے ہیں جو الف با پڑھنے والے بے تعلیم بچوں کے ساتھ مغز خوری کرنے والے مشفق اُستاذ کی

طرح اپنے مریدوں پر محنت کر کے اُن میں پیری مریدی کا اصل مقصد پیدا کرتے ہیں جو علم وعمل میں دولتِ اخلاص کی دست آوری ہے جو منازلِ عشرۂ سلوک کا خلاصہ ونچوڑ ہے اور اُسوۂ حسنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ہے۔ قربان جاؤں حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی دوربین نگاہِ بصیرت پر جس نے اپنے استاذ بھائی اور حضرت خواجہ باقی باللہ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے مرید صادق مرزا حسام الدین رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے چار سو (400) سال بعد شرعی شرائط کے بغیر شیخ طریقت بن کر پیری مریدی کے ڈونگ رچانے والے بے حقیقتوں کی گوشمالی فرمائی کہ لوگوں کو مرید کر کے چند وظائف اُنہیں بتانے سے پیری مریدی کے شرعی مقاصد کبھی حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے علم وعمل سے کام لینا ضروری ہے، مریدوں کو علم وعمل میں مخلص بنانے کے لیے اور منازلِ عشرۂ سلوک کا جوہر اُن میں پیدا کرنے کے لیے شبانہ روز محنت کرنا ضروری ہے۔ حضرت نے اپنے اِس تاریخی مکتوب میں بے حقیقت پیروں کی کیسی خبر لی کہ تن پروری، جاہ طلبی اور سہولت پسندی کا ایک حقیقی پیرومرشد کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہوتا وہ تو نفس امارہ کا پجاری ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد احمد فاروقی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے ایک اور مکتوب بنام ملا حاجی محمد لاہوری میں ناقص مشائخ کو علماءِ سُو کی صف میں شمار کرتے ہوئے دونوں کا انجام بتایا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

''خلائق را اگرچہ از ایشاں حصول فوائد است اما علم شان درحق ذاتہائے ایشاں نافع نیامد ہرچند تائید شریعت و تقویت ملت برایشان مرتب است اما گاہ ہست کہ این تائید وتقویت از اہل فجور وارباب فتور ہم می آید چنانکہ سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از تائید آں مرد فاجر

خبر دادہ اند فرمودہ ''اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّینَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ'' در رنگ سنگ پارس اند کہ از مِس و آھن ہر چہ باو رسد زر گردد او فی حد ذاتہ بر حجریت خود است وہم چنین آتشی کہ در سنگ وني مودَع است عالم را ازان آتش حصول منافع است اما آں سنگ وني ازاں آتش درونی بے نصیب اند بلکہ گوئیم کہ این علم در حق ذوات ایشاں مضر آمد کہ حجت را برایشاں تمام ساخت ''اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ'' چگونہ مضر نباشد علمیکہ نزد خدائی عزوجل عزیز است واشرف موجودات آں را وسیلۂ دنیائی دَنیہ از مال وجاہ وریاست ساختہ اند و حال آنکہ دنیا نزد حق تعالیٰ ذلیل وخوار است وبدترین مخلوقات پس عزیز خدارا عزوجل خوار ساختن وذلیل او راسبحانہ عزت دادن بغایت مستقبح است وفی الحقیقت معارضہ است بحق سبحانہ وتعالیٰ وتدریس وافتاوقتی نافع آید کہ خالصاً لوجہ اللہ سبحانہ باشد واز شائبہ حب جاہ و ریاست وحصول مال ورفعت خالی باشد وعلامت این خلو زہد دردنیا است وبی رغبت بودن است از دنیا ومافیہا علمائی کہ بایں بلاء مبتلا اندوبہ محبت این دنیہ گرفتار از علماء دنیا اند ایشانند علماء سؤ وشرار مردم ولصوص دین و حال آن کہ ایشاں خود را مقتدائی دین میدانند وبہترین

خلائق می انگارند "وَيَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ o اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ "(۱) عزیزے شیطان لعین را دید که فارغ نشسته است و از تضلیل و اغوا خاطر جمع ساختہ آن عزیز سرّ آنرا پرسید لعین گفت که علماء سؤ این وقت در کارہا من خود مدد عظیم کردند و مرا ازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتے که در امور شرعیه واقع شده است و ہر فتورے که در ترویج ملت و دین ظاہر گشته است ہمه از شومی علماء سؤ است و فساد نیات ایشاں آرے علمائے که از دنیا بے رغبت اند و از حب جاه و ریاست و مال و رفعت آزاد از علماء آخرت اند و ورثة الانبیاء اند علیهم الصلوات والتسلیمات و بہترین خلائق ایشانند که فردائے قیامت سیاہی ایشاں را بخون شہداء فی سبیل الله وزن خواہند کرد و پلۂ این سیاہی خواہد چربید "وَنَوْمُ الْعُلَمَآءِ عِبَادَةٌ" در شان ایشاں متحقق است"(۲)

حضرت کا یہ کلام (خلائق را اگرچہ ازیشان حصول فوائد

۱۔ المجادله، 19-18۔

۲۔ مکتوبات، ج 2، حصه درالمعرفه، دفتر اول، مکتوب نمبر 33 بنام ملا حاجی محمد لاہوری، ص 94۔

است) سے لے کر(وفساد نیات ایشاں) تک، علماء سوٗ کے کرداراور علامات اور اُن کی ستم ظریفیوں کے بیان میں ہے جبکہ اُس کے متصلاً بعد (آدے علمائے کہ از دنیا بے رغبت اند) سے لے کر آخر تک علماء حق کی علامات وکردار سے متعلق ہے۔علماء سوٗ کے کردار سے متعلق حصہ کا ترجمہ:

''بندوں کو اگر چہ ان علماء سوٗ سے کچھ نہ کچھ فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کا علم خود اُنہیں روحانی فائدہ نہیں دیتا، شریعت کی تائید اور ملت اسلامیہ کی تقویت اگر چہ ان کے ساتھ مربوط ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید وتقویت نرے فاسق وفاجر لوگوں سے بھی حاصل ہوتی ہے جیسے سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے فاسق و فاجر سے اسلام کی تائید وتقویت کی خبر دی ہے۔ فرمایا ہے''اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَاالدِّیۡنَ بِالرَّجُلِ الۡفَاجِرِ '' یہ بے عمل علماء سنگ پارس کی طرح ہیں کہ تانبہ اور لوہا اس کے ساتھ مل کر سونا بن جاتے ہیں جبکہ وہ پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔

دوسری مثال ان بے عمل علماء سوٗ کی آگ پیدا کرنے والے پتھر اور آگ والے دُرمہ کی ہے کہ دنیا کو تو اس کے اندر قدرتی ودیعت کی گئی آگ سے فائدہ پہنچ رہا ہے جبکہ خود یہ اس فائدہ سے ہمیشہ محروم ہیں۔ بے عمل علماء کی بے نصیبی کا اِس پر ہی اکتفاء نہیں ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان کا یہ علم خود ان کے حق میں نقصان ہے کیوں کہ وہ ان کے خلاف اللہ کے حضور دلیل بنے گا جیسے اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اُس کے علم نے روحانی فائدہ نہ پہنچایا ہو۔'' بے عمل علماء کا یہ علم ان کے لیے ضرر ونقصان کیوں نہ ہو جبکہ یہی علم اللہ کے نزدیک تمام موجودات سے افضل وقابل احترام چیز ہے جسے اُنہوں نے حقیر دنیا کے مال ومرتبہ اور دبدبہ کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا ہے جبکہ دنیا اللہ کے نزدیک تمام موجودات میں حقیر چیز ہے۔

ایسے میں اللہ جلّ جلالہٗ کے نزدیک جو چیز عزیز ہے اسے اللہ کے حضور حقیر چیز کے حصول کا ذریعہ بنانا نہایت قبیح عمل ہے۔ درحقیقت علماء سوء کا یہ کردار اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے اور علماء کا درس پڑھانا اور فتویٰ دینا تب روحانی فائدہ پر منتج ہو سکتے ہیں جب مالی طمع و لالچ، اونچے مرتبہ و دبدبہ اور دنیا طلبی کے جملہ شائبوں سے خالی ہو کر خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ اِن اعمال کا خالص لوجہ اللہ ہونے کی علامت دُنیوی زندگی میں زُہد و تقویٰ اور دنیا طلبی سے بے رغبت ہونا ہے۔ جو علماء دنیا طلبی کی اس بلا میں مبتلا اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہی علماء دنیا اور علماء سوء ہیں اور بدترین مخلوق و دین کے چور ہیں جبکہ وہ خود اپنے آپ کو دین کے پیشوا اور بہترین خلائق ہونے کا گمان کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں۔ ''اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ یہی جھوٹے ہیں ○ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ کی یاد ان سے بُھلا دی تو یہ شیطان کی جماعت ہے، اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کی جماعت والے ہی ناکام و نامراد ہیں۔'' ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا تو اُس کی وجہ پوچھی شیطان لعین نے جواب دیا کہ ''علماء سوء نے میرے ساتھ مدد کر کے میرے کام کو خود سنبھال لیا ہے اور مجھے فارغ کر دیا ہے۔'' مجھے حق باری تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارے دور میں دین اسلام کے اندر جتنی کمزوری و منافقت پیدا ہوئی ہے اور دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں جو کمزوری بھی واقع ہوئی ہے یہ سب کچھ علماء سوء کی بدبختی اور ان کی بدنیتی کی وجہ سے ہے۔''

یہاں تک علماء سوء کی پہچان سے متعلق حضرت کے مذکورہ کلام کے پہلے حصہ کا مفہوم و ترجمہ پورا ہوا اور علماء حق کی پہچان سے متعلق آخری حصہ کا مفہوم و ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

''مگر وہ علماء دین جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ پرستی، دبدبہ خواہی اور دنیوی مرتبہ و مال جمع کرنے کے لالچ و طمع سے محفوظ و آزاد ہیں تو یہ علماء حق و علماء آخرت ہیں،

درحقیقت ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور بہترین خلائق بھی یہی ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کی سیاہیوں کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی کا پلڑہ بھاری ہوگا اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ ''علماء کا سونا بھی عبادت ہے'' یہ ان ہی پر منطبق ہے۔''

اہل علم جانتے ہیں کہ جیسے علماء حق سے حقیقی مشائخ اور بامعنی پیر ومرشد وجود میں آتے ہیں اور علماء سوٗ سے غیر معیاری مشائخ اور نمبر 2 پیروں کی نحوست وجود میں آتی ہے۔ اِسی طرح ان دونوں طبقوں کا شرعی حکم بھی ایک ہے یعنی علماء حق اور حقیقی مشائخ کرام کی فضیلت وثواب اور ان کی اہمیت وضرورت یکساں ہے کیوں کہ حقیقی مشائخ کا وجود حقانی عالم ہوئے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اِسی طرح علماء سوٗ اور ان سے جنم پانے والے غیر معیاری مشائخ کے شرعی حکم میں بھی قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے کلام میں جہاں علماء دین کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہ حقیقی مشائخ کو بھی شامل ہیں اور جہاں علماء سوٗ کی مذمت بیان ہوئی ہے اُس میں بھی غیر معیاری مشائخ شامل ہیں۔

جہاں تک عوام کو بیوقوف بنا کر لوٹنے والے بے علم اور جعلی پیروں کا تعلق ہے تو اُن کی حیثیت قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی نگاہ میں محض ضرر ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اپنی ذات میں لاشئی ہونے کے باوجود اسلام کے حق میں زہر قاتل سے مختلف اور رہزنوں سے جدا نہیں ہے اگر قرآن وسنت کی حکومت ہو تو ان کی شرعی سزا بھی رہزنوں کی سزا سے مختلف نہیں ہوسکتی۔ ایسے میں حضرت مجدد الف ثانی کے مذکورہ کلام کو محض علماء حق اور علماء سوٗ کے موازنہ کے ساتھ مختص سمجھنا غلطی سے خالی نہیں ہوگا جبکہ حضرت نے اپنے ایک اور مکتوب میں بھی غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کو علماء سوٗ کے حکم میں شمار کیا ہے۔ جیسے فرمایا:

''واکثر جهلائے صوفی نمائے این زمانه حکم علماء سؤ دارند فساد اینها نیز فساد متعدی است''

یعنی اکثر جہلاء زمانہ جو پیروں کے لباس میں پھرتے ہیں اِن کا شرعی حکم بھی علماء سؤ والا ہے کیوں کہ ان کا شر وفساد بھی علماء سؤ کے فساد کی طرح دوسروں کو متعدی ہے۔(۱)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور غیر معیاری پیروں کا رد:۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے الفتوحات المکیۃ کے اندر جگہ جگہ حقیقی مشائخ کی فضیلت و اہمیت بتانے کیساتھ غیر معیاری پیروں پر شدید ردِ عمل کیا ہے۔من جملہ اُن میں سے وہ مقام بھی ہے جس میں حقیقی پیر و مرشد کی شرائط وحقوق بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:۔

''فَمَهُمَا نَقَصُهُمْ شَیْء مِمَّا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ فِی التَّرْبِيَّةِ فَلَا يَحِلَّ لَهُ اَنْ يقعد عَلَى مَنْصَبَةِ الشَّيْخُوْخَةِ فَاِنَّهُ يُفْسَدُ اَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ وَيُفْتِنُ كَالْمُتَطبب يعل الصَّحِيْح وَيَقْتُلُ الْمَرِيْضَ''(۲)

مرید جس علم وعمل کے حوالہ سے پیر کے محتاج ہوتے ہیں، اُن میں سے کوئی ایک کمال بھی اگر پیر میں موجود نہ ہوتو پیری مریدی کے منصب پر بیٹھنا اس کے لیے جائز نہیں ہے کیوں کہ اِن شرائط کے بغیر اُس کا فساد ونقصان اُسکی اصلاح سے زیادہ ہوگا اور معاشرہ کیلئے اُس اناڑی طبیب کی طرح فتنہ ہوگا جو تندرست کو بیمار کرتا ہے اور بیماروں کو قبرستان پہنچاتا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اپنے اِس کلام میں وہی بات کہی ہے جو تمام اولیاء اللہ نے کہی ہے یعنی مرید ہونے والے مسلمانوں کے شرعی مقاصد کی تکمیل کے

۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج 2،دفتر اول ،حصہ دوم، مکتوب نمبر 47،ص 23۔

۲۔ الفتوحات المکیۃ، ج2،ص 365۔

لیے اُن کی تربیت کرنے سے قاصر بے علم و تربیت شخص چاہے شیخ زادہ ہو یا پیرزادہ یا کوئی بھی آدم زادہ بہر تقدیر پیر و مرشد بننے کے منصب پر بیٹھنا اُس کے لیے جائز نہیں ہے۔ کاش پیری مریدی کے لیے بزرگانِ دین کے اِس متفقہ فیصلہ کے مطابق عمل کیا جاتا تو کسی بھی ناقص کو سادہ لوح عوام کے جذبات کے ساتھ کھیلنے کی جرأت کبھی نہ ہوتی، جاہل و غیر معیاری پیروں کی بہتات نہ ہوتی اور پیری مریدی کی موجودہ اندھیر نگری بھی نہ ہوتی۔ قربان جاؤں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی نگاہِ بصیرت پر لگتا ہے کہ اُنہوں نے پیری مریدی کی موجودہ کساد بازاری کو دیکھ کر اِن پر پیشگی رَد فرمایا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی اور جعلی مشائخ پر رَد:۔

جعلی پیروں اُن کی ہوشیاریوں اور غیر معیاری خوارق عادت عوام کو دِکھا کر گمراہ کرنے سے متعلق حضرت بایزید بسطامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے تبلیغی کردار کا ذکر کرتے ہوئے الرسالۃ القشیریۃ میں لکھا ہے:

''لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَتَرَبَّعَ فِی الْھَوَاۗءِ فَلَا تَغْتَرُّوْابِہٖ حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَہٗ عِنْدَالْاَمْرِ وَالنَّھْیِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَ آدَابِ الشَّرِیْعَۃِ''(۱)

یعنی تم نے اگر کسی ایسے مدعی ولایت شخص کو دیکھا کہ وہ ہوا میں اُڑ رہا ہے تو شریعت کے اوامر و نواہی اور حدود اللہ و آداب کی بجا آوری کے حوالہ سے اسے دیکھے اور پرکھے بغیر اُسے صاحبِ کرامت ولی اللہ سمجھنے کا دھوکہ مت کھانا۔

غیر معیاری پیری مریدی کے خلاف سچے اولیاء اللہ کی یہ وہ تبلیغ ہے جو اُنہوں نے آج سے ہزار سال قبل مسلم معاشرہ میں روحانیت کے نام پر اِکّادُکّا جعل سازی کرنے

۱۔ الرسالة القشيرية، ص 15، مطبوعه مصر۔

والوں کے خلاف کی تھی۔ پیری مریدی کے نام سے آج کے مسلم معاشرہ کے چاروں طرف پھیلے ہوئے جعل سازوں کی شرح تناسب کے مقابلہ میں اُس وقت کے ڈھونگی وکرتب باز نمبر دو پیر نہ ہونے کے برابر تھے، پھر بھی سچے اولیاء اللہ نے انہیں معاف نہیں کیا، اُن کی جعل سازیوں سے چشم پوشی نہیں فرمائی اور اُن کے خلاف تبلیغ کرنے سے خاموشی اختیار نہیں کی کیوں کہ تالاب میں ایک مچھلی کی آلودگی سے سارا ماحول آلودہ ہو جاتا ہے جسے اسلام کبھی برداشت نہیں کرتا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور جعلی پیروں پر رَد:۔

دوسرے سلاسل طریقت کے حقانی مشائخ کرام کی طرح حضرت شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب عوارف المعارف میں غیر معیاری مشائخ اور شرعی شرائط کے بغیر پیری مریدی کرنے والوں کے خلاف اسلامی تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''قوم مِنَ الْمَفْتُوْنِیْنَ لَبِسُوْالبسة الصُّوْفِیَّةِ لِیُنْتَسِبُوْابِهَااِلَی الصُّوْفِیَّةِ وَمَاهُمْ مِنَ الصُّوْفِیَّة بِشَیْءٍ بَلْ هُمْ فِیْ غُرُوْرٍ غَلَط یَزْعُمُوْنَ اَن ضَمَآئِرَهُمْ خلصت اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَیَقُوْلُوْن هٰذَاهُوَالظَفر بِالْمُرَادِ وَالْاِرْتِسَامُ بِمَرَاسِمَ الشَّرِیْعَةِ رُتْبَةُ الْعَوَامِ''(۱)

یعنی شریعت کے فطری اعتدال سے نکلے ہوئے کچھ لوگ صوفیاء کرام کی وضع قطع اختیار کر کے صوفیت کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں جبکہ درحقیقت صوفیت کے ساتھ اُن کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ اِس گھمنڈ میں مبتلا ہیں کہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ

۱۔ عوارف المعارف، ص 71، مطبوعہ مصر۔

بلا واسطہ مربوط ہو چکے ہیں جو اصل مقصد کی کامیابی ہے اور شرعی احکام کی پابندی عوام کا درجہ ہے۔

سلوکِ تقویٰ سے محروم اِن گمراہوں کے اِس شیطانی خیال کو نقل کرنے کے بعد حضرت نے جن الفاظ میں اُنکار دفرمایا ہے وہ اِس کے بعد متصلا اُنہی کے الفاظ میں سنیئے، فرماتے ہیں:

''وَهٰذَا هُوَ عَيْنَ الْإِلْحَادِ وَالزَّنْدِقَةُ وَالْإِبْعَادُ فَكُل حَقِيْقَة رَدَّتهَا الشَّرِيْعَةُ فَهِيَ زَنْدِقَة''(۱)

یعنی اِن گمراہوں کا یہ کردار عین گجروی اور زندیقیت ہے اور خلقِ خدا کو شریعت و طریقت سے دور کرنیکا طریقہ ہے کیوں کہ حقیقت کے نام سے کیا جانیوالا ہر وہ عمل جسے شریعت مسترد کرے، زندیقیت ہی ہوتا ہے۔

شریعت کی ماہیت اوراُس سے مراد

گزشتہ صفحات میں ہم بیان کرآئے ہیں کہ شریعت، حقیقت اور طریقت کوئی ایک دوسرے کے خلاف چیزیں نہیں ہے، کوئی ماوراء العقل والحواس باتیں نہیں ہیں اور کوئی ناقابلِ فہم افسوں واسماء نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم، تابع ومتبوع اور خادم ومخدوم اِس ترتیب کے حقائق ہیں کہ شریعت چاہے فقہاء کرام کی زبان پر استعمال ہو یا صوفیاء کرام کی زبان پر، محدثین کرام کی زبان پر ہو یا مفسرین عظام کی زبان پر بلا تفریق قوم دون قوم اِس کی ماہیت جمیع ماجاء به النبی ﷺ اوراس کے ساتھ علم وعمل ہے یعنی احکام شرعیہ اوران کے علم وعمل کا نام شریعت ہے اور علم وعمل سے مراد بالترتیب عقیدہ و عمل کی درستی ہے جس کی طرف ہر مکلّف انسان ہر وقت، ہر ساعت اور ہر لحظہ محتاج ہے جس

۱۔ عوارف المعارف، ص 71، مطبوعہ مصر۔

کے بغیر مسلمان ہونے کا کوئی تصور ہوسکتا ہے نہ نیک وصالح ہونے کا، نہ انسانیت کی تکمیل ہوسکتی ہے نہ بندگی کی۔

متقی، پرہیزگار صوفی، ولی، مقرب ومحبوب عنداللہ ہونے کے لیے یہی جوہرِ اعظم اولین قدم ہے جس کے علم کو علمِ ظاہر، جس کے عمل کو عملِ ظاہر یعنی ظاہرِ شریعت کہا جاتا ہے کیوں کہ اِس کا تعلق انسانوں کے ظاہری حواس کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی معاشرتی وتمدنی غیبوبت وپوشیدگی نہیں ہوتی۔

حقیقت کی ماہیت اوراس سے مراد

صوفیاءکرام کی زبان میں استعمال ہونے والے اِس لفظ کی ماہیت احکام شرعیہ کے علم وعمل کے حصول میں اخلاص پیدا کرنا ہے گویا سالکینِ طریقت اور صوفیاء عظام کی اصطلاح کے مطابق اِس سے مراد شرعی احکام کے علم وعمل میں اخلاص کی دست آوری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سچے سالکینِ طریقت چاہے سلوکِ تقویٰ کی راہ پر ہوں یا سلوکِ احسان کی راہ پر، بہرحال اُن کی نگاہ میں یہ لفظ اسماء غایات مثل قبل، بعد، یمین، یسار، لازم الاضافت استعمال ہوتا ہے چاہے اِس کا مضاف الیہ یعنی شرعی احکام پر علم وعمل اس کے ساتھ بطورِ مضاف الیہ مستعمل ہو یا محض نیت میں ہو، بہرتقدیر شرعی احکام کے علم وعمل کی ملحوظیت کے بغیر سالکینِ طریقت کی زبان میں اِس کے استعمال ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز علم وعمل شریعت کے جزو ہونے کی طرح یہ بھی شریعت ہی کا جزو لاینفک ہے، فرق صرف اتنا ہے علم وعمل کو ظاہر شریعت کہتے ہیں جبکہ اِس کو باطنِ شریعت کہا جاتا ہے کیوں کہ اخلاص خالصتاً قلبِ انسانی کی کیفیت وعمل کا نام ہے جس کا ظاہری حواس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیز دوسرے علوم وفنون میں بطورِ منقول استعمال ہونے والے

اصطلاحی الفاظ کی منقول عنہ کے ساتھ مناسبت ضروری ہونے کی طرح صوفیاء کرام کے ہاں استعمال ہونے والے اِس لفظ کے اندر بھی اصل معنی لُغوی کے ساتھ مناسبت موجود ہے کیوں کہ حقیقت کا اصل اور لُغوی معنی کسی چیز کے متحقق ہونے اور موجود ہونے کے ہیں، جو اس اصطلاحی معنی میں بھی پایا جاتا ہے کیوں کہ احکامِ شرعیہ کا علم وعمل اختیار کرنے میں اجر و ثواب تب ہی متحقق ہوسکتا ہے جب اُس کے ساتھ اخلاص بھی موجود ہو ورنہ بغیر اخلاص کے کوئی علم وعمل موجب اجر وثواب نہیں ہے۔ جیسے مرفوع حدیث ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیٰتِ'' سے ظاہر ہو رہا ہے۔

طریقت کی ماہیت اور اس سے مراد

صوفیاء کرام اور سالکینِ عظام چاہے فرضی سلوک یعنی سلوکِ تقویٰ کی راہ میں حقیقی معلمین و متعلمین ہوں یا اِس سعادت کی دست آوری کے بعد نفلی سلوک یعنی سلوکِ احسان کی راہ میں عزلت نشین ہو، بہر تقدیر اِن کی زبان میں استعمال ہونے والے اِس لفظ کی ماہیت ظاہرِ شریعت اور باطنِ شریعت کے مذکورہ دونوں جوہروں کے حصول کا راستہ ہے یعنی طریقت سے مراد شریعت وحقیقت کی دست آوری کے لیے عملی وتمرینی راہ عمل کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اِسی کے ذریعہ علم وعمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ طریقت کے اِس اصطلاحی معنی کے اندر بھی اس کا لُغوی معنی موجود ہے کہ طریقت لُغت کی زبان میں راہ عمل و راستے کو کہتے ہیں اور یہ بھی علم وعمل میں اخلاص پیدا کرنے کا راستہ ہے۔ فرق صرف عموم و خُصوص کا ہے جس کے مطابق اصل میں راہِ عمل و راستے کے مفہوم میں عموم واطلاق ہے جبکہ اِس میں تقیید ہے کیوں کہ یہاں پر اِسکے معنی طریق حصول ظاہر الشریعۃ و باطنہا کے ہیں۔ اِن تینوں یعنی شریعت، حقیقت، طریقت کی صوفی اصطلاح کے مطابق جو ماہیات وحقائق

معلوم ہوئے اس سے اِن کے مابین تعلق وارتباط کا بھی پتہ چل گیا ہے جس کے مطابق شریعت اصل اور مخدوم ومتبوع ہے جبکہ حقیقت اور طریقت اُس کے فروع اور خادم ومتبوع ہیں۔ یہاں پر اِس مضمون کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی مذکورہ عبارت ''فَکُل حَقِیْقَة رَدَّتُهَاالشَّرِیْعَةِ فَهِیَ زَنْدِقَة ''میں جو لفظ حقیقت مذکور ہوا ہے اِس کے مصداق کو سمجھنے میں زیادہ تر اہل علم کو مغالطہ ہورہا ہے کہ وہ اس کو عام حقائق بمعنی مابه الشیء هُوَهُوَ کے معنی میں لیتے ہیں جو مقصدِ مصنف، مقصدِ فن اور سیاق وسباق کے اعتبار سے غیر مناسب وغلط ہے بلکہ یہاں پر اس سے مراد صرف اور صرف صوفی اصطلاح میں استعمال ہونے والا معنی مراد ہوسکتا ہے کیوں کہ جب صاحبِ کلام ومصنف کا اصل مقصد یہاں پر اُن غیر معیاری صوفیوں پر رَد کرنا ہے جو اصل صوفیاء کرام کی زبان میں استعمال ہونیوالے اِس لفظ کا سہارا لے کر سادہ لوح عوام اور نیم خواندہ علماء کو دھوکہ دیتے ہیں، حقیقت کو شریعت سے جدا چیز کہہ کر گمراہی پھیلاتے ہیں اور خود کو حقیقت رساں ہونے کا تاثر دے کر اُمور بدعیہ وشرکیہ کا ارتکاب کر کے شریعت پر ظلم کرنے کے ساتھ طریقت کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ اپنے وقت کے جھوٹے مدعیان ولایت اور غیر معیاری مشائخ کے معروضی حالات کو دیکھ کر جیسے دوسرے پاسبانانِ اسلام نے اُنکے خلاف تبلیغ کی ہے حضرت سہروردی نے بھی ایسے گمراہوں کو اسلام کے خلاف زندیقیت پھیلانے والے شیطان قرار دیکر جہاں اسلام کا تحفظ کیا وہاں طریقت وحقیقت کا بھی اصل معیار بتا دیا کہ یہ دونوں خادم اور تابع اور فروع شریعت ہیں، خلافِ شریعت ہرگز نہیں۔

معرفت کی ماہیت اور اس کے مدارج

معرفت کسی چیز کو جاننے کے معنی میں مصدر ہے، یعنی کسی چیز کو جاننے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ صوفیاء کرام کی نگاہ میں معرفت چونکہ الٰہیات پر منحصر ہوتی ہے لہٰذا اِن کے

نزدیک اِس سے مراد احکام اللہ، اسماء اللہ، افعال اللہ، صفات اللہ اور ذات اللہ کو بالترتیب جاننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے گویا معرفت کے لُغوی اور صوفی معنوں میں عموم وخصوص کا فرق ہے اور صوفی اصطلاح کے مطابق معرفت سے ان علوم خمسہ کے مراد ہونے میں ترتیب اِس لیے ضروری ہے کہ احکام اللہ کو جانے بغیر اسماء اللہ کی معرفت ممکن نہیں ہے۔ اِسی طرح اسماء اللہ کی معرفت حاصل کیے بغیر افعال اللہ کے حقائق تک پہنچنا غیر ممکن ہے اور افعال اللہ کی معرفت حاصل کیے بغیر صفات اللہ کے رُموز واسرار کو جاننا غیر ممکن ہے اور صفات اللہ کے بغیر ذات اللہ کے ساتھ انسانی ارتباط کو جاننا غیر ممکن ہے گویا اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک کے ساتھ انسانی ارتباط اور اس کے لوازمات کو جاننے کے لیے اس سے پہلے والی معرفت کے چاروں دریاؤں کو بالترتیب عبور کرنا ضروری ہے جس کے بغیر وصول الی اللہ یا معرفت اللہ کے رُتبے پر فائز ہونے کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے کذاب ہوتے ہیں جن پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے رَد کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا:

''جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علم ذات کیوں کر پا سکے گا۔'' (۱)

سیر الی اللہ کی حقیقت

صوفیاء کرام کی ایک اصطلاح سیر الی اللہ بھی ہے جس کی حقیقت اِن حضرات کی نگاہ میں معرفت کی مذکورہ پنجگانہ اقسام میں سے پہلی چار قسمیں ہیں جن میں سے پہلی قسم یعنی پیغمبر کریم ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے شرعی احکام کی معرفت ہے جنہیں فقہاء کرام کی زبان میں معرفت الی العقائد والا حکام بھی کہتے ہیں یہ سیر الی اللہ کی اولین

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج 21، ص 530۔

منزل ہے جو ہر مکلّف پر فرض عین ہے چاہے اُسے صوفی اصطلاح سے شناسائی ہو یا نہ ہو کیوں کہ صوفی ہونا، تصوف پڑھنا اور صوفیاء کرام کے مخصوص اصطلاحی الفاظ اور اُن کے اندازِ تربیت سے واقف ہونا کسی پر فرض نہیں ہے، نہ واجب، نہ سنتِ موکدہ ہے نہ سنت عادیہ جبکہ اسلامی احکام کے اِن دونوں حصوں یعنی عقائد و اعمال کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنا بلا تخصیص ہر مکلّف پر فرضِ عین ہے کیوں کہ یہی مدارِ نجات ہے، مقصدِ بعثت انبیاء ہے اور ہر شخص کی اولین مسئولیت ہے۔ جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ صوفی بن سکے۔ صوفی اصطلاح کے مطابق سیر الی اللہ کی اس اولین منزل میں قدم جمانے کے بعد یعنی اسلامی عقائد و اعمال کی درستی و پختگی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد سیر الی اللہ کے دوسرے مرحلہ یعنی اسماء اللہ کی معرفت میں داخل ہونے سے پہلے منازلِ عشرۂ سلوک کے علمی و عملی مقامات سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس کے بغیر سیر الی اللہ کے اِس دوسرے مرحلہ میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے۔

یہاں پر قارئین کو ہماری مذکورہ وضاحت کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے یعنی سیر الی اللہ کے اِن دو مرحلوں کے درمیان منازلِ عشرۂ سلوک کا علم و عمل اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے صوفی بننے یا صوفی اندازِ تربیت حاصل کرنے یا صوفی اصطلاحات کو سیکھنے کے چکر میں پڑنا فرض ہے نہ واجب، سنت موکدہ ہے نہ سنت عادیہ بلکہ اس کے بغیر بھی سلوک کے اِن منازل کو حاصل کیا جا سکتا ہے کیوں کہ سلوک کے یہ تمام تر مندرجہ منازل توبہ، زُہد، فقر، صبر، شکر، توکل، خوف، رجاء، حُب، رضا دس کے دس سیر الی اللہ کی مذکورہ پہلی منزل میں اخلاص پختگی پیدا کرنے کے لیے شریعت ہی کے مستقل احکام ہیں جن کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنا بغیر تصوف کے بھی فرض ہے۔

صوفی اصطلاح میں سیر کی حقیقت:۔ ہمارے اِس بیان سے صوفی اصطلاح کے

مطابق سیر کی حقیقت بھی قارئین پر واضح ہوگئی کہ صوفیاء کرام کی زبان پر یا اُن کی کتابوں میں استعمال ہونے والے اِس لفظ سے مراد معرفت کی مذکورہ پنجگانہ اقسام میں انسان کی فکری و عملی حرکت ہے، علمی و عملی جدو جہد ہے اور قوتِ فکری و عملی کی امانتوں کو مذکورہ پانچوں معارف میں منشاء مولیٰ جل جلالہ کے مطابق صَرف کرنا ہے۔ گویا صوفی اصطلاح میں سیر کی حقیقت احکام اللہ، اسماء اللہ، افعال اللہ، صفات اللہ اور ذات اللہ کی معرفت حاصل کر کے اُس کے مطابق کمال اخلاص کے ساتھ عملی زندگی گزارنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ صوفیاء کرام کے مطابق اسی پاکیزہ زندگی کو سفر اور اس کے سالکین کو مسافر بھی کہتے ہیں، جسے قرآن شریف میں اللہ نے حیات طیبہ فرمایا ہے، جیسے ارشاد فرمایا:

''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه حَيٰوةً طَيِّبَةً''(۱)

یعنی ایمان کے ساتھ جس مرد یا عورت نے اچھے عمل کیے تو ہم بالیقین اُسے پاکیزہ زندگی کے ساتھ چلائیں گے۔

صوفیاء کرام کے مطابق اسی پاکیزہ سفرِ عمل کی حیات طیبہ کو دو حصوں میں ذکر کر کے پہلے حصہ کو سیر الی اللہ اور دوسرے حصہ سیر فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر ان دونوں پر ہی اکتفا نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک کے مختلف مراحل و مدارج ہیں بلکہ سیر الی اللہ کے تحت مذکورہ چاروں معارف میں سے بھی ہر ایک کے تحت مختلف مراتب و مدارج کی وسعت ہے جن کو تصوف کی اصطلاح میں مقامات و حالات کہا جاتا ہے۔

۱۔ النحل، 97۔

مقاماتِ تصوف

تصوف کی زبان میں صوفی اصطلاح کے مطابق استعمال ہونیوالے یہ دو الفاظ یعنی احوالِ سالکین و مقاماتِ تصوف اپنے مواقع استعمال کے اعتبار سے مذکورہ معارف خمسہ کے ساتھ خاص ہیں یعنی احکام اللہ، اسمال اللہ، افعال اللہ، صفات اللہ اور ذات اللہ میں سے کسی ایک کی معرفت کے بغیر صوفی اِن الفاظ کو استعمال نہیں کرتا۔ اِس قدرِ مشترک کو دیکھ کر بعض اہل علم نے اِن کے مابین اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری کا قول بھی کیا ہے لیکن حضرت امام غزالی جو خود سلوکِ احسان کے غیر متناہی میدانِ عمل کے شہسوار ہیں، اس قول پر ناپسندیدگی کا اشارہ دیتے ہوئے طویل کلام کرنیکے بعد جو لکھا ہے اُس کے مطابق مقاماتِ تصوف اور احوالِ سالکین کے مابین قرار و بے قراری اور تقدم و تأخر کا فرق ہے جسکے مطابق صوفی کا حال اُسکے مقام سے پہلے آتا ہے عام اس سے کہ حقیقی سالکین اور سچے صوفیاء کرام کے ظاہر و باطن اور اُن کی قوتِ فکری و عملی پر نمودار ہونے والے احوال جذب الی الحق کی شکل میں ہو یا حلاوتِ حق کے وجدان کی شکل میں، نیز معارفِ خمسہ کے کسی اسٹیج میں ہو یا شرعی احکام کے حوالہ سے منازلِ عشرۂ سلوک کے کسی مرحلہ میں، بہر تقدیر ''کل اناء یترشح بِمَافِیْهِ'' کے تقاضاءِ فطرت کے عین مطابق اُسکی قوتِ فکری و عملی کی حرکت میں ٹھہراؤ اور سکون ممکن نہیں ہے۔ جس کے نتیجہ میں مذکورہ مراحل کے کسی بھی اسٹیج میں قوتِ فکری و عملی کی امانتوں کو منشاء مولیٰ جل جلالہ کے مطابق انجام دینے والے کسی سعادت مند کو اپنے اندر موجود قوتِ شہوانی یا قوتِ غضبانی کا سامنا ہو جائے تو بتقاضائے بشریت وہ مضطرب و متحول رہتا ہے، بتقاضائے عقل منشاء مولیٰ جل جلالہ کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو بتقھائے نفسِ امارہ مخالف سمت کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ ایسے ہی مواقع پر فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ''لا

حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ‘‘ پڑھنے کے نسخۂ شفا سے کام لیا جاتا ہے تو انجامِ کار علوی و سفلی کشمکش کے اِس خطرناک تصادم سے اُسے نجات میسر آ جاتی ہے، حرکتِ صُعودی حرکتِ سفلی پر فتح حاصل کر لیتی ہے اور سعادت ازلی نفس امارہ کی سفلی حرکت پر غالب ہو کر راہِ حق کے اِس سالک کو فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق ’’اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰه‘‘ کا مظہر بنا دیتی ہے۔

ہر سالک کو پیش آنے والی مشکل کے لیے نسخۂ شفا:۔

یہاں پر اِس بات کی بھی وضاحت کرتا جاؤں کہ سالکینِ راہِ حق کو پیش آنیوالے اِس قسم تمام روحانی مشکلات میں ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ‘‘ کا پڑھنا نسخۂ شفا تب ہو سکتا ہے جب اسے اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے ورنہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اسے پڑھنے کے باوجود آلودۂ معصیت رہتے ہیں کیوں کہ روحانیت کے اِس مشکل وقت میں اسے پڑھنا بھی شریعت کے احکام میں سے ایک حکم ہے، جیسے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مرفوع حدیث ہے:

’’لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ اِلَّا بِعَصْمَةِ اللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰهِ‘‘(۱)

یعنی ہر مومن مسلمان کو یہ عقیدہ کرنا چاہئے کہ اللہ کی دستگیری کے بغیر اُس کی نافرمانی سے بچنے کا امکان نہیں ہے اور اُس کی مدد کے بغیر اُس کی اطاعت کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

گزشتہ سطور میں ہم شریعت، حقیقت، طریقت و معرفت کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے واضح کر چکے ہیں کہ اسلام کا ہر حکم اور اُس کا علم و عمل شریعت کہلاتا ہے جبکہ علم و عمل کی اِن دونوں سعادتوں کو اخلاص کے ساتھ انجام دینا اسلام کی حقیقت کہلاتا ہے جس پر نہ صرف فقہاء کرام و صوفیاء عظام کا اجماع ہے بلکہ حافظ ابن تیمیہ جیسے متشدد علماء کرام کی نگاہ میں بھی

۱۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج 1، ص 424۔

اخلاص کے سوا کوئی اور معنی حقیقت کے نہیں ہیں۔ جیسے مجموعۃ الفتاویٰ میں منازلِ عشرۂ سلوک کو بیان کرنے کے ضمن میں لکھا ہے:

''وَاَمَّا الْاِخْلَاصُ فَھُوَ حَقِیْقَۃُ الْاِسْلَامِ''(۱)

تو ظاہر ہے کہ شریعت مقدسہ کے جملہ احکام پر اُن کی حقیقتوں کے ساتھ عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بغیر حقیقت کے یعنی بغیر اخلاص کے انجام دیئے جانے والے کسی حکم سے بھی وہ مقاصد حاصل نہیں کیے جا سکتے ہیں جنکے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے سبب بنایا ہے۔ ایسے میں بغیر اخلاص لاحول پڑھنے والوں کی مثال بغیر اخلاص کے محض عادت ورواج کے طور پر نماز پڑھنے والوں سے مختلف نہیں ہے کہ اِن میں سے کسی کو بھی اُس کے اِس بے حقیقت عمل پر حقیقی ثمرات نہیں مل سکتے ہیں۔

یہ تو اخلاص کی اہمیت بتانے کے لیے جملہ معترضہ کے طور پر لکھ دیا دراصل میں نے صوفی اصطلاح کے مطابق امام غزالی کی تشریح کی روشنی میں احوال ومقامات کا فرق بتانا تھا تو کسی بھی سالک یعنی سلوکِ تقویٰ کا سالک ہو یا سلوکِ احسان کا، معارف خمسہ مذکورہ کے کسی بھی مرحلہ میں اُس کی قوتِ شہوانی وغضبانی کا سامنا ہو جائے۔ جس کی کشمکش میں وہ مضطرب ومتحول ہو جاتا ہے، روحانیت کا جذبہ اُسے منشاءِ مولیٰ جل جلالہ کی طرف کھینچتا ہے جبکہ قوتِ شہوانی یا غضبانی سے جنم پانے والا نفس امارہ اُسے اپنی خواہش کی تکمیل کی طرف کھینچتا ہے اور تحول واضطراب کی یہ کیفیت کبھی جلدی زائل ہو جاتی ہے کبھی دیر سے، بہر تقدیر رحمانیت وشیطانیت کی اِس کشمکش میں نفس امارہ کے غالب آجانے پر سالک ناکام ونامراد ہو جاتا ہے۔ لیکن اُس پر لاگو ہونے والی شرعی سزائیں واحکام یکساں نہیں ہوتے کیوں کہ مجرم پر لاگو ہونے والے احکام اور مجازات اعمال کی نوعیت، جرم کی نوعیت کے مطابق ہوتی

۱۔ مجموعۃ الفتاویٰ، ج10، ص14۔

ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جَزَآءً وِّفَاقًا'' (۱) یعنی ہر مجرم کو اُس کے جرم کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔

اِس آیت کریمہ کی روشنی میں اگر اس کا یہ جرم صغائر کے زمرہ میں ہے تو پھر اُسے اپنے دوسرے اعمال صالحہ کے ذریعہ اِس کے تدارک کرنے کے ساتھ سفرِ سلوک کو آگے جاری رکھنے کی گنجائش باقی رہتی ہے کیوں کہ صغائر ولایت عامہ کے منافی نہیں ہوتے، بشرطیکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہو، یعنی ہمیشہ کا معمول نہ ہو ورنہ کبیرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور اگر اُس کا یہ جرم گناہ کبیرہ کے زمرہ میں ہے تو پھر ولایت کے درجہ سے معزولی اس کا مقدر ہو جاتی ہے کیوں کہ گناہ کبیرہ ولایت کے منافی ہے جسکے نتیجہ میں وہ اپنے سفرِ سلوک کو آگے جاری رکھنے کے قابل نہیں رہتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ سب کبیرہ گناہ بھی یکساں نہیں ہوتے بلکہ موجبِ سزا ہونے، کثافت و سفلی ہونے اور منافیٔ سلوک ہونے میں اُن کے چھوٹے اور بڑے میں اتنا فرق ہے جیسے زمین و آسمان میں۔ ان میں سب سے زیادہ کثیف و خطرناک وہ ہیں جو سالک کو بدراہ کر کے ''فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ'' (۲) کا مظہر بنا دیتے ہیں کیوں کہ تاریخی روایات کے مطابق بلعم ابن باعورا بھی ناتمام سالک ہی تو تھا۔ (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ)

پھر یہ بھی ہے کہ راہِ سلوک کی کسی بھی منزل میں نفس امارہ کے ہاتھوں سالک کی نامرادی و ناتمامی کے سبب بننے والے ظاہری کبائر کی نسبت باطنی کبائر یعنی عُجب، تکبر، حسد، تعصب، اہل حق کے ساتھ عداوت جیسے کسی بھی کبیرہ میں مبتلا ہونا زیادہ خطرناک ہے کیوں کہ دل کی معصیت و جرائم ہونے کی بنا پر اِن کی سفلی کشش و کثافت بھی ظاہری اعضاء کے جرائم کی

۱۔ النباء، 26۔

۲۔ الاعراف، 176۔

کثافت سے بد جہاز یادہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حقیقی اولیاء اللہ نے ظاہری گناہوں کی بنسبت باطنی معصیتوں سے بچنے کی تاکید بھی زیادہ فرمائی ہے۔ جیسے حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا؛

''اَلْمُؤْمِنُ یَبْتَدِیٔ بِعِمَارَۃِ بَاطِنِہٖ ثُمَّ بِعِمَارَۃِ ظَاہِرِہٖ''(۱)

یعنی ہر مومن مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ پہلے باطنی گناہوں سے بچ کر دل کی تعمیر کرے۔

اور شریعت کے ظاہری اعمال پر انحصار کر کے دل کے متعلقہ باطنی احکام سے بے اعتنائی کرنے والے ناقصوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یَا قَوم عَلَیْکُمْ بِاَعْمَالِ الْقُلُوْبِ وَاِخْلَاصِھَا''

یعنی سب سے پہلے دل کے پوشیدہ اعمال کو شریعت کے مطابق کرنے کے ساتھ اخلاص اپنے اندر پیدا کر۔

اِس کے ساتھ ہی فرمایا؛

''اِذَاکُنْتُ ھَکَذَاخِیم الشَّیْطٰن عَلَی قَلْبِکَ وَجَعَلَہٗ مَسْکَنَالَہٗ''(۲)

یعنی جب ظاہری عمل میں اپنے آپ کو شریعت کے مطابق کریں اور باطن میں نفس امارہ کی بندگی کریں تو ایسے میں شیطان تیرے دل کو اپنا مسکن بنا کر اُس پر اپنا خیمہ نصب کرتا ہے۔ انجام کار تیری ظاہرداری تیرے کام نہیں آئیگی تُو شیطان کا کھلونا بن چکا ہوتا ہے۔

یہ ہوا اُس ناکام سالک کا حال جو منازلِ سلوک کے کسی بھی مرتبہ میں نفس امارہ کے ہاتھوں پھسل کر نفس مطمئنہ کی عظمت پر فائز ہونے سے محروم ہو گیا ہو۔ اِس کے لیے صوفی اصطلاح کے مطابق نہ کوئی حال ہے نہ مقام یعنی سفرِ سلوک کے کسی بھی مرحلہ میں گناہ

۱۔ الفتح الربانی، ص32، مطبوعہ مصر۔

۲۔ الفتح الربانی، ص32، مطبوعہ مصر۔

کبیرہ کے ارتکاب کرنیوالوں کے لیے صوفیاء کرام کی زبان میں حال و مقام میں سے کوئی لفظ استعمال نہیں ہوتا بلکہ اسکے لیے مفلس کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ جذبۂ روحانیت اور نفس امارہ کی اِس رسہ کشی میں نفس امارہ پر فتح پانے والے سعادت مندوں کو روحانی ترقی و عروج ملتا ہے تو وہ سلوک کی اُس منزل میں یکے بعد دیگرے ترقی کرتے کرتے حدیث نبوی ﷺ کے نسخۂ شفا ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ'' کی عملی صورت و حقیقت کی برکت سے قدم بہ قدم اُس منزل کے ہر امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد اُس کے بعد والی منزل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جسکے بعد کامیاب امتحان گاہ کی یہ گزشتہ منزل اُن کے لیے مقام کہلاتا ہے یعنی تحوّل و اضطراب کے بعد ٹھہراؤ و استقرار کا رُتبہ، کیوں کہ اِس منزل سے ترقی کر کے دوسری منزل میں داخل ہونے سے قبل وہ نفس امارہ کی جملہ خواہشات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے قدم بہ قدم اُسے شکست دے کر روحانیت کے حوالہ سے غالب و فاتح ہو چکے ہیں، مشق و تمرین کی کلفت اُٹھا چکے ہیں اور دشمن کے ہر وار کو ناکام کرنے کا عملی تجربہ کر چکے ہیں جس کے بعد سلوک کی یہی منزل اُن کی عملی زندگی کے لیے جائے ٹھہراؤ بن چکی ہوتی ہے، تحوّل کی بجائے مقامِ سکون بن چکی ہے اور اضطراب کی بجائے راحت و طمانیت قرار پا چکی ہے گویا اِس منزل کے حوالہ سے کامیاب سالک کا نفس اللہ تعالیٰ کے فرمان ''یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ''(۱) کا مظہر بن چکا ہوتا ہے۔

یہ ہوا صوفی اصطلاح کے مطابق کسی منزل کو مقام کہلانے کی وجہ تسمیہ تو کامیابی کے اِس رُتبے تک پہنچنے سے پہلے یعنی کسی بھی منزل میں نفس امارہ اور منشاء مولیٰ جل جلالہ کے مابین رسہ کشی کے حوالہ سے بتقضائے بشریت تحوّل و اضطراب کے جملہ مراحل میں نفس

۱۔ الفجر، 27۔

امارہ پر غالب وفاتح ہونے کی ہر کیفیت، ہر ادا اور ہر کردار کو صوفی اصطلاح میں احوال کہا جاتا ہے جبکہ اُس کے کامیاب سالک کو اِن کے اعتبار سے صاحبِ حال کہا جاتا ہے۔ اِس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صوفی اصطلاح کے مطابق حال کا یہ مسمّٰی یعنی مذکورہ کیفیت چوں کہ دوسرے وجدانیات کی طرح خالصتاً وجدانی چیز ہے جس کے افہام وتفہیم الفاظ وکلام میں ممکن نہیں ہے۔ اِسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے کشف المحجوب میں اپنے پیش روصوفیاءکرام کے حوالہ سے فرمایا:

"اَلْحَالُ سُکُوْتُ اللِّسَانِ فِی فُنُوْنِ الْبَیَانِ"

یعنی صوفی اصطلاح میں حال کے معنی یہ ہیں کہ اظہار مافی الضمیر کے جملہ طریقوں سے زبان کی مکمل خاموشی ہو۔

اِس سے قبل متصلاً صاحبِ حال کی شرعی مسئولیت بتاتے ہوئے فرمایا ہے:

"ہر صاحب وقت غفلت روا بود وہر صاحبِ حال روا نہ باشد" (کشف المحجوب، ص290، مطبوعہ گلزار ہند پریس لاہور)

یعنی صاحبِ وقت ومقام مشکل آزمائش سے نکل چکا ہے جس وجہ سے اُس پر غفلت جائز ہوسکتی ہے برخلاف صاحبِ حال کے کہ اُس کے لیے غفلت جائز نہیں ہے۔

حضرت امام غزالی نے حال ومقام کی تشریح کرتے ہوئے اِن کے لُغوی معنوں کو اصطلاحی معنوں کے اندر معتبر قرار دے کر فرمایا ہے:

"فَالْحَالُ یُسَمّٰی حَالًا لِتَحَوُّلِه وَالْمَقَامُ مَقَامًا لِثُبُوْتِهٖ وَاِسْتِقْرَارِهٖ"

صوفیاءکرام کی اصطلاح کے مطابق حال کی یہ تشریح تب ہے جب وہ مقام کے مقابلہ میں مستعمل ہو، جیسے صاحبِ حال یا صاحبِ مقام اور صاحبِ احوال یا صاحبِ مقامات

۱۔ عوارف المعارف، ص225۔

کہہ کر کسی روحانی شخصیت کی تعریف کرنے میں کہا جاتا ہے۔اسکی اہمیت کی بنا پر کہا گیا ہے:

''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ''(۱)

احوال کے علم مقامات کے علم سے افضل

اس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اُس کے افعال، اُس کی صفات اُس کے اسماء اور اُس کے احکام کا علم حاصل کرنا ہر عاقل و بالغ انسان پر حسبِ استطاعت فرض ہے اور اِن میں سے ہر بعد والے کا علم اپنے سے اوپر والے کے علم کے لیے ذریعہ وسبب ہے۔ مثلاً احکام کا علم اسماء اللہ کے علم تک پہنچنے کے لیے سیڑھی و ذریعہ ہے اور اسماء اللہ کا علم صفات اللہ کے علم تک پہنچنے کا سبب ہے اور صفات اللہ کو جاننا اللہ تعالیٰ کے افعال کو جاننے کا وسیلہ ہے اور افعال اللہ کو جاننا اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننے کے لیے واحد راستہ ہے کیونکہ وہ واجب الوجود ہے، قدیم ہے، بسیط ہے، جوہر اور عرض نہیں ہے، اپنے تصرفات وافعال کے اعتبار سے ہر زمان و مکان اور ہر سمت و جہت میں موجود ہونے کے باوجود کسی بھی زمان و مکان کا محتاج نہیں ہے۔ اپنی ذات کے لائق کسی بھی کمال کے منافی قول و عمل سے منزّہ و مقدّس وسبحان ہے۔ اُس کی ذات و افعال، صفات، اسماء و احکام سب کے سب بے مثل ہیں جب اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک کی پہچان کے لیے وسائل کی یہ فطری ترتیب اٹل ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکام یعنی احکام شرعیہ کی پہچان کے بغیر اسماء اللہ کی پہچان نہیں ہوسکتی اور صفات اللہ کا علم حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے افعال کا علم ممکن نہیں ہوتا اور افعال اللہ کو جانے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات کو مذکورہ انداز میں جاننے کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ سلوک فی الدین کی کسی بھی شکل و صورت کے حوالہ سے پیش

۱۔ تعلیم المتعلم، ص 4، مطبوعہ مصر۔

آنیوالے تمام مراتب کو جاننے کے لیے اولین سیڑھی ہے تو ظاہر ہے کہ سلوک فی الدین کا تعلق صرف اور صرف احکام اللہ کے ساتھ ہے۔جن میں تہذیب الاخلاق کے حوالہ سے سب سے زیادہ اہمیت صوفی اصطلاح کے مطابق منازل عشرۂ سلوک کو ہے۔

مثال کے طور پر ایک سالک فی الدین نفس امارہ کی بے اعتدالیوں سے توبہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ''(۱) یعنی جن لوگوں نے سلوک فی الدین کی راہ اختیار کر کے اِس میں استقامت دکھائی تو اُن کا انجام بے خوفی و بے غمی کی راحت ہو گی کے مطابق عمل زندگی گزارنا چاہتا ہے۔جبکہ نفس امارہ کا شیطان اُسے اپنی کسی خواہش کی تکمیل کی طرف کھینچ کر لے جانا چاہتا ہے۔ایسے میں اُس کے توبہ تائب ہونے اور انابت الی اللہ و استقامت فی السلوک کے تقاضے اور نفس امارہ کے شیطانی تقاضوں کی اس علوی و سفلی کشمکش کے تحول سے پیدا ہونے والی کیفیت جو حال کہلاتی ہے اگر یہ شخص اُسے نہ جانے گا تو نفس امارہ کے شیطان کا کیا خاک مقابلہ کرے گا؟ کیوں کہ منزل توبہ پر فائز سالک فی الدین کی یہ علوی کشش اور نفس امارہ کی سفلی کشش کا جو تصادم ہو رہا ہے یہ درحقیقت دو متضاد طاقتوں کی جنگ ہے جس میں سالک فی الدین کو دشمن کے وار سے بچنے کے لیے اِن دونوں طاقتوں کے توازن کا علم اور اس کشمکش سے پیدا ہونے والے حال کا معلوم ہونا ناگزیر ہے جسکے بغیر دشمن کے وار سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے گویا سالک فی الدین علم الحال کی بدولت نفس امارہ کے وار سے بچ کر ہی استقامت فی الدین کی سعادت حاصل کرتا ہے''لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ '' کی ابدی راحت پالیتا ہے اور اِسی کو بنیاد بنا کر احکام اللہ سے لے کر ذات اللہ تک کے مراتب مذکورہ کے علوم و معارف کو پانے کا اہل بن سکتا ہے۔ایسے میں علم

۱۔ الاحقاف،13۔

الحال کا افض العلم ہونا عین بتقضاء فطرت ہے۔ بخلاف علم المقامات کے کیوں کہ صوفی اصطلاح کے مطابق سالک فی الدین استقامت فی الدین کے حوالہ سے مقام کے رُتبے کو پہنچنے سے پہلے حال کے درجہ میں نفس امارہ کے ساتھ مقابلہ میں غالب ہو چکا ہوتا ہے۔ مجاہدہ کی تمرین ومشق کی کُلفت اُٹھانے کے بعد نفس امارہ پر غالب وفاتح ہو کر نفس مطمئنہ کے رُتبے پر فائز ہو چکا ہے لہٰذا یہاں پر تھوڑی بہت غفلت وبے توجہی سے کسی نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا۔ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی گزشتہ سطور میں نقل شدہ کلام بھی اسی نکتے پر مبنی ہے۔ جس میں حضرت نے فرمایا ہے:

''بر صاحبِ وقت غفلت روا بود وبر صاحبِ حال روانہ باشد''(۱)

یعنی صاحبِ وقت ومقام چوں کہ نفس امارہ کے ساتھ مجاہدہ کے سخت وقت سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا اُس پر غفلت جائز ہو سکتی ہے جبکہ صاحبِ حال مشکل آزمائش میں ہونے کی وجہ سے اُس پر غفلت وبے توجہی قطعاً جائز نہیں ہے۔

یہاں تک صوفی اصطلاح کے مطابق مقامات کے علم سے احوال کے علم کا افض ہونے کی دلیل وفسلفہ واضح ہو چکا جس کے بعد بزرگانِ دین کا دوسرا فرمودہ یعنی ''اَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کا فلسفہ بھی خود بخود واضح ہو گیا کیوں کہ جب سالک فی طریق الدین علم الحال کی بدولت استقامت فی الدین کی سعادتوں کو پاتا ہے اور اِسی کی بدولت احکام اللہ سے لے کر ذات اللہ تک کے علوم خمسہ کے دریا معرفت تک پہنچ سکتا ہے تو پھر عمل کے حوالہ سے توبہ تائب ہونے کے تقاضوں کو استقامت فی الدین کی شکل میں محفوظ رکھنا بھی بعد والے تمام اعمال صالحہ کی بنیاد قرار پاتا ہے۔

قربان جاؤں حقیقی اولیاء اللہ کے اِس پُر مغز کلام پر اُن کی نگاہِ بصیرت پر اور اُن

۱۔ کشف المحجوب، ص290۔

کی کامیاب تعلیم وتبلیغ پر کہ اِس مختصر کلام ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ ''میں سلوک فی طریقۃ الدین کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے کیوں کہ سلوک فی طریقۃ الدین کے بنیادی مقاصد صرف دو (۲) ہیں۔جن کی تعبیر صلاح عقیدہ و صلاح العمل سے کی جاتی ہے یا اسلامی عقیدہ وعمل میں اخلاص کے ساتھ پختگی پیدا کرنا کہتے ہیں۔جیسے حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے مکتوبات میں فرمایا ہے:

''بعد از تحصیل دو جناح اعتقادی وعملی اگر توفیق ایزدی جل سلطانہ رہنمونی فرماید سلوک طریقہ علیہ صوفیاء است نہ ازبرائے آں غرض کہ شیئی زائد از آں اعتقاد وعمل حاصل کنند وامر مجدد بدست آرند بلکہ مقصود آنست کہ نسبت بمعتقدات یقینی واطمیانی حاصل کنند کہ ہر گز بہ تشکیک مشکک زائل نہ گردد''(۱)

جبکہ بزرگانِ دین کے اِس فرمودہ میں یعنی ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ ''میں تمام اسلامی عقائد آ گئے اور دوسرے فرمودہ یعنی ''افضل العمل حفظ الحال''میں تمام اسلامی اعمال آ گئے تو ظاہر ہے کہ اِن کے سوا تصوف وطریقت کسی اور چیز کا نام نہیں ہے۔یہ الگ بات ہے دورِ حاضر میں غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کے ہاتھوں بنے ہوئے ماحول میں پیری مریدی اور تصوف وطریقت کی بابت کچھ اور ہی تصور قائم کیا گیا ہے۔جس کا اسلام کیساتھ تعلق ہے نہ بزرگانِ دین کے ساتھ شریعت کے ساتھ کوئی واسطہ ہے نہ سلوک فی الدین کے ساتھ۔مجھے یہ لکھتے ہوئے قطعاً کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی کہ اگر حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت خواجہ خواجگان معین الدین حسن اجمیری اور حضرت

۱۔ مکتوبات،دفتر اول،حصہ چہارم،مکتوب نمبر266۔

مجدد الف ثانی جیسے عظماء اسلام اپنے نام کی سوداگری کرنے والے اِن جھتوں کے کردار کو دیکھتے تو اِن کے خلاف نہی عن المنکر کرنے کو اولین ترجیح بنا لیتے کیوں کہ اپنے اپنے اوقات میں اِن مقدس محافظین اسلام نے اِن سے کم جعل سازوں کو برداشت نہیں کیا تو اِن کو کب برداشت کریں۔ جیسے حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے وقت کے غیر معیاری مشائخ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''زهدک عَلَی ظَاهِرِکَ وَبَاطِنِکَ خَرَابٌ کَبِیَاضِ عَلَی بَیْتِ الْمَآءِ''(۱)

یعنی اے بے حقیقت پیر بظاہر تو زاہد بنا پھرتا ہے جبکہ تیرے اندرون ایسا خراب ہے جیسے باہر سے سفید کیا گیا بیت الخلاء۔

حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے ایسے گمراہوں پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

''واکثر جهلائے صوفی نمائے این زمانه حکم علماء سؤ دارند فساد اینها نیز فساد متعدی است''(۲)

حقیقت یہ ہے کہ علم الحال اور حفظ الحال بالترتیب استقامت فی الدین کی بنیاد اور مقصدِ اسلام ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق حال کی اس تشریح اور وضاحت کے بعد مناسب سمجھتا ہوں کہ فقہاء کی زبان میں استعمال ہونے والے حال کی بھی وضاحت کی جائے۔ اِس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ لفظ حال میں اُس کے اصل یعنی ''ح، و، ل'' کے اعتبار سے دو باتیں معتبر ہیں، جن میں سے ایک تحول وتغیر ہے۔ یعنی کسی چیز کی ہیئت و کیفیت میں تغیر وتبدیلی آنا۔ جبکہ دوسری بات کسی چیز کی مخصوص صفت کے لیے استعمال ہونا ہے۔ لفظ حال کے حوالہ سے عربی لُغت کی سب کتابوں میں ان دونوں باتوں کو معتبر سمجھا

۱۔ الفتح الربانی، ص32۔

۲۔ دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر47۔

گیا ہے۔مثال کے طور پر مفردات القرآن للا صفہانی میں ہے؛

''اَصْلُ الْحَوَّلِ تَغِیَّرُ الشَّیْءِ وَانْفِصَالُهُ عَنْ غَیْرِهٖ وَبِاعْتِبَارِ التَّغِیِّرِ قِیْلَ حَالَ الشَّیْءُ یحولُ حَوْلًا''

اوراس کے ایک صفحہ بعد دوسری بات کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے؛

''وَالْحَالُ تَسْتَعْمَلُ فِی اللُّغَةِ لِلْصَفَةِ الَّتِیْ عَلَیْهَا الْمَوْصُوْفِ''

اہل علم جانتے ہیں کہ کسی بھی فن کے اصطلاحی الفاظ میں اُس کے لُغوی معنیٰ کا ملحوظ خاطر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ایسے میں لفظ حال کے حوالہ سے صوفی اور فقہی اصطلاح کا بنیادی نکتۂ افتراق یہ ہے کہ صوفیاء کرام نے اس لفظ کو استعمال کرنے میں تحول والے معنیٰ کو پیشِ نظر رکھا ہے۔جیسے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں فرمایا ہے''فَالْحَالُ یُسَمّٰی حَالًا لِتَحَوُّلِهٖ''جبکہ فقہی اصطلاح میں مخصوص صفت معتبر ہے۔گویا علم الحال کا لفظ ان دونوں کے ہاں استعمال ہوتا ہے لیکن مفہوم میں فرق ہے۔مثال کے طور پر''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ''کا جملہ دونوں کی تعلیمات کا حصہ ہے،دونوں کی کتابوں میں موجود ہے اوردونوں کی تبلیغات کی بنیاد ہے۔ جبکہ اِس میں مستعمل لفظِ حال سے مراد مختلف ہے۔جس کے مطابق صوفیاءکرام کی مراد تحول والا وہ معنیٰ ہے جو مقام کے حصول سے پہلے ہوتا ہے،جس میں مقتضاءِ منزل اور نفس امارہ کی کشمکش ہوتی ہے،جس میں سالک فی الدین نفس امارہ پر فتح وغلبہ پانے کے بعد صاحبِ وقت اور صاحبِ مقام کے رُتبے پر فائز ہوجاتا ہے۔جبکہ فقہاء کرام کی مراد ہر وہ صفت یا عارضہ ہے جس میں انسان بالفعل وقت گزارر ہا ہوتا ہے جواُس کی پہچان اوروجہ شہرت ہوتی ہے،چاہے ہمیشہ اُسے درپیش ہو یا کبھی کبھار پیش آتا ہو،چاہے حقوق اللہ سے متعلق ہو یا حقوق العباد۔سے مثال کے طور پر اسلامی عقائد میں صحت واستقامت اپنے اندر پیدا کرنا

جو ہر مؤمن مسلمان کے لیے لازم ہے جس کا از روئے شرع کسی وقت بھی اُس سے جدا ہونے کا امکان نہیں ہے ورنہ مسلمان نہیں رہے گا یہ اُس کا حال بمعنی صفت ہے جس کو جاننا افض العلم ہے اور اُس کو داخلی وخارجی اور ماحولیاتی شیطانوں کی طرف سے پیش آنیوالے بادِ مخالف وتشکیکات سے بچا کر محفوظ رکھنا افضل العمل ہے یعنی ایسے شخص کو ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کے اسلامی اُصول کی پاسداری کرنے والا سمجھا جاتا ہے اور اللہ کے فرمان ''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ''(۱) کا مظہر قرار دیا جاتا ہے۔

اِسی طرح سلسلۂ عبادات میں بھی مثال کے طور پر جب ایک شخص نماز پڑھنے کی حالت میں ہو تو یہ اُس کی صفت ہے۔ اِس حوالہ سے نماز کے جملہ شرائط واسباب، ارکان و لوازمات کو جاننا۔ نیز جن حرکات سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جن سے مکروہ یا واجب الاعادہ ہو جاتی ہے اُن سب کو جاننا بھی اُس پر لازم ہے کیوں کہ جب تک نماز کے وقت داخل ہونے اور ختم ہونے کا اُسے علم نہ ہوگا کہ کب داخل ہوتا ہے تا کہ نماز شروع کی جا سکے اور کب ختم ہوتا ہے تا کہ فوتگی پر یقین اور قضاء کے لازم ہونیکا احساس ہو سکے۔ اِسی طرح طہارت بدن، طہارت لباس اور جائے نماز کی طہارت پر جب تک یقین نہ ہوگا اُس وقت تک نماز کی حالت میں ہونا اُس کا نماز کی صفت کیساتھ موصوف ہونا اُس کا ممکن نہیں ہوگا۔ لہٰذا جب تک نماز کی حالت وصفت میں ہے اُس وقت تک دوسرے تمام قابلِ انفکاک احکام وفرائض سے قطع نظر کر کے صرف اسی کا علم اُس شخص کے حق میں ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ'' ہے جس کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ'' کے اُصول پر عمل کر رہا ہے۔ جب نماز کے جملہ لوازمات کو بمع ارکان ومفسدات کے جان چکا ہے تو اِس کے بعد

۱۔ الاحقاف،13۔

کسی رُکن کو چھوڑنے یا نماز کے منافی کسی قول وعمل کے ارتکاب کرنے سے اجتناب کر کے اس حال وصفت کو فساد سے بچا کر محفوظ کرنا اور اختتام کے ساتھ ہمکنار کرنا اِس حال کا افضل العمل ہے کہ اُس کے متعلق ''اَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کے اُصولوں پر عمل کرنے کا اطلاق درست قرار پاتا ہے۔

عبادات کی طرح معاملات کے حوالہ سے بھی یہی حال ہے کہ جس شعبہ کے ساتھ بھی منسلک ہو اور جس حالت وجس صفت میں بھی مشغول ہو اُسکے متعلق جائز وناجائز، حلال وحرام کی تمیز کو جاننا فرض ہے اور اُسکے بعد فساد وحرام سے بچا کر حلال وجائز طریقے سے اُسے چلانا وقت کا فریضہ ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص کسی خاص صنعت کے ساتھ وابستہ ہے تو سب سے پہلے اُس کے جائز یا ناجائز ہونے کا علم ہونا ضروری ہے تاکہ جائز کو اختیار کر سکے اور ناجائز سے اجتناب کرے اور جائز سمجھ کر کسی شعبۂ صنعت کو اختیار کرنے کے بعد اُس کے متعلق جائز وناجائز اور حلال وحرام کے حوالہ سے شرعی احکام کو جاننا بھی ضروری ہے۔ اِس کے بعد حرام وناجائز طریقوں سے بچا کر جائز راستوں پر اُسے چلانا دوسرے درجہ کا فریضہ ہے۔ جن میں سے پہلا علم کے حوالہ سے وقت کا افضل ترین وظیفہ ہے اور دوسرا عمل کے اعتبار سے اُس کے وقت وحال کا بہترین کردار ہے۔ یعنی ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کے دونوں فضیلتوں کے پانیوالے یہ سعادت مند انسان قوتِ فکری وعملی دونوں میں ''افضل الحال'' ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس انسان جس حال اور جس صفت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر شدہ جس مذہبی یا دُنیوی جائز مشغلہ میں بھی ہو وہ اس کا حال اور یہ اُس شغل کے حوالہ سے صاحبِ حال کہلاتا ہے۔ اس پر اپنے اس حال وصفت اور شغل وفریضہ کے حوالہ سے علم وعمل دونوں فریضے عائد ہوتے ہیں یعنی ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کے فقہی اُصول

کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ اسلام کا وہ اُصول ہے جس میں فقہی اختلاف کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

صوفی حال اور فقہی حال کا فرق

حالِ صوفی کے رُتبے تک پہنچ کر صاحبِ حال ہونے کے لیے حالِ فقہی کے شرعی تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے جسکے مطابق کوئی شخص اُس وقت تک صاحبِ حال نہیں ہوسکتا جب تک فقہ کے مطابق ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ '' کے رُتبے پر فائز نہ ہو کیوں کہ فقہ کے مطابق ''عِلْمُ الْحَالِ ''اور''حِفْظُ الْحَالِ ''انسان کی قوتِ فکری و عملی کے کمالات ہیں جن کی تعبیر دوسرے الفاظ میں صحتِ عقیدہ و صحتِ عمل سے بھی کی جاسکتی ہے جو شریعت کی ظاہری صورت ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ سلوک فی الدین شریعت کے اِن دونوں حصوں کو یعنی اسلامی عقیدہ و عمل کو اخلاص کے ساتھ اپنے اندر پیدا کرنے کا نام ہے اور صوفی اصطلاح کے مطابق صاحبِ حال سالک فی الدین کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ فقہ کے مطابق علم الحال اور حفظ الحال کے اسلامی احکام پر عمل کیے بغیر تصوف کی دُنیا میں صاحبِ حال ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اور شریعت کے بغیر طریقت کا وجود نہیں ہے۔ اِسی نکتہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''کُنْ فِی تَصَرُّفَاتِکَ مَعَ شَمْسِ التَّوْحِیْدِ وَالشَّرْعِ وَالتَّقْوٰی فَاِنَّ ھٰذِہِ الشَّمْسُ تَمْنَعُکَ عَنِ الْوُقُوْعِ فِی شَبْکَۃِ الْھَوٰی وَالنَّفْسِ وَالشَّیْطٰنِ''(۱)

یعنی اپنے تمام اعمال میں توحید اور شریعت اور تقویٰ کی روشنی ساتھ لے کر چل یہ روشنی

۱۔ الفتح الربانی، ص 17، مطبوعہ مصر۔

تجھے خواہش نفس اور شیطان و نفس امارہ کے جال میں پھنسنے سے بچائے گی۔

اِس کے بعد فرمایا: ''تَفَقَّهُ بِالْفِقْهِ الظَّاهِرِ ثُمَّ اعْتَزِلَ اِلَی الْفِقْهِ الْبَاطِنِ اَعْمَلُ بِهٰذَا الظَّاهِرِ حَتّٰی یقربک الْعَمَلِ اِلٰی عِلْمٍ لَمْ تَکُنْ تَعْلَمَه''(۱)

یعنی شریعت کے ظاہری احکام کا علم سیکھنے کے بعد باطنی اعمال کا علم حاصل کرنے کے لیے یکسوئی اختیار کر، پہلے شریعت کے ظاہری احکام پر عمل کرتا کہ اپنے علم پر عمل کا کمال تجھے اُس علم تک پہنچائے گا جس کو اِس سے پہلے تُو نہیں جانتا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''اعمال را تصحیح وقتی میسر شود که اعمال را بشناسد و کیفیت هر عمل بداند و آن علم احکام شرعی است از نماز و روزه سائر فرائض و علم معاملات و نکاح و طلاق و مبایعات و علم هر چیز که حق سبحانه بر و واجب ساخته است و او را بدان دعوت فرموده است و ان علوم اکتسابیه است از آموختن آن هیچ کس را چاره نیست''(۲)

یعنی اعمال صالحہ اُس وقت درست ہو سکتے ہیں جب اُن کو جانا جائے اور ہر عمل کی کیفیت کی جدا جدا پہچان ہو جس کے لیے نماز، روزہ، نکاح وطلاق اور روزمرہ کے معاملات جیسے اُن تمام احکام کو جاننا ضروری ہے جنکے ساتھ انسان کو واسطہ پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے درست طریقے سے اُنہیں انجام دینے کا حکم دیا ہے اور شریعت کے اِن احکام کو جاننا تعلیم و تعلّم کی کُلفت اُٹھانے سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ جس سے بے پرواہی کی گنجائش

۱۔ الفتح الربانی، ص 47۔

۲۔ دُرّ المعرفه، دفتر اول، حصه اول، مکتوب نمبر 29، ص 80۔

کسی کے لیے بھی روا نہیں ہے۔

سچے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی اِن تعلیمات کی روشنی میں جب ہم مسلم معاشرہ میں تصوف وطریقت اور پیرومشائخ کے نام سے پھیلے ہوئے حضرات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔اس سلسلہ کے معروضی حالات کا یہ عالم ہے کہ جو جتنا بڑا شریعت ناآشنا ہو اُسے اتنا اونچا اُڑایا جاتا ہے، جو جتنا بڑا بدحال وبدعمل ہو اُتنا اُسے پہنچا ہوا خیال کیا جاتا ہے اور سلوکِ طریقت کو شریعت سے جدا کچھ اور ہی تصور کیا جارہا ہے جس کا تعلق اسلام سے ہے نہ بزرگانِ دین کی تعلیمات سے جبکہ کسی شریعت ناآشنا اور آلودۂ معصیت کو پیر بنانا تمام بزرگانِ دین کی تعلیمات میں ناجائز وحرام ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا؛

''پیر برائے آں غرض میگرند کہ دلالت بشریعت نمایند''(۱)

یعنی پیر اِس لیے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی رہنمائی کریں۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا؛

''مَنْ لَمْ یَکُنِ الشَرع رَفِیْقِہٖ فِی جَمِیْعِ اَحْوَالہ فَھُوَھَالِکٌ مِنَ الْھَالِکِیْنَ''(۲)

یعنی جس مدعی مشیخیت نے شریعت کو ہر حال میں اپنا رہنما نہیں بنایا تو وہ خود ہلاک ہے دوسروں کی فلاح کا کیا سبب بن سکتا ہے۔

شریعت کے برخلاف طریقت کے نام پر جن گمراہیوں کا بازار پیری مریدی کے نام سے گرم کیا جارہا ہے، خلقِ خدا کو شرعی احکام سے بیگانہ کیا جارہا ہے اور حقیقی بزرگانِ دین کے ساتھ تصوف وطریقت کی بدنامی کا جو سامان تیار کیا جارہا ہے وہ یہود ونصاریٰ کے

۱۔ مکتوب نمبر 41، دفتر سوم، حصہ ہشتم۔

۲۔ الفتح الربانی، ص 128۔

احبار و رہبان کی دجل کاریوں سے ذرّہ برابر مختلف نہیں ہے، ایسے میں اہل حق، اہل بصیرت اور حق شناس، حق بین علماء دین کی مسئولیت قرار پاتی ہے کہ اس گمراہی کے خلاف تبلیغ کو محراب و منبر کی ترجیح بنائے ورنہ اِن کا انجام گونگے شیطان سے مختلف نہیں ہوگا جس کے بارے میں روایت میں آیا ہے؛

''اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطٰنٌ اَخْرَسٌ''(۱)

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضوں سے خاموش رہنے والے گونگے شیطان ہوتے ہیں۔

فقیر اور عالِم دین کے تضاد کا اشتباہ

ہماری اِس تحقیق کے خلاف شاید کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو جائے کہ سلوک و طریقت اور زُہد و فقیری کا شریعت سے جدا ہونے کا تصور قدیم الایام سے چلا آ رہا ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم نے بھی کہا تھا۔

قال را بگذار مرد حال شو　　　پیش مرد کامل پامال شو

ظاہر ہے کہ جس قال کو چھوڑ کر صاحبِ حال ہونے کا مشورہ اس شعر میں مولانا روم نے دیا ہے وہ شریعت کے ظاہری احکام کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ نیز حضرت امام محمد سے اُنکے شاگردوں نے تصوف وزُہد میں کتاب تصنیف کرنیکی فرمائش کی جیسے تعلیم المتعلم میں ہے ''قِیْلَ لِمُحَمَّدِ ابْنِ الْحَسَنِ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَلَا تُصَنِّفُ کِتَابًا فِی الزُّهْدِ ''(۲) بات صاف ہے کہ اگر زُہد و تصوف کا شرعی احکام سے جداگانہ حقیقت ہونے

۱۔ التفسیر الکاشف، ج5، ص332۔

۲۔ تعلیم المتعلم، ص5۔

کا تاثر اُنکے ذہنوں میں نہ ہوتا تو اِس حوالہ سے مستقل کتاب لکھنے کی فرمائش کیوں کرتے؟ اِسی طرح بڑے بڑے مشائخ کی زبان سے شریعت وطریقت کی ایک دوسرے سے جدائی، ایک دوسرے سے نہ لگی اور ایک دوسرے کے متضاد ہونے کا سنا گیا ہے۔ نیز پیری مریدی کے شعبہ سے منسلک حضرات کی غالب اکثریت بھی اِسی تاثر کی بنا پر پیر ومشائخ کو علماء پر ترجیح دیتی ہے۔ ایسے میں تصوف وطریقت کو شریعت کے تابع بتانا کہاں کا انصاف ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی صوفیاء کرام اور بزرگانِ دین کے مطابق اسلامی تصوف اور پیری مریدی کا شریعت کے تابع اور شرعی احکام کے مطابق ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے جو سچا مسلمان ہوگا وہ اس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکے گا کیوں کہ شریعت نام ہے اسلامی احکام اور اُن کے علم وعمل کا جبکہ حقیقت نام ہے اس علم وعمل میں اخلاص کا اور اخلاص کے ساتھ اسلامی احکام کے علم وعمل حاصل کرنے کی درسگاہ کا نام طریقت ہے۔ جس پر گزشتہ سطور میں ہم بزرگانِ دین اور چاروں سلاسل کے مسلمہ اہل طریقت کے مکمل حوالہ جات درج کر آئے ہیں جبکہ اسلامی احکام کے بغیر طریقت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو پھر اِسے شریعت سے جدا ایک الگ چیز بتانے کا کیا جواز ہے۔ شاید ایسے معکوس ذہن والے گمراہوں پر رَد کرتے ہوئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

''کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْهَا الشَّرِیْعَۃُ فَهِیَ زَنْدَقَۃٌ''(۱)

یعنی جس حقیقت کو شریعت رَد کرے وہ زندیقیت ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت مجدد الف ثانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

''پیر برائے آں غرض میگرند کہ دلالت بشریعت نمایند''(۲)

۱۔ عوارف المعارف، ص72۔

۲۔ مکتوب نمبر41، دفتر سوم، حصہ ہشتم۔

سلسلہ چشتیہ کے حضرت ممشاد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

''اَدَبُ الْمُرِیْدِ حِفْظُ آدَابِ الشَّرْعِ عَلٰی نَفْسِہٖ''(۱)

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''اِذَالَمْ تَتبَعِ الْکِتٰبِ وَالْسُنَّۃِ وَلَاالشُیُوْخ الْعَارِفِیْنَ بِھِمَافَلَا تُفْلَح اَبَدًا''(۲)

چاروں سلاسل طریقت کے اِن ارشادات وتصریحات کی موجودگی میں طریقت کوشریعت سے جدایا شریعت کے متضاد ہونے کا قول کسی دین دار شخص کا عمل نہیں ہوسکتا بلکہ کسی مجنون کی بَڑ یا کسی بے دین کی شیطانی آواز سے خالی نہیں ہے۔(اَعَاذَنَااللّٰہُ مَنْہُ)

جہاں تک مولانا روم کے مذکورہ شعر سے استدلال کرنا ہے تو یہ محض کج فہمی ہے کیوں کہ دراصل مولانا روم نے اس شعر میں جھوٹے مدعیان ولایت اور واجبی شرائط کے بغیر پیر بننے والے گمراہوں کا رَد کیا ہے کہ سلوک فی الدین کی طریقت یہ نہیں ہے کہ حقیقی صوفیاءکرام سے منقول کچھ اصطلاحی الفاظ کو یاد کر کے خود کو اُن کا ہم مشرب وہم کار مشہور کیا جائے بلکہ حقیقی سلوک فی الدین کی طریقت میں منازل سلوک کی عملی تربیت ضروری ہے جس کے دوران سالکینِ طریقت کو حال کے امتحان کا سامنا کرنا ہوتا ہے جو خالصتاً باطنی اور وجدانی چیز ہے جس میں نفس امارہ اور منزل کے متضاد تقاضوں کی کشمکش کے دوران اپنی قوتِ فکری وعملی کو صرف اور صرف منشاء مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے تابع رکھ کر ہمہ تن بیدار رہنا ہوتا ہے۔ نفس امارہ کے ساتھ باطنی تصادم کے اس معرکہ میں مقتضاءمنزل کو کامیابی کے ساتھ ہمکنار کر کے صاحبِ حال بننے والے یہی سالکین صاحبِ وقت اور صاحبِ مقام کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں اور یہی صاحبِ کرامت ہوکر''مَنْ عَمِلَ بِمَاعُلِمَ وَرِثَہ اللّٰہ عَلِمَ مَا

۱۔ بحوالہ الرسالۃ القشیریہ، ص27۔

۲۔ الفتح الربانی، ص129۔

لَمْ یَعْلَمْ ''(۱) کے عظیم سے عظیم تر مراتب طے کرنے کے رُتبے پر فائز ہوتے ہیں۔ اِن ہی پر ''اَفْضَلُ الْعِلْمِ عِلْمُ الْحَالِ وَاَفْضَلُ الْعَمَلِ حِفْظُ الْحَالِ'' کے احکام صادق آتے ہیں۔ مولانا روم نے نہ صرف اس ایک شعر میں بغیر شریعت کے اہل طریقت بننے کے جھوٹے مدعیوں پر رَد کیا ہے بلکہ مثنوی شریف کے اکثر مقامات پر اُنہوں نے صاحبِ حال بننے کے بعد صاحبِ وقت وصاحبِ مقام کے رُتبے پر پہنچنے والے حقیقی اہل طریقت کی تعریف وتوصیف کرنے کیساتھ جھوٹے مدعیان طریقت کی بھی خبر لی ہے۔ جیسے ایک مقام پر جھوٹے مدعیان طریقت کی صحبت سے بچنے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اے بسا ابلیس روئی آدم ہست پس بہ ہر دستی نہ باید داد دست

الغرض مولانا روم کے مذکورہ شعر سے یہ استدلال کرنا کہ اُنہوں نے اپنے اس کلام میں ''قَالَ'' سے مراد قال اللہ وقال الرسول کے شرعی احکام لے کر اُنہیں چھوڑ کر صاحب حال بننے کا مشورہ دیا ہے۔ اُس عظیم روحانی شخصیت پر تہمت ہے۔ جہاں تک پیری مریدی کرنے والوں کا طریقت کو شریعت سے جدا کہنے کو اس کی دلیل بنانے کی بات ہے تو یہ شیطانی وسوسہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اِن شریعت نا آشناؤں کی زبان پر شیطان بول رہا ہوتا ہے۔ ایسے ہی گمراہوں سے متعلق امام احمد رضا فاضل بریلوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا ہے کہ شرعی احکام پر علم وعمل حاصل کیے بغیر پیر بننے والے شیطان کے مسخرے ہوتے ہیں، اُن کے الفاظ اِس طرح ہیں:

''بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے۔ منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے ''وَھُمْ یَحْسِبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صنعا'' اور وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔''

۱۔ شامی، ج1، ص18۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسی جاہلانہ باتیں جاہل ہی کر سکتے ہیں ورنہ جس کے دل میں ذرہ برابر نور معرفت موجود ہوگا وہ طریقت کو شریعت سے جدا اور شریعت کے بغیر کوئی پُراسرار چیز کہنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ بغیر واجبی شرائط کے پیر بننے والے غیر معیاری مشائخ اور اُن کے پھندے میں پھنسنے والے جاہل مریدوں کو تبلیغ کر کے اِس گمراہی سے نکالنا علماء حق کی شرعی ذمہ داری ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ گمراہی کی اِس روش کو پھیلانے میں علماء سوٗ کا بڑا ہاتھ ہے اگر دُنیا کے پجاری اِن گمراہوں کے ماحول میں دھواں دار تقریریں کر کے عوام کا رُخ اُن کی طرف نہ کریں اور اُن کی تقویت کا سامان نہ بنیں تو وہ کبھی بھی کھلے بندوں ایسی بے دینی پھیلانے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی جہلستان کے اسیروں کے ہاتھوں مسلم معاشرہ کو پہنچنے والے نقصان کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحبِ ہدایہ نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡفَ نے فرمایا تھا؛

فَسَادُ کَبِیۡرٌ عَالِمٌ مُتَھَتِّکٌ وَاَکۡبَرُمِنۡہُ جَاھِلٌ مُتَنَسِّکٌ

ھُمَافِتۡنَۃ عَظِیۡمَۃٌ لِمَنۡ بِھِمَافِی دِیۡنِہٖ یَتَمَسَّکٌ

قربان جاؤں صاحبِ ہدایہ کی اِس بصیرت پر ایسا لگتا ہے کہ جیسے اُنہوں نے پیر پرستی کی موجودہ اندھے پن کو دیکھ کر ہی اُسے مسلم معاشرہ کے لیے عظیم فتنہ قرار دیا ہے۔ اس سے بڑا اندھاپن اور کیا ہوگا کہ سلوک فی الدین کی جس طریقت کو جملہ اہل اللہ نے بلا اختلاف شریعت مقدسہ کا تابع فرمایا ہے اور شریعت اسلامیہ کے احکام پر اخلاص کے ساتھ علم و عمل حاصل کرنے کی تربیت گاہ ورستہ اور ذریعہ حصول قرار دیا ہے اُسی کو اُس کی بنیاد سے کاٹ کر اُس کے مقابلہ میں لایا جا رہا ہے اور اُسے اُس سے مافوق کوئی اور ہی چیز سمجھا جا رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں توہم پرست عوام طریقت کو افسون گاہ اور اہلِ بصیرت کہلانے والوں کو افسون گر ہونے کا تصور قائم کر کے گمراہ ہو رہے ہیں۔ شاید ایسے ہی قابلِ افسوس حالات کو دیکھ کر

سید مودودی نے موجودہ زمانہ کے تصوف کو افیون کے نشہ کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ جہاں تک اہل طریقت کو اہل شریعت پر اور پیر و مشائخ کو علماء دین پر ترجیح دینے، اُنہیں اونچا مقام دینے اور اُنکی زیادہ تعظیم کرنے سے پیدا ہونے والے اشتباہ کا سوال ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس معاشرہ میں ایسا ہو رہا ہے وہیں پر اہل طریقت و مشائخ کہلانے والوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

اول:۔ وہ حقیقی مشائخ ہوتے ہیں، یعنی طریقت کو راہِ عمل بنا کر عامل باشرع ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ بے عمل علماء کے مقابلہ میں ایسے حضرات بالیقین تعظیم کے قابل اور واجب التکریم ہوتے ہیں جس معاشرہ میں بے عمل علماء کی نسبت اُن کی زیادہ تعظیم کی جاتی ہے یہ حفظ مراتب پر عمل ہونے کے ساتھ مذہبی احکام کے عین مطابق ہے۔

دوم:۔ وہ نمبر دو پیر ہوتے ہیں جو واجبی شرائط کے بغیر مشائخ بننے والے منہ زور چالاک ہوتے ہیں یا عصری مشائخ کی غالب اکثریت کی طرح طریقت نا آشنا ہوتے ہوئے بھی عوامی پیر و مشائخ ہوتے ہیں۔ اس قسم مشائخ کو حقیقی علماء دین پر ترجیح دینا جہالت کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جس کی اجازت اسلام میں نہیں ہے۔

لہٰذا عوام کے ایک جاہلانہ عمل کو شرعی دلیل کے طور پر پیش کرنا بجائے خود گمراہی ہے، جس معاشرہ میں اس قسم غیر معیاری مشائخ کو علماء دین پر ترجیح دینے کی روایت ہو وہیں کے علماء حق پر لازم ہے کہ اُن جہلاء کی اصلاح کے لیے اس حوالہ سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں اور علماء کرام کا صحیح مقام و مرتبہ اور اُن کے واجب التعظیم ہونے کے شرعی احکام کا اظہار کریں لیکن اِس مسئولیت کی ادائیگی کے لیے اخلاص درکار ہے، دُنیوی اغراض سے پاک ذہن ضروری ہے اور لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر اِعلاء کلمۃ الحق کا جذبہ درکار ہے جو موجودہ معاشرہ میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ اِس حوالہ سے

علماء دین کہلانے والوں کی غالب اکثریت کا حال یہ ہے کہ اُن میں بعض اپنی کم مائیگی کیوجہ سے خاموش رہنے پر مجبور ہیں اور بعض اپنی جہالت کی بنا پر پیر پرست عوام کے رنگ میں رنگین ہو چکے ہوتے ہیں جبکہ بعض کثرت کے ساتھ اِس عوامی جہل کاری کو دیکھ کر مرعوب ہوتے ہیں۔

اِس پر مستزاد یہ کہ سیاست کو حدود اللہ کے تابع بنانے کے بجائے کچھ علماء سؤ ووٹ بینک بنانے کے لیے شرعی احکام کو مصلحتوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اس قسم گمراہیوں کے خلاف تبلیغ کرنے کی توفیق اُنہیں نصیب نہیں ہوتی۔ انجامِ کار اصحابِ محراب و منبر کہلانے والے یہ حضرات انجانے میں پیر پرستی کی اس اندھیر نگری کا حصہ بن جاتے ہیں، اپنا جائز منصب و مقام اُن نااہلوں کے سپرد کر کے خود اُن کے پیچھے چلتے ہیں اور پیشوا بننے کے بجائے جاہل پیروں کے مقتدی بن جاتے ہیں جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ جہالت نگری کے اِن معروضی حالات سے پیدا ہونیوالے اِس غیر شرعی کردار کو تصوف وطریقت کے نام سے شریعت پر فوقیت دینے کے لیے دلیل بنانے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

ایک غیر اسلامی تصور کو جائز ثابت کرنے کے لیے جاہلانہ کردار سے استدلال کرنے کی اجازت اسلام میں ہرگز نہیں ہے چاہے دُنیا بھر کے غیر معیاری پیر و مشائخ مریدوں کے ساتھ مل کر خیالی طریقت کے اِس غیر شرعی نظام کو شریعت سے افضل ثابت کرنے کی کوشش کریں تب بھی بیچارے عوام کو اور تو ہم پرست جاہلوں کو دھوکہ دینے کے سوا اور کچھ اُن کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاروں سلاسلِ طریقت کے اسلاف میں کسی ایک قابلِ ذکر ہستی کو بھی اپنا ہمنوا نہیں پائیں گے اور قال اللہ وقال الرسول سے اِس پر سند نہیں لا سکیں گے کیوں کہ علماء دین پر اِن بے حقیقتوں کی فضیلت تو دور کی بات ہے قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی تعلیمات میں تو باعمل علماء کرام کا رُتبہ گوشہ نشین حقیقی درویشوں سے بھی

زیادہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا:

''ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ''(۱)

یعنی پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کو شریعت کی تبلیغ کے لیے چُنا ہے تو اُن میں بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنیوالے ہیں اور اُن میں سے بعض درمیانہ حال ہیں اور بعض اُن میں اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں اُن پر یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔

جملہ معترضہ

قربان جاؤں حضرت ملک المدرّسین استاذی المکرّم مولانا عطامحمد بندیالوی نوّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف کے اندازِ تفہیم پر، اُن کے مشفقانہ اندازِ کلام پر اور اُن کی فیض رساں صحبت ومعیت پر کہ مختلف مکاتبِ فکر مدارس میں دو تین سال تک کتبِ فقہ پڑھنے کے باوجود جس مسئلہ پر ابھی تک تسلی نہ ہوئی تھی اُنہوں نے بغیر مجلسِ درس یوں ہی راہ چلتے چلتے ذہن نشین کرا لیا۔ ایک تمہیدی اور غیر مقصودی بات کے ضمن میں فلسفۂ منطقیہ کے کتنے عمیق حقائق تک پہنچا دیا۔ (فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرَ الْجَزَآءِ)

اِس واقعہ سے حضرت کی فیض رسانی، اُن کی معیت کی برکات، اُن کے حلقۂ درس وتدریس کے فیوضات وافادیت کا علماء کرام آسانی کے ساتھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کتنے باکرامت تھے، کتنے بڑے فیض رسان تھے اور کتنے عظیم المرتبت عالمِ دین تھے۔ خوش قسمت ہیں وہ حضرات جنہوں نے اس عظیم ولی اللہ کی صحبت پائی، ان کا درس لیا اور اِن کے

۱۔ فاطر،32۔

علوم وکمالات کے وارث بنے۔ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے جیسے ناکارہٗ خلائق کو الٰہیات کا تھوڑا بہت جو کچھ بھی حصہ ملا ہے اُس کا زیادہ تر حصہ اسی دَر سے ملا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے تحدیث نعمت کے طور پر عظیم خانوادۂ نبوت آل نبی اولاد علی، امام المسلمین حضرت امام جعفر صادق علی جدہ وعلیہ السلام کے حوالہ سے حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَکَ نُعْمَانُ''

یعنی اگر حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں دو سال نہ گزارتا تو جہالت کی ہلاکت میں گر گیا ہوتا۔

میں بھی اسی طرح اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت کے حلقۂ درس کے فیوضات و برکات اور علمی جواہر کے پھولوں سے اپنی جھولی بھرنے کی خاطر سیال شریف سے لے کر بندیال تک کی آج سے نصف صدی قبل کی رہائشی تکلیفوں کو برداشت نہ کیا ہوا ہوتا تو لاحاصل ہی رہتا۔ میں نے اگرچہ غزالی زمان سید احمد سعید کاظمی، امام العرفاء سید امام شاہ مہر آبادی، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا شمس الحق افغانی جیسے شہرہ آفاق اہل علم سے جزوی طور پر کافی کچھ حاصل کیا ہے تاہم رفقاء محترم حضرت مولانا عبدالحق جانشین حضرت استاذ استاذ نا یار محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف بندیال شریف، مولانا محمد اشرف سیالوی (مرحوم)، مولانا غلام محمد بلوچ جیسے زکی الطبع فضلاء وقت کی ہم درسی میں ان کے ہمراہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند بن کر حضرت کے حلقۂ درس سے چند سالوں تک جو مستفیض ہوا ہوں اُسی کو اصل سرمایہ حیات سمجھتا ہوں کہ اُسی کی بدولت اکابر کے نکات کو سمجھنے کے قابل ہوا، قرآن وحدیث کے لازوال معارف تک پہنچنے کا اہل ہوا اور اہل علم کی صفوں میں بیٹھنے کا مستحق ہوا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی تَوْفِیْقِہٖ)

لگتا ہے کہ جملہ معترضہ کے طور پر میں اپنے محسن و مہربان استاذ کے کمالات و احسانات کی مہک میں محو ہو کر کافی دور نکل گیا۔ دراصل موجودہ خانقاہی نظام کی کمزوریوں، بزرگان دین کے سجادّوں پر بیٹھے ہوئے حضرات کی کوتاہیوں اور پیری مریدی کی موجودہ مراسم کی بے حقیقتیوں سے متعلق میری طرف سے حضرت کے سامنے پیش کیے گئے مذکور الصدر چند سوالات کا حضرت نے جو جواب دیا میں نے اُسے نذر قارئین کرنا تھا تو انسانوں کے افراد کا باہمی بے مثل ہونیکا مسئلہ فقہی کتابوں کے مطابق مجھے سمجھانے کے بعد حضرت نے میرے اصل سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حیوان کے ماتحت دوسرے انواع کے افراد کا ایک دوسرے سے بے مثل ہونے کی طرح افراد انسان بھی ایک دوسرے سے بے مثل ہیں اور بزرگانِ دین کے سجادّوں پر بیٹھے ہوئے سجادہ نشین حضرات یا کسی صاحب مزار کے سجادہ نشین ہوئے بغیر جو حضرات پیری مریدی کرنا چاہتے ہیں وہ بھی انسان ہی ہوتے ہیں اور دوسرے انسانوں کا ایک دوسرے سے مختلف المزاج اور قوت فکری و عملی، زبان، اخلاق، اطوار اور اندازِ حیات میں مختلف ہونے کی طرح یہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔

فطری طور پر ہر صاحب سجادہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف سے بھی بڑھ کر کمال دِکھائے ورنہ اُن کی برابری سے نیچے تنزل کی طرف جانے کو تو کوئی ایک بھی پسند نہیں کرتا لیکن کسی کی خالی خواہش اور دلی تمناؤں پر کامیابی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے فطری صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے جس کسی کے اندر پیدائشی طور پر یہ صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ اُنہیں استعمال بھی کرے تو اُسی تناسب سے کامیابیاں بھی حاصل ہوتی ہیں ورنہ نہیں۔ بزرگان دین کی خانقاہوں پر یا اُن کے سجادوں پر جو سجادہ نشین حضرات بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اُن کا اپنے اسلاف کے نقشِ قدم کے مطابق ہونے یا نہ ہونے، شریعت و طریقت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے، روحانی ترقی میں اپنے اسلاف سے زیادہ ہونے،

برابر ہونے، کم ہونے یا لاشے ہو کر ننگِ اسلاف ہونے کا فلسفہ اِسی اُصولِ فطرت پر استوار ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر انسان کے اندر فطری طور پر تین قوتیں ہوتی ہیں:

❶ قوتِ عقل۔ ❷ قوتِ شہوت یعنی خواہشات۔ ❸ قوتِ غضب۔

اِن میں سے قوت عقلانی کا ذاتی رجحان صراط مستقیم کی طرف ہوتا ہے جس کے مظاہر شریعت و طریقت کی شکلوں میں دیکھے جاتے ہیں جبکہ اس کے مقابلہ میں قوتِ شہوانی و غضبانی کا ذاتی رجحان حرکتِ سفلی اور نفس امّارہ کی طرف ہوتا ہے جس کے مظاہر گناہ و معصیت کی صورتوں میں دیکھے جاتے ہیں۔

ایک کے مقابلہ میں دو کے اثرات ونتائج بھی زیادہ ہوتے ہیں لہٰذا اہل اطاعت کے مقابلہ میں اہل معصیت کا وجود بھی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ رہا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ''(۱)

یعنی میرے بندوں میں اطاعت گزار کم ہیں۔

یہ اطاعت گزار بندے وہی ہوتے ہیں جو اپنی قوتِ شہوانی وغضبانی کو قوتِ عقلانی کے تابع بنا کر زندگی کے جملہ پہلوؤں میں صراط مستقیم اختیار کیے ہوئے ہوتے ہیں اِن ہی کو قرآن شریف میں اصحاب یمین، قلب سلیم، عباد الرحمان اور اولیاء اللہ کے القاب کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ ان حضرات کی شرح وجود زندگی کے دوسرے شعبوں سے وابستہ لوگوں میں کم ہونے کی طرح خانقاہوں اور بزرگانِ دین کے سجادہ نشینوں میں بھی کم یاب ہونا باعث تعجب نہ ہونا چاہئے۔ حضرت اُستاذ مکرم نے مزید فرمایا کہ جو حضرات اپنے بزرگوں کے سجادوں پر بیٹھ کر اُن کے کردار کا عشر عشیر ادا کریں پھر بھی غنیمت ہے۔

حضرت کے اِن ارشادات کی روشنی میں خانقاہوں اور سجادہ نشینوں کے حوالہ سے نہ صرف

۱۔ السبا، 13۔

میرے مذکورہ سوالات کا جواب آ گیا بلکہ یہ حکیمانہ جملے پیری مریدی کے حوالہ سے ہر تلخ و شیرین کو پرکھنے کے لیے رہنما اصول بن کر ہمیشہ میرے پیش نظر رہتے ہیں جن کی روشنی میں اصلی ونقلی کو پرکھنے کی تفصیل میری نگاہ میں کچھ اس طرح ہے۔

غیر معیاری پیروں کے ماحول کا جھلستان

گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ روح تصوف اور جان طریقت کے منافی کردار کے حامل نمبر دو مشائخ کو بھی علماء سُوء کی طرح ہی زوال مسلم کے اسباب میں بڑا دخل ہے۔ اس کے ساتھ اُن کے حلقہ اثر سے مانوس یا اُن کے گیتی نما دام تزویر میں پھنسے ہوئے عوام پر پڑنے والے منحوس اثرات کی بابت بھی اپنے چند مشاہدات نذر قارئین کئے دیتا ہوں تا کہ اہل فہم کے لیے نصیحت و عبرت ہو سکے:

1968ء کی بات ہے پشاور کے ایک سادات گھرانے میں فوتگی ہوئی تھی تعزیت کی غرض سے وہاں پر گیا تھا اتنے میں اُن لوگوں کا خاندانی پیر جو صوبہ سرحد کا مشہور عالم وسید ہونے کے ساتھ ایک روحانی گھرانے کا چشم و چراغ بھی تھا تشریف فرما ہوئے جو نام سے مجھے جانتا تھا لیکن بالمشافہ جان و پہچان اِس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ تعزیتی دُعا کے بعد پیر صاحب نے متوفی کی موت کے اسباب کا پوچھا تو اُسکے وارث (جو عمر رسیدہ آدمی تھا) نے کہا کہ وہ عالم الغیب کو مسخر کرنے کا عمل کیا کرتا تھا جس پر وہ اُسے تنگ کیا کرتے تھے اب مار ڈالا۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنات کو مسخر کرنیکا عمل کیا کرتا تھا جس وجہ سے وہ اُسے تنگ کرتے تھے اب اُنہوں نے اُسے مار کر ختم کیا۔ جنات کو عالم الغیب کہنے کی غلط اعتقادی کا سن کر مذکورہ پیر صاحب اُسکی اصلاح کرنے یا اس کج اعتقادی سے اُس کو منع کرنے کی اپنی شرعی مسؤلیت کو انجام دینے سے قطعاً

خاموش رہا پیر و مرید کے اس ناروا کردار کو دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی کہ جنّات کو عالم الغیب کہنا شریعت کی رُو سے ناجائز ہے کیوں کہ عالم الغیب ہونا صرف اللہ کا خاصہ ہے اُسکے سِوا کوئی اور عالم الغیب نہیں ہوسکتا۔ میری بات کو کاٹتے ہوئے پیر صاحب اِس غیر شرعی جملہ کی توجیہ کرنے لگے کہ عالم الغیب کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور دوسری قسم مجازی جو اللہ کے سِوا کسی اور کو بھی کہا جاسکتا ہے۔ پیر صاحب کی اس اُوٹ پٹانگ توجیہ اور اپنے جاہل مرید کو خوش کرنے کے لیے شریعت کی پامالی کی جسارت کو دیکھ کر میری حیرت کی انتہا ہوئی۔

اس مشاہدہ سے قارئین کو ملنے والے سبق دو طرح کے ہیں۔ ایک مریدوں کے حوالہ سے، دوسرا اُن کے دُنیادار پیروں کے حوالہ سے۔ مریدوں کے حوالہ سے جو سبق مل رہا ہے وہ یہ ہے کہ نمبر دو پیروں کے جال میں پھنسنے کے نتیجہ میں اسلام کی بنیادی تعلیمات سے محرومی و ناواقفیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ خالق ومخلوق کی جدا جدا حیثیات وصفات اور اُس کے مطابق اسلامی عقیدہ اپنے اندر پیدا کرنے سے ایسی محرومی ہوتی ہے کہ غیر اللہ کو صفتِ الوہیت میں شریک سمجھ کر اُنہیں عالم الغیب کہتے پھرتے ہیں جبکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق عالم الغیب کا اطلاق اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی اور پر بہ اجماع المسلمین حرام وناجائز ہے، مفضی الی الشرک ہے اور غیر اسلامی حرکت ہے، قال اللہ وقال الرسول کی روشنی میں کسی بھی غیر اللہ کو عالم الغیب کہنا ایسا ہی ناجائز ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کو رحمۃ للعٰلمین کہنا ناجائز ہے۔ جیسے حقیقت ومجاز کی تفریق وتاویل کی ناکام کوشش کے ساتھ آنحضرت رحمتِ عالم ﷺ کے سوا کسی اور پر ''رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ'' کا اطلاق کرنا شرک فی الرسالۃ کے مترادف ہے ویسے ہی کسی بھی تاویل سے عالم الغیب کا غیر اللہ پر اطلاق کرنا شرک فی الالوہیت کے مترادف ہے جس کا قائل جملہ مکاتب فکر اہل اسلام میں کوئی انسان

نہیں ہے سنی نہ شیعہ، بریلوی نہ دیوبندی، اہلحدیث نہ اہل تقلید لیکن نمبردو مشائخ کی صحبت بد کا یہ منحوس اثر ہے کہ زاویہ ظلمت کے یہ اسیرِ جہل صفات خالق ومخلوق کی تمیز کرنے سے بھی قاصر ہیں صرف اتنا ہی نہیں بلکہ میں نے بہت سے ایسے مریدانِ باکدر دیکھے ہیں جو نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھ سکتے ہیں، طہارت کے مسائل اور حقوق اللہ وحقوق العباد کو جاننا تو دور کی بات ہے بلکہ سیدھی طرح کلمہ طیبہ پڑھنا بھی نہیں جانتے ہیں جس کی واحد وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان قابل رحم بیچاروں کو کسی پیر کے مرید ہونے کو ہی بخشش کا ذریعہ کہہ کر اسلام کے بنیادی مسائل سے بھی غافل رکھا جارہا ہے کہ اسی میں دُنیادار پیروں کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے اور اس راز کی پاسداری کے لیے ان کے غیر اسلامی عقائد واعمال کے جواز تلاش کرنے کے لیے اُوٹ پٹانگ تاویلات وتوجیہات پیش کرکے دین اسلام میں اشتباہ پیدا کیا جارہا ہے جو احبار ورھبان کے کردار کا عکس ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ''(۱)

یعنی اہل ایمان کو اُن احبار ورھبان کی طرح نہ ہونا چاہئے جو بالیقین ناواقف حال لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے منع کرتے ہیں۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ تصوف وطریقت کے اکابر شیوخ مثلاً ''حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین حسن اجمیری، داتا گنج بخش علی ہجویری اور حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَھُمْ جیسے بزرگان دین نے حلقہ پوشی کے جس اندازِ فکر کو لوگوں کی اصلاح عقیدہ وعمل کا ذریعہ بنا کر ہزاروں کج کلاہاں عالم کے علم دشمنوں کو علم دوست اور لاکھوں خداناشناساؤں کو خدا آشنا بنایا تھا۔ آج کل اُن ہی کے نام پر کچھ اور ہی کیا جارہا ہے

۱۔ التوبہ،34۔

تصوف وطریقت کا نام تو وہی ہے جبکہ کام بدل چکا ہے، اُن حضرات قدسیہ نے طریقت کے ذریعہ اسلام کا نور پھیلایا تھا خلق خدا کو علم کی روشنی دی تھی جبکہ اُن کے نام استعمال کرنے والے یہ جعل ساز خلق خدا کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی محروم کررہے ہیں۔

یہ ہوا میرے مذکورہ مشاہدہ سے نام نہاد پیروں کے پھندۂ استبداد میں پھنسے ہوئے مریدوں کی جہل آموزی کی ایک جھلک جس میں جہل کی لعنت سے بچنے کے خواہش مند مسلمانوں کے لیے درسِ عبرت ہے اور نام نہاد پیروں کے حوالہ سے جو سبق عام پیروں کی طرح جاہل محض نہیں بلکہ صاحبِ علم بھی ہے اور علم کا عوام ر رُعب ہوتا ہے ایک صاحبِ علم پیر کا مریدوں کی خواہش کے خلاف لب کشائی کرنے سے کترانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ پیری مریدی کے کاروبار کرنے والے نمبر دو مشائخ کے نزدیک اسلامی نظریات کی پاسداری نام کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ تو صرف اور صرف اپنے کاروبار کو تحفظ دینے کی فکر میں ہوتے ہیں اور ہر اُس کردار کو اپناتے ہیں جس سے اُن کے اِس گھناؤنے کاروبار کو وسعت ملے اگرچہ اسلام کا نقصان ہی سہی اور ہر اُس کردار سے پہلوتہی کرتے ہیں جس میں اُن کی دُنیاداری کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو چاہے اسلام کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

ناقص پیر کی بیعت حرام

قرآن وسنت کے یہ نصوص جہاں منصب ارشاد پر فائز بیعتِ طریقت دینے والوں کا رسول اللہ ﷺ کے نائب وخلیفہ ہونے کے ناطے سے اپنے مریدوں کے تزکیہ نفس اور روحانی تربیت وتعلیم کے مسئول وذمہ دار ہونے پر دلالت کررہے ہیں وہاں اس بات پر بھی دلالت کررہے ہیں کہ بدعقیدگی وبدعملی کی نجاستوں سے مریدوں کا تزکیہ نفس کرنے کی صلاحیت سے محروم وعاجز حضرات اس منصب کے اہل نہیں ہیں جس کا شرعی حکم ومنطقی نتیجہ

ایسے نااہلوں کو پیر و مرشد بنانے والوں کی جہالت و خطا کاری ہونے کے ساتھ اُن کے پیر بننے کی خیانت کاری کے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی پیری مریدی کے شرعی تقاضوں کو نبھانے سے محروم و عاجز سجادہ نشینوں اور پیروں کے مرید ہونیوالے لوگ جہالت و خطا کاری سے خالی نہیں ہیں جبکہ ایسے سجادہ نشین و پیر حضرات شریعت وطریقت کے مجرم و خائن ہونے کے جرم سے خالی نہیں ہیں۔ حضرت امام الاولیاء میر عبدالواحد بلگرامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے سبع سنابل میں صحیح پیر و مرشد کی مذکورہ شرائط بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''واگر در پیر ازیں ہر سہ شرائط یکی مفقود بود بیعت بااو جائز نہ باشد واگر کسی از سبب نادانی باٶ بیعت کردہ باشد باید کہ از آن بیعت بگردد''(۱)

پیر و مرشد ہونے کے لیے مذکورہ شرائط میں سے کسی پیر کے اندر اگر کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جاتی ہو تو پھر اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص نا سمجھی کی وجہ سے اُس کی بیعت کر چکا ہو تو اُس سے جان چھڑانا چاہئے۔

امام احمد رضا خان بریلوی نے اس آخری حصہ کے ترجمہ میں فرمایا:

''اگر کسی نے نادانستہ ایسے پیر سے بیعت کر لی تو اُس پر اُس بیعت کو توڑ دینا واجب ہے۔''

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نادانستگی میں کئے گئے اس گناہ سے بچنے کا واحد ذریعہ اُسے توڑنا ہی ہے۔ اُن لوگوں کی کم عقلی و بے بصیرتی پر ماتم کرنا چاہئے جو ایک طرف امام احمد رضا خان بریلوی کے ساتھ حُسن عقیدت رکھتے ہیں دوسری طرف اُنکی تعلیمات کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے نمبر دو پیروں کی پوجا پاٹ میں اپنا دین و دُنیا برباد کر رہے ہیں۔ حضرت امام الاولیا میر عبدالواحد بلگرامی نے مذکورہ عبارت میں مسند ارشاد سے قاصر

۱۔ سبع سنابل، ص45۔

اور لوگوں کو مرید کرنے کی شرائط سے محروم سجادہ نشینوں کو اُن کی اس غلطی پر تنبیہ کرنے کے ساتھ مسند ارشاد کے لیے دوسری شرط کی تفصیل اس طرح بتائی ہے:

''شرط دوم پیر آنست کہ عالم و عامل باشد بر جملہ عبادات و درادائے احکام قاصر و متہاون نبود و اگر بر انواع عبادات عالم نبود عامل نہ نتواں شد واز حد شرع بیفتد پس پیری را نشاید''

صحیح معنی میں پیر و مرشد بننے کے لیے دوسری شرط ایسا عالم باعمل ہونا ہے کہ شریعت مقدسہ میں مقررہ عبادات واحکام کی بجا آوری کرنے میں کمزوری وکوتاہی نہ کرے۔ جو شخص انواع عبادات کو نہ جانے وہ اُن پر عمل بھی نہیں کرسکتا جب عمل نہیں کرسکتا تو صحیح معنی میں پیر بننے کا اہل بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے حوالہ سے فرمایا:

''اِذَا وَجَدْتَ فِی قَلْبِکَ بُغْضَ شَخْصٍ اَوْحُبَّہٗ فَاَعْرِضْ اَفْعَالَہٗ عَلَی الْکِتٰبِ وَالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانَتْ مَحْبُوْبَۃً فِیْھِمَا فَاَحِبَّہٗ وَاِنْ کَانَتْ مَکْرُوْھَۃً فَاکْرِھْہُ لِئَلَّا تُحِبَّہٗ بِھَوَاکَ وَتُبْغِضَہٗ بِھَوَاکَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ''وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِہٖ''(۱)

جب تو اپنے دل میں کسی شخص کے متعلق محبت یا نفرت محسوس کرے تو اُس کے کاموں کو قرآن وسنت پر پیش کر کے دیکھ اگر اِن کے مطابق پسندیدہ ہوں پھر تو بھی اُسکے ساتھ محبت کر اور اگر قابل نفرت ہو تو بھی اُس سے نفرت کر، تاکہ اپنی خواہش کو کسی کے ساتھ

۱۔ الطبقات الکبریٰ، ج 1، ص 131۔

محبت اور کسی سے نفرت کرنے کا معیار نہ بنائے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نے اصلی پیر و مرشد کی عظمت شان بتانے کے ساتھ اللہ کے سچّے ولیوں کے لیے نا قابل انفکاک کرامات لازمہ کی بھی نشان دہی فرمائی ہے اُن کے درس توحید پر قربان جاؤں وہ فرماتے ہیں:

''اَلْوِلَایَۃُ ظِلُّ النُّبُوَّۃِ وَالنُّبُوَّۃُ ظِلُّ الْاِلٰھِیَّۃِ وَکَرَامَۃُ الْوَلِیِّ اِسْتِقَامَۃُ فِعْلٍ عَلٰی قَانُوْنِ قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ''(۱)

ولایت نبوت کا سایہ ہے اور نبوت الوہیت کا پرتو ہے اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اُس کا عمل نظامِ مصطفیٰ ﷺ پر مستقیم ہو۔

حضرت امام الاولیاء کے اس کلام سے مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت ہو رہی ہے؛

❶ اولیاء اللہ کا سلسلہ رحمت غیر منقطع ہے کیوں کہ وہ سایہ نبوت ہے اور سایہ نبوت نظام مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں تا قیامت قائم و دائم ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ کا سلسلہ رحمت بھی قیامت تک قائم و دائم رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ جیسے مرفوع حدیث میں آیا ہے:

''لَنْ تَزَالَ طَآئِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِی عَلَی الْحَقِّ مَنْصُوْرِیْنَ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ''(۲)

میری اُمت میں ایک طبقہ قیامت تک حق پر قائم و دائم رہے گا مخالف کی سازش اُس کے پایۂ استقلال کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

❷ اولیاء اللہ کی فکر و عمل منشاء الٰہی کے خلاف نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ واسطہ در واسطہ انجام کار سایہ رحمت الٰہی کا ظہور ہے اور سایہ رحمت الٰہی کا ظہور کبھی بھی منشاء الٰہی کے

۱۔ بھجۃ الاسرار، ص 39، مطبوعہ مصطفی البابی مصر۔

۲۔ ابن ماجہ شریف، ص 287۔

خلاف نہیں ہوسکتا۔

۳ اولیاء اللہ کی یقینی کرامت ان کی استقامت فی الدین ہے کیوں کہ یہ وہ کمال ہے جو جھوٹے دعویدارانِ ولایت کو نصیب نہیں ہوسکتا جبکہ اس کے علاوہ ہر طرح کے اُمور خارق عادت اولیاء الشیطان سے بھی ظاہر ہوسکتے ہیں گویا اولیاء اللہ کے لیے کرامات کے دو معیار ہیں اول عوامی معیار جس کے مطابق کسی ظاہری ناممکن بات کو ممکن کرنے والوں کو دیکھ کر عوام اُنہیں اولیاء اللہ سمجھتے ہیں لیکن اِس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ بہت سے بدعقیدہ و بدعمل گمراہوں سے بھی ایسے عجیب وغریب عمل صادر ہو سکتے ہیں بلکہ جوگی و بہرمن اور مشرکوں تک اعداء اللہ بھی مخصوص عمل اور سفلی عملیات کے ذریعہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن کسی بھی حوالہ سے دین اسلام کے متضاد معاشرہ و ماحول میں رہتے ہوئے استقامت فی الدین دکھانا انبیاء و مرسلین یا اُن کے متبعین اولیاء اللہ کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا شرعی معیار کے مطابق سچے اولیاء اللہ کے لیے یقینی معیارِ کرامت استقامت فی الدین ہی ہے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف اپنے اِس کلام میں شرعی معیار کے مطابق اولیاء اللہ کے لیے استقامت فی الدین کو بطور کرامت بیان کر کے دُنیا کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ وہ جس سعادت مند کو بھی استقامت فی الدین کے مرتبہ پر فائز پائیں تو اُنہیں واجب التعظیم اولیاء اللہ سمجھ کر اُن کا دامن فیض تھام لیں اس کے بعد اگر کچھ ظاہری اور محسوس امور خارِق عادت کا بھی اُنکے حوالہ سے مشاہدہ کریں تو اِسے بھی استقامت فی الدین کا ہی نتیجہ سمجھیں گویا سچے اولیاء اللہ سے کبھی کبھی عوامی معیار کے مطابق جو محسوس کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ بھی اصل کرامت واستقامت فی الدین کے نتائج وثمرات ہی ہوتی ہیں بخلاف اُن عوامی کرامات کے جو نمبر دو پیروں،

جادوگروں، جوگیوں اور جملہ اعداء الدین کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہیں کہ وہ استدراج، مخصوص تعلیم وتربیت یا سفلی عملیات سے خالی نہیں ہیں۔ لہٰذا اُنہیں کرامت کہنا بھی محض عوامی زبان ہے ورنہ شریعت کی رو سے ایسی گمراہیوں کو کرامت کہنا نتیجہ جہل ہونے کی بنا پر بجائے خود گناہ ہے گویا حقیقی اولیاء اللہ اور اُنکی کرامت اور عوامی اولیاء اللہ و کرامت کے مابین زمین وآسمان کا فرق ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے اس کلام میں سچے اولیاء اللہ کو اللہ کے رسول ﷺ کا سایہ اور اُنکی استقامت فی الدین کو اُن کی کرامت قرار دیکر عوامی معیار ولایت وکرامت سے بچنے کی تبلیغ فرمائی ہے، نمبر دو مشائخ سے دور رہنے کی تعلیم دی ہے اور

اے بسا ابلیس آدم روئی هست

پس بهر دستی نباید داد دست

کی نصیحت کو سمجھنے کی تلقین فرمائی ہے (فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ)۔

4 کچھ اہل علم کے مابین اولیا اللہ کی کرامت کا اختیاری یا غیر اختیاری ہونے میں نیز کرامت کا صاحب کرامت اولیاء اللہ سے جدا ہونے یا نہ ہونیکے حوالہ سے اختلافات مشہور تھے۔ حضرت امام الاولیاء کے اس کلام سے اِس کا بھی فیصلہ ہو گیا اور واضح ہوا کہ سچے اولیاء اللہ سے اُن کی بنیادی کرامت کبھی جدا نہیں ہوتی، نیز معلوم ہوا کہ شرعی معیار کے مطابق کرامت ہمیشہ اُن کے اختیار میں ہوتی ہے کیوں کہ یہ استقامت فی الدین ہے اور استقامت فی الدین نہ کبھی غیر اختیاری ہوتی ہے نہ کبھی جدا ہوتی ہے۔ سچ کہا گیا ہے ''کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْکَلَامِ''

قارئین کو غور کرنا چاہیے کہ صدیوں سے جن مسائل کو متنازعہ بنا کر ایک دوسرے کے متضاد تقریریں وتحریریں وجود میں لائی گئیں، کتابوں کے ہزاروں صفحات لکھے گئے پھر

بھی مسئلہ حل نہیں ہوا لیکن قربان جاؤں میں اپنے پیرومرشد امام الاولیاء پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے کمال علمی وانداز بیان پر کہ برہان فطری پر مشتمل اِس دعویٰ بادلیل کے مقدمات بدیہیہ فطریہ کے اندر فطری استدلال کے ایک ہی جملہ میں سب کے لیے قابل فہم فیصلہ صادر فرمادیا۔

ولایت وکرامت کے لیے شرعی معیار کے حوالہ سے اگرچہ حضرت امام الاولیاء کا یہ کلام جملہ اہل علم حضرات کی تسلی کے لیے کافی وشافی ہے تاہم مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے کچھ اور بزرگان دین کے فرمودات کو بھی نذر قارئین کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرت امام ابو القاسم قشیری نے الرسالۃ القشیریۃ میں حضرت بایزید البسطامی کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

''لَوْنَظَرْتُمْ اِلَی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَرتَقِیَ فِی الْھَوَآءِ فَلَا تَغْتَرُّوْبِہٖ حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَہٗ عِنْدَالْاَمْرِوَالنَّھِیِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَ آدَابِ الشَّرِیْعَۃِ''(۱)

اگرتم نے کسی ایسے خارق العادات دِکھانے والے شخص کو دیکھو جو ہوا میں اُڑنے کا کمال دِکھاتا ہے پھر بھی اُسے شریعت کے اوامرونواہی اور حدودُاللہ وآداب شرع کی پابندی کے حوالہ سے دیکھے بغیر کہیں دھوکہ مت کھاؤ۔

حضرت مجدّد الف ثانی فرماتے ہیں:

''بدانند کہ طی منازل وصول بآن ولایت نیز مربوط باعمال شریعت است''(۲)

سمجھنا چاہئے کہ عمومی ولایت کا حصول شریعت کی پابندی پر موقوف ہونیکی طرح خصوصی

۱۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص15، مطبوعہ مصطفی البابی مصر۔

۲۔ مکتوبات، ج2، ص 134، حصّہ نور الخلائق۔

ولایت کے منازل کا حصول بھی شریعت کے احکام پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔

اِس کے بعد فرماتے ہیں:

''اُمہات جمیع کمالات ولایت ونبوت احکام شرعیہ است کمالات ولایت نتائج صورت شریعت است و کمالات نبوت ثمرات حقیقت شریعت''(۱)

تمام کمالات ولایت و نبوت کی بنیاد احکام شرعیہ ہیں اس طرح کہ کمالات ولایت صورت شریعت ہیں تو کمالات نبوت شریعت کی حقیقت کے پھل وثمرات ہیں۔

حضرت ابو حفص عمر حدّ اد کے حوالہ سے امام ابوالقاسم القشیر ی نے لکھا ہے:

''مَنْ لَمْ یَزِنْ اَفْعَالَهُ وَاَحْوَالَهُ فِی کُلِّ وَقْتٍ بِالْکِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَلَمْ یَتَّهِمْ خَوَاطِرَهُ فَلَا تَعُدَّهُ فِی دِیْوَانِ الرِّجَالِ''(۲)

ولایت و بزرگی جو دعویدار بھی ہمہ وقت اپنے جملہ اعمال وحالات کو کتاب وسنت کے ترازو میں نہ تولتا ہو اور بتقاضاءِ بشریت دل پر آنے والے نامناسب خیالات کو مطعون ٹھہرا کر اُن سے نہ بچتا ہو تو اُسے مردانِ ولایت میں مت شمار۔

حضرت امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت بحر الحقائق ممدوح نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''اِعْلَمْ اَنَّ مَوَازِیْنَ الْاَوْلِیَآءِ الْمُکَمِّلِیْنَ لَا تُخْطِی الشَّرِیْعَةَ اَبَدًا فَهُمْ مَحْفُوْظُوْنَ مِنْ مُخَالَفَةِ الشَّرِیْعَةِ''(۳)

۱۔ مکتوبات، ج2، ص135، حصہ نور الخلائق۔

۲۔ الرسالۃ القشیر یہ، ص18۔

۳۔ الیواقیت والجواہر، ص26، مطبوعہ مصر۔

کامل ومکمل اولیاء اللہ یعنی سچے اولیاء اللہ کو پہچاننے کا معیار اُنکا پوری عمر شریعت کی خلاف ورزی سے بچنا ہے کیونکہ سچے اولیاء اللہ شریعت کے خلاف کاموں سے محفوظ ہی ہوتے ہیں۔

ایک خطرناک مغالطه کا ازاله

شریعت کی زبان میں اولیاء اللہ ہونے کے لیے اِس معیار کو پڑھنے کے بعد بہتوں کو اپنی پسند کے نمبر دو پیروں کے سچے اولیاء اللہ ہونے کا گمان ہوسکتا ہے کیوں کہ نمبر دو پیروں کی غالب اکثریت ہمارے مشاہدہ کے مطابق ایسے ہوشیار و چالاک دنیاداروں پر مشتمل ہے جو نماز و روزہ کی بھی پابندی کرتے ہیں، باریش بھی ہوتے ہیں، اپنے مخصوص ماحول میں وعظ و تبلیغ بھی کرتے ہیں اور ہاتھ میں تسبیح سر پر سنت عمامہ بھی سجائے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن کے ظاہری حالات کو دیکھ کر ناواقف حال حضرات کا ان کی بابت پابندِ شرع ہونے کا گمان ہونا فطری بات ہے بالخصوص ناپختہ علماء اور پابندیٔ شرع کی حقیقت سے ناواقف حال حضرات کا اس حوالہ سے مغالطہ کھانا اُنکی بے علمی کا نتیجہ ہے کیوں کہ اِن کوتاہ بینوں کی نگاہ میں تو اِن چند ظاہری باتوں کی پابندی کرنا ہی شریعت کی اتباع و دینداری اور پیر و مرشد ہونے کے لیے شرعی معیار و پرہیزگاری ہے، چنانچہ اِن نادانوں کی اِس پست معیاری و کوتاہ بینی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اِس ڈگر کے نمبر دو مشائخ بدمریدوں کی مجلس میں بیٹھ کر اپنے اعمال کو عین شریعت کہہ دیتے ہیں ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ'' جیسی حدیثوں کو اپنے مخالفین پر چسپاں کر کے ناواقف حال لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اِس پر مستزاد یہ کہ سچے صوفیاء کرام سے منقول کچھ اصطلاحی الفاظِ تصوف کو اُن کے حقیقی مقاصد تک پہنچے بغیر یاد کر کے جاہل مریدوں کی مجلسوں میں اپنے آپ کو مسلمہ بزرگانِ دین سے بھی بڑے بزرگ ظاہر کر کے تصوف کے ماہر ہونے کا تاثر دیتے ہیں۔

اِن معروضی حالات کے ہوتے ہوئے نمبر دو پیروں کو متبع شریعت و پابند سنت اور واقف رموزِ تصوف وطریقت تصور کرنا، اگر چہ ناپختہ علماء و ناواقف حال عوام کی ماحولیاتی مجبوری ہے کہ خربوزہ دوسرے خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، تاہم معاشرہ کے دوسرے افراد بھی اِس جہالت کی اندھیر نگری سے محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں گویا پابندیٔ صوم وصلوٰۃ، تسبیح و دستار، اور چغہ وجُبّہ جیسی چند ظاہری باتوں کا التزام کر کے پوری شریعت کی اتباع و پابندیٔ سنت کی دعویداری کرنے کا یہ طریقۂ واردات وہ خطرناک مغالطہ ہے جسکا ازالہ کر کے سادہ لوح علماء وعوام کو ایسے فریب کاروں سے بچانا، علماء حق کی شرعی ذمہ داری ہے، سچے مشائخ کی روحانی مسؤلیت ہے اور ہر واقف حال مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ تو اِس کے ازالہ کے لیے اتباع شریعت و پابندیٔ سنت کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس کو بھی اتباع شریعت وسنت کی صحیح سمجھ ہوگی اُسے نمبر دو پیروں کی اِس ظاہر داری سے کبھی مغالطہ نہیں ہوسکتا۔ یہ مغالطہ اُنہیں صرف اِس وجہ سے لگ رہا ہے کہ اتباع شریعت و سنت کے صحیح مفہوم کی سمجھ سے محروم ہیں لہٰذا اِس مغالطہ کا جواب صرف اور صرف اتباع شریعت وسنت کے مفہوم کو سمجھنے میں مضمر ہے۔ وہ یہ ہے کہ اتباع شریعت مأ مورات الٰہیہ کی بجا آوری اور منہیات الٰہی سے اجتناب کرنے کا نام ہے اور اِسی اِمتثال و اِجتناب کو رسول اللہ ﷺ کا کردار وسنت اور تعلیم ونظام ہونے کی نیت سے کرنے کا نام ہی اتباعِ سنت ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" (۱)

اے اہل ایمان: اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری اور اُس کے نواہی سے اجتناب کرو، نیز رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیمات وتبلیغات پر عمل کرو۔

۱۔ النساء، 59۔

نیز ارشاد فرمایا: ''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ''(۱)
یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنیکا تمہیں امر فرمایا ہے اُن کی بجا آوری کرو اور جن کاموں سے اجتناب کرنے کا فرمایا ہے اُن سے اجتناب کرو۔

قرآن شریف کے ان مقامات کو دیکھنے سے ہر خاص وعام پر واضح ہو رہا ہے کہ اتباع شریعت واتباع سنت ایک ہی حقیقت کی دو تصویریں ہیں۔ جن کے مابین اتحاد ذاتی و تغایر اعتباری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ''(۲)
یعنی تشریع وتبلیغ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ جو کچھ فرمارہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی وحی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

اِتباع شریعت و پابندیٔ سنت کے مابین اتحاد ذاتی کی اِس اہمیت کو مزید واضح کرتے ہوئے رب کریم جلّ مجدہ نے اِن دونوں پہلوؤں کے مابین حقیقی تفریق بتانے والوں کے کردار کو منافی ایمان قرار دینے کا اعلان فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًاO اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ''(۳)

قرآن وسنت کی تعلیمات سے جہاں اتباع شریعت وسنت کی وحدت واضح ہو رہی ہے وہاں احکام شرع کی وسعت حجم بھی معلوم ہو رہی ہے جو انسانی زندگی کے جملہ شعبہ

۱۔ الحشر، 7۔

۲۔ النجم،3 تا4۔

۳۔ النساء،151-150۔

ہائے حیات کو محیط ہیں لیکن افسوس کہ نمبر دو مشائخ اُنہیں چند ظاہری باتوں میں منحصر ہونے کا تاثر دے کر نا سمجھ دنیا کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ نماز، روزہ ریش و تسبیح، جیسے معدودے چند باتوں کی پابندی کر کے کُل شریعت محمدی کے متبع ہونے کا جھوٹ بول رہے ہیں اور اہل شرع کی گرفت سے بچنے کے لیے ظاہر داری کے اِن چند شعائر کو اپنا کر اندرونِ خانہ جھوٹ، بہتان بازی، غیبت، تکبر، دنیا کے حرص و لالچ، حسد و کینہ، ظلم و ریا کاری اور مکر و فریب جیسے کبیرہ گناہوں میں آلودہ ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اِس لیے ہو رہا ہے کہ ہوشیار دنیا دار عوام کی نفسیات کو جانتے ہیں کہ اندرون خانہ چاہے کوئی شخص سر سے لے کر پاؤں تک کبیرہ گناہوں میں ڈوبا ہوا کیوں نہ ہو نا پختہ علماء و عوام کو وہ ہرگز نظر نہیں آتا کیوں کہ اُن کی نگاہ میں معیارِ ولایت صرف اور صرف ظاہر داری ہے، مسواک و تسبیح ہے، نماز و روزہ کی پابندی ہے، ذکر و اذکار ہے، جُبہ و دستار ہے، گوشہ نشینی و رہبانیت ہے اور تصوف کے اصطلاحی الفاظ کا استعمال ہے۔ گویا یہ ہوشیار گندم نما جو فروش کوتاہ بینوں کی اِس جہالت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جبکہ شریعت و مذہب کی زبان میں اتباع شریعت و سنت اِسے کہا جاتا ہے کہ حقوق اللہ سے لے کر حقوق العباد تک، اوامر سے لے کر منہیات تک اور اسلام کے ظاہری حدود سے لے کر باطنی حدود تک کی پابندی کی جائے۔ جس کے مطابق مذکورہ چند ظاہری باتوں کی پابندی کرنے والا کوئی شخص بھی جھوٹ، ریا کاری، بدزبانی، تکبر و غیبت اور بہتان بازی جیسے کسی بھی کبیرہ گناہ میں آلودہ ہونے کے باوجود پابند شرع و متبع سنت ہونے کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا سلسلہ چلانے لگ جائے تو وہ بذات خود جھوٹا ہوگا۔ وہ تو کامل مسلمان کہلانے کا بھی قابل نہیں ہے چہ جائیکہ اِس عظیم مسند کے قابل ہو جائے۔ وہ تو خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے قابلِ اصلاح ہے یعنی علماء حق و سچے مشائخ پر فرض ہے کہ اُسے تبلیغ کر کے گناہ کبیرہ کی اِس آلودگی سے بچائے۔ پھر اسلام کا ایک ضروری حکم یہ بھی ہے کہ سچے

مسلمان ہونے کے لیے شریعت کے اِن چند ظاہری احکام پر عمل کرنے سے پہلے جھوٹ، غیبت، تکبر، بہتان بازی اور ریا کاری جیسے جملہ کبیرہ گناہوں سے توبہ واجتناب کرنا ضروری ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ''(۱)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ پہلے انہیں کبیرہ گناہوں سے پاک کرتے ہیں اُسکے بعد احکام شرع کی اُنہیں تعلیم دیتے ہیں۔

الغرض شریعت کی زبان میں متبع شرع یا پابند سنت کہلانے کے لیے جھوٹ، غیبت، بہتان، ظلم، تکبر، مکروفریب اور بدزبانی جیسے جملہ گناہ ہائے کبیرہ سے توبہ واجتناب کرنا اولین شرط ہے جس کے بغیر محض دستار و تسبیح، نماز و روزہ، حج وعمرہ، ذکرواذکار کے شغل کرنے سے شریعت و مذہب کی زبان میں کسی کو پابند شرع وسنت کہنا جائز نہیں ہے۔ اس حوالہ سے ناپختہ علماء وعوام کا مذکورہ معیار خلافِ حقیقت و منافی شریعت ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، لہٰذا اِس غیر حقیقی معیار کو مدار ولایت مشہور کرکے کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخصیات کو پیر بنانا، اُن کے ہاتھ پر بیعت ہونا اور اُنہیں مسند ارشاد کے قابل سمجھنا، یہ سب کے سب عوامی رواج ہیں۔ شریعت وطریقت اور تصوف وحقیقت کے ساتھ اِن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے حضرت امام الاولیاء میر عبدالواحد بلگرامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے سبع سنابل شریف میں پیری مریدی کرنے کے قابل حضرات کے لیے شرعی شرائط کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''اگر در پیر ازیں سہ شرائط یکی مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد اگر کسی از سبب نادانی با او بیعت کردہ

۱۔ الجمعہ، 2۔

باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد"(۱)

مولانا عبدالرحمٰن جامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اپنے سے پیشرو اولیاء کرام سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولی تا شریعت را بکمال نہ گیرد قدم در ولایت نتواں نہاد"(۲)

یعنی شریعت مقدسہ کے جملہ احکام پر عمل کئے بغیر کوئی شخص ولایت میں قدم رکھنے کے قابل نہیں ہوسکتا۔

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی نے میں مسند ارشاد کے قابل بننے کے لیے شرعی معیار کی تفصیل سے متعلق حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی تبلیغ اس طرح بیان فرمائی ہے:

"لَاتَرٰی لِغَیْرِ رَبِّکَ وُجُوْدًا مَعَ لُزُوْمِ الْحُدُوْدِ وَحِفْظِ الْاَوَامِرِ وَالنَّوَاھِیْ فَاِنِ انْخَرَمَ فِیْکَ شَیْءٌ مِّنَ الْحُدُوْدِ فَاعْلَمْ اَنَّکَ مَفْتُوْنٌ قَدْ لَعِبَ بِکَ الشَّیْطٰنُ فَارْجِعْ اِلٰی حُکْمِ الشَّرْعِ وَالْزِمْہُ وَدَعْ عَنْکَ الْھَوٰی لِاَنَّ کُلَّ حَقِیْقَۃٍ لَاتَشْھَدُ لَھَاالشَّرِیْعَۃُ فَھِیَ بَاطِلَۃٌ"(۳)

ریاکاری کی لعنت سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو خاطر میں نہ لا اسکے ساتھ شریعت کی جملہ حدود اور اوامر و نواہی کی پابندی بھی ضروری ہے اور اگر کسی حد شرعی کی پامالی میں مبتلا ہوا یعنی کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا تو سمجھ لے کہ فتنہ میں مبتلا ہوا اور شیطان کا کھلونا بن گیا ہے تو جلدی سے حکم شرعی کی طرف رجوع کر کے اُسکا التزام کر

۱۔ سبع سنابل شریف، ص43۔

۲۔ نفحات الانس، ص443م، مطبوعہ طهران ۔

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ج1، ص131، مطبوعہ مصر۔

اورخواہش نفس کوچھوڑدے کیونکہ جوکردارشریعت کے مطابق نہ ہووہ باطل ہی ہوتا ہے۔
حضرت پیران پیرشیخ عبدالقادر جیلانی کی طرح اور بھی جتنے سچے اولیاءاللہ گزرے ہیں اُن سب نے جھوٹ، غیبت، تکبّر، ظلم جیسے جملہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کواولین شرطِ ولایت قرار دیا ہے۔یعنی اِس قسم کبیرہ گناہوں میں مبتلا کسی چالاک شخص کی محض ظاہری حالات کودیکھ کر اُسے پابندشرع ومتبّع سنت گمان کرکے پیرومرشد بنانا قرآن وسنّت کے خلاف ہونے کے ساتھ جملہ سلف صالحین اور چاروں طریقوں کے مسلّمہ اولیاءاللہ کی تعلیمات کے بھی منافی عمل ہے جسے عوامی جہالت کہنے کیساتھ پیری مریدی کے نام پرگھناؤنا کاروبار بھی کہا جاسکتا ہے۔جبکہ شریعت وطریقت کے ساتھ اِس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔شرح عقائد نسفی میں ہے:

''اَلْوَلِیُّ هُوَالْعَارِفُ بِاللّٰهِ تِعَالٰی وَصِفَاتِهُ حَسْبَ مَایُمْكِنُ الْمَوَاظِبُ عَلَی الطَّاعَاتِ اَلْمُجْتَنِبُ عَنِ الْمَعَاصِی اَلْمُعْرِضُ عَنِ الْاِنْهِمَاكِ فِی اللِّذَّاتِ وَالشَّهْوَاتِ''(۱)

سچّا ولی اللہ اورمسندِ ارشاد کے قابل شخص وہی ہے جواللہ تعالٰی کی ذات وصفات سے متعلق حسب استطاعت علم رکھتا ہو، مأمورات شرعیہ پرہمیشہ دائم العمل ہو، گناہ کے کاموں سے محفوظ ہو، غیرضروری لذائذ وخواہشات نفس سے اجتناب کرتا ہو۔

ملاعلی القاری نے فرمایا:''فَاِنَّ الْوَلِّیَ مَنْ وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَلَمْ یَرْتَكِبْ شَیْئًامِّنَ الْمُحَرَّمَاتِ''(۲)

یعنی لوگوں کوبیعت دیکراُسکے شرعی تقاضوں کوپوراکرنیوالاسچاولی اللہ وہی ہوسکتا ہے جو احکام شرع پرعمل کرنے میں ہمیشگی اختیارکرے اورکسی بھی حرام قول وعمل کاارتکاب نہ کرے۔

۱۔ شرح عقائد نسفی، ص61۔

۲۔ شرح فقه اکبر، ص148۔

سلف صالحین کی یہ تعلیمات وتصریحات دراصل قرآن شریف کی آیات کی تفسیر ہیں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اَلَآاِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" (۱)

لوگوں کو آگاہ ہونا چاہئے کہ بے شک سچے اولیاء اللہ نفس امّارہ کی خواہشات کے عدم حصول سے کبھی نہیں ڈرتے نہ اِن کی فوتگی پر کبھی غم کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان بھی لائے ہیں اور معصیتوں سے بھی بچتے ہیں۔

اِس آیت کریمہ میں لفظ "اٰمَنُوْا" کا تعلق قوت فکری کی سلامتی واستقامت کے ساتھ ہے جبکہ "وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" کے جملے کا تعلق قوت عملی کے اعتدال واستقامت کیساتھ ہے اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اِن دونوں لفظوں میں سچے اولیاء اللہ کا پورا تعارف آجاتا ہے اِسی وجہ سے اسلافِ کرام قدّس اللہ تعالیٰ اسرارَہم القدسیہ نے "وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ" کے صیغہ استمرار کو پیش نظر رکھ کر اولیاء اللہ کی تعریف میں فرمایا:

"اَلْوَلِیُّ مَنْ وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَلَمْ یَرْتَکِبْ شَیْئًامِنَ الْمُحَرَّمَاتِ"

یعنی سچے اولیاء اللہ عقیدہ کے بعد اطاعات پر ہمیشگی کریں اور کسی حرام قول وعمل کا ارتکاب نہ کریں۔

فتاویٰ شامی میں ہے: "فَیُشْتَرَطُ فِیْہِ کَوْنُہٗ مَحْفُوْظًا کَمَایُشْتَرَطُ فِی النَّبِیِّ کَوْنُہٗ مَعْصُوْمًا" (۲)

سچے ولی اللہ ہونے کے لیے کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونا شرط ہے جیسے پیغمبر کے لیے معصوم ہونا شرط ہے۔

۱۔ یونس، 62-63۔

۲۔ فتاویٰ شامی، ج1، ص43۔

حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نوّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فرمایا ہے:

''لِاَنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ مَحْفُوْظُوْنَ عَنْہُ''(۱)

یعنی سچے اولیاء اللہ کا کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہونا شرط ولایت ہے۔

قرآن وحدیث ،فقہاء کرام اور جملہ سلاسل ہائے طریقت وتصوف کے مسلّمہ بزرگوں کے اِن اقوال وتعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ سچّے اولیاء اللہ کی جھوٹی مدّعیان ولایت سے تفریق کی جائے، سچی ولایت کے لیے شریعت کے مقرر کردہ اِس غیر متنازعہ معیار کے مطابق پورا اُترنے والے حضرات کو صحیح معنی میں اولیاء اللہ سمجھ کر اُن کے دامن فیض کو تھاما جائے ،جھوٹوں ،فراڈیوں اور نمبر دو ظالموں کی تفریق کرکے اُن کے دام تزویر سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچایا جائے تا کہ حق تبلیغ ادا ہونے کے ساتھ ساتھ سچّے اولیاء اللہ کا تقدّس بھی محفوظ ہو سکے ،جعل سازوں کی کارستانیوں کی وجہ سے جو بدنامی ہو رہی ہے اُس کے منحوس اثرات سے اصل کو بچایا جاسکے اور سچّے اولیاء اللہ کی تعلیمات وتبلیغات سے مستفیض ہونے کی راہ میں حائل اِن جراثیمی رکاوٹوں کو منہدم کرکے خلق خدا کو اصل سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا جاسکے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کرے کون؟

جعلی پیروں کا علماء کو استعمال کرنا

مغرب سے آئی ہوئی جمہوریت کے ستونوں پر قائم ہونے والی حکومتوں کی اوّلین ترجیح تحفظِ اقتدار ہونے کی وجہ سے اُن کی نگاہ میں مذہبی مسائل کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی اُن کی نظر صرف ووٹ بنک بنانے پر محدود ہوتی ہے۔اُنہیں ووٹ دیکر جتوانے والے مذہب کے حوالہ سے چاہے جو کچھ بھی کریں اُنہیں روکنے ٹوکنے کی جرأت اُن میں

۱۔ المبداء والمعاد،ص23۔

نہیں ہوتی۔تقریباً یہی حال اصحاب محراب ومنبر (علماء کرام) کا بھی ہے کہ طوائف المذہبی کی پراگندگی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کسی بھی جماعت کے ساتھ وابستہ حضرات اپنی ڈیڑھ اینٹ مسجد کے مفادات کے خلاف تبلیغ کرنے کی جرات نہیں کرسکتے ہیں چاہے اُن کی جماعت والے بڑی سے بڑی بے اعتدالیوں وگمراہیوں میں مبتلا کیوں نہ ہوں حالانکہ اس سے بھی کم غلطیوں کی بناپر وہ اپنے مخالفین کوواجب القتل قرار دیتے نہیں تھکتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نمبر دو پیروں کے پھلنے پھولنے اور روز افزوں ترقی کرنے میں جیسے اُن کی اپنی کاروباری محنت وجان فشانی اور عوام کی ضعیف الاعتقادی وتوہم پرستی کو بڑا دخل ہے اسی طرح علماء دین کا طوائف المذہبی وفرقہ پرستی کے غیر اسلامی ماحول کا اسیر ہونا بھی اس ناسور کے حجم کے بڑھنے کا بڑا سبب ہے کیوں کہ اِن مسالک کے اندر موجود اصحاب محراب و منبر وہنرمندانِ تقریر وتحریر کی توانائیوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کو نیچے دکھانے، گرانے اور پچھاڑنے کی فساد کاریوں میں مصروف دیکھ کر پیری مریدی کے روپ میں جعل سازی کرنے والے یہ بیوپاریاں خسران تین طرح کے فوائد اُٹھاتے ہیں:

اوّل:۔ جس معاشرہ کے وہ جنم ہوتے ہیں خود کو اُسی مسلک ونظریہ کا وفادار ظاہر کر کے اُن کی مذہبی ہمدردیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

دوم:۔ اپنی بدعت کاریوں اور گمراہیوں کی نشاندہی کر کے اُنکے خلاف تبلیغ کرنے والوں کومسلکی مفادات کے متضاد مشہور کر کے اُن کی زبان بندی کراتے ہیں گویا ماحول کے ہاتھوں لاچار کر کے اُنہیں گونگا شیطان بننے پر مجبور کر لیتے ہے (اِلَّامَاشَآءَ اللّٰهُ وَ قَلِيْلٌ مَّاهُمْ)

سوم:۔ مختلف مسالک کے اندر موجود حق شناس وحق گو علماء ومشائخ کے متوقع اکٹھ کو اپنے گھناؤنے مفادات کیخلاف سمجھ کر دوسروں کے خلاف طرح طرح کا منفی پروپیگنڈہ

کرتے ہیں، ناکردہ الزامات لگاتے ہیں اور قابلِ نفرت باتیں اُن کی طرف منسوب کر کے بین المسالک بُعد ونفرت کے دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرتے ہیں تاکہ اِن مسالک کے علماء ومشائخ کو مل بیٹھنے کا، ایک دوسرے کے موقف ودلائل کو سننے کا اور افہام وتفہیم کے مثبت اندازِ عمل سے اختلافات کو کم کرنے کا یا دائرہ تہذیب وعلم میں لانے کا موقع ہی میّسر نہ آنے پائے۔

یہ وہ راز ہے جس کے مطابق ''لڑے علماء کھائے ہم'' کے فارمولہ پر یہ لوگ عمل کررہے ہیں پھر یہ بھی ہے کہ حق گو حق شناس اور حق بین علماء ومشائخ کا وجود مسعود ہر مسلک کے اندر کمیاب ہے۔ اِس قلیل الوجود گوھرِ نایاب کے مقابلہ میں علماء سُو کی ہر طرف بھرمار ہے جن کی راہ حق میں گونگی زبانوں کو اپنی دوکان خسران میں مال ڈالنے کے لیے گویا کرنا اِن مذہبی جعل سازوں کی دیرینہ روایت ہے نمبر دو پیر جب چاہتے ہیں حسب منشاء انہیں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں دھتکارتے ہیں۔ علماء سُو کے اِس گندہ عنصر کے تمام افراد علمی وقار، حق شناسی وحق گوئی کی توفیق سے محروم ہونے میں یکساں ہونے کے باوجود علمی کردار کے حوالہ سے ہمارے تجربہ کے مطابق تین طبقوں میں تقسیم ہیں۔

جعلی پیروں کے ہاتھ استعمال ہونیوالے علماء:۔ اِن میں تین طبقے ہیں:

پہلا طبقہ:۔ جو اِن فراڈیوں کے اندرون سے واقف ہے لیکن خوف خدا سے خالی اور دُنیا کے پجاری ہونیکی وجہ سے ''**من ترا حاجی میگویم تو مرا ملا بگو**'' کے فارمولے پر عمل کررہے ہوتے ہیں۔ اِس فارمولہ سے اگر میں اپنے مشاہدات کا انکشاف کروں تو اِس کے لیے صفحات درکار ہوں گے۔

دوسرا طبقہ:۔ جو ظاہری حالات کے مطابق تو علماء دین کہلاتے ہیں لیکن درحقیقت صحیح

معنی میں علم دین سے نابلد ہونے کی بنا پر نمبر دو پیروں کے حوالہ سے وہ ضعیف العقیدہ اور توہم پرست عوام سے کم نہیں ہیں جس وجہ سے یہ لوگ اِن ہوشیار دُنیاداروں کے بے دام غلام ہوتے ہیں، ان کے ادارہ تشہیرات بلکہ مجسمہ تشہیر ہوتے ہیں۔ ہوشیار پیر اِن عالم نما جہلاء سے دو طرح کے فوائد اُٹھاتے ہیں:

پہلا فائدہ:۔ اُن کے نفسیات کے مطابق اُنہیں دوسروں کے سامنے بڑھا چڑھا کر، علامہ، فہامہ، مستند و فاضل طرح طرح خلاف حقیقت القابات کے ساتھ یاد کر کے اپنے ساتھ اُن کے ارتباط کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

دوسرا فائدہ:۔ نرے جہلا و عوام اُنہیں دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں کہ اگر یہ سچّے اولیاء نہ ہوتے تو فلاں فلاں مولانا صاحبان اُسکے مرید نہ ہوتے، اُس کی تعریف کا گُن نہ گاتے اور اُس کی وفا پانے کے لیے اپنے والدین اور مذہبی استاذ و مرشد کے ساتھ بے وفائی کرنے کی لعنت اپنے سر پر نہ لیتے۔ سچ کہا گیا ہے:

''لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَبَطَلَتِ الْحِکْمَۃُ''

یعنی اِس طرح کے بیوقوف توہم پرستوں کا اگر وجود نہ ہوتا تو ہوشیار لوگوں کا معاملہ ہی ٹھپ ہو کر رہ جاتا۔

تیسرا طبقہ:۔ اُن مردہ دل، بے ضمیر ابن الوقت گندم نما جو فروشوں پر مشتمل ہے جو ہر طرف سے اُٹھنے والی ہوا کے ساتھ اُڑنے والے خس و خاشاک کی طرح ہر ماحول کی آواز میں آواز ملاتے ہیں، نائلون کی جُراب ہیں جو ہر پاؤں میں فٹ ہوتے ہیں۔ میں اپنی مخصوص اصطلاح میں ایسے حضرات کو ''ڈوڈی بندی'' کہا کرتا ہوں جس کا پس منظر یہ ہے کہ عرصہ نصف صدی سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ اِس خطہٗ ارض میں مختلف مسالک

شیعہ، سنی، اہل تقلید، اہل حدیث اور دیوبندی ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما چلے آ رہے ہیں جن میں سے ہر ایک کے مخصوص نظریات ہیں چاہے درست ہو یا غلط۔ بہر حال اِن مسالک کی طرف منسوب تمام حضرات اپنے مذہبی نظریات کے پابند ہوتے ہیں، اُنکے لیے جیتے ہیں، اُن کے لیے مرتے ہیں اور اُن کے لیے مخالفین سے لڑائیاں بھی لڑتے ہیں۔ اِسکے باوجود اِن سب میں کچھ حضرات ایسے بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا پیش نظر صرف اور صرف روٹی ہے، دُنیا کمانا ہے، نفس امّارہ کی خواہشات کو پورا کرنا ہے چاہے جہاں سے بھی حاصل ہو جائے اُنہیں اِس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اگر بظاہر کسی خاص مسلک کے ساتھ اُنکی وابستگی معلوم ہو رہی ہے تو وہ بھی اِسی مقصدِ حیات کو پانے کے لیے ہوتا ہے کیوں کہ وہ ''ڈوڈئی بندی'' ہوتے ہیں۔

میرے ذاتی تجربہ کے مطابق نمبر دو پیروں کا مجموعہ ڈوڈئی بندیوں پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ علماءِ سُوٗ کا یہ تیسرا طبقہ اِس خصوصی وصف میں اُن کے ساتھ شریک ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماءِ سُوٗ کا یہ ناتواں طبقہ عوام کو روحانیت وتصوّف کے نام پر دھوکہ دینے کی استعداد سے محرومی کی وجہ سے پسماندہ رہ کر جعل سازوں کا حاشیہ بردار ہے۔ جبکہ دھوکہ بازی، مذہبی سوداگری اور خلقِ خدا کو روحانیت کے نام پر بیوقوف بنانے کی استعداد والے نمبر دو پیری مریدی کا روپ دھار کر سرمایہ دار بن رہے ہیں۔

ناقص مشائخ اور علماءِ سُوٗ کا سلسلۂ دراز

ولایت وکرامت کے حوالہ سے زمینی حقائق کے یہ تلخ تجربات کوئی نئے واقعات نہیں ہیں بلکہ جعل سازی کی یہ طویل داستان روزِ اوّل سے چلی آ رہی ہے۔ ہر اصل کی نقل ایجاد ہونے کی طرح فراڈیوں کی یہ ستم کاریاں بھی اُس وقت سے جاری ہیں جب سے سچے

اولیاء اللہ کے فیوض و برکات ،تعلیمات وتبلیغات کا فیض عام ہونا شروع ہوا تھا۔فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے زمانوں میں علماءحق وسچے مشائخ اِن گندم نما جوفروش فراڈیوں کے خلاف تبلیغ کر کے سادہ لوح لوگوں کو اِن سے بچایا کرتے تھے جبکہ ہمارے موجودہ دور میں اِس چیز کا فقدان ہے۔جس وجہ سے پہلے اَدوار کے مقابلہ میں اب اِنکی شرح وجود روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔مشہور اولیاء اللہ نے ہر دورِ تاریخ میں جعل سازوں کیخلاف تبلیغ کی ہے۔ موجودہ دور کے علماءحق اور سچے مشائخ کرام بھی اگر اِس فریضہ سے غفلت نہ برتے تو کافی حدتک اِس پر کنٹرول ہوسکتا ہے لیکن مذکورہ تلخ تجربات کی روشنی میں دور دور تک بظاہر اِسکی اُمید نظر نہیں آ رہی۔قربان جاؤں حضرت امام الاولیاء سید علی ہجویری داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے اندازِ تبلیغ وجرات پر کہ اُنہوں نے جس کمال سے اِس فریضہ کوانجام دیا اُس کی ایک جھلک ''کشف المحجوب'' کو دیکھنے سے عیاں ہورہی ہے۔مثال کے طور پر فرماتے ہیں:

''وجامهائے بے معاملت بر کذب ایشان منجر شود دآن ثوب زور باشد ولباس غرور وحسرت روز حشر و نشور''(۱)

اس کے بعد فراڈی پیروں کے خلاف تحریری تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنے پیرو مرشد کا ایک مشہور زمانہ مقولہ بیان کر کے سچے مشائخ کرام کو نصیحت کرنے کے ساتھ جعل سازوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چنانچہ آن پیر بزرگوار را گفتند ''لِمَ لا تلبسُ المُرقعة قال مِنَ النفاق اَنْ تَلبس لِباسَ الفِتیَانِ ولا تَدخُلَ فِی حَملِ اَثْقَالِ الفُتوة''(۲)

۱۔ کشف الحجوب،ص34۔

۲۔ کشف المحجوب،ص35-34۔

لوگوں کے پوچھنے پر کہ آپ مرقع لباس (اُس وقت کے پیروں کا مخصوص لباس) کیوں استعمال نہیں کرتے ہیں؟ جواب میں فرمایا کہ ان پاکیزہ ہستیوں کی صفات وکمالات کو اپنے اندر پیدا کیے بغیر محض اُن کے لباس میں ملبوس ہونا خالص منافقت ہے۔

قربان جاؤں سچے اولیاء اللہ کے فرامین وتبلیغات پر کہ اُنہوں نے کس حسین انداز میں دریا کو کوزہ میں ڈال کر پیش کیا۔ حضرت کے اِس کلام ''وَلَاتَدْخُلْ فِی حَمْلِ اَثْقَالِ الْفَتُوَۃِ''میں پیروں کے لباس میں ملبوس ہونے والوں کو اُن کی شرعی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے کہ سچے اولیاء اللہ ہونے کے جملہ شرائط کا متجمع ہوئے بغیر ایسا کرنا اللہ کے نزدیک رُوسیاہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ گویا اِس چھوٹے سے جملہ میں صحیح معنی میں پیرو مرشد ہونے کیلئے جتنی بھی شرائط ولوازمات ضروری ہیں اُنہیں جمع کرنے کیساتھ جھوٹ، تکبّر، بدزبانی، ریاکاری وغیرہ جملہ محرمات وکبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرائط کو بھی بیان فرما دیا ہے۔ (فَجَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ) بناوٹی پیروں پر رد کرنے کا اسلامی فریضہ انجام دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''واندرین زمانہ این گروہ بیشتر اندپس بر تو بادا کہ تا ہر چہ ازآن تونگر دد تو قصد آن نکنی کہ اگر ہزار بار تو بقبول طریقت کوشی چنان نباشد کہ یک لحظہ طریقت ترا قبول کند کہ این کار بخرقہ نیست بحرفت است چون کسی را طریقت آشنا بود وی را قبا چون عبا بود و چون کسی بیگانہ بود مرقعہ وی رقعتہ اِدبار و منشور شقاوت یوم النشور باشد''(۱)

۱۔ کشف المحجوب، ص 34۔

قارئین ہٰذا سے گزارش ہے کہ حضرت داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے اِس جامع کلام کو بار بار پڑھیں اور اِسکے مندرجات کے جملہ پہلوؤں پر غور کریں تا کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے (حضرت علی ہجویری نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے دور میں) بھی پیری مریدی کے نام پر فراڈ کرنیوالوں کے خلاف حضرت مرحوم کی تبلیغ کا انداز معلوم کر کے اِس موضوع کی اہمیت تک پہنچ سکیں۔ اِسی طرح مشہور و معروف مرحوم اولیاء اللہ میں وہ کون ہو سکتا ہے جس نے اپنے وقت کے جعل سازوں کے خلاف تبلیغ کر کے سادہ لوح علماء و عوام کا ایمان نہ بچایا ہو۔ حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کا اپنے وقت کے بڑے بڑے جعل سازوں کے خلاف تبلیغی فرائض انجام دینے سے کون واقف نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اپنے وقت کے اُن ناقص و نالائق پیروں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"باید کہ منظور نظر احوال و اعمال خود باشد و ملحوظ سکون و حرکت خود بود مبادا کہ ترقیات مریدان باعث توقفات پیران گردد و حرکت مسترشدان در کارخانہ مرشدان برودت اندازد و ازین معنی ترسان و لرزان باید بود و احوال و مقامات مریدان را دررنگ شیر و بہر باید دانست چہ جائے آنکہ با آنہا مفاخرت و مباہات باید کرد کہ مبادا ازین راہ دروازہ عُجب کشادہ گردد"(۱)

یعنی ہر پیر کو ہر وقت اپنے اعمال پر نظر رکھنا چاہئے (کہ کہیں کسی قول حرام یا فعل حرام کا ارتکاب تو نہیں کر رہا ہوں) ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی کچھ اچھائیوں کو دیکھ کر اُنہیں اپنا کمال ظاہر کرے یا اپنی کرامت مشہور کر کے دنیاداری شروع کرے جس سے سب کچھ

۱۔ مکتوبات حصّہ چہارم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر 238۔

سلب ہو جاتا ہے جس سے ہر وقت خائف رہنا چاہئے۔

اور پیری مریدی کو بطور کاروبار و پیشہ اختیار کرنیوالے جعل سازوں کو تبلیغ و تنبیہ کرتے ہوئے اپنے ایک کامل خلیفہ و مجاز حضرت میر محمد نعمان رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو بھیجے گئے مکتوب میں فرماتے ہیں:

''فکر کار خود باید کرد تا ایمان بسلامت ببرد اجازت نامہ و مریدان بکار نہ خواہند آمد درضمن کار خود اگر شخص بطلب صادق بیاید آن را تعلیم طریقت بکنند نہ آنکہ تعلیم طریقت را اصل کار بگیرند و معاملہ خود را تابع آن سازند آن خود سراسر ضرر و خسران است''(۱)

یعنی پیری مریدی کو کاروبار بنا کر بیٹھ جانا ایمان کے لیے سراسر نقصان و خسران ہے اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اِس اثنا میں اگر کوئی صادق طالبِ طریقت بیعتِ طریقت لینے کے لیے آ جائے تو اُسے طریقت کی تعلیم دینا چاہئے خلافت نامہ زیادہ بیچنے اور زیادہ لوگوں کو مرید بنانے پر فخر کرنا کام نہیں آئے گا۔

حضرت امام غزالی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے بھی اپنے وقت کے کاروباری پیروں کے خلاف اہل زمانہ کو بیدار کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنی متعدد کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے ''اَلْکَشْفُ وَالتَّبْیِیْنُ فِی غُرُوْرِ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنُ'' اُن کی وہ شہرہ آفاق کتاب ہے جس میں اُنہوں نے علماءِ سُو کے مختلف طبقوں سے لے کر فراڈی پیروں کے طریقۂ واردات کے مختلف پہلوؤں سے پردہ اُٹھایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اُس کے مطابق عوام کو تبلیغ کرنا وقت کی ضرورت اور علماء کرام کی مسئولیت ہے جس کے لیے لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر اسلامی جذبۂ ایمان کے تحت جرات درکار ہے جو فی زمانہ نایاب اگرچہ نہیں کم یاب ضرور ہے۔

۱۔ مکتوب نمبر228، حصّہ چہارم، دفتر اول۔

یہاں پر حضرت امام غزالی کی تصنیف احیاء العلوم کی ایک عبارت نذرِ قارئین کرنے پر اکتفا کرتا ہوں جس میں اُنہوں نے اُن جعل سازوں کے خلاف تحریری تبلیغ کر کے سادہ لوح لوگوں کا ایمان بچانے کی کوشش کی ہے جو تصوف اور سچے اولیاء اللہ سے منقول کچھ اصطلاحی الفاظ کو یاد کر کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیدیتے ہیں۔ اپنے آپ کو بڑا صوفی، پیر اور صاحبِ علم ہونیکا تاثر دے کر ناواقفِ حال لوگوں کو بیوقوف بنانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ اُن میں بعض مغلوب النفس ایسے بھی ہیں جو اپنے سوا کسی اور کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے ہیں بڑے سے بڑے علماء، فقہاء اور محدثین کی بھی تحقیر کرتے ہیں۔ اپنے وقت کے ایسے دجاجلہ کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے حضرت امام غزالی نے محوّلہ بالا (احیاء العلوم) میں لکھا ہے:

''فِرْقَةٌ اِدَّعَتِ الْمَعْرِفَةَ وَالْوُصُوْلَ وَلَا یَعْرِفُ اَحَدُهُمْ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ اِلَّا بِالْاَسَامِیْ وَیَظُنُّ اَنَّ ذٰلِکَ اَعْلٰی مِنْ عِلْمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ فَیَنْظُرُ اِلَی الْفُقَهَآءِ وَالْمُفَسِّرِیْنَ وَالْمُحَدِّثِیْنَ بِعَیْنِ الْاِزْرَآءِ وَیَسْتَحْقِرُ بِذٰلِکَ جَمِیْعَ الْعِبَادِ وَالْعُلَمَآءِ وَیَدَّعِیْ لِنَفْسِهٖ اَنَّهُ الْوَاصِلُ اِلَی الْحَقِّ وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْفُجَّارِ وَالْمُنَافِقِیْنَ''(۱)

یعنی جھوٹے پیروں کا ایک طبقہ وہ ہے جو معرفت وصول الی الحق کے رُتبہ پر فائز ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور تصوف کے کچھ اصطلاحی الفاظ کو اُنکی حقیقت تک رسائی کے بغیر یاد کر کے اپنے آپ کو اوّلین و آخرین سے بھی اعلیٰ و افضل تصور کرتا ہے اور فقہاء، مفسّرین و محدّثین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اِس جہل مرکّب میں مبتلا ہونیکی وجہ سے اپنی بندگی کرنیوالوں کے سوا علماء کرام سمیت تمام مسلمانوں کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے لیے واصل الی الحق ہونیکا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک فجّار و منافقین کے زمرہ میں ہے۔

۱۔ احیاء العلوم، ج3، ص405، مطبوعہ مصر۔

پیری مریدی کی شکل میں توہم پرست عوام کی دُنیا و دین خراب کرنیوالے فراڈیوں سے مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لیے سلف صالحین اور سچّے اولیاء اللہ کی اِن تبلیغات میں عصر حاضر کے سچّے درویشوں، محراب و منبر کے متوالوں اور بزرگانِ دین کے سجادوں پر بیٹھے ہوئے شرفا کو دعوت تبلیغ ہے کہ تصوف و طریقت کو بدنامی سے بچانے کے لیے دجل و فریب کی اِس گرم بازاری کی حوصلہ شکنی کیجیئے۔ نہی عن المنکر کے حوالہ سے اپنے اسلاف کا کردار انجام دیجیئے اور اپنے منصب کے حوالہ سے بارِ امانت کو اُتارنے کے لیے اِن شیاطین کے خلاف قدم لیجیئے ورنہ اللہ کے حضور آپ کے لیے ''اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطٰنٌ اَخْرَسُ '' (الحدیث) کے سوا کوئی اور مقام نہیں ہوگا لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہم عصروں میں نمبر دو پیروں کے خلاف تاریخ کے مختلف اَدوار میں سچّے اولیاء اللہ کے اِس تبلیغی کردار کے برعکس ہو رہا ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ بزرگان دین کی مسندوں پر براجمان یہ شرفاء اپنے ماحول میں چارسو پھیلے ہوئے اِن فراڈیوں سے نفرت ضرور کرتے ہیں، اُنکی فریب کاریوں کو اپنے حلقۂ ارادت کے لیے خطرہ ضرور محسوس کرتے ہیں اور اُن کی وسعتِ حجم کو اپنے کاروبار کے سکڑنے کا سامان تصّور کرکے اُن پر دانت ضرور پیستے ہیں لیکن خالی دانت پیسنے سے تبلیغی فریضہ ادا نہیں ہوتا اِس کے لیے مردِ میدان بن کر حق و باطل کی تفریق بتانے کی اور نمبر دو کی تمیز بتا کر مسلمانوں کا ایمان بچانے کی ضرورت ہے۔

مجھے یقین ہے کہ بزرگان دین کی مذکورہ تبلیغات کے مطابق 25% اصحاب محراب و منبر بھی اگر اِس گمراہی کے خلاف تبلیغی فرائض انجام دیں تو کسی بھی فراڈی کی دوکانِ خسران نہیں چل سکتی، کوئی بھی جعلی مزار اصل کا روپ اختیار نہیں کرسکتا اور کوئی بھی فراڈی مدعی ولایت بن کر شریعت و طریقت کی بدنامی کا سامان نہیں بن سکتا، لیکن افسوس بالائے افسوس یہ کہ محراب و منبر کے حوالہ سے اِن حضرات کی غالب اکثریت میں کچھ اپنی

بے علمی اور کچھ پیر پرستانہ یا توہم پرستانہ ماحول کے باسی ہونے کی بنا پر اور کچھ سب کچھ سمجھنے کے باوجود محض دُنیا دُون کے حقیر مفادات کی خاطر ان گندم نما جو فروش سوداگروں کے آلہ کار ہو کر مسلمانوں کی گمراہی کا سامان بنا رہے ہیں۔ اِس قابلِ افسوس کردار سے متعلق میں اپنے کچھ مشاہدات سپردِ قلم کر کے قارئین کرام کو ٹھنڈے دل سے اِن پر غور کرنے کی دعوت دوں گا تا کہ حق و باطل کی اِس تفریق کاری میں حقِ تبلیغ ادا ہو سکے۔

میں نے درجنوں مسجدوں، محفلوں اور خانقاہوں میں علماءِ سُو کو دیکھا ہے کہ وہ آیت کریمہ ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ''(۱) کے مفہوم کو جعلی پیروں پر چسپاں کر کے دُنیا و آخرت کے خوف و غم، شامت اعمال کی سزاؤں اور خدا کی گرفت سے اُنہیں بے غم و بے فکر ہونیکا تاثر دیتے ہیں جس سے قرآن وحدیث کی تعلیمات و احکام سے بے خبر عوام کے دلوں میں اِن ہوشیار سوداگروں کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے، اُن کی وسعت حجم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور طریقت و روحانیت کے پاکیزہ ناموں کے پردہ میں کیے جانے والے اِس گھناؤنے کاروبار کو روز افزوں ترقی مل جاتی ہے جو ہر لحاظ سے مسلم معاشرہ کے لیے نقصان دہ ہے جس کی پوری تفصیل میں نے اپنی دوسری تحریر ''اسبابِ زوالِ اُمت اور علاج'' میں درج کی ہوئی ہے جس کو سمجھنا ہر مسلمان کی ضرورت ہے۔

مشائخ کے طبقۂ شرفا سے متعلق

یہاں پر ہم اپنے ہم عصر مشائخ اور بزرگانِ دین کی خانقاہوں کے سجادہ نشینوں کے شریف طبقہ کو مبلّغانہ خطاب کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت پیران پیر کے عقیدت مند

۱۔ یونس، 62۔

ہونے اور اُن کے نام کی گیارہویں دینے یا کھانے کا تقاضا یہی ہے کہ اُن کے اِس کردار کو اپنایا جائے، اُن کی تقلید کی جائے اور اُن کی روح کو خوش کرنے کے لیے اُن کے مشن کو اُن کے طریقے کے مطابق چلایا جائے۔ ورنہ قیامت کے دن اُن کے حضور شرمندگی و رسوائی سے بچنا ممکن نہیں ہوگا۔ ہماری رسائی فہم کے مطابق حضرت کے اِن فرمودات کا جو مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کے مرید کہلانے والوں کو وہ ہر جگہ پھسلنے اور گرنے سے بچاتے ہیں مشرق و مغرب کے حجابہائے بُعد کو کاٹتے ہوئے حاضر ہو کر اُن کے کھلنے والی شلواروں کو باندھتے ہیں اور اپنے عقیدت مندوں کے مخالفین کے ساتھ شدید لڑائی لڑ کر اُنہیں دُنیا کے غموں سے بے غم کر دیتے ہیں یہ سب کچھ بدفہمیاں ہیں۔ ہمارے مشاہدات و تجربہ اور قرائن بتا رہے ہیں کہ حضرت کے مذکورہ جملوں سے اِس قسم غلط مطالب اخذ کر کے مشہور کرنا زیادہ تر اُن لوگوں کی کارستانی ہے جو حضرت کا نام اپنے مفاد میں بیچتے ہیں، اُن کی عظمت شان سے متضاد باتیں اُنکی طرف منسوب کر کے اپنا کام نکالتے ہیں اور اُن کیساتھ عقیدت رکھنے والوں کو اِن جملوں کے اصل مقاصد سے غافل رکھ کر اپنا کاروبار چلاتے ہیں۔

میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ اگر اُن کا عالم برزخ کے لوازمات سے نکل کر دوبارہ اِس دُنیا میں آنا ممکن ہوتا تو وہ سب سے پہلے اِن جھوٹے بیوپاریوں کے خلاف تبلیغ فرماتے، اپنے نام ونسب، شہرت و عظمت بیچنے والوں کا رد فرماتے اور اپنے خالص توحیدی مشن و کردار کے منافی بدعات و گمراہیاں پھیلا کر پیری مریدی کی شکل میں خلق خدا کو گمراہ کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار فرماتے۔ میں نے یہاں پر مشائخ و سجادہ نشینوں کے شریف طبقہ کو اِس لیے مخاطب کیا کہ اُن سے ان کی طبعی شرافت کی بنا پر اِن گزارشات پر غور کرنے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ بخلاف اُن نمبر دو مشائخ اور پیری مریدی کا گھناؤنا کاروبار کرنے والے گندم نما جَو فروشوں کے جو مسلم معاشرہ میں 95% کی غالب اکثریت سے

پھیلے ہوئے ہیں وہ ویسے بھی نفس اَمّارہ کے اسیر ہیں جن میں شرافت ہی نہیں ہے اُن سے نصیحت قبول کرنے کی اُمید کرنا بھی فضول ہے۔

اِس مضمون کو تحریر کرتے وقت اِس بات کا بھی مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اِسے دیکھ کر حضرت پیران پیر کی تعلیمات وتبلیغات کو اپنے دُنیوی مفاد میں بگاڑ کر پیش کرنے والے کاروباری مشائخ اور اُن کے ہاتھوں کے ٹشو پیپر بننے والے علماءِ سُوء مجھے حضرت کی کرامات کا منکر، مشہورات ومقبولات کا مخالف اور تصرفات اولیاء کے مخالف ہونیکا پروپیگنڈا شروع کریں گے۔لیکن ''مجھے ہے حکم اذان لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ''۔جبکہ اِس حوالہ سے میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت پیران پیر کی تو ہمارے ادراک سے ماوریٰ عظمتِ شان ہے وہ نہ صرف صاحب کرامت بلکہ مجسم کرامت تھے۔جس عظیم ہستی کی ولایت وکرامت اور عظمت شان پر اہل حق کا اجماع چلا آرہا ہو اُن کی کرامت سے انکار کرنیکی مجال کس کو ہوسکتی ہے؟ میں تو جملہ اولیاء اللہ کے تمام طبقات کو جن میں مختلف انداز کے اہل حق ہوتے ہیں، کرامت کو اُن سب کا لازمہ کہتا ہوں جو کسی بھی وقت اُن سے جدا نہیں ہوسکتی۔جاگتے میں نہ سوتے میں نہ مرنے میں نہ برزخ میں نہ آخرت میں۔جسکی تفصیل گزشتہ صفحات میں نذرِ قارئین کر آیا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سچّے اولیا اللہ کی کرامت دو قسم کی ہیں: اوّل شرعی، دوم عوامی۔

شرعی کرامت:۔ جسے قرآن وسنت کی روشنی میں سلف صالحین نے معتبر سمجھا ہے یعنی اپنی قوتِ فکری وعملی کو منشاءِ مولیٰ جل جلالہ کے مطابق صرف کر کے امانتدار ہونے کے نتیجہ میں ربّ ذوالجلال کے حضور معزز ومکرّم ہونا جسے استقامت فی الدین کا ثمرہ کہا جاتا ہے۔

عوامی کرامت:۔ اللہ کے اِن معزز ومکرم بندوں سے کوئی مشکل کام یعنی کوئی ایسا کام صادر ہوجائے جو عام لوگوں سے ممکن نہ ہو لیکن اِس عوامی کرامت کے حقیقی ہونے

کے لیے ضروری ہے کہ اُن کی عظمت شان کے منافی نہ ہو کیوں کہ یہ بھی اُن کی شرعی اور اصلی و بنیادی کرامت کا ہی ثمرہ ہوتی ہے۔

ایسے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت پیران پیر کے مذکورہ مقولات و فرمودات کو مریدوں کی شلوار باندھنے جیسی حرکات پر محمول و مشہور کرنے میں اُن کی توہین ہے تعظیم نہیں، اُن کے اصل مقصد کا بگاڑ ہے تشریح نہیں اور اُن کے مشن و تعلیم سے انحراف ہے تبلیغ نہیں۔ جس کو مقبولیت عندالعوام کی حد تک مشہور کر کے نمبر دو مشائخ اور اُن کے حاشیہ بردار علماء سُو قبر میں اُن کی روح کو دکھ دے رہے ہیں، ضعیف العقیدہ عوام پر اُن کا نام بیچ کر اپنا کام چلا رہے ہیں اور التباس الحق بالباطل کر کے اللہ کے قہر و غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیری مریدی کے حوالہ سے نمبر دو حضرات اور اُن کے ہاتھوں ٹشو پیپر بننے والے علماء سُو کو شیخ طریقت اور پیر ہونے کی اصل ذمہ داری بیان کرنا کبھی نصیب نہیں ہوتا وہ بھول کر بھی حقیقی مشائخ اور اصلی پیروں کے اِن شرائط کو ظاہر نہیں کرتے کیوں کہ اِن کا مقصد اولیاء اللہ کے نام کا لیبل اپنے اُوپر چسپاں کر کے سادہ لوح دُنیا کو لُوٹنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہوشیار پیر اور اُن کے ہاتھ کے ٹشو پیپر بننے والے علماء سُو کی طرف سے یہ سب کچھ سوچی سمجھی منصوبہ بندی کے تحت ہو رہا ہے لیکن عام آدمی کو سوچنا چاہئے کہ کیا اِس قسم کی انوکھی کرامت کے وقوع پذیر ہونیکی کوئی مثال بھی موجود ہے جبکہ ہماری طرف سے پیش کردہ تشریح قرآن و سنت اور بزرگانِ دین سے معلوم ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ''(۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ''(۲)

۱۔ الاعراف، 26۔

۲۔ جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج5، ص38، حدیث نمبر 6370۔

جبکہ بزرگانِ دین کے مطابق ہر حقیقی پیرومرشد اپنے مریدوں کے کردار پر نظر رکھنے کا ذمہ دار ہے اور گناہوں کی آلودگی، بے لباسی اور بے ستری سے اُنہیں بچانے کے لیے مناسب تدبیر و تعلیم دینے کا بھی ذمہ دار و مسئول ہے۔ دعوتِ عام ہے کہ اِس پر غور کیا جائے۔(وَاللّٰهُ الهَادِی اِلَی سَبِیْلِ الرَّشَادِ) لگتا ہے کہ حضرت پیرانِ پیر نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف کے مذکورہ فرمودات کامحمل بتاتے ہوئے رہ روِقلم کا قافلہ دور نکل گیا۔ میں نے دراصل سلوکِ احسان اور ارادت خاص کے رہبر ورہنما کے لیے ضروری شرائط بتانی تھیں۔

سلوکِ احسان کے رہبر ورہنما اور اِس کے مرشد خاص کے لیے آٹھ شرائط جو ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں، اُن کے استنباط کرنے میں محوّلہ سابقہ جملہ کتابوں سے استفادہ کرنے کے علاوہ اِس سلسلہ میں میری نظر وفکر کا اصل محور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِیْف کی فتوحات مکیہ کی مندرجہ ذیل عبارت ہے جہاں حضرت فرماتے ہیں:

''وَالْجَامِعُ لِمَقَامِ الشَّیُخُوْخَةِ اَنَّ الشَّیْخَ عِبَارَةٌ عَمَّنْ جَمَعَ جَمِیْعَ مَا یُحْتَاجُ اِلَیْهِ الْمُرِیْدُ السَّالِکُ فِی حَالِ تَرْبِیَّتِهٖ وَسُلُوْکِهٖ وَکَشْفِهٖ اِلٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ اِلَی الْاَهْلِیَّةِ لِلشَّیُخُوْخَةِ وَجَمِیْعِ مَایُحْتَاجُ اِلَیْهِ الْمُرِیْدُ''(۱)

یعنی سلوکِ احسان کے لیے شیخ ورہنما بننے والوں کے لیے جملہ شرائط کا جامع کردار یہ ہے کہ شیخ اُس ہستی سے عبارت ہے جو اُن تمام کمالات کا جامع ہو جن کی طرف مرید و سالک تربیت وسلوک اور سیر فی اللہ کے دوران علوم واسرار کے اُن پر منکشف ہونے کی حالت میں محتاج ہوتے ہیں یہاں تک اُن کی تربیت ورہنمائی کرتا جائے کہ آگے وہ بھی تربیت یافتہ ہو کر دوسروں کے لیے رہنما و شیخ بننے کی اہلیت کو پہنچ جائے۔

۱۔ الفتوحات المکّیه، ج 2،ص 365،مطبوعه بیروت۔

قربان جاؤں حضرت شیخ اکبر کی نگاہِ بصیرت پر کہ اُنہوں نے کیسی جامعیت کے ساتھ ارادت خاص کے حقیقی شیوخ ورہنماؤں کی مذکورہ آٹھ شرائط کو اِس مختصر عبارت میں سمودیا اور صاف الفاظ میں بتادیا کہ حقیقتِ شریعت کی حلاوت اور رموز واسرار کی دست آوری کے لیے سلوکِ احسان کی وادئ لامتناہی میں داخل ہونیوالے مریدوں کو پیش آنے والے جملہ حالات میں اُن کی کامل رہنمائی کرنے کی اہلیت جب تک نہ رکھتا ہو اُس وقت تک کوئی شخص بھی اِس منصب کے لائق نہیں ہوسکتا اگرچہ بجائے خود عالم وفاضل ہو، عابد وزاہد ہو اور بڑے سے بڑا نیک ومتقی کیوں نہ ہو۔ اس کے چند سطر بعد مذکورہ شرائط کی مزید اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فَهُمْ اَطِبَّآءُ دِيْنِ اللّٰهِ فَمَهْمَانَقَصَهُمْ شَیْءٌ مِّمَّايَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ فِی التَّرْبِيَّةِ فَلَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّقْعُدَ عَلٰی مَنْصَبَةِ الشَّيْخُوْخَةِ فَاِنَّهٗ يُفْسِدُ اَكْثَرَمِمَّايُصْلِحُ وَ يُفْتِنُ كَالْمُتَطَبِّبِ يُعِلُّ الصَّحِيْحَ وَيَقْتُلُ الْمَرِيْضَ''

یہی حقیقی مشائخ اللہ کے دین کے حوالہ سے طبیب ہوتے ہیں لہٰذا اُنکے زیر دست شاگرد ومرید جن باتوں کو سیکھنے کی طرف محتاج ہوتے ہیں اُن میں سے کسی ایک چیز کی رہنمائی کرنے سے بھی قاصر شخص کو اِس منصب پر بیٹھنا جائز نہیں ہے کیوں کہ نا اہل ہوتے ہوئے اگر وہ اِس منصب کا شیخ طریقت بنے گا تو اصلاح کرنے سے زیادہ بگاڑے گا اور اناڑی طبیب کی طرح خلق خدا کے لیے نقصان کا سبب ہوگا جو تندرستوں کو مریض کرتا ہے اور مریضوں کو مارتا ہے۔

ولایت عامہ اور خاصہ کی جدا جدا حیثیات وحقائق اور اِن کے لیے مقررہ شرائط کی اِس تفصیل کی روشنی میں فنا وبقا کی صفات پر فائز ہونے کا ولایت خاصہ کے لیے اوّلین قدم گاہ ہونا آپ ہی واضح ہوا۔ اِس کے ساتھ ہی فنا فی اللہ، فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کے

اصطلاحی الفاظ کی حقیقت کا بھی پتہ چل گیا کہ فنا فی اللہ ہر وہ سالک ہے چاہے سالک عام ہو یا خاص جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو پیش نظر رکھ کر نفس امّارہ کے تقاضوں کو فنا کردے۔

فنا فی الرسول:۔ جو نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کی رضامندی کو پیش نظر رکھ کر نفس امّارہ کے جملہ تقاضوں کو فنا کرے۔

فنا فی الشیخ:۔ جو اپنے استاذ و مربّی اور شیخ ورہنما کی رضامندی کو پیش نظر رکھ کر نفس امارہ کی خواہشات کو فنا کرے۔

اِن کی آپس میں ترتیب اس طرح ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی الرسول ہونے کا وسیلہ ہے اور فنا فی الرسول ہونا فنا فی اللہ ہونے کا وسیلہ ہے جبکہ فنا فی اللہ ہونا بالترتیب اِن دونوں کا ثمرہ ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں اپنی فطری ترتیب کے مطابق اللہ کے فرمان ''وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ'' کے مصداق ومظہر ہیں کیوں کہ سلوک خاص ہو یا عام، یعنی سلوکِ تقویٰ ہو یا سلوکِ احسان اِس میں داخل ہونیوالا انسان اپنے پیر و مرشد پر اعتماد کرتا ہے اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کی حقیقت میں ڈالنے کی غرض سے اپنے آپ کو اپنے مربّی ورہنما کے حوالہ کردیتا ہے۔ تو یہ ایک راہ پر چلنا ہے، ایک عمل و ایک کردار ہے، صراط مستقیم کی منزلِ سعادت کی طرف سفر ہے جس کے متعلق حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں آیا ہے:

''قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیْقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّۃِ''(۱)

سلوکِ تقویٰ ہو یا سلوکِ احسان بہر حال اِس قسم نصوص کے مظاہر و مصداق ہیں۔ مرشد و مربّی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بغیر بھی سلوکِ تقویٰ کا مقصد جو اسلامی عقیدہ وعمل کی

۱۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص 32۔

سعادت کی دست آوری ہے حاصل ہو ہی جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ سلوکِ خاص کے حاملین صوفیاء کرام سلوک کے دونوں قسموں میں مرید ہونے والے طلباء سے بیعت لینے کو محض اِس وجہ سے ضروری قرار دے دیتے ہیں تا کہ صحابہ کرام کا نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مشابہ ہو جائے، سنّت نبوی ﷺ کی پوری طرح اتباع ہو جائے اور ظاہری طور پر بھی احیاء سنت کی سعادت و برکات نصیب ہو جائے، جیسے حضرت عُبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے فرماتے ہیں:

''بَایَعْنَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَ الْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَاَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ''(۱)

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اِس بات پر بیعت کی کہ ہر سختی وآسانی اور ہر خوشی و ناخوشی میں اطاعت کریں گے اور حکم کی اہلیت رکھنے والے کسی بھی صاحب حکم کی مخالفت نہ کریں گے۔

گویا جس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُسے اپنے سفر تقویٰ یا سفرِ احسان کے لیے رہبر بنایا جاتا ہے ہر حالت میں اُس کی جائز اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہوتی ہے اور رسول اللہ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔

دینی مدارس سے متعلق

خانقاہوں سے سلوک کا مقصد پورا نہ ہونیکی طرح ہمارے دینی مدارس کی مروّجہ روشِ تعلیم بھی مقصدِ شرع پورا کرنے سے قاصر ہیں کیوں کہ الٰہیات کی تعلیم وتربیت گاہیں ہونے کے ناطے اسلام کا اُن سے یہی مطالبہ ہے کہ اِن میں شرعی احکام کا علم وعمل سکھانے

۱۔ بخاری شریف، کتاب الفتن، ج2، ص 1045۔

کے ساتھ اخلاص کی بھی تعلیم دی جائے اور شریعت کی حقیقت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے طریقت کی بھی تربیت دی جائے جیسے حضرت امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور عبداللہ ابن مبارک جیسے پیشوایانِ اسلام کی درسگاہوں میں ہوتا رہا اِن کے بعد بھی کسی کے ہاں زیادہ اور کسی کے ہاں کم بہرحال ظاہری علوم کی تعلیم کے ساتھ سلوکِ تقویٰ کی تعلیم و تربیت کا لازماً اور سلوکِ احسان کا نفل و استحباب کے رُتبہ میں اہتمام ہوتا رہا ہے جبکہ ماضی قریب کی دو تین صدیوں سے ہمارے یہ مدارس اِس مقصد میں ایک محتاط اندازہ کے مطابق 99% فیصد ناکام چلے آرہے ہیں، نہ صرف ناکام بلکہ اِس زیاں کا احساس بھی کہیں نظر نہیں آرہا جس کے نتیجہ میں عمرِ عزیز کے دس بارہ سال الٰہیات کی تعلیم پر صَرف کرکے فارغ التحصیل ہوجانے کے بعد کچھ حضرات نہ دین کے رہتے ہیں نہ دُنیا کے اور اُن میں سے کچھ روحانیت کی تربیت و تعلیم پانے کی غرض سے نمبر دو مشائخ کے ہاتھ چڑھ کر پراگندگی کے شکار ہوجاتے ہیں۔

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

مدارسِ اسلامیہ کے حوالہ سے معروضی حالات کا یہ نقشہ اہل مدارس کیلئے سوالیہ نشان ہے۔ اگر یہ حضرات اپنے زیرِ نظر الٰہیات کی تعلیم و تربیت پانیوالے نوجوانوں کو مقصد تعلیم کا احساس دلاتے، اُنہیں روحانیت کی تربیت دیتے اور ظاہری تعلیم کے ساتھ اُنہیں حقیقت شریعت کی دست آوری کیلئے اُسکے طریقوں سے آشنا کرتے تو اُن سے فارغ التحصیل ہونے والوں کا یہ حشر کبھی نہ ہوتا، وہ کبھی بے اطمینانی میں مبتلا نہ ہوتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ''(۱)

۱۔ الرعد،28۔

اُنہیں دوران تعلیم اساتذہ کی طرف سے عملی سلوک کی اگر تربیت دے کر مطمئن کیا جاتا تو وہ کبھی بھی کسی نمبر دو پیر کے گیتی نما دام تزویر میں نہ پھنستے، تعویذات کے چکر میں پڑتے نہ سفلی عملیات سیکھنے کی ضرورت محسوس کرتے کیونکہ باعمل باسلوک اور حقیقتِ شریعت کی زینت سے مزیّن علماء حق کبھی بے سکون و بے روزگار نہیں ہوتے انسانوں کی شرح پیداوار میں روزافزوں اضافہ ہونے کے تناسب سے اِن کی طرف عوام کی احتیاجی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے، مادی دُنیا کی ترقی وعروج میں آئے دن اضافہ ہونے کے ساتھ نت نئے مسائل جنم پا رہے ہیں جس میں توقف وٹھہراؤ ممکن نہیں ہے جن کی شرعی حیثیت معلوم کرنے اور شرعی حدود کو اُن پر منطبق کر کے اُس کے مطابق اسلامی زندگی گزارنے میں عام مسلمانوں کے مراجع اور ماویٰ وملجاء یہی حضرات ہوتے ہیں۔ نیز جیسے مادی زندگی کی ضروریات تیار کرنے والے صنعت کاروں سے صارفین نمبرایک، بامعنی اور مفید مقصد مال تیار کر کے مارکیٹ میں لانے کی توقع کرتے ہیں اِسی طرح روحانی زندگی کی ضروریات اور علماء تیار کرنے والے مدارس سے بھی عامۃ المسلمین مفید مقصد، عالم باعمل اور حقیقتِ شریعت کی زینت سے مزیّن رہبر ورہنما تیار کر کے روحانیت کی مارکیٹ میں لانے کی توقع رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پورے خطے میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے اِن مدارس پر عوام کروڑوں روپے سالانہ مصرف کرتے ہیں ایسے میں مفیدِ کار اور حقیقتِ شریعت کی راہ ورسم سے عملی واقفیت رکھنے والے علماء کرام کے بے روزگار ہونے یا بے اطمینان ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

دوسروں پر انگشت نمائی کرنا آسان ہے جبکہ اپنے گریبان میں دیکھنا بہت کم کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ جعلی مشائخ اور نمبر دو پیروں نے روحانیت کا بیڑا غرق کیا ہے، عوام کا دین و دُنیا خراب کیا ہے اور تصوف وسلوک کے نام کا دھوکہ دے کر ظلم

عظیم کیا ہے۔ ہر سنجیدہ واقف حال انسان گندم نماجو فروشوں کے اِس دجل وفریب پر ناطقہ بگریبان ہے لیکن قابل گرفت صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے علماء کرام اور اصحاب محراب ومنبر کی قیادت میں چلائے جانیوالے دینی مدارس کا حال بھی بوجوہ قابل اصلاح ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اِن میں سلوکِ تقویٰ جو سب پر فرض عین ہے کا اہتمام نہیں کیا جاتا حالاں کہ حقیقت کی نگاہ میں دیکھا جائے تو اصل سالکین یہی طلباء دین ہوتے ہیں جو اِن مدارس میں الٰہیات کو سمجھ کر اُس کے مطابق اسلامی عقیدہ وعمل کی دولت اپنے اندر پیدا کرنے کی غرض سے آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حصول علم کے ساتھ ساتھ اُس کے مطابق عمل کرنے کا نام ہی تو سلوکِ تقویٰ ہے جبکہ ہمارے اِن مدارس میں اولاً سلوک کے نام سے ہی آشنائی نہیں ہوتی اگر کہیں کچھ ہے تو ناتمام وناقص ہے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ مدارس والے اساتذہ کرام اپنے زیر تعلیم طلباء کو گھنٹیوں کے حساب پر پڑھانے اور نصابی کتابوں کو شمار کر پورا کرنے کی بجائے مشفق مربی ورہنما بن کر تعلیم وتربیت دیتے اور حصول علم کے ساتھ حقیقتِ شریعت پر عمل کرنے کی بھی اُنہیں مشق کراتے اور یہ بھی مذہبی تنگ نظری، عصبیت، فرقہ پرستی اور اندھی تقلید کی شاہراہ پر دوڑا کر نہیں بلکہ صوفیاء کرام کی روشن دماغی کے انداز پر تو جعلی مشائخ اور نمبر دو پیروں کی حوصلہ شکنی یہیں سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن بد قسمتی ہمارے دینی مدارس کی موجودہ روش میں ایسا ہونا ممکن نہیں لگتا۔

ایک بے مصرف خوش فہمی کا ازالہ

میرے اِس بیان سے کوئی یہ تصور نہ کرے کہ میں اِن مدارس کی افادیت کو تسلیم نہیں کر رہا یا اِن سے فارغ التحصیل ہونے والوں کو جعلی پیروں اور نمبر دو مشائخ کی طرح مسلم معاشرہ کے لیے ناسور سمجھتا ہوں۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ میری نگاہ میں یہ مراکز

اور اُن سے فارغ التحصیل ہونیوالے یہ حضرات اپنے متعلقہ توقعات پر پورا نہ اُترنے کے باوجود بھی جعلی خانقاہوں اور نمبر دو پیروں سے بدرجہا بہتر ہیں کہ کسی حوالہ سے تو مسلمانوں کے کام آتے ہیں جبکہ زبردستی مشائخ بننے والے حضرات مسلم معاشرہ کے لیے ضررِ محض ہونے کے سِوا اور کچھ نہیں ہیں لیکن اہل مدارس کو بھی اِس بے محل خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے کہ یہ حضرات اسلامی احکام کے پابند ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اِن پر عمل کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ محرمات سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کرتے ہیں یعنی خود بھی میزان شرع کے مطابق ہیں، دوسروں کو بھی اس کے مطابق بنانے کے جُویاں رہتے ہیں۔ اِس کے باوجود اِن سے سلوک تقویٰ کے فریضہ سے بے اعتنائی کرنے کے شکوہ کا کیا جواز ہے؟ جبکہ سلوکِ تقویٰ کی حقیقت بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق اپنے عقیدہ وعمل کو درست کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اِن حضرات کا اسلام کے مذکورہ چند ظاہری احکام پر عمل کر کے اُسے سلوکِ تقویٰ تصور کرنا بے محل خوش فہمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ اسلامی عقیدہ کی پختگی اپنے اندر پیدا کرنا (جو فرض ہے اور سلوکِ تقویٰ کا مفاد ہے) اس طرح تقلیدی عقائد سے حاصل نہیں ہوتا جس کے یہ حضرات اسیر ہیں بلکہ اُس کے لیے شرعی براہین کو سمجھنا ضروری ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قَدْ جَآءَ كُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" (۱)

نیز فرمایا: "لِيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ" (۲)

امام زرنوجی جو صاحب ہدایہ کے تلامذہ میں سے حنفی امام ہیں، تعلیم المتعلم نامی کتاب میں فرماتے ہیں:

۱۔ النساء، 174۔

۲۔ صٓ، 29۔

''اِنَّ اِیْمَانَ الْمُقَلِّدِ وَاِنْ کَانَ صَحِیْحًا عِنْدَنَا لٰکِنَّہٗ یَکُوْنُ اٰثِمًا بِتَرْکِ الْاِسْتِدْلَالِ''(۱)

یعنی تقلید جامد پر مبنی عقیدۂ ایمان ہمارے نزدیک اگر چہ درست ہے لیکن براہین شرعیہ سے استدلال نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

کھلے ذہن سے ہمارے اِن اصحابِ مدارس، شیوخ و مدرسین کا اعتقادی پختگی کا جائزہ لیا جائے تو اِن کی غالب اکثریت کا اسلامی عقیدہ تقلید جامد کے اسیر سے مختلف نہیں ہے اور عمل کے حوالہ سے دیکھا جائے تو اِس سے بھی گئے گزرے ہیں کیوں کہ شرعی احکام کی دو قسمیں ہیں بعض وہ جن کا تعلق ظاہر سے ہے جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کی بجا آوری کرنے کے ساتھ جھوٹ، بہتان اور غیبت جیسے ظاہری حرام کاریوں سے بچنا اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے جیسے ریا، کینہ، طلبِ شہرت، حسد، حُبِ مدح، حُب جاہ، حرص دُنیا، عناد، بدگمانی، تعصّب، دُنیا کی لمبی اُمید، تملق، اعتمادِ خلق، تکبّر، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، بے وفائی، عہد شکنی، غدر، مکر و فریب وغیرہ جیسے کبائر سے بچنے کے ساتھ ہر ظاہری عمل میں بھی لِلّٰہیت و اخلاص کو پیش نظر رکھنا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ الٰہیات کی کتابوں میں بالخصوص فقہ کی جملہ کتابوں میں اسلامی احکام کی اِن دونوں قسموں کی تعلیم و تعلّم ہوتا ہے لیکن عمرِ عزیز کے دس بارہ سال اِن کی تعلیم پر گزارنے کے بعد عملی زندگی میں یہ حضرات محض چند ظاہری احکام پر عمل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے ہیں۔ ورنہ اِن میں تنگ نظری، مذہبی عصبیت، حسد، کینہ، تکبّر، وعدہ خلافی، عُجب، حُبّ جاہ، طول امل، دِکھاوا، تملق اور ریا کاری جیسے ہزاروں کبائر اتنی کثرت سے کبھی نہ دیکھے جاتے۔ جیسے اِن کی غالب اکثریت کے

۱۔ النساء، 174۔

۲۔ صٓ، 29۔

کردار سے نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ میرا اِن حضرات سے گلہ وشکوہ بھی فقط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ''(۱) پر کیوں عمل نہیں کیا جا رہا۔ بعض احکام پر عمل اور بعض سے بے اعتنائی کی یہ نامعقول تفریق کیوں اختیار کی جا رہی ہے؟ کیا یہ اندازِ کردار علماء یہود ونصاریٰ کے کردار ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ''(۱) کا مظہر نہیں ہے؟ اور ظاہر ہے کہ علم سے مقصد عمل ہوتا ہے اِسی نکتہ کی بنیاد پر سلوک تقویٰ پر فائز باعمل علماء کو علم باطن والے اور عرفاء بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ درس وتدریس اور محراب ومنبر سے منسلک جن علماء حق نے اسلام کے اِن دونوں احکام پر عمل کر کے سلوک تقویٰ کا فریضہ انجام دیا اُنکے ماحول ومعاشرہ میں نہ کبھی نمبر دو مشائخ چل سکے نہ جعلی پیر۔ پیری مریدی کے روپ میں پیٹ کا دھندہ کرنے والے اِن گمراہوں کو عوامی پزیرائی ملنے کی اصل وجہ بھی علماء کرام کی یہ بے سلوکی ہے، بے تقوائی ہے اور مقصد علم کے حوالہ سے مذکورہ تفریق عمل کی بے تکی ہے اور اِن حضرات کے اِس مکروہ تفریق عمل کی وجہ سے ہی جاہل مشائخ اور جعلی پیروں کو اپنی بے اعتدالیاں چھپانے کے لیے علم ظاہر وعلم باطن کا مقابلہ مشہور کرنیکی جرات ہو رہی ہے۔ جس سے منفعل ہو کر نہ محض سادہ لوح عوام، علم باطن کو علم ظاہر کے متضاد سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ علماء کرام کا نیم خواندہ طبقہ بھی انہیں متضاد گمان کر کے جعلی مشائخ کے آگے رام رام کرتے دِکھائی دے رہے ہیں۔

جعلی مشائخ کے ہاتھوں ٹشو پیپر بننے والے اِن بے حقیقت علماء پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کہ الٰہیات کی کتابوں میں دس بارہ سالوں تک علم ظاہر وعلم باطن کے شرعی محامل ومصداق پڑھنے پڑھانے کے باوجود وہ محض اپنی ناپختگی کی وجہ سے اِن ہوشیار کاروباریوں

۱۔ البقرہ، 208۔

۲۔ البقرہ، 85۔

کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں۔ درسِ نظامی پڑھنے اور پڑھانے والوں میں ایسا جاہلِ مطلق کون ہوسکتا ہے جو ظاہری جوارح سے انجام دیئے جانے والے احکام کے علم کا ظاہر اور دل سے متعلقہ احکام کے علم کا علم باطن کہلانے سے نابلد ہو۔ اس کے باوجود نیم خواندہ طبقہ علماء کا نمبر دو مشائخ کے دجل وفریب سے منفعل ہو کر شریعت کے اِن دونوں بازوؤں کو ایک دوسرے کے خلاف سمجھنا جہل محض نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک عام مغالطہ کا ازالہ

شریعت وطریقت کی زبان میں علم ظاہر اور علم باطن کا ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہونے کی اِس حقیقت کے برخلاف جعلی مشائخ اور اُن کے حاشیہ بردار علماء سُو کی طرف سے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں علم باطنی کے تقاضا سے عجائبات کے صادر ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ردعمل جیسے واقعات کو پیش کیا جاتا ہے اور یہ ایسا مغالطہ ہے کہ ہر خاص وعام کو اِس سے دھوکہ لگ جاتا ہے۔ گویا یہ ''عامۃ الورود مغالطہ'' ہے جس میں بڑے بڑے اہل علم حضرات کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں۔ اِس کا ازالہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں صادر ہونے والے واقعات جیسے کارخانۂ قدرت کے جتنے بھی تکوینی امور انجام پارہے ہیں اُن سب کا تعلق علم باطن کی خاص قسم (اُمورِ تکوینیہ) کے ساتھ ہے کیوں کہ اِن واقعات کی تفصیل وجزئیات آپ ہی اِنکے اُمور تکوینیہ ہونے کی دلیل ہیں۔ نیز اُمورِ تکوینیہ کی بے شمار انواع واقسام میں سے مخصوص قسموں پر اطلاع وانکشاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں (انبیاء واولیاء) کے ساتھ خاص کیا ہوا ہے۔ جس کی روشنی میں ہر طبقہ اپنے اپنے دائرہ خصوصیت میں منحصر ہے دوسرے طبقوں کے دائرہ خصوصیات پر اطلاع وانکشاف کی اُسے نہ طاقت ہوتی ہے نہ کوئی اختیار۔ مقربین عند اللہ کے اِن طبقات کو اُن کے خصوصی

کشفیات کے ساتھ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نوّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے فتوحات مکیہ شریف کی جلد دوم کی ابتدا سے لیکر صفحہ 39 تک تفصیل سے بیان کیا ہے۔ نیز اُمور تکوینیہ کی مخصوص اقسام سے متعلقہ اِس کشف واطلاع کے ساتھ جو مقربین عنداللہ مخصوص کیے ہوئے ہوتے ہیں اُن کی شرعی حیثیت مسندارشاد پر فائز ہوکر سلوک کی تربیت وتبلیغ کرنے والوں کی طرح نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اپنی اِن کشفیات کا چرچا کرتے ہیں۔

ایسے میں خصوص درخصوص کی قیودات میں منحصر اِن خواص ومقربین عنداللہ پر جعلی مشائخ کے قیاس کا کیا جواز ہوسکتا ہے؟ یا پیری مریدی کے حوالہ سے مسندارشاد پر بیٹھنے والوں کو اِس مسند سے ماروئی ہستیوں پر قیاس کرکے اُن کی مخصوص صفات ومنصب کو اِن کے لیے ثابت کرنے کا کیا تُک ہے؟ جبکہ پیری مریدی کرنے والے یہ حضرات اپنے آپ کو صوفیا کے زمرہ میں شمار تے ہیں کیوں کہ سچّے صوفیاء کرام کا طبقہ اپنے دائرۂ صوفیت میں بھی مختلف اندازِ سفر کے مسافر ہونے کے باوجود اُمو رتکوینیہ کے ساتھ مربوط طبقہ ہائے اولیاء سے مختلف ہوتے ہیں کیوں کہ اُمورِ تکوینیہ کے ساتھ مربوط حضرات قدسیہ لوگوں کو بیعت کرنے اور تعلیم وتربیت دینے کے پابند نہیں ہوتے۔ جیسے حضرت خضر علیہ السلام کے حال سے ظاہر ہے کہ اُنہوں نے کبھی کسی کو مرید نہیں بنایا ہے اور نہ ہی پیر بننے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ مسندارشاد پر بیٹھنے والے سچّے صوفیاء کرام پر لوگوں کو تعلیم وتربیت دینا لازم ہوجاتا ہے گویا اہل اللہ ہونا یا مقرب عنداللہ ہونا، نیز انسانِ کامل ہونا ایک جنس ہے جس کے تحت اولیاء اللہ کے ابدال و اقطاب سے لے کر طبقہ صوفیا تک درجنوں انواع مندرج ہیں جن کے تقاضے، لوازمات اور خصوصیات ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں ایسے میں سچّے مشائخ اور حقیقی پیروں کو بھی حضرت خضر علیہ السلام پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ آنکھیں بند کرکے ہر مدعی ولایت یا پیری مریدی کرنے والے ہر کس وناکس کو اُن پر قیاس کرنا جائز ہوسکے۔ ایسے میں تصوف و

سلوک کو علم باطن کی اِس خاص قسم سے عبارت قرار دینے کی غلطی و جہالت کی بنا پر پیری مریدی کرنیوالوں کے لیے اُمورِ تکوینیہ سے متعلقہ علم غیب ثابت کرنا ہرگز انصاف نہیں ہے، تقاضاء اسلام نہیں ہے اور تصوف وسلوک کی راہ نہیں ہے کیوں کہ یہ اندازِ جہل روح تصوف کے متضاد اور تقاضاء اسلام کے منافی ہونے کیساتھ التباس الحق بالباطل ہونے کے جرم عظیم سے خالی نہیں ہے۔ جس کو سننے کے لیے کوئی بھی سنجیدہ انسان تیار نہیں چہ جائیکہ راہ تصوف کے سالکین اِس کا تصّور کر سکے۔ لہٰذا تصوف وسلوک کے حوالہ سے علم ظاہر وعلم باطن کے مصداق ومظہر شریعت کے ظاہری احکام اور باطنی احکام کے علم کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کو لازم وملزوم اور ممد ومعاون ہیں کیوں کہ اسلام کے ظاہری احکام کو جان کر اُن پر عمل کرنا باطنی احکام کو جان کر اُن پر عمل کرنے کے لیے زینہ ہے جبکہ باطنی احکام کو جان کر اِن پر عمل کرنا ان کی زینت وثمرہ ہے جیسے حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی نے فرمایا:

''عِلْمُ الْكَشْفِ اِخْبَارُ بِالْاُمُورِ عَلٰى مَاهِيَ عَلَيْهِ فِي نَفْسِهَا وَهٰذَا اِذَا حَقَّقْتَهُ وَجَدْتَهُ لَا يُخَالِفُ الشَّرِيْعَةَ فِي شَيْءٍ بَلْ هُوَ الشَّرِيْعَةُ بِعَيْنِهَا''(۱)

یعنی باطنی امور کے کشف کا علم نفس الامری حقائق کی خبر دینا ہے اور اِس کے متعلق جب بھی تو تحقیق کرے گا تو اُسے کسی بھی مسئلہ میں شریعت کے ظاہری احکام کے خلاف نہیں پائے گا بلکہ وہ عین شریعت ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نوّر اللّٰہ مرقدہٗ نے فرمایا: ''فَاِنْ خَرَجَ اَحَدٌ عَنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ بِعِلْمِ ظَاهِرٍ وَلَا عِلْمِ وَلَايَةٍ مَعَابَلْ اِذَا حَقَّقْتَهُ وَجَدْتَهُ جَهْلًا''(۱)

۱۔ المیزان الشریعة الکبریٰ، ج1، ص 44، مطبوعه مصر۔

۲۔ الفتوحات المکّیه شریف، ج3، ص 56، مطبوعه بیروت۔

یعنی علم باطن کے نام سے اگر کوئی شریعت کے ظاہری احکام سے متضاد ہو جائے تو وہ نہ علم ظاہر ہے نہ علم باطن بلکہ جب بھی تو اُس کی تحقیق کرے گا تو اُسے جہل ہی پائے گا۔

ابوالقاسم قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا:

''مَنْ رَئَیْتَهُ یدعی مَعَ اللّٰهِ حَالَةً تُخْرِجُهُ عَنْ حَدِّ الْعِلْمِ الشَّرْعِي فَلَا تَقْرَبَنَّ مِنْهُ'' (۱)

یعنی جس مدّعی ولایت کو تم خلافِ شرع حالت میں دیکھو تو اُسکے قریب بھی مت جانا۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کا مقولہ، الفتح الربانی میں حضرت نے فرمایا:

''هٰذَا الْعِلْمُ الظَّاهِرُ ضِيَآءُ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنُ ضِيَآءُ الْبَاطِنِ'' (۲)

یعنی اسلام کے ظاہری احکام کا علم عمل کرنے والوں کے ظاہر کا نور ہے اور باطنی احکام کا علم باطن کا نور ہے۔

امامانِ تصوف و پیشوایانِ طریقت کی اِن تصریحات کے بعد علم ظاہر اور علم باطن کا ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہونے میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ ہمارے اصحاب مدارس و شیوخِ درس اور اصحاب محراب و منبر حضرات کی غالب اکثریت اِن کو ایک دوسرے سے متضاد سمجھ کر انجانے میں نمبر دو مشائخ کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ اگر یہ حضرات اسلام کے ظاہری و باطنی احکام کی محض تدریس کرنے کی بجائے خود اِن پر عمل کرنے کے ساتھ اپنے متعلّمین و منسلکین کو بھی اِن پر عمل کرنے کی تربیت دیتے تو یہی اُن کا سلوکِ تقویٰ بھی ہوتا اور مقتضاء درس بھی، فریضہ سلوک بھی اور شریعت کے ظاہر و باطن پر عمل بھی جس کی بدولت نہ کبھی جعلی مشائخ کو سلوک کے نام پر فریب کاری کرنے کی جراُت ہوتی نہ کسی نمبر دو پیر کو اِس عنوان سے دوکانِ خسران گرمانے کی کبھی ہمت ہوتی۔

۱۔ الرسالة القشيرية، ص 21، مطبوعه مصر۔

۲۔ الفتح الربانی، ص 47، مطبوعه مصر۔

ایسے میں ہم اصحاب مدارس اور محراب و منبر کی ظاہری زینت بننے والے حضرات کی کوتاہ عملی سے خاموش کس طرح رہ سکتے ہیں۔ (فَهٰذَا اهُمُ اللّٰهُ اِلٰی سُلُوْکِ التَّقْوٰی)

ہمارے اِن مدارس کے قابلِ اصلاح ہونے کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں طلباء یہاں سے سالانہ فارغ تحصیل و مستند ہو کر نکلتے ہیں لیکن اُن میں قابلیت و استعداد کے فقدان کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کو آگے دوسروں کو پڑھانے کی اہلیت والے دہائیوں میں بھی نہیں پائے جاتے۔ جس کے نتیجہ میں موجودہ مدارس بھی بامعنی مدرسین سے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلامی مدارس کے متعلقہ مذہبی مقاصد کی تکمیل ہونیکی بجائے اِس حوالہ سے معروضی حالات کا یہ عالم ہے کہ جوں جوں اِن کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اِسی رفتار سے مذہبی تعلیم کی معنویت کا فقدان ہوتا جا رہا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں فارغ تحصیل ہونے والوں کی دہائیوں میں بھی جب مذہبی اُمنگوں کی تکمیل نہ ہو تو سلوکِ تقویٰ کہاں سے آئے گا، مقصد علم کی روشنی کہاں سے آئے گی؟ اور حقیقتِ سلوک پر فائز ہونے کی سعادت کیسے ممکن ہوگی۔ جبکہ اسلام کا مطالبہ اور شریعت کا تقاضا اِس کے پڑھنے اور پڑھانے والوں سے سلوکِ تقویٰ کا فریضہ انجام دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا جس کا حاصل و خلاصہ شریعت مقدسہ کے ظاہری و باطنی احکام پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ باطنی احکام کو پامال کرتے ہوئے محض چند ظاہری احکام پر عمل کرنے سے اگر انسان سلوکِ تقویٰ یا فلاح تقویٰ پر فائز ہو سکتا ہوتا تو پھر تکبر، عُجب، حسد، قطع تعلق، بے رحمی، بدگمانی، طمع، اہل دنیا کی خوشامد، ریاکاری، جھوٹ، بہتان، دھوکہ اور غدر جیسے کبائر میں مبتلا حضرات کو قرآن و حدیث میں اللہ کی رحمت سے دور، فاسق و ظالم اور مستحق جہنم کیوں قرار دیا جاتا؟ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ"(۱)

اُن لوگوں کو فتنہ پہنچنے یا دردناک عذاب پہنچنے سے ڈرنا چاہے جو رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ"(۲)

یعنی وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر موجود ہو۔

جبکہ تکبّر وحسد سے لے کر ریاکاری تک اِن تمام کبائر کا ہمارے علماء میں پایا جانا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ جو اُن کی بے سلوکی کا ثبوت ہے چوں کہ سلوک سے انکار کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے اِس لیے یہی ناقص حضرات دینی مدارس سے برائے نام فارغ تحصیل ہوجانے کے بعد کسی غیر معیاری پیر کے ہاتھ پر بیعت ہوکر پڑھنے کے لیے کچھ وظائف لیکر منازل سلوک طے کرنے کے گھمنڈ میں اسیرِ جہل ہوتے ہیں جبکہ حقیقی منازلِ سلوک کا اُنہیں کچھ علم ہوتا ہے نہ اُن کے پیر کو، ایسے میں جعلی پیروں اور نمبر دو مشائخ کا دور دورہ نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ یہ بات سو فیصد یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اگر ہمارے یہ علماء کرام صحتِ عقیدہ اور ظاہری احکامِ اسلام پر عمل کرنے کے ساتھ اسلام کے اِن باطنی احکام پر بھی عمل کریں تو سلوکِ تقویٰ کی سعادت کے ساتھ فلاح تقویٰ کی دولت سے بھی مالا مال ہوسکتے ہیں، علماء ظاہر ہونے کے ساتھ علماء باطن بھی کہلا سکتے ہیں اور اصحاب محراب ومنبر ہونے کے ساتھ ایسے عظیم اصحاب ولایت بھی ہوسکتے ہیں جن کے مقابلہ میں جعلی مشائخ اور بناوٹی پیروں کی کبھی نہیں چل سکتی۔

۱۔ النور، 63۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، ص 433۔

مجھے اِس حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے بھی کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی کہ نمبر دو مشائخ اور بے حقیقت پیروں کو ملنے والی عوامی پزیرائی کی بنیادی وجہ بھی ہمارے علماء کرام کی یہی بے عملی ہے، حال کو قال سے جدا کر کے دُہرا معیار زندگی اختیار کرنا ہے جس کے نتیجہ میں سلوک وتصوف اور ولایت وکرامت سے متعلقہ عوامی معیار تصور اسلامی تعلیمات سے ِگر کر اتنا گھٹیا و بے حقیقت ہو چکا ہے کہ ولایت کو باعمل علماء کرام سے جدا مختلف الحقیقت چیز سمجھا جارہا ہے۔ جبکہ شریعت وطریقت کی زبان میں مسندِ ارشاد کے قابل اولیاء اللہ باعمل علماء کرام کے سِوا اور کوئی نہیں ہوتے ہیں۔ جیسے آٹھویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت امام تقی الدین عبدالمالک نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے حضرت امام ابوحنیفہ وامام شافعی کے حوالہ سے فرمایا ہے:

''قَالَ الْاِمَامَانِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَالشَّافِعِیُ اِنْ لَمْ یَکُنِ الْعُلَمَآءُ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ فَلَیْسَ لِلّٰہِ وَلِیٌّ''(۱)

حضرت امام ابوحنیفہ وامام شافعی نے فرمایا ہے کہ اگر باعمل علماء کرام اولیاء اللہ نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی اور ولی ہی نہیں ہے۔

امام عبدالوہاب الشعرانی نے فرمایا:

''قَدْاَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰی اَنَّہٗ لَایَصْلُحُ لِلتَّصَدُّرِ فِی طُرُقِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّامَنْ تَبَحَّرَ فِی عِلْمِ الشَّرِیْعَۃِ''(۲)

یعنی تمام اہل اللہ نے اِس بات پر اجماع کیا ہے کہ علم شرع میں ماہر ہوئے بغیر کوئی شخص بھی مسندارشاد پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوسکتا۔

۱۔ نزھۃ الناظرین، ج5، ص16، مطبوعہ مصر۔

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ج1، ص4۔

اور محولہ بالا صفحہ میں باعمل علماء کرام کو ہی مسند ارشاد پر بیٹھنے کے قابل قرار دیتے ہوئے بطور نتیجہ فرمایا ہے:

''فَکُلُّ صُوْفِیٍّ فَقِیْهٌ وَلَا عَکْسَ''

یعنی جو صحیح معنی میں صوفی ہوتا ہے وہ شریعت کا عالم بھی ہوتا ہے لیکن شریعت کے احکام کو بغیر عمل کے محض جاننے والا شخص صوفی نہیں ہوسکتا۔

قربان جاؤں صحیح اولیاء اللہ کی نگاہ بصیرت پر اِس مختصر سی عبارت میں اُنہوں نے کیا ہی کمال کیا اور شریعت کے ظاہری و باطنی دونوں احکام پر عامل ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے علماء کرام کے معروضی حالات کی کیا ہی عکاسی فرمائی۔ (فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَیْرَ الْجَزَآءِ)

حضرت مجدّد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ نے مکتوب نمبر 221 بنام سید حسین مانگ پوری رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ میں فرمایا:

''باید دانست کہ پیر آنست کہ مرید را بحق سبحانہ رہنمائی فرماید''

یعنی مسند ارشاد پر فائز ہوکر پیری مریدی کرنے کے قابل وہی ہوسکتا ہے جو اپنے متعلقین کو اللہ ﷻ کی طرف رہنمائی کرے۔

تو ظاہر ہے کہ مدارسِ اسلامیہ میں الٰہیات کی تعلیم دینے والے حضرات بزرگانِ دین کی اِن تصریحات کے مطابق مسند ارشاد کے سب سے زیادہ مستحق ہوسکتے ہیں بشرطیکہ وہ خود بھی سلوکِ تقویٰ پر فائز ہوں یعنی شریعت کے ظاہری و باطنی دونوں احکام کی تعلیم دینے کے ساتھ اُن پر عمل بھی کریں ورنہ جعلی مشائخ اور نمبر دو پیروں کے لیے مسلم معاشرہ کی چاروں طرف کھلے ہوئے چور دروازوں کی بندش کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔ خدا بھلا کرے دینی مدارس اور محراب و منبر سے منسلک اُن اقل قلیل حضرات کا جو اِس حوالہ سے اپنی مذہبی ذمہ

داری انجام دے رہے ہیں، شریعتِ مقدسہ کے جن ظاہری و باطنی احکام کی تعلیم و تبلیغ کر رہے ہیں اُن پر خود بھی عمل کرر ہے ہیں اور اپنے متعلمین و متعلقین کو بھی عمل کرنے کی تربیت دے رہے ہیں۔ درحقیقت پیر و مرشد کہلانے کے قابل بھی یہی حضرات ہیں۔

علماء کی تبلیغ بے اثر ہونے کی وجہ

ہمارے مدارسِ اسلامیہ سے فارغ تحصیل ہونے والے حضرات کا فلاح تقویٰ اور ولایت سے معکوس العمل ہونے کی ایک وجہ اِن درسگاہوں کی معکوس العملی بھی ہے۔ جسکی تفصیل اِس طرح ہے کہ الٰہیات کی تعلیم و تعلّم سے اوّلین مقصد قال اللہ و قال الرسول کے مطابق عقیدہ و عمل کی پختگی اور تہذیب الاخلاق ہے جس کے بعد افرادِ معاشرہ کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور جملہ شعبہ ہائے حیات میں اُنکی اسلامی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہوتا ہے اور دوسروں کی اصلاح کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ جن محاسن اعمال کی ترغیب وہ دوسروں کو دے رہے ہیں یا جس عمل سیئہ سے بچنے کی ترہیب دوسروں کو کرر ہے ہیں محراب و منبر کی عملی زندگی میں آنے سے پہلے وہ خود بھی اُن کے حامل بن چکے ہوں کیوں کہ ایک باکردار اور قول و عمل کے سچے مبلّغ کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جتنا اثر ہوسکتا ہے وہ متضاد کردار مبلغ کی زبان سے نہیں ہوسکتا۔

ہمارے اِن مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے اصحاب محراب و منبر کی اِسی کمزوری کیوجہ سے معاشرہ میں اِن کی بہتات ہوتے ہوئے بھی مقصد علم کا حصول ممکن نہیں ہو رہا جس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اِس حوالہ سے عملی زندگی میں آنے سے پہلے اُنہوں نے وہ معیار اپنے اندر پیدا نہیں کیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے یہ حضرات وہ کمال اپنے اندر پیدا کیوں نہ کر پائے؟

اِس کے جواب میں ہمارے علماء کرام کی غالب اکثریت اِن ہی حضرات کو نااہل و نالائق قرار دیتی نہیں تھکتی جبکہ میرے چالیس (40) سالہ تجربہ پر مبنی جواب اِس کے برعکس ہے۔ میرے نزدیک شاذ و نادر کو چھوڑ کر باقی کوئی بھی متعلّم اور حصول علم کے درپے شخص بذات خود نااہل و نالائق نہیں ہوتا بلکہ ہمارے اِن مدارس کے نامساعد ماحول و کردار کے نتیجہ میں ہی اِن لائق الفطرت جواہر کی اکثریت کو ناکارہ بنایا جاتا ہے کیوں کہ حصولِ علم کے زمانہ میں اپنی کم عمری یا نوجوانی کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اچھے، برے اور مفید و غیر مفید کے حوالہ سے اپنی تعلیم گاہوں کے ماحول کا جائزہ لینے کی فکر اِن میں نہیں ہوتی۔ ویسے بھی ماحول کے اثرات سے متاثر ہونا انسان کی فطرت کا جزو ہے گویا ہمارے دینی مدارس سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں فارغ التحصیل ہو کر محراب و منبر کی عملی زندگی میں آنیوالوں کی اکثریت کے نالائق ہونے کا اصل ذمہ دار مدارس کا ماحول ہے ورنہ اِن مدارس کے اندر آجکل پڑھائے جانے والے نصاب جیسے ہی فنون و علوم کو پڑھ کر غزالی و رازی پیدا ہوتے تھے، ابن ہیثم و ابن رشد جیسے باکمال حضرات جنم پاتے تھے، پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری، داتا گنج بخش علی ہجویری جیسے اولیاء اللہ کا وجود ممکن ہوا کرتا تھا، جلال الدین دوانی، سعد الدین تفتازانی جیسے بحر العلوم ہستیوں کی افزائش ہوا کرتی تھی، امام احمد رضا خان اور پیر مہر علی شاہ جیسے سچّے محافظین اسلام کی تعلیمات سے شریعت کی آبیاری، طریقت کی رہنمائی اور حقیقت تک رسائی ممکن ہوا کرتی تھی جبکہ اِن ہی فنون و علوم کی تدریس والے موجودہ مدارس کی پیداوار پر غور کرتے ہیں تو اُن حضرات جیسی تحقیق، تطہیر، تصنیف اور تبلیغی فرائض انجام دینے کی صلاحیت تو دور کی بات ہے سالانہ ہزاروں کی تعداد میں فارغ التحصیل ہونے والے اِن حضرات میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کو آگے پڑھانے کی صلاحیت بھی نہیں ہوتی، سلوکِ تقویٰ کے فریضہ پر توجہ نہیں ہوتی اور محراب و منبر کے

تقاضوں کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر تعلیمی وتربیتی ادارہ کے بامقصد ہونے یا نہ ہونیکا اندازہ اُس کے زیرِ تعلیم رہنے والے حضرات کے کردار سے لگایا جا سکتا ہے۔

آخر سوچنے کی بات ہے کہ مدارس اسلامیہ چاہے قدیم ہوں یا جدید بہر حال اُن میں پڑھائے جانیوالے فنون ونصاب بنیادی طور پر ایک ہیں، زمان ومکان بھی ایک جیسے ہیں اور پڑھانے والے اُن وقتوں میں بھی اساتذہ وشیوخ کہلانے والے اہل علم تھے اور ہمارے وقت کے اِن مدارس میں بھی اِن ہی القاب کے اہل علم ہوتے ہیں، اُن وقتوں میں بھی اُنہیں واجب التعظیم ہستیاں سمجھا جاتا تھا۔ اب بھی اُسی قدر واحترام کی نگاہ سے اِنہیں دیکھا جاتا ہے اور پڑھنے والوں کا بھی یہی حال ہے کہ اُن وقتوں میں بھی عمرِ عزیز کا بہترین حصہ صَرف کرنے والے نوجوان ہوا کرتے تھے اب بھی اُسی عمر کے نوجوان ہوتے ہیں۔ الغرض زمان ومکان کے تقاضوں میں کوئی تبدیلی آئی ہے نہ پڑھنے اور پڑھانے والوں کی فطرتوں میں جیسے حضرت مولیٰ علی نَوَّرَاللّٰہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْمُ سے منسوب مشہور قول ہے:

''اَلنَّاسُ نَاسٌ وَالزَّمَانُ زَمَانٌ''

یعنی انسانوں کی بنیادی فطرت کبھی بدلتی ہے نہ زمانہ کی۔

ایسے میں پیداوار کا یہ فرق، بامقصد و بے مقصد ہونے کا یہ تناقص اور مسلم معاشرہ کے لیے رحمت وزحمت بننے کا یہ تضاد اہل دانش کے لیے سوالیہ نشان نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ پیداواری تفریق کے اِس عجوبہ کا جواب دیتے ہوئے بعض حضرات زمانہ کو اِس کا ذِمّہ دار ٹھہراتے ہیں کہ زمانہ وہ نہیں رہا جو اُن وقتوں میں تھا اور بعض حضرات طلباء کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ طالب علم وہ نہ رہے جو پہلے وقتوں میں ہوا کرتے تھے اور کچھ حضرات میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جوان مدارس میں پڑھانے والے شیوخ واساتذہ کو الزام دیتے ہیں کہ پڑھانے والے وہ نہ رہے جو ہوا کرتے تھے لیکن انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ سب غلط نظر

آرہے ہیں۔ زمانہ کو اِس اُفتاد کا ذمہ دار قرار دینا اِس لیے غلط ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے حفظ و بقا کے لیے پیدا کردہ چاروں موسموں پر مشتمل لیل و نہار کا نام ہے۔ جس میں کبھی کوئی تبدیلی آئی ہے نہ کمی وبیشی۔ جیسے چاروں موسم اپنے اپنے اوقات میں گرمی و سردی، خشکی و تری اور پیداواری نتائج برابر دے رہے ہیں ویسے ہی دن روشنی دینے، ذریعۂ معاش کی تلاش میں پھیلنے کا فائدہ دینے اور رات آرام کرنیکا فائدہ دینے میں آج بھی اِسی طرح رواں دواں ہیں جیسے ہزار سال پہلے جاری تھے ایسے میں زمانہ کو اِس کا ذمہ دار ٹھہرا کر یہ کہنا کہ زمانہ وہ نہیں رہا جو اگلوں کے وقت میں تھا کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

طلباء کو اِس کا ذمہ دار ٹھہرانے کی غلطی بھی اِس سے مختلف نہیں ہے کیوں کہ اپنے نوجوانوں کو اللہ کا دین سیکھنے کیلئے اِن مدارس میں داخل کرانیوالے والدین کا بھی اور خود اِن نوجوانوں کا بھی بنیادی مقصد الٰہیات کی تعلیم میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ اُس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا جس میں اگلوں اور پچھلوں کے پیش نظر میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اگراس کے ذریعہ اپنے وقت کے حکومتی تقاضوں کے مطابق ملازمتوں کا حصول اُن کے پیش نظر ہوا کرتا تھا تو وہ اب بھی ہے۔ اِسی طرح حصولِ ملازمت کو خاطر میں لائے بغیر محض رضاء الٰہی کی خاطر اِس کمال کی دست آوری کے درپے رہنے والے اُن وقتوں میں بھی تھے تو ایسے خوش بختوں کی اب بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ ایسے میں طلباء کو اس بے مرادی و انحطاط کا ذمہ دار ٹھہرانا قطعاً کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔ البتہ اِن مدارس میں پڑھانے والے شیوخ واساتذہ کو اِس کا ذمہ دار قرار دینے کا کچھ محل ہوسکتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال نے بھی کہا تھا۔ ''رہ گیا فلسفہ تلقین غزالی نہ رہی''

لیکن بنظرِ انصاف دیکھنے سے اِس کا سبب بھی پڑھنے والوں کی بے کمالی کے سبب سے مختلف نظر نہیں آتا کیوں کہ جن شیوخ واساتذہ کا شکوہ کیا جارہا ہے یہ کوئی اور مخلوق تو ہیں

نہیں بلکہ یہ بھی چند سال پہلے اِن ہی مدارس کے طلباء تھے۔تو تربیت وتعلیم کے حوالہ سے جس نامساعد ماحول کا آج کے طلباء کوسامنا ہے اُنہوں نے بھی اپنے وقتوں میں اُسکا سامنا کیا ہوا ہے۔اگر اُنہیں حقیقی تعلیم وتربیت کی سعادت نصیب ہوئی ہوتی تو وہ بھی اپنے زیرتربیت اِن طلباء کواُس سے نوازتے کیونکہ ''کُلُّ اِنَآءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَافِیْهِ ''یعنی برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اُس سے باہرآتا ہے۔تاہم نصف صدی سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس تیزی کیساتھ ہمارے اِن مراکز علمیہ کاتعلیمی معیار گر رہا ہےاور مسلسل گرتا جارہا ہے اُسکی مثال زندگی کے کسی اور شعبہ میں نہیں ملتی۔اِس حوالہ سے ''کُلَّ یَوْمٍ اَبْتَر ''یعنی ہرآنیوالا دن گزشتہ سے بدتر ہوتا جارہا ہے۔اِس معکوس العملی کا نتیجہ ہے کہ اِن مدارس سے جدید فارغ التحصیل ہونیوالوں کے مقابلہ میں سابقین کے اندرکچھ نا کچھ رجالِ کار دیکھنے میں آتے ہیں۔

اسلامی مدارس میں علمی انحطاط

ہمارے اِن مدارس کے سابق فضلاء میں جوحضرات تعلیم وتربیت کا کمال رکھتے ہیں،خودبھی علم وعمل اور فلاح تقویٰ کی زینت سے مزّین ہیں اور دوسروں کوبھی تعلیم و تربیت دیکر کمال تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اُنہیں اس اُفتاد کا ذمہ دارٹھہرا کرموردِ الزام قرار دینا بھی ہمارے تجربہ کے مطابق ناانصافی وغلط ہے کیوں کہ اُن حضرات نے یہ کمال اِن مدارس کے موجودہ ماحول میں نہیں بلکہ مخصوص مراکز میں لوجہِ اللہ تعلیم وتربیت دینے والے اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرکے حاصل کیا ہے۔کاملین کی صحبت وماحول کی بدولت صاحبِ کمال ہونے کے بعداُن کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ مجاہدہ شاقہ کے بعد دست آوردہ اِس کمال کوامانت سمجھ کرآگے اُس کے حقداروں تک پہنچایا جائے۔انتقالِ فیض وامانت کے اِس عمل کا تعلق تعلیم وتربیت سے ہونیکی بناپراس کے نتیجہ خیز ہونے کے

لیے سب سے پہلے تعلیم و تربیت پانے والوں کے لیے ماحول کا سازگار ہونا ضروری ہے، رکاوٹوں کا دور ہونا ناگزیر ہے اور اِن میں اہلیت کا پایا جانا شرط ہے جس کے بغیر نہ کوئی کامل دوسروں کو خاطر خواہ تعلیم دے سکتا ہے نہ کوئی مستفیض اُن سے پوری طرح استفادہ کر سکتا ہے۔

اِن حقائق کی روشنی میں جب ہم موجودہ مدارسِ دینیہ میں پڑھانے والے مدرسین، پڑھنے والے طلباء اور اِن کے انتظامیہ کا جائزہ لیتے ہیں تو مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک بھی نظر نہیں آتی کیوں کہ بادل کے ستاروں کی طرح جو اقلِ قلیل حقیقی شیوخ و اساتذہ اِن مدارس میں ہمیں نظر آ رہے ہیں وہ اِن کے موجودہ حالات، ذہنی رجحان اور کثرتِ رؤس کو کامیابی کا مدار و معیار سمجھنے کے مقابلہ میں حسب منشاء اِن کے اندر تعلیم و تربیت دینے سے معذور ہیں۔ نیز یہ مدارس اِن کی معاشی ضروریات کی پوری طرح کفالت نہیں کرتے جس وجہ سے وہ دل جمعی کے ساتھ تعلیم و تربیت کے فرائض انجام نہیں دے سکتے ہیں۔ نیز اِن مدارس میں جن کتابوں کی تدریس اُن کے ذمہ لگائی جاتی ہے اُن میں شامل طلباء کی استعداد اور عدمِ استعداد کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ درجنوں شرکاءِ درس میں سے شاذ و نادر کوئی ایک دو طالب علم اُن سے استفادہ کرنے کی کچھ صلاحیت رکھتے ہیں جبکہ اکثریت اپنی نااہلی کی بنا پر متعلقہ کتاب کے حقیقی درس کو اجنبی اور غیر مانوس سمجھ کر اپنے گزشتہ اوقات کے ضیاع پر افسوس کرنے کی بجائے اِن حقیقی شیوخ و اساتذہ کی انتظامیہ سے شکایت کرنے لگتی ہے اور منتظمہ کو چونکہ کثرتِ طلبا کی ضرورت ہوتی ہے، اُن کی نگاہ میں اہل و نااہل کی کوئی تفریق نہیں ہوتی اور حقیقی شیوخ و برائے نام شیوخ کی تمیز نہیں ہوتی جس وجہ سے اُن کی طرف سے اِن حضرات کو طلباء کی اکثریت کو خوش رکھنے کی ہدایات دی جاتی ہیں۔ جس کے بعد یہ حضرات حقیقی تعلیم و تربیت کی راہ سے ہٹ کر نااہل اکثریت کو اعتماد میں رکھنے کی غیر فطری راہ پر چل پڑتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں

ایک طرف اِن حضرات کا علمی جوہر نکھرنے سے رہ جاتا ہے تو دوسری طرف متلاشیانِ علم و معرفت پوری طرح استفادہ کی توفیق سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اِس المیہ کی ایک دل خراش مثال یہ ہے کہ 1974ء میں ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے نام نامی واسم گرامی سے اپنے مدرسہ کو چمکانے کی غرض سے اُن کے ایک بالواسطہ شاگرد نے اُنہیں کراچی بلا لیا جب دیکھا کہ حضرت سے وہی محدود طلباء استفادہ کر رہے ہیں جو ابتدائی کتابیں سمجھ کر پڑھنے کی بدولت صاحبِ استعداد ہیں تو اُس نے بھی حضرت استاذیم نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف سے کھل کر اپنا مقصد ذکر کیا کہ آپ کو یہاں پر لانے سے میرا مقصد کثرتِ رؤس سے اپنے مدرسہ کو چمکانا ہے جو طلباء کی اکثریت کو اُن کی عادت و پسند کے مطابق پڑھا کر اعتماد میں رکھے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اُس نے صاف بتا دیا کہ مدارس کی کامیابی کا معیار ہماری نگاہ میں حقیقی تعلیم و تربیت نہیں ہے بلکہ طلباء کی کثرت ہے، مدرسہ کو امداد دینے والے عوام و خواص حقیقی تعلیم و تربیت کو نہیں دیکھتے وہ صرف اور صرف کثرتِ رؤس سے متاثر ہو کر امداد دیتے ہیں اُس نے کہا کہ ہمیں بھی دوسرے مدارس کی طرح اپنے مدرسہ کو کامیاب کرنے کے لیے طلباء کی کثیر تعداد درکار ہے چاہے اُن کی تعلیمی استعداد جیسے بھی ہو۔ الغرض اُس نے حضرت کو مدارس کے موجودہ نہج پر چلانے کی حتی المقدور کوشش کی لیکن حضرت سمجھتے تھے کہ حقیقی تعلیم و تربیت لینے کی صلاحیت والوں کی تعداد اگرچہ کم ہے اُنہیں نظر انداز کر کے کثرت رؤس کی بھیڑ چال کو اپنانا امانتداری کے خلاف ہے اور معکوسی عمل کی طرف جانے کے مترادف ہے اِس لیے حضرت کسی صورت بھی انتظامیہ کی خواہش پر عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے انجام کار حضرت کے اُسی بالواسطہ شاگرد جو ہزار جتن و تملق کر کے حضرت کو لے گیا تھا مدرسہ کے حوالہ سے اپنی معکوس العملی کے خلاف سمجھ کر حضرت کی عظمتِ شان کے خلاف جن

سازشوں، الزام تراشیوں اور بدگوئیوں کا طوفان اُٹھایا اُس سے ہر شریف انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے (فَاَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنَ الذِّئَابِ فِی الثِّیَابِ) اِسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حقیقی شیوخ و مدرسین کو دینی مدارس کی موجودہ روش پزیرائی نہیں دے سکتی۔

یہ ہوئی مدارس کی موجودہ بے مقصدیت کے حوالہ سے رکاوٹوں اور نامساعد ماحول کی بات اِس کے علاوہ طلباء کی غالب اکثریت کے حوالہ سے معروضی حالات کچھ اس طرح ہیں کہ بہت کم مدارس کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اپنے ابتدائی طلباء کے لیے فنکار وفن شناس اور تجربہ کار اساتذہ مقرر کر کے ان کی بنیاد بنا لیتے ہیں دراصل صحیح معنی میں اسلامی مدارس کہلانے کے قابل بھی یہی ادارے ہیں ''فَزَادَهَا اللّٰهُ وَحَفِظَهَا'' ورنہ زیادہ تر کے مقاصد میں وہی معکوسی تصور ہے جس کی ایک جھلک گزشتہ سطور میں ہم بیان کر آئے ہیں کثرتِ رؤس کو معیار بنانے والے مدارس بہت زیادہ تعداد میں ہیں لہٰذا اُن میں پڑھے ہوئے طلباء کی علمی استعداد نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے اور یہی اکثریت فارغ تحصیل ہونے کے بعد محراب و منبر کی عملی زندگی میں آ کر مسلم معاشرہ کے غیر معیاری مفتی، رواجی مدرِس اور خطیب نامعقول کا کردار انجام دیتی ہے جس کے نتیجہ میں مسائل دینیہ کے حوالہ سے التباس الحق بالباطل کا فساد برپا ہو رہا ہے سچ کہا گیا ہے ''نیم ملا دشمن ایمان''۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے یہ مدارس اگر اپنا موجودہ ماحول تبدیل کریں یعنی طلباء کی کثرت کو کامیابی کا معیار قرار دینے کی معکوس العملی کی بجائے تعلیم و تربیت کے حوالہ سے پختہ کاری کو معیار بنائیں اور پڑھانے والے شیوخ و اساتذہ کو طلباء کی اکثریت کا تابع بنانے کی بجائے حقیقی تعلیم و تربیت کا تابع بنائیں اور مالی مصلحتوں کی پیش نظر بیرون مدرسہ کے عوام و خواص کو طلباء کی کثرت سے متاثر کرنے کے درپے ہونے کی بجائے الٰہیات کے حوالہ سے رجال کار پیدا کرنے کو ہدف بنائیں تو یہی مدارس صحیح معنی میں اسلام کے گھوارے کہلا سکتے

ہیں، آج بھی اِن کی پیداوار میں غزالی ورازی مل سکتے ہیں، امام احمد رضا اور پیر مہر علی شاہ جیسے جامع العلوم والکمالات کی آمد ہوسکتی ہے۔

بے علم پیر کی مثال چکی کا گدھا

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''عِظْ نَفْسَکَ اَوَّلاً ثُمَّ عِظْ نَفْسَ غَیْرِکَ''(۱)

یعنی پہلے اپنے نفس امّارہ کو نصیحت کر کے اُس کی اصلاح کرے اُس کے بعد پیر ومرشد کے منصب پر بیٹھ کر دوسروں کی اصلاح کرے۔

ساتھ ہی سچے مشائخ بن کر لوگوں کی اصلاح احوال کرنے والے سعادت مندوں کے لیے علم دین کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے اِسی صفحہ میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّمَا یَقُوْدُالنَّاسَ الْبَصِیْرُ o اِنَّمَا یُخَلِّصُھُمْ مِنَ الْبَحْرِ السَّابِحُ الْمَحْمُوْدُ o اِنَّمَا یَرُدُّالنَّاسَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ مَنْ عَرَفَہٗ اَمَّامَنْ جَھِلَہٗ کَیْفَ یَدُلُّ عَلَیْہِ''(۲)

لوگوں کی روحانی قیادت کرنے کے اہل وہی ہوسکتے ہیں جو اہل علم ہوں اور لوگوں کو اُن کے نفس امّارہ کے دریاء ظلمت سے وہی نکال سکتے ہیں جو میدانِ روحانیت کے قابل ستائش تیراک ہوں اور لوگوں کو اللہ ﷻ کی راہ پر وہی ڈال سکتے ہیں جو اُسے جانتے ہوں کیوں کہ جو خود اُسے نہیں جانتے اُن سے دوسروں کی رہنمائی ممکن نہیں ہوسکتی۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے سچے مشائخ کے لیے ناگزیر

۱۔ الفتح الربانی، ص 5، مطبوعہ مصر۔

۲۔ الفتح الربانی، ص 5، مطبوعہ مصر۔

تعلیم وتربیت کے چند مراحل کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''فَیَسُوْسُ نُفُوْسَ الْمُرِیْدِیْنَ کَمَا کَانَ یَسُوْسُ نَفْسَہٗ مِنْ قَبْلُ''(۱)

یعنی مسندِ ارشاد پر بیٹھنے سے پہلے طالب علمی کے وقت جیسے وہ خود معیاری تربیت گاہوں کے حقیقی شیوخ واساتذہ کی تعلیم وتربیت سے اپنے نفس کو تربیت دیا کرتا تھا اُسی طرح مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے بعد اپنے متعلقین ومریدین اور شاگردوں کو تعلیم وتربیت دیگا۔

بزرگانِ دین اور اہل طریقت کی مسلّمہ ہستیوں کی اِن تصریحات کے مطابق معیاری پیرو شیخ طریقت بننے کیلئے سب سے پہلے الٰہیات کی حقیقی درسگاہوں کے معیاری شیوخ واساتذہ سے تعلیم حاصل کرنا اوّلین شرط قرار پایا ہے جس کے بغیر پیر بن کر جاہل عوام کو گمراہ کرنیوالے غیر معیاری حضرات کو حدیث شریف میں چکی کے گدھے کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جیسے فرمایا:

''اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنِ''(۲)

اہل فہم حضرات جانتے ہیں کہ سچے صوفی، حقیقی مشائخ اور معیاری پیر ومرشد بننے کے لیے الٰہیات کے جن علوم کو جملہ سلف صالحین نے شرط قرار دیا ہے اُسکا حصول معیاری درسگاہوں کے حقیقی شیوخ الحدیث والتفسیر کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ وہ راز ہے جس سے غفلت برتنے کی وجہ سے آج کل حقیقی تربیت گاہوں کی جگہ غیر معیاری اداروں کا حقیقی مشائخ کی جگہ گندم نما جوفروشوں کا، سچے پیروں کی جگہ جھوٹوں کا اور معیاری شیوخ الحدیث والتفسیر کی جگہ بے حقیقتوں کا جال تزویر ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ ایسے ایسے حضرات مفتی اہل سنت، شیوخ الحدیث والتفسیر، محقق العصر، مجدّدِ وقت، شہباز ولایت،

۱۔ عوارف المعارف، ص73، مطبوعہ مصر۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج5، ص219، مطبوعہ بیروت۔

پیر طریقت و رہبر شریعت جیسے وزن دار القاب کے ساتھ ملقب کیے جارہے ہیں جو اِن اوصاف کی حقیقت سے سو فیصد خالی ہوتے ہیں۔ الغرض جیسے ایک معیاری مفتی، شیخ الدرس، استاذ و معلّم اور صاحب محراب و منبر بننے کے لیے اِس منصب پر بیٹھنے سے پہلے حقیقی درسگاہوں کے معیاری شیوخ الحدیث والتفسیر کاملین کی صحبت میں رہ کر تعلیم و تربیت کا حاصل کرنا ضروری ہے جسکے بغیر کوئی شخص معیاری مفتی بن سکتا ہے نہ مدرّس نہ شیخ الحدیث نہ شیخ التفسیر، اِسی طرح معیاری پیر و مرشد بننے کے لیے بھی معیاری تربیت گاہ کے حقیقی شیوخ کی صحبت میں الٰہیات کی تعلیم و تربیت کا حاصل کرنا ضروری ہے جس کے بغیر سچّے پیر و مرشد بننا ممکن نہیں ہے۔

مسلم معاشرہ کی شومئی قسمت نہیں تو اور کیا ہے کہ اہل طریقت ہونے کے لیے اہل شریعت ہونے کے لاینفک وصف سے بے اعتنائی، اہل حقیقت ہونے کے لیے حقیقی مدارس کے معیاری شیوخ الحدیث والتفسیر کے درس صحبت سے مستفیض ہونے کی لازمی شرط سے بے خبری اور پیر و مرشد ہونے کے لیے مذہبی تعلیم و تربیت کی ضرورت سے انحراف و غفلت کی وجہ سے غیر معیاری مشائخ کی شرح پیداوار میں روز افزوں ترقی ہوتی جارہی ہے اور اُن کی جہالت نوازیوں، بدعت کاریوں اور طریقت و روحانیت کے نام پر التباس الحق بالباطل کی فساد کاریوں کی وجہ سے خلقِ خدا کی گمراہی ہورہی ہے۔

ایک اہل علم کے سوال کا جواب

اِن سطور کی سپردگی قلم کے وقت ایک قابل احترام اہل علم میرے پاس مہمان آئے تحریر شدہ اِس مضمون کو دیکھنے کے بعد مجھ پر یہ سوال کیا کہ اِس مضمون سے تو دینی مدارس کی عصری خانقاہوں کے ساتھ اور مدارس سے فارغ تحصیل ہونے والوں کی عصری پیروں کے ساتھ

برابری معلوم ہو رہی ہے جو خلاف حقیقت ہے کیوں کہ دینی مدارس اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود عصری خانقاہوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں کہ اُن کی بدولت قرآن وسنت کی تعلیمات کا سلسلہ تو باقی وجاری ہے جبکہ عصری خانقاہوں کی غالب اکثریت اِلّا ماشاءاللہ حقیقی بزرگان دین کی تعلیمات اور اُن کے نصب العین کے برعکس کردار انجام دے رہی ہے۔

اِسی طرح دینی مدارس سے فارغ تحصیل ہونے والے حضرات کسی نہ کسی انداز سے اسلام کی خدمت کررہے ہیں اور اپنی استعداد کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے عمل سے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی کچھ روشنی تو پھیلا رہے ہیں جبکہ غیر معیاری مشائخ اور نمبر دو پیروں کی اکثریت کا یہ پیٹ پرست ریوڑ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے احکام سے نابلد ہونیکی بنا پر شریعت کی بگاڑ اور طریقت کی بدنامی کیساتھ روحانیت کے نام پر خلقِ خدا کو دھوکہ دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ معروضی حالات کے اِس نقشہ میں اُنہیں مدارس سے فارغ تحصیل ہونیوالوں کا ہم پلڑہ قرار دینا کیا بہتے ہوئے پانی کو بے حقیقت سراب کہنے کے مترادف نہیں ہے؟

اِس کا جو جواب میں نے اُس محترم علمی شخصیت کو دے کر اُسے مطمئن کیا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اِس مضمون کے کسی بھی حصہ میں مذکورہ دونوں طبقوں کو ایک دوسرے کے برابر قرار نہیں دیا ہے بلکہ میں نے تو غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کے بڑھتے ہوئے حجم کے ساتھ اُن کی تباہ کاریوں کی متعدد وجوہات میں سے صرف ایک وجہ (مذہبی تعلیم و تربیت) سے اُن کی محرومی کو ذکر کر کے اکثر مدارس سے فارغ تحصیل ہونے والے حضرات کی بے معیاری کے ساتھ اُن کو تشبیہ دی ہے کہ دیگر اوصاف کثیرہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود الٰہیات کے حوالہ سے حقیقی تعلیم وتربیت سے محروم ہونا اِن دونوں کا وصفِ مشترک ہے۔ نیز میں نے اپنی اس تحریر میں مقصد بِنا مدارس کے حوالہ سے غیر معیاری مہتممین اور شرعی مقصد کے حوالہ سے غیر معیاری پیروں کو ایک ہی منزل کے لیے

مختلف سمتوں میں سفر کرنے والے ہوشیار و نادان قرار دیا ہے۔ میں نے افسوس کا اظہار کیا ہے کہ کاش اِن دونوں شعبوں کے لیے کوئی موثر کنٹرولر ہوتا، کاش اِن سے پوچھنے والا کوئی ہوتا اور میں نے جملہ مسلمانوں کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے بارہا لکھا ہے کہ اِن دونوں شعبوں میں اصل و نقل کی تمیز، کھرے کھوٹے کی تفریق، جائز کی حوصلہ افزائی اور ناجائز کے انسداد کے لیے قدم اُٹھانا حکومتِ وقت کے فرائض میں سے ہے جس کے لیے مسلمانوں کے سیاسی اقتدار پر مسلط ہونے والے اربابِ اقتدار کا قرآن وسنت کے احکام سے واقف ہونا ضروری ہے کیوں کہ جب خود اُنہیں نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا علم، کھرے کھوٹے کی تمیز اور جائز و ناجائز کی تفریق نہ ہوگی تو اُن کے ہاتھوں دوسروں کی اصلاح کبھی ممکن نہیں ہوسکتی۔

میں نے اپنی دوسری کتاب ''اسباب زوال امت اور علاج'' میں جہاں دیگر شعبہ ہائے حیات میں امت مسلمہ کے زوال و انحطاط کے اصل ذمہ دار، نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے عاری حکمرانوں کو قرار دیا ہے، وہاں کثیر شواہد و عقلی و نقلی دلائل سے اِن دونوں شعبوں کی کساد بازاری کا اصل مرض بھی اِن ہی حضرات کو ٹھہرایا ہے کیوں کہ قرآن وسنت اور نظامِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اُمت مسلمہ کے حکمران جیسے دوسرے تمام شعبہ ہائے حیات کے جملہ طبقوں کے جائز و ناجائز پر نظر رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں تاکہ جائز کی حوصلہ افزائی اور ناجائز کا انسداد کر سکے، ویسے ہی اِن دونوں طبقوں کی نگرانی بھی اُن ہی کی ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوت میں اور اس کے بعد خلفاء راشدین کے تیس سالہ عہدِ خلافت میں مسلم سلطنت کے کسی گوشہ میں بھی دین کے نام پر جعلی مدرسہ دیکھنے میں آیا نہ روحانیت کے نام پر کوئی مصنوعی خانقاہ، نہ غیر معیاری علماء کبھی دیکھے گئے نہ نمبر دو مشائخ، نہ کسی کو مذہب کے نام پر عوام کو بیوقوف بنانے کی جرأت ہوسکتی تھی نہ روحانیت اور پیری

مریدی کے روپ میں دجل وفریب کی جسارت۔ اِس کے برعکس جب سے دوہرے تصور اقتدار پر مبنی نا اہلوں کی حکومتیں مسلمانوں پر مسلط ہونے لگیں، یعنی جب سے مذہب آزاد محض نام کے مسلمانوں نے اُمتِ مسلمہ کے سیاسی اقتدار پر مسلط ہوکر مذہبی اقتدار کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا شروع کردیا تب سے مذہب وروحانیت کا نام بیچنے والے گندم نما جو فروشوں کو بھی اس گھناؤنے کاروبار میں پڑنے کا موقع مل گیا۔ آج بھی اگر اس کہنہ مرض کا علاج ہوجائے یعنی وحدت تصور اقتدار پر مبنی صالح مقتدرہ وجود میں آجائے جو مذہبی اہل اقتدار کو اپنی ذاتی ترجیحات ومفادات کی تکمیل کے لیے استعمال کرنے کی بجائے اپنی من پسند کو قرآن وسنت پر فدا کریں، دنیوی معاملات سے لے کر مذہبی مسائل تک، اندرونی ذمہ داریوں سے لے کر خارجہ روابط تک، سیاسیات سے لے کر معاشیات تک اور عدلیہ سے لے کر روحانی اقدار تک جملہ گوشوں پر یکساں نظر رکھے اور ہر شعبہ کو امانتِ الٰہی سمجھ کر اس کے حقیقی اہلکاروں کے سپرد کریں، کسی بھی شعبہ میں غیر معیاری افراد کے دخل عمل کو ممنوع قرار دیں اور ہر شعبہ کو بدنمائی وناکامی سے بچا کر کامیابی کے ساتھ ہمکنار کرنے کے لیے اُس کے حقیقی ماہرین کی نگرانی میں معیار قائم کر کے اُس کی پابندی کرائیں تو آج بھی اُمت مسلمہ، زوال وانحطاط کی درپیش دلدل سے نکل کر اقوام عالم کی صف میں معزز وسربلند ہوسکتی ہے، اسے بھی عالمی ادارۂ اقوام میں ویٹو کا حق مل سکتا ہے، اس کے دنیوی مدارس سے بھی مغربی سائنسدانوں کی طرح سائنس وٹیکنالوجی کے ماہرین پیدا ہوسکتے ہیں اور اس کے مذہبی مدرسوں اور روحانی تربیت گاہوں سے بھی غزالی ورازی، شاہ نعمت اللہ ولی، امام محی الدین ابن عربی جیسے ماہرین شریعت وطریقت ورمز شناسانِ حقیقت پیدا ہوسکتے ہیں۔

الغرض جیسے دیگر شعبہ ہائے حیات میں اُمتِ مسلمہ کے پسماندہ رہنے کا بنیادی مرض نا اہلوں کی حکمرانی ہے اسی طرح مدارس وخانقاہوں کی بے مقصدیت کے ذمہ دار بھی یہی نا اہل

حکمران ہیں جن کی نا اہلی، مذہبی تعلیم وتربیت سے دوری اور روحانی اقدار سے محرومی کی بنا پر مذہبی سوداگروں کو مذہب کے نام پر اور روحانیت وتصوف کے نام سے سوداگری کرنیوالوں کو پیری مریدی کے عنوان سے ہر طرح کھیل کھیلنے کا موقع مل رہا ہے (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

کتنے مذہبی مدارس ایسے ہیں جن میں اللہ کے لامحدود سچے دین کو محض اپنی من پسند کے پیدا کردہ چند محدود مسائل میں منحصر سمجھ کر تعصب کا درس دیا جاتا ہے، اپنے نظریاتی مخالفین کی بابت ہر طرح کی غیر شائستہ زبان استعمال کرنے، غیر مہذب قلم چلانے اور عوام کو اشتعال دلانے کی تربیت دی جاتی ہے، کتنی خانقاہیں ایسی ہیں جن کا کوئی قابلِ ذکر مذہبی پس منظر نہ ہوتے ہوئے بھی روحانیت کے ٹھیکیدار بن رہی ہیں، کتنے اناڑی جاہل ایسے ہیں جو علماء کے روپ میں چندہ خوری کے لیے جعلی مدارس چلا رہے ہیں، پیری مریدی کا دھندہ کرنیوالے کتنے جاہل مطلق ایسے ہیں جو تصوف وروحانیت کے ابجد سے بھی ناواقف ہوتے ہوئے پیر طریقت ورہبر شریعت کے القاب کے ساتھ پکارے جاتے ہیں جن سے ضعیف العقیدہ عوام کا بیڑہ غرق ہو رہا ہے۔ آئے دن ملکی اخبارات میں جعلی پیروں اور نمبردو مشائخ کی زیادتیوں، دھوکہ بازیوں، بدعت کاریوں اور حیا سوز بدعملیوں کی کہانیاں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ نیز حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ) جیسے مسلّمہ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینے والے مختلف شعبہ ہائے حیات کے کثیر عوام میں اپنی دوکان خسران کے لیے گاہک تلاش کرتے ہوئے جعلی پیروں کی مختلف ٹولیاں روحانیت وتصوف کے نام پر جو کرتب بازیاں کرتی ہیں اُس سے صاحبِ مزار بزرگوں کی ارواح کو اذیت پہنچنے کے ساتھ ہر دیندار و سنجیدہ مسلمان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان تمام خرافات وگمراہیوں کو دیکھنے، سننے اور سمجھنے کے باوجود حکمرانوں کو اس کے خلاف کچھ کرنے کا احساس ہوتا ہے نہ اصحاب محراب ومنبر کو اِسکے خلاف تبلیغ کرنے کی جرأت۔ مدارس، اُن سے فارغ تحصیل

ہونے والے اصحاب محراب ومنبر، خانقاہیں، اُن کے ساتھ وابستہ پیر ومرید اور حکمرانوں کے ان معروضی حالات کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے۔

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تو ست

علماء ومشائخ کا موازنہ

زندگی کے مختلف شعبوں میں اصلی ونقلی ہونے کی طرح اصحاب محراب ومنبر اور پیروں کے طبقوں میں بھی حقیقی علماء حق کے مقابلہ میں دنیا پرست علماء سوٗ اور مشائخ میں مسند ارشاد کے قابل حقیقی حضرات کے مقابلہ میں جعلساز پائے جاتے ہیں۔گزشتہ سطور میں ہم تفصیل کے ساتھ واضح کر آئے ہیں کہ حقیقی مشائخ اور مسندِ ارشاد کے قابل معیاری پیرو مرشد وہی حضرات ہو سکتے ہیں جو قرآن وسنت اور اُن سے مستنبط مسائل فقہیہ کے عالم با عمل ہوں، یعنی عقیدہ وعمل کے درست اور فلاح تقویٰ کی سعادت پر فائز ہوں جس کے بغیر کوئی شخص صحیح مومن ومسلمان نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ شیخ طریقت بن سکے۔اس کے ساتھ ہم یہ بھی قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے لے کر آج تک کسی بھی جاہل کو ولی اللہ نہیں بنایا ہے، کسی بھی جاہل وغافل کو مسند ارشاد پر بیٹھنے کے لیے مامور نہیں فرمایا ہے اور کسی بھی بدعقیدہ و بدعمل، آلودۂ معصیت انسان کو پیر ومرشد بنا کر لوگوں کو اس کے ہاتھ بیعت ہونے کا امر نہیں فرمایا ہے۔ رب کریم جل مجدہٗ نے صرف اور صرف قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے حضرات کو مسند ارشاد پر بیٹھنے، بے علم عوام وخواص کو مذہبی تعلیم وتربیت دینے کا حکم دیا ہے اور بے علموں کو اُن سے تعلیم وتربیت پانے اور ان کی اتباع کرنے پر مکلّف فرمایا ہے۔گویا قرآن وسنت کا علم رکھنے والے سعادت مندوں کے پیر ومرشد اور رہنما ومقتدیٰ اللہ جل جلالہٗ اور

اس کے رسول ﷺ کے فرامین وارشادات ہیں جبکہ عوام کے حقیقی پیر ومرشد قرآن وسنت کے علم وعمل سے سرفراز علماء کرام ہیں۔ بالفاظ دیگر عوام کے حقیقی مرشد ورہنما علماء کرام ہیں اورعلماء کرام کے مرشد ورہنما ذاتِ پاک رسول اللہ ﷺ ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا واحد رہنما ومربی اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ جیسے فتاوی رضویہ میں امام شعرانی کی میزان الشریعۃ الکبری کے اس مضمون سے متعلق طویل کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اِس لیے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے اہل علم ودین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیف علماء ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ آئمہ ھدی کا اور وہ قرآن وحدیث کا، جس شخص نے اِس سلسلے کو توڑا وہ اندھا ہے، جس نے دامن ہادی ہاتھ سے چھوڑا عنقریب کسی عمیق (گہرے) کنویں میں گرا چاہتا ہے۔''(۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰھَا''(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی استعداد واستطاعت سے زیادہ مکلّف نہیں فرماتا۔

توظاہر ہے کہ تمام انسانوں میں قوت فکری وعملی کے کمالات کے حوالہ سے ماوراء العقل والحواس طاقت واستعداد کے حامل صرف اور صرف انبیاء ومرسلین کی ذات ہوتی ہے بالخصوص سید الانبیاء رحمۃ للعلمین ﷺ جملہ انبیاء ومرسلین کے انفرادی کمالات کے جامع ومجمع الکمالات ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے تعلیم وتربیت پانے کے محتاج ہی نہیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ سب سے زیادہ حُب ورضا، توکل وشکر، فقر وصبر، خوف ورجاء، زُہد وتوبہ، رکھنے والے محبوب ومقرب علی الاطلاق ہونے کی بنا پر سب سے مافوق، سب سے اعلیٰ اور سب سے بے مثل کمالات واستعداد کے مالک ہیں ایسے میں اُن کا مرّبی ورہنما

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج21، ص462۔

۲۔ الطلاق، 7۔

اللہ ﷻ کے سوا کوئی اور ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا جیسے بخاری شریف کی مرفوع حدیثوں میں ارشاد فرمایا:

''عَلَّمَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِی''

''اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی''

''اَیُّکُمْ مِثْلِی اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّی یُطْعِمُنِی وَیَسْقِیْنِی''(۱)

اللہ کے حبیب رحمتِ عالم ﷺ جیسے توبہ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم ''وَتُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ''(۲) پر عمل کرنے میں سب سے بے مثل ہیں ویسے ہی ''اِتَّقُوا اللّٰہِ حَقَّ تُقٰتِہٖ''(۳) پر عمل کرنے میں بھی سب سے زیادہ، سب سے اعلیٰ اور سب سے بے مثل ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس انسانی کمالات کی تکمیل کے لیے جتنے لوازمات واحکام ہوسکتے ہیں اُن سب کا فیض، سب کی تعلیم اور سب میں عملی تربیت وہ صرف اور صرف اپنے خالق ومالک ﷻ سے پاتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے درس صحبت سے براہ راست فیض پانے والے صحابہ کرام آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت کے محتاج ہیں اِسی طرح تابعین صحابہ کے اور تبع تابعین، تابعین کی تعلیم وتربیت کے محتاج ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس مسلمانوں کے ہر بعد والا طبقہ اپنے سے اسبق واعلم واکمل کی تعلیم وتربیت کے محتاج ہونے کا یہ طویل سلسلہ فیض اِس طرح ترتیب پاتا ہے کہ ہر دور کے عوام مذہبی وروحانی تعلیم وتربیت کا فریضہ پانے میں اپنے دور کے علماء کرام کے محتاج ہوتے ہیں جبکہ ہر دور کے اِن علماء کرام کا اپنے سے اسبق، اعلم واکمل حضرات سے مستفیض ومستفید ہونے کا یہ سلسلۂ تربیت

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص 111، کتاب قصدالعمل، مطبوعہ اصح المصابع کراچی۔

۲۔ النور، 31۔

۳۔ آلِ عمران، 102۔

رحمتِ عالم ﷺ تک پہنچ کر منتہی ہو جاتا ہے۔

علماء حق پر جاهل پیروں کو ترجیح دینے کا جهل

اولیاء اللہ ہونے کے لیے جب ایمان وتقویٰ کی کسوٹی پر پورا اترنے کو اللہ تعالیٰ نے معیار قرار دیا ہے تو پھر اسے نظر انداز کر کے اپنے پیٹ سے کوئی اور تصور قائم کرنے کا کیا جواز ہو سکتا ہے اور عقیدہ وعمل کی سچائی اور ایمان وتقویٰ کی پختگی کا معیار ولایت ہونا جب عہد صحابہ سے لے کر اب تک کے جملہ سلف صالحین کا متفقہ مذہب اور نا قابل انکار حقیقت ہے۔ ایسے میں باعمل علماء کرام کو ولایت سے جدا کر کے اولیاء اللہ کو ان کے مقابلہ میں لانے کا جو تصور اپنے معاشرہ میں ہم دیکھ رہے ہیں اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اِس پر مستزاد اس غیر اسلامی تصور میں نہ صرف ضعیف العقیدہ عوام مبتلا ہیں بلکہ نیم خواندہ علماء کی غالب اکثریت سمیت اچھے خاصے اہل علم بھی جہلستان کے اس زندان کے اسیر چلے آ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے اپنے مربی و استاذ حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی وہ با مقصد گفتگو یاد آ رہی ہے کہ آج سے تقریباً نصف صدی پہلے سیال شریف کے زمانہ طالب علمی میں حسب معمول بعد العصر بطور کفش بردار حضرت کی معیت میں صحرا کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت نے علماء ومشائخ اور طلبہ کے کردار کے حوالہ سے فرمایا کہ:

''ہمارے مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کی عجیب روش ہے کہ شروع میں جب وہ آتے ہیں تو اَن پڑھ جاہل ہوتے ہیں جب پڑھانے والے اساتذہ وشیوخ اُن کے ساتھ مغز خوری کر کے چند سالوں میں انہیں کچھ بنا لیتے ہیں تو انہیں اپنے اِن شیوخ واساتذہ کی محنت وکارکردگی کا بداہۃً احساس ہونے لگتا ہے کہ پہلے ہم اَن پڑھ جاہل تھے اب اگر

کچھ جاننے لگے ہیں تو یہ استاذ کی برکت ہے، اگر تقریر کرنے کے قابل ہوئے ہیں یہ بھی استاذ کی ہم پر محنت کا ثمر ہے اور اگر جائز و ناجائز کی تمیز کرنے کے قابل ہوئے یا درس و تدریس کرنے کے قابل ہوئے یہ سب کچھ ان کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے اس احساس میں انہیں اپنے معلم و مربی کی محنت و اخلاص اور کارکردگی کا بداہۃً تصور ہوتا ہے کہ پہلے میں اسلامی عقائد و اعمال سے اور ان کے طریقہ حصول سے غافل و نا آشنا تھا اب اس حوالہ سے منزل آشنا ہو چکا ہوں تو یہ اللہ کی توفیق کے بعد صرف اور صرف میرے استاذ و مربی کا احسان ہے، اس کی شفقت و محنت کا ثمر ہے اور اس کی تربیت کا بدیہی و یقینی نتیجہ ہے۔ اس یقینی احساس کے باوجود وہ جا کر کسی جاہل پیر کے مرید ہوتے ہیں جو نہ کسی کتاب کا علم انہیں دے سکتے ہیں نہ عقل کا، عقیدہ کی تعلیم و تربیت دے سکتے ہیں نہ اعمال کی، شرعی احکام کی تمیز انہیں بتا سکتے ہیں نہ ان کے حصول کے طریقوں کی، اسلامی عقائد و اعمال میں پختگی کی تربیت دے سکتے ہیں نہ ان میں اخلاص پیدا کرنے کی اور انہیں یہاں سے کچھ حاصل نہ ہونے کا بھی احساس ہوتا ہے یعنی وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارا علم و عمل اب بھی وہی ہے جو مذہبی استاذ و مربی کے حضور سے سیکھ کر آئے ہیں، یہاں آنے کے بعد ''اَلْآنَ کَمَا کَانَ'' ہے یعنی مرید ہوتے وقت جیسا تھا اب بھی اِسی حالت میں ہے۔ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ فلان پیر کے مرید ہوئے تجھے چھ سات سال ہوئے، اتنے عرصہ میں کیا کچھ سیکھا جو پہلے اپنے مذہبی شیخ و مربی سے نہیں سیکھا تھا تو دل میں عدم حصول کا یقین ہوتے ہوئے محض ماحولیاتی اثر کی بنا پر یہی جواب دے گا کہ پہلے مذہبی استاذ و مربی سے میں نے شریعت کا علم و عمل سیکھا اب پیرِ طریقت سے طریقت کی برکات حاصل کر رہا ہوں، منازلِ سلوک طے کر رہا ہوں اور بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو کر فریضہ سلوک انجام دے رہا ہوں۔ درحقیقت یہ جواب تو ہم

پرستی یا ضعف عقیدہ یا پیری مریدی کے حوالہ سے غلط رسم و رواج پر مبنی ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔''

اِس کے بعد حضرت نے اُس وقت کے ایک فراڈی پیر اور اس کے پھندے میں پھنسے ہوئے ایک نیم خواندہ مولوی صاحب کا عجیب واقعہ بیان کرنے کے ساتھ پیری مریدی کے حوالہ سے اصل ونقل کی تمیز بتا کر ضعیف العقیدہ عوام کو ان گمراہوں سے بچانے کو وقت کی ضرورت بتایا۔اس کے ساتھ ہی اپنے پیر و مرشد اور میرے دادا مرشد حضرت پیر مہر علی شاہ نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے متعلق فرمایا کہ:

''حضرت شریعت کی حقیقت یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں اخلاص کا مجموعہ مرکب تھے۔آیتِ کریمہ'' قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ''(۱) کا مظہر تام تھے۔

نیز فرمایا''میں نے اپنے استاذ و مربی حضرت مولانا یار محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کا ادب واحترام حضرت سے کم کبھی نہیں کیا۔''

نیز فرمایا''میں نے اپنے محسن و مربی استاذ کو ہمیشہ پیر و مرشد ہی سمجھا اور ہر صاحبِ علم مرید کو چاہئے کہ اپنے استاذ و مربی کو پیر سے کم نہ سمجھے۔جو حضرات اپنے مذہبی استاذ کے مقابلہ میں پیر کو ترجیح دیتے ہیں یا پیر سے کم احترام وعزت اس کی کرتے ہیں یہ اُن کی جہالت ہے۔ایسے علماء چاہے کتنے بڑے عالم ہی کیوں نہ ہوں،علم کے ثمرات و برکات سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے ہیں۔

نیز فرمایا''جب حقیقی پیر و مرشد سے اپنے مذہبی شیخ و مربی کو کم درجہ دینے والوں کی حرمان نصیبی کا یہ حال ہے تو پھر کسی جاہل برائے نام پیر کہلانے والوں کے مرید ہو کر اسے ترجیح

۱۔ الانعام، 162۔

دینے والے نہ صرف علم کے ثمرات سے محروم ہوتے ہیں بلکہ وہ تو گناہ گار، جہل مرکب کے گرفتار اور احسان فراموشی کی لعنت میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔''

نیز فرمایا'' جاہل پیروں کے جال تزویر میں پھنسنے کی لعنت اتنی عام ہو چکی ہے کہ اچھے خاصے علماء بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔''

نیز فرمایا'' اس حوالہ سے حقیقی علماء حق کو آگے آنے کی ضرورت ہے اور اصل و نقل کی تمیز بتا کر اصل کو نقل کی اس گمراہی سے بچانا علماء حق کے فرائض میں شامل ہے۔''

آج سے نصف صدی قبل حضرت شیخ الشیوخ استاذیم نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کی مبارک زبان سے سنی ہوئی ان باتوں کو یہاں پر درج کرنے سے میرا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ غیر معیاری مشائخ اور نمبر 2 پیروں کے پھندے میں پھنسنے کا مرض کوئی اچانک حادثہ نہیں ہے بلکہ ضعف اعتقاد اور توہم پرستی و جہل سے پیدا ہونیوالا یہ مرض صدیوں پرانا ہے۔ ہر دورِ تاریخ کے حقیقی مشائخ و علماء حق نے مسلمانوں کو اس کے متعدی جراثیم سے بچنے کی تبلیغ فرمائی ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''اِتَّبِعِ الشُّيُوْخَ الْعُلَمَآءَ بِالْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ الْعَامِلِيْنَ بِهِمَا وَاَحْسِنِ الظَّنَّ بِهِمْ وَتَعَلَّمْ مِنْهُمْ وَاَحْسِنِ الْاَدَبَ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَالْعِشْرَةَ مَعَهُمْ''

یعنی کتاب و سنت کے باعمل علماء و شیوخ کی تابعداری کر، ان کے ساتھ حُسن ظن رکھ، اُن سے دین سیکھ، اُن کے حضور ادب سے پیش آ، اُن کیساتھ حسن معاشرت اختیار کر۔

حقیقی اولیاء اللہ یعنی باعمل علماء کرام کو پیر و مرشد بنانے کی اس ترغیب و تاکید کے بعد قرآن و سنت کے علم سے جاہل برائے نام مشائخ کہلانے والوں کو پیر بنا کر گنہگار ہونے سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۱۔ الانعام، 162۔

''اِذَالَمْ تَتَّبِعِ الْكِتٰبَ وَالسُّنَّةَ وَلَاالشُّيُوْخَ الْعَارِفِيْنَ بِهِمَا فَمَاتُفْلِحُ اَبَدًا''(۱)
یعنی جب تو کتاب وسنت اوران کے شیوخ وعلماء کو پیر بنا کران کی تابعداری نہ کرے گا تو کبھی بھی بامرادنہیں ہوسکتا۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' کو جاہل مشائخ اور غیر معیاری پیروں کے دجل وفریب سے لوگوں کو بچانے کے لیے ہی لکھی ہے جس میں اپنے زمانہ کے ان جاہل گمراہوں کے مشئوم جراثیم اور کچھ معکوس العملیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد اس عنوان سے باطل کے اوپر آنے اور اہل حق کے پردہ میں جانے کو متغلّبین بنوامیہ اور آلِ بیت نبوت علیہ وسلم کے مغلوب ہونے کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا ہے:

''تا ارباب معانی اندر میان ایشان مهجور گشته اندوایشان غلبه گرفته چنانچه اندر فطرت اولی اهل بیت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم بآل مروان''(۲)

یعنی علماءِ سُوء اور غیر معیاری مشائخ کا اتنا غلبہ ہوا کہ حقیقی مشائخ اِس معاشرہ میں متروک ہوگئے۔ جیسے اس سے پہلے وقت میں آل مروان کے ہاتھوں اہل بیت نبوت کا حشر ہوا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے دین فروش علماءِ سوء کے متعدی جراثیم وخباثتوں سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کرنے کے ساتھ غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں سے بھی بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ الفتح الربانی، ص129، مطبوعہ مصر۔
۲۔ کشف المحجوب، ص6-7

"واکثر جہلا صوفی نمائے این زمانہ حکم علماء سؤ دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی است"

یعنی موجودہ زمانہ کے اکثر صوفی نما جاہل پیر علماء سوٗ کا حکم رکھتے ہیں کہ پیری مریدی کے لباس میں اِن کا فساد بھی علماء سوٗ کے فساد کی طرح متعدی مرض ہے۔(۱)

جعلی پیروں اور بے حقیقت مشائخ کو جاہل عوام کی طرف سے پذیرائی ملنے کی بنیادی وجوہات میں ان کے جھوٹ اور دجل وفریب کو سب سے بڑا دخل ہے کہ اِس گھناؤنے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے وہ تصوف کو بطور حربہ استعمال کرتے ہیں۔ سچے صوفیاءِ کرام اور بزرگانِ دین کے اُن کے اپنے دورِ تاریخ کی زبان واصطلاح کے خاص الفاظ کو یاد کر کے انہیں نیم خواندہ علماء وعوام کے سامنے استعمال کر کے دھوکہ دیتے ہیں اور اِن میں بعض ایسے بھی ہیں جو تصوف کو اصل اسلام کہہ کر اِسی کو دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا ضامن ٹھہرا کر اپنا مطلب نکالتے ہیں اور بعض جاہل مرکب ان میں ایسے بھی ہیں جو صحت عقیدہ وعمل سے متعلقہ فلاح تقوی اور فرضی سلوک کی اہمیت سے متعلق حقیقی اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین سے منقول کچھ عبارات سے "کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهَا الْبَاطِلُ" کے طور غلط استدلال کر کے اپنی دوکان خسران کو چمکاتے ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت بایزید بسطامی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفُ سے منقول ہے:

"مَنْ لَمْ یَکُنْ لَهُ اُسْتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّیْطٰنُ"(۲)

یعنی جس کا مذہبی استاذ ورہنما نہ ہو اُس کو گمراہ کرنے کیلئے شیطان اُس کا پیشوا ہوتا ہے۔

جعلی پیروں کی طرف سے بگاڑ کر مشہور کیے جانے والا ترجمہ کہ جس کا پیر نہ ہوگا

۱۔ مکتوبات، مکتوب نمبر 47، ج2، دفتر اول، حصہ دوم۔

۲۔ عوارف المعارف، ص78۔

اسکا پیر شیطان ہوگا، لہٰذا پیر پکڑنا ہر شخص پر فرض ہے تاکہ شیطان سے بچے۔اور بعض ہوشیار ونفسیات شناس قسم کے غیر معیاری مشائخ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی اور حضرت سر سقطی قدس اللّٰہُ اَسْرَارَھُمُ الْقُدْسِیَۃ جیسے مسلّمہ بزرگانِ دین سے منقول اِس قسم کی عبارات کا مطلب ''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ مُرْشِدٌ فَمُرْشِدُہُ الشَّیْطٰنُ ''یعنی جس کا پیر نہ ہوگا اُس کا پیر شیطان ہوگا مشہور کر کے التباس الحق بالباطل کرنے کے ساتھ تصوف کو ہر ایک لیے ناگزیر قرار دیتے آئے ہیں جن پر شدید رد کرتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے اپنے ایک مکتوب، بنام شیخ فرید بخاری میں فرمایا:

''فردائے قیامت از شریعت خوہند پرسید از تصوف نہ خواہند پرسید دخول جنت وتجنّب از نار وابستہ باتیان شریعت است انبیاء صَلَواتُ اللّٰہ تعالیٰ وتسلیماتہ کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند ومدار نجات براں ماندہ ومقصود از بعثت این اکابر تبلیغ شرائع است''(۱)

یعنی کل قیامت کو شریعت پر عمل کرنے یا نہ کرنے سے متعلق پوچھا جائے گا تصوف سے نہیں پوچھا جائیگا، جنت میں داخل ہونے اور آتش جہنم سے نجات پانے کا مدار شریعت پر عمل کرنے میں ہے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو تمام کائنات میں بہترین مخلوق ہیں احکام شرعیہ کی دعوت دیتے رہے ہیں اور نجات کا مدار بھی احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں ہے اور ان برگزیدہ ہستیوں کی بعثت کا مقصد بھی احکام شرعیہ کی تبلیغ کرنا ہے۔

حضرت امام ربانی نے اپنے اِس مکتوب میں دوسرے بزرگانِ دین کی طرح ہی تصوف فرض، واجب نہ ہونے پر واضح الفاظ میں تصریح فرمائی ہے۔کاش بزرگانِ دین کی

۱۔ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 48، دفتر اوّل، حصّہ دوم، ص 24۔

اِن تبلیغات کو مسلم معاشرہ میں پھیلانے کا کوئی معقول انتظام ہوتا، علماء حق کو اِس کا عملی احساس ہوتا اور بزرگانِ دین کے ساتھ عقیدت رکھنے والے عوام وخواص کو اِن سے آگاہ کیا جاتا ہوتا تو اِن کی تعلیمات کے برعکس تصوف جیسے محض نفل یا مباح چیز کو سب پر فرض عین کہنے کی جسارت کسی کو بھی نہ ہوتی، سلوکِ تقویٰ کے احکام کو سلوکِ ارادت پر لاگو کرنے کی بے محل جرأت نہ ہوتی اور صحت عقیدہ وعمل کی فرضیت کی جگہ تصوف کو ضروری قرار دینے کی بے مصرف تشہیر نہ ہوتی۔ علماء ومشائخ کا موازنہ کرتے ہوئے بزرگانِ دین نے باعمل علماء کرام کو بالاتفاق اولیاء اللہ لکھا ہے کیوں کہ یہ حضرات سورۃ یونس کی مذکورہ آیتِ کریمہ کے مصداق یعنی ایمان وتقوی کی کسوٹی میں برابر ہونے کی بنا پر انکی ولایت میں شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور اپنے متوسلین و متعلمین اور تربیت پانے والوں کے حقیقی پیرومرشد ہوتے ہیں جیسے حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا ہے:

''پیر تعلیم هم استاذ شریعت است وهم رهنمائے طریقت بخلاف پیر خرقه پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجا باید آورد واسم پیری اُو احق باشد''(۱)

یعنی مذہبی معلّم ومُربی اُستاذ شریعت بھی ہے اور رہنمائے طریقت بھی، بخلاف جُبّہ پوش رسمی پیر کے لہٰذا مذہبی تعلیم وتربیت دینے والے رہنما کے آداب زیادہ سے زیادہ بجا لانے چاہئیں اور پیرومرشد کے نام سے اسے پکارنا زیادہ مناسب ہے۔

تصوف کی اسلام میں گنجائش ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے علماء اسلام میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن باعمل علماء کرام کے اولیاء اللہ ہونے میں قطعاً کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ نیز باعمل علماء کرام میں غیر معیاری کی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ جب وہ عالم اور

۱۔ مکتوب نمبر 221، دفتر اول، حصہ چہارم۔

باعمل ہیں یعنی اپنی قوتِ فکری و عملی کی امانتوں کو منشاء مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے مطابق صَرف کرنے والے ہیں تو پھر اُن میں غیر معیاری ہونے کا تصور ناممکن ہو جاتا ہے جبکہ مشائخ اور پیر مشہور ہونے والوں کی غالب اکثریت غیر معیاری حضرات پر مشتمل ہے اور جو اقلِ قلیل صحیح معیار کے مطابق کہیں پائے جاتے ہیں تو وہ بھی عالم باعمل ہونے کی بدولت ہیں گویا عالم باعمل ہوئے بغیر معیاری پیر و مرشد بننے کا تصور اسلام میں نہیں ہے۔ ایسے غیر معیاری پیروں اور ناقص مشائخ کو اپنے کردار پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دیتے ہوئے حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا:

''تَفَقَّهُ ثُمَّ اعْتَزِلُ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَايُفْسِدُهُ اَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحَهُ''

یعنی اول عالم باعمل بن جاؤ اس کے بعد اگر گوشہ نشینی اختیار کرنا ہو تو کرو کیوں کہ جو شخص بغیر علم کے اللہ کی عبادت کرتا ہے اُس کے ہاتھ سے بگاڑ و فساد اس کی اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔ ()

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف نے معیاری پیر و مرشد بننے کے لیے عالم باعمل ہونے کو ناگزیر شرط قرار دے کر اس کی کما حقہ تفصیل بتانے کے بعد اس پوری بحث کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے:

''فَالْعُلَمَآءُ هُمُ الْاٰمِنُوْنَ مِنَ التَّلْبِيْسِ ''(۲)

یعنی کسی بھی شیطان کی ابلیسی تلبیس سے باعمل علماء کرام ہی محفوظ ہو سکتے ہیں۔

تو ظاہر ہے کہ کسی شیخ طریقت کو پیر و مرشد بنانے سے اصل مقصد ابلیسی تلبیس کے شر سے بچنے کے ساتھ اسلامی عقیدہ و عمل کی پختگی و اخلاص پیدا کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، جیسے

۱۔ بهجة الاسرار، ص 40، مطبوعه مصر۔

۲۔ الفتوحات مکیه، ج 2، ص 368، مطبوعه بیروت۔

حضرت مجددالف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''استاذ و پیر برائے آن غرض میگیرند کہ دلالت بشریعت نمایند وببرکت ایشان یُسر و سہولت دراعتقاد وعمل بشریعت پیدا شودنہ آنکہ مریدان ہر چہ دانند کنند وہر چہ خواہند خورند و پیران سپر اینہا گرند واز عذاب نگاہ دارند کہ این معنی متمنّائے محض است''(۱)

یعنی مذہبی اُستاذ و پیر اِس لیے پکڑتے ہیں کہ شریعت کی راہ دکھائے اور اِن کی برکت سے شریعت کے علم وعمل حاصل کرنے میں سہولت ہو۔ پیر اِس لیے نہیں پکڑا جاتا کہ اُس کے مرید ہونے کے بعد جائز وناجائز کی تمیز کیے بغیر جو چاہے کرے اور حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر جو چاہے کھالے کہ پیر اس کے لیے ڈھال بن کر عذاب سے بچائے پیر پکڑنے سے یہ مقصد لینا بے حقیقت نفسانی خواہش کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

کاش موجودہ دور کے پیری مریدی کرنے والے حضرات کی یہ غالب اکثریت جو قادریت، چشتیت، سہروردیت اور نقشبندیت جیسی پاکیزہ نسبتوں پر فخر کرتی نہیں تھکتی، اِن کا نام بیچنے کی بجائے اِن کی مذکورہ تعلیمات پر عمل کرتی، اسلام، انسانیت اور علم وعمل کے لیے اِن مقدس حضرات کے مشن میں اِن کے ساتھ موافقت کرتی، اِن کے ہمکار وہم کردار ہو کر اِن کی طرف اپنی نسبت کی سچائی ثابت کرتی تو نہ صرف شریعت وطریقت کی بلکہ انسانیت کی بھی بڑی خدمت ہوتی۔ سلاسل اربعۂ طریقت کے بزرگوں کی طرف سے شریعت مقدّسہ کی تعظیم واہتمام کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے دینی مدارس میں مذہبی تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے طالب علموں کو بھی گوشہ نشین درویشوں سے زیادہ قابلِ احترام

۱۔ معرفۃ الحقائق، حصہ ھشتم، دفتر سوم، مکتوب نمبر 41۔

اور افضل قرار دیا ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡف نے فرمایا:

''ودر تقدیم طالب علمان ترویج شریعت است حاملان شریعت ایشانند وملت مصطفویہ علیہ وعلی آلِہ الصَّلٰوات والتسلیمات بایشان برپا است''(۱)

یعنی مذہبی طالباء کو درویشوں پر مقدم رکھنے میں شریعت کی ترویج ہے کہ یہ حضرات حاملین شریعت ہیں اور ملّت مصطفوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کا قیام اِن کے دم قدم سے ہے۔

مشائخ وعلماء کے باہمی موازنہ کے سلسلہ میں بزرگانِ دین کا یہ فیصلہ یعنی باعمل علماء دین اور اُن کے زیرِ تعلیم وتربیت طلباء کا بھی خانقاہی مشائخ اور پیروں سے افضل ہونا حقیقی مشائخ اور سچے پیروں کے مقابلہ میں ہے جو بجائے خود عالم باعمل ہوتے ہوئے خلوت نشینی کو جلوت پر ترجیح دیتے ہیں اور سنتِ تعلیم وتبلیغ پر سنتِ اعتکاف کو ترجیح دے کر گوشہ نشینی اختیار کر رہے ہیں ورنہ غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیر تو اِن حضرات کے گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں ''چہ نسبت خاک را بعالم پاک'' کیوں کہ عالم باعمل تو سراپا خیر، بالیقین اولیاء اللہ، اور ''خَیۡرُ النَّاسِ مَنۡ یَّنۡفَعُ النَّاسِ'' کے مصداق ہیں اور اِن کے زیرِ تعلیم وتربیت مذہبی علوم سیکھنے والے طالب علم متعدی خیر کثیر کے درپے ہونے کی وجہ سے اِنکے حکم میں ہوتے ہیں جبکہ جعلی پیر اور غیر معیاری مشائخ محض شر ہیں لوگوں کے دین ودُنیا کے دشمن ہیں اور شریعت وطریقت کی راہ میں بگاڑ وفساد ہیں۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنۡ شَرِّھِمۡ)

۱۔ مکتوبات ،مکتوب نمبر 48،دفتر اوّل، حصہ دوم۔

پیر ومرید کا موازنہ

گزشتہ سطور میں قارئین ہذا حقیقی مشائخ کا رسمی مشائخ کے ساتھ موازنہ دیکھ چکے ہیں جس کے بعد اِن دونوں کے مریدوں کا موازنہ سمجھنا بھی ضروری ہے تو اِس حوالہ سے معروضی حالات یہ ہیں کہ حقیقی مشائخ یعنی مسند ارشاد پر فائز ہونے کے قابل باعمل علماء کرام کی شرح پیداوار کم ہونے کی بنا پر اُن کے بامعنی متوسلین، مستفیدین اور مریدوں کی شرح تناسب بھی روحانیت ومذہب کے نام پر پھیلے ہوئے غیر معیاری سسٹم سے اتنی کم ہے جتنی آٹے میں نمک۔ جس کی مکمل تفصیل معروضی حالات کی روشنی میں اپنی دوسری تحریر ''**اسباب زوال اُمت اور علاج**'' میں موجود ہے، شائقین وہیں سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

اہل حق کا یہ وجودِ مسعود چاہے مفید کی شکل میں ہو یا مستفید کی، استاذ ومربّی کی شکل میں ہو یا طلباء حق کی شکل میں اور دُنیا اُنہیں پیر ومرشد کے نام سے پکارے یا معلّم و مبلّغ کے نام سے۔ بہر تقدیر صراطِ مستقیم کے جادۂ حق پر رواں دواں اِس جوہر کمیاب کا ساتھ دینے والے سعادت مندوں اور اِس سے مرید ومستفید ہوکر علم وعمل کی روشنی پانے والوں کی شرح تناسب اسلامی تاریخ کے زیادہ تر ادوار میں نمبر 2 حضرات کے ہاتھوں بیوقوف بننے والوں سے کم رہی ہے لیکن غیر معیاری علماء ومشائخ کی چاروں طرف پھیلی ہوئی بہتات کے مقابلہ میں عددی کمتری کے باوجود اپنے موقف پر دلائل وبراہین کے حوالہ سے کامیاب وکامران ہونا اِسی کا مقدر ہے۔ قلبی طمانیت کے ساتھ تقلید مخطی وجہل مرکّب، ضعف عقیدہ وتوہم پرستی کے خلاف آوازِ حق کی تبلیغ کو جاری رکھنا اِسی کا نصیبہ ہے اور اہل ہوا بدعت کاروں کے طرف سے اسلام میں کی جانے والی کمی وبیشی اور تحریف وباطل کاریوں کے خلاف اصلاح احوال کی سعادتوں کو پانا اِن ہی کو میسّر ہے اور اِن ہی کے متعلق مرفوع

حدیث میں ارشاد فرمایا:

''لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِی اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰی ذٰلِک''(۱)

یعنی میری اُمّت میں ایک جماعت اللہ کے امر پر ہمیشہ قائم رہے گی اُن کا ساتھ نہ دینے والے اُنہیں نقصان دے سکتے ہیں نہ اُن کی مخالفت کرنے والے۔ان کی استقامت کا یہ سلسلہ مرتے دم تک جاری رہتا ہے کہ وہ اِسی استقامت فی الدین کی حالت میں ہی مرتے ہیں۔

قرآن وسنت کی شکل میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے حفظ وبقا اور تطہیر وتجدید کی ضامن اِس مقدس جماعت کی مختلف القبائل والاقوام، متبائن النسل والالوان اور متباعد الخطط ومتبائن الالسنہ صفوں میں ہی بیک وقت متعدد مجددین، مطہرین اور محافظین نظامِ مصطفیٰ ﷺ پائے جاتے ہیں جو اپنے خِطوں کے ماحولیاتی تقاضوں کے مطابق یہ فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔ باہمی ہم خیال وہم کار اور ہم عقیدہ وہم عمل ہونے کے نکتہ ہائے اتحاد میں یگانگت کے باوجود بالفاظ دیگر اُمت واحدہ اور جماعت ناجیہ ہونے کی عظمت وکمال میں اشتراک کے باوجود بعد مکانی کا حجاب، رنگ ونسل اور لسان وماحول کے تقاضے انہیں یکجا ہوکر محسوس جماعت وانجمن کی شکل اختیار کرنے سے مانع ہیں اِس کی ایسی مثال ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''هُوَسَمّٰاکم الْمُسْلِمِیْنَ مِن قَبْلُ وَفِی هٰذَا''(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے قرآن کو نازل

۱۔ مشکوٰۃ شریف، باب ثواب هذه الامه، ص583،مطبوعه سعید اینڈسنز کراچی۔

۲۔ الحج،78۔

کرنے سے پہلے بھی۔

اِس میں بھی تو ظاہر ہے کہ جیسے جماعت المسلمین، معشر المسلمین اور اُمّتِ محمدﷺ جیسے ناموں کے ساتھ مسلمانوں کا مخصوص ہونا اِن کے محسوس جماعت، محدود ٹولہ وانجمن ہونے کو مستلزم نہیں ہے اِسی طرح حقیقی اولیاء اللہ کی اِس مقدس جماعت کا بھی اُمّت واحدہ، ملت ناجیۃ قائم بامراللہ طائفہ اور مجدد ومطہّر جیسے ناموں کے ساتھ مسمّٰی ہونا اِس کے کسی محسوس و محدود جماعت وانجمن کے ساتھ مختص ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔(۱)

خلاصۃ الکلام:۔ اِس وجودِ مسعود کے لیے کسی خاص عنوان سے مشہور ہونا ضروری ہے نہ کسی خاص خطے کا باشندہ ہونا، کسی خاص گروہ و جماعت کی شکل میں ہونا شرط ہے نہ کسی خاص قوم میں ہونا، کسی خاص رنگ و نسل میں ہونا لازم ہے نہ کسی خاص زبان و لسان میں ہونا، دنیا اُسے ایک نام سے پکارے یا مختلف ناموں سے اور اسکی موافقت کریں یا مخالفت بہر تقدیر اس کی پہچان و تعارف فرمانِ نبوی ﷺ ''یَنفُونَ عَنْهُ تَحْرِیفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ ''(۲) کا مظہر و مصداق ہونے کیساتھ ''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِی'' کی عظمت پر فائز ہوکر اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ''(۳) کی تربیت گاہ ہونا ہے۔تو ظاہر ہے کہ اللہ کا سچا دین کسی نہ کسی طرح کُرّہ ارض کے تمام خطوں میں مختلف رنگ و نسل کی قوموں میں اور مختلف تمدّن و روایات اور

۱۔ حدیث کا درس دینے والے شیوخ الحدیث اور درس لینے والے طلباء حدیث اِس مقدس جماعت کی بابت واردشدہ حدیثوں کو پڑھتے اور پڑھاتے وقت اس نکتہ کی طرف اگر توجہ دیں تو بہت سی مشکلات، بے اطمینانی سے نجات پاسکیں گے۔(انشاءاللہ تعالیٰ)۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، ص36، کتاب العلم۔

۳۔ الحجر،9۔

متبائن زبانوں کے انسانوں میں پہنچ کر اُنہیں اُن ہی کے ماحول کے مطابق دعوت اِلٰی اللہ دے رہا ہے تا کہ اللہ کے فرمان ''وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ''(۱)، ''یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ''(۲)اور فرمانِ نبوی ﷺ ''بُعِثْتُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ '' جیسے نصوص کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ ایسے میں اِس طائفہ حقّہ کا کسی خاص خطے، قوم، زبان اور رنگ و نسل میں مشخّص ہونا کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے۔ کاش اللہ کے سچّے دین کو اپنی مخصوص و محدود چند ترجیحات میں منحصر سمجھ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے سوا باقی سب کو کِلاب النار قرار دینے والے نادانوں کو اس راز کا علم ہوتا تو وہ اہل حق کے اس وسیع حلقہ کو کبھی محدود نہ کرتے، چار دنگ عالم میں پھیلے ہوئے قائمین بامر اللہ کو اپنی من پسند کے تابع بنانے کی کوشش کبھی نہ کرتے اور اللہ کے سچّے دین کے حقیقی حاملین و معلمین کو اپنی من پسند چند شخصیات میں منحصر سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے لٹھ نہ اُٹھاتے کیوں کہ یہ سب کچھ تعصب و تنگ نظری کے نتائج مشئو مہ ہیں۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ)

پیر و مرید کے موازنہ کے تحت حقیقی پیروں اور اُنکے سچّے مریدوں کی اِس تفصیل کے بعد غیر معیاری مشائخ اور اُن کے مریدوں کے معروضی حالات کچھ اس طرح ہیں کہ نیم خواندہ علماء، وعظ فروش اور کسبی نعت خوانوں سمیت عام لوگ بھی کچھ جعلی پیروں کو اِس گھناؤنے کاروبار میں روز افزوں ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر اِس بازار میں آتے ہیں پھر اُن میں سے بھی سب کا طریقۂ واردات یکساں نہیں ہوتا۔ بعض وہ ہیں جو اُن کے مرید ہوکر وہ عملیات و کرتب اور شعبدہ بازیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں جن کے ذریعہ سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنا کر خود کو شیخ طریقت بنانے کی راہ ہموار کرسکیں۔ بعض اُنکے چیلوں کے ذریعہ

۱۔ الاسراء، 15۔

۲۔ الاعراف، 158۔

پھیلائے گئے پروپیگنڈے کہ فلاں پہنچا ہوا کامل ہے جس کے مرید ہونے والوں کو کاروبار میں خاطر خواہ منافع ہوتا ہے سے متاثر ہو کر مرید ہوتے ہیں۔ بعض بے اولاد اِسی طرح کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اولاد لینے یا بیٹا اور بیٹی لینے کی غرض سے مرید ہوتے ہیں اور کچھ مظالم کے ستائے ہوئے قابلِ رحم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اسی قسم کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کی وجہ سے مقدمہ جیتنے، دشمن سے خلاصی پانے، امتحان میں کامیاب ہونے، خاندانی مسائل سے نجات پانے اور بیماری سے شفا پانے جیسے مقاصد کی دست آوری کے لیے اِن جعل سازوں کے ہاتھ چڑھتے ہیں۔ مرید ہونے کے بعد اگر حُسنِ اتفاق سے مقصد بر آوری ہوتی ہے تو یہی ضعیف العقیدہ حضرات جعلی پیر کے نہ صرف مرید خاص بن جاتے ہیں بلکہ اپنے جیسے ہزاروں توہم پرستوں کو اُس کے گیتی نما جال میں پھنسانے کے لیے بھی چلتے پھرتے اشتہار بن جاتے ہیں اور بعض حضرات محض ضعف اعتقادی یا توہم پرستی کی بنا پر پھنس جاتے ہیں۔ جس کا وبال اُن علماءِ سُو پر بھی عائد ہوتا ہے جو اِن جعل سازوں کی گمراہیوں کو شریعت وطریقت کا حصہ ثابت کرنے کے لیے تقریریں کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں، غیر شرعی فتوٰی اور گمراہ کن تحریریں شائع کر کے التباس الحق بالباطل کرتے ہیں اور طریقت کے نام پر شریعت وطریقت کے اِن دشمنوں کے ناجائز مفادات کو تحفّظ دے کر اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔

اِس سلسلہ میں مجھے حضرت خواجہ قمر الدین (پیر سیال نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف) کے وہ مبنی بر حقیقت جملے اچھی طرح یاد ہیں جب میں اپنے قابلِ فخر رفقاءِ درس حضرت مولانا غلام محمد بلوچ تونسوی، حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی (مرحوم) کے ہمراہ حضرت کے ظلِ عاطفت میں اپنے مذہبی شیخ مولانا عطاء محمد بندیالوی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف کے درس صحبت سے سیال شریف میں اکتساب فیض کر رہا تھا۔ ایک دن حضرت نے اپنی پُر نور محفل میں پیر

ومرید کا موازنہ حاضرین کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ:

''کسی پیر کا مرید ہونا صرف اسلامی عقیدہ وعمل میں اخلاص کے ساتھ پختگی پیدا کرنے کے لیے ہونا چاہئے اِس بنیادی مقصد کو چھوڑ کر آج کل لوگ دُنیاوی اغراض کے لیے کسی کے مرید ہوتے ہیں اِس کا تصوف وسلوک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ سچّے پیروں کو اور علماء کو چاہئے کہ اِس غلط روش کے خلاف تبلیغ کر کے پیری مریدی کے اصل مقاصد سے لوگوں کو آگاہ کریں۔''

قربان جاؤں حضرت خواجہ قمرالدین نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف جیسے باعمل علماء کرام پر، اُن کی ولایت وصداقت پر اور اُن کی حق شناسی وحق گوئی پر۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے محسن ومربّی حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی، سید احمد سعید کاظمی، مولانا سردار احمد فیصل آبادی، مفتی محمد حسین نعیمی، سید ابوالبرکات الوری قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَھُمُ الْقُدْسِیَّۃَ جیسے حقیقی مشائخ آج اگر زندہ ہوتے تو جعلی پیروں کے ہاتھوں اتنی بڑی گمراہی کبھی نہ ہوتی، پھر بھی اس طوفانِ بدتمیزی کے خلاف جو بھی آوازِ حق کی صدائے بازگشت سنی جارہی ہے یہ اُن پاکانِ اُمت کی تربیت وتعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔ (فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ)

سچے مشائخ اور حقّانی علماء کرام کی مسئولیت میں شامل ہے کہ وہ ہوا کے رُخ کے ساتھ اُڑنے کی بجائے خلاف شریعت چلنے والی ہواؤں کا رُخ موڑنے کی کوشش کریں، خلافِ طریقت کی جانے والی بدعت کاریوں پر خاموش رہنے کی بجائے اُن کی سرکوبی کریں اور تصوف وطریقت کی بدنامی کا سامان بننے والے گمراہوں کے تابع بننے کی بجائے اُن کی اصلاح احوال کے لیے قدم اُٹھائیں۔ اصلی ونقلی اور معیاری وغیر معیاری کی راہیں ایک دوسرے سے سو فیصد جدا ہیں۔ جس کے مطابق حقیقی علماء ومشائخ اپنے نفس امّارہ کی جملہ خواہشات کی طرف پشت کر کے اپنی قوتِ فکری وعملی کی صلاحیتوں کو منشاءِ مولیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے

مطابق صَرف کرتے ہیں اور اپنے نفس کی اصلاح کے ساتھ ہمہ وقت عوام کی اصلاحِ احوال کے درپے رہتے ہیں جبکہ نقلی اور غیر معیاری حضرات کی سوچ ہمیشہ نفس امارہ کے مفاد میں ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے ان کی نقل وحرکت، گفتار ورفتار اور جائز وناجائز سب کچھ عوامی رجحان کا تابع ہوتا ہے بمصداق ''جدھر تم اُدھر ہم''۔ محراب ومنبر سے اُن کی گفتار و ارشاد آوازِ حق کی تبلیغ ہونے کی بجائے عوامی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، خانقاہوں میں ان کا کردار منسلکین کی اصلاحِ احوال ہونے کے بجائے اُن کی نفسانی تمناؤں کی جلا بخشی ہوتی ہے اور عوامی اجتماعات میں اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کی تبلیغ حق ہونے کی جگہ خودنمائی ہوتی ہے، اپنے نام کے ساتھ جھوٹے القابات ونعرہ ہائے بے حقیقت سننے کی تمنا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ''(۱) کے پس منظر کا مظاہرہ ہوتا ہے جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق ہے نہ شریعت کے ساتھ، طریقت کے ساتھ کوئی جوڑ ہے نہ حقیقت کیساتھ، جبکہ بعثتِ نبوی ﷺ سے مقصدِ الٰہی عوام کی نفسانی خواہشات وتمناؤں کو جلا بخشنا ہرگز نہیں تھا بلکہ اِن شیطانی تمناؤں سے اُنہیں منع کرنا تھا، عوام کو خوش کرکے اپنا مطلب نکالنا نہیں تھا بلکہ ان کی اصلاح کرکے مقصدِ رسالت کی تکمیل کرنا تھا اور اپنے نام کے ساتھ خلافِ حقیقت القاب مشہور کرا کر عوام کو دھوکہ دینا نہیں تھا بلکہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات وصفات وکمالات کی تبلیغ کرکے لوگوں کو اُس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرنا تھا۔

میں اپنے ہم عصر علماء ومشائخ کی غالب اکثریت کی اِس معکوس العملی کو دیکھ کر حیران وپریشان ہوں کہ میراثِ نبوت کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ حضرات

۱۔ آل عمران، 188۔

کس طرف جارہے ہیں، قابلِ رحم عوام کو کس طرح بیوقوف بنارہے ہیں۔ معکوس العملی کی اِس اُفتاد پر مزید طرفہ تماشہ یہ کہ اہل سنت و جماعت کے حقیقی کردار کے متضاد یہ حضرات اہل سنت و جماعت کے ہی ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، بلی کو دودھ کا رکھوالا سمجھنے کی غلطی کی طرح عوام کی غالب اکثریت اِن ہی کو اقدار اہل سنت کا پاسبان تصور کرتی ہے جبکہ معروضی حالات کے منظر میں اِن گندم نما جوفروشوں کی حقیقت مذہب وطریقت کے نام پر سوداگری کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ حقیقی اہل سنت و جماعت کو بالخصوص اور ملت اسلامیہ کو بالعموم جو نقصان پہنچتا آیا ہے وہ تاریخ کے ہر دور میں زیادہ تر اِن ہی کی وجہ سے پہنچا ہے، جیسے حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا ہے:

''در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمد از شومئی این جماعه بود۔ پادشاہان را ایشان از راہ میبرند۔ ہفتاد ودو ملت کہ راہ ضلالت اختیار کردہ اند مقتدایان اینہا علماء سؤ بودند غیر ازعلماء ہر کہ بضلالت رفت کم است کہ ضلالت او بدیگری تعدی کند واکثر جہلائے صوفی نمائے این زمانہ حکم علماء سؤ دارند فساد اینہا نیز فساد متعدی است''(۱)

یعنی گزشتہ اَدوار میں اسلام اور اہل اسلام پر جو مصیبت بھی آئی وہ انہی غیر معیاری مشائخ وعلماءِ سوٗ کی نحوست کی وجہ سے تھی، اُنہوں نے ہی مسلم بادشاہوں کو گمراہ کیا، فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق جو (72) فرقے گمراہی کے گڑھے میں گرے ہیں اُن سب کے رہبر ورہنما یہی غیر معیاری علماء ومشائخ سوٗ تھے کیوں کہ ان کے سوا جو گمراہ ہوتے ہیں ان کی گمراہی بہت کم کہیں متعدی ہوتی ہے اور اس زمانہ کے مشائخ نما اکثر جاہل پیر بھی

۱۔ مکتوب نمبر 47، دفتر اول، حصہ دوم، ص23۔

علماء سوء کے حکم میں ہیں کہ ان کی گمراہی وفساد بھی دوسروں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

حضرت نے اِس مکتوب میں یہود ونصاری کے گمراہوں کا 72 فرقوں میں بٹ کر مستحق نار ہونے کا ذمہ دار اُن کے جن گمراہ مشائخ وعلماء سوء کو قرار دیا ہے وہ موجودہ دور کے جعلی پیروں کی طرح جاہل مطلق نہیں تھے بلکہ فرقہ (کرامیہ، نظامیہ، مُرجہ، قدریہ، بہائیہ، مہدویہ وغیرہ) جیسے فرقہ ہائے مبتدعہ کے بانی اہل علم تھے، بزعم خویش عاشقِ رسول و پابندِ سنت تھے اور فرقہ ناجیہ ہونے کے بے محل گھمنڈ میں اپنے سوا باقی سب کو کلاب النار کہتے نہیں تھکتے تھے۔ اُن کے پاس اگر مغالطہ دینے کا علمی ہتھیار و ہنر نہ ہوتا تو اُن کے ہاتھوں عوام کی اتنی بڑی گمراہی کبھی نہ ہوتی۔ شیخ مبارک جیسے پیر ناقص، اُس کے بیٹوں (ابوالفضل اور فیضی) جیسے علماء سوء کے پاس علم کا حربہ نہ ہوتا تو ان کے ہاتھوں اکبر بادشاہ کبھی گمراہ نہ ہوتا کیوں کہ اُن وقتوں میں جعلسازوں کی حوصلہ شکنی کے لیے آوازِ حق کی تبلیغ کرنے والے اہل حق کی کمی نہیں تھی۔ علم کی یہ طاقت جس سمت کا بھی رُخ کر لیتی ہے اُس کی تاثیر یقینی ہوتی ہے بخلاف موجودہ دور کے ناقص پیروں کے کہ یہ جاہل مطلق ہونے کے باوجود محض جھوٹ کی چھڑی سے کام بنا رہے ہیں جو عوام کی ضعیف الاعتقادی، توہم پرستی یا اسلامی تعلیمات سے بے بہرگی کا نتیجہ ہے۔ اَنجانے میں اپنا دین ودنیا خراب کر کے جعلی پیروں کی دوکان خُسران میں مال ڈالنے والے اِن ضعیف العقیدوں کو اگر نظام معتزلی جیسے صاحب علم پیر و مشائخ مل جاتے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب مذہب اعتزال کو ہی پکا اہل سنت کہہ کر اختیار کر لیتے کیوں کہ یہاں پر جو جتنا بڑا جھوٹا ہوا تنا اسے پذیرائی ملتی ہے۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَاللّٰہُ مَرۡقَدَہُ الشَّرِیۡف نے ان کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لیے اِن کی گمراہیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

''لَا کَرَامَةَ لَکُمۡ لَانَتَّبِعُکُمۡ وَلَانَتَّخِذُ مَذۡهَبَکُمۡ بَلۡ نَکُوۡنُ نَاحِیَةً مِنۡکُمۡ عَلٰی

تَلِّ السَّلَامَةِ عَلٰى تَلِّ السُّنَّةِ وَتَرْكِ الْبِدْعَةِ عَلٰى تَلِّ التَّوْحِيْدِ وَالْاِخْلَاصِ وَتَرْكِ الرِّيَآءِ وَالنِّفَاقِ'' (۱)

یعنی تمہاری قطعاً کوئی کرامت نہیں ہے ہم تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے اور تمہارے مزعومہ مذہب کو بھی اختیار نہیں کریں گے بلکہ ہم تم سے جدا ہی رہیں گے تو سلامتی، سنت، توحید واخلاص کی بلندیوں پر مستقیم رہتے ہوئے ریاکاری ومنافقت کی لعنت سے بچ سکیں گے۔

سچے اولیاء اللہ اور بزرگان دین نے مذہبی طالب علم کو بھی گوشہ نشین درویشوں سے افضل قرار دیا ہے۔قربان جاؤں حضرت پیرانِ پیر کے اِس حکیمانہ اندازِ تبلیغ پر کہ شعبدہ بازیوں کو کرامت کہہ کرعوام کو بیوقوف بنانے والے جعلسازوں سے سچے اولیاء اللہ کی باکرامت ہستیوں کے متلاشی رہنے والے مسلمانوں کو بچانے کے لیے فرمادیا (لَا كَرَامَةَ لَكُمْ) یعنی جن شعبدہ بازیوں کو کرامت کہہ کر اپنی ولایت کا دھونس جماتے ہو یہ عنداللہ وعندالرسول کوئی کرامت نہیں ہے یہ تو فسّاق وفجار اور جوگیوں وبرہمنوں کو بھی ہوسکتے ہیں۔اصل کرامت جو استقامت فی الدین ہے وہ تم کو نصیب ہی نہیں ہے۔

دوسرے جملہ (لَانَتَّبِعُكُمْ) میں سچے اولیاء اللہ کے دامن تقدس سے وابستگی چاہنے والے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ یہ گندم نما جوفروش جعلساز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا ساتھ دیا جائے، اُن کی موافقت کی جائے یا اُن کا کہا مانا جائے۔

تیسرے جملہ (وَلَانَتَّخِذُ مَذْهَبَكُمْ) میں سچے اولیاء اللہ کے ظل عاطفت میں فلاح دارین تلاش کرنے والوں کو نصیحت فرمائی کہ اِن کے ظاہر پر نہ بھولیں، انہیں اولیاء اللہ سمجھنے کی غلطی نہ کریں، وہ اپنے جس کردار کو سنتِ نبوی اور صحابہ کرام واہل بیت اطہار کا کردار بتا

۱۔ الفتح الربانی، ص 246، مطبوعہ مصر۔

رہے ہیں اس کا حقیقی اہل سنت اور جماعۃ الصحابہ کے ساتھ کوئی ربط ہی نہیں ہے تا کہ اسے مذہب اہل سنت و جماعت تسلیم کیا جائے وہ تو حقیقی اہل سنت و جماعت سے متضاد ہونے کی بنا پر نا قابلِ عمل دجل وفریب ہے۔

چوتھے حصہ یعنی (بَلْ نَكُوْنَ نَاحِيَةً مِنْكُمْ...... تا آخر) کے جملوں میں حق کے متلاشیوں کو حقیقی اہل سنت و جماعت کی راہ پر چلنے کی نصیحت فرمائی ہے کہ ''مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِیْ'' کے نجات والے حقیقی اہل سنت و جماعت کے معیار وشرائط کو سمجھ کر اسی کا التزام کرو جس کے لوازمات میں مذہب وطریقت کے لباس میں گمراہی پھیلانے والوں سے جدا رہنا ضروری ہے اور انجام کی سلامتی کے لیے توحید الٰہی واخلاص کو رأس الطاعات سمجھ کر اُسوۂ حسنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے التزام کے ساتھ ہر طرح کی بدعات اور ریا کاری و نفاق سے بچنا ناگزیر ہے۔

مجھے یقین ہے کہ حضرت پیرانِ پیر نَوَّرَاللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْفَ کے اس کلام کو اگر معیاری وغیر معیاری علماء ومشائخ کی پہچان کے لیے مشہور عام کیا جائے اور اس کی کھلے عام تبلیغ کر کے اصل اہل سنت و جماعت کو جعلسازوں کے دجل وفریب سے تحفظ دینے کی کوشش کی جائے تو کافی حد تک مذہبی جعلسازی کی اس گمراہی سے لوگوں کو بچایا جاسکتا ہے لیکن اس کیلئے جرأت درکار ہے جو مفقود ہے۔ ایثار وقربانی چاہیئے جو چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی اور ذاتی اغراض سے پاک جذبہ تبلیغ ضروری ہے جس کے لیے اصحاب محراب ومنبر کی اکثریت تیار نہیں ہے۔ (فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى)

مدارس وخانقاھوں کا موازنہ

معیاری علماء ومشائخ اور غیر معیاری کے مابین گزشتہ صفحات میں جو موازنہ ان کے معروضی حالات کی روشنی میں ہم نے پیش کیا ہے اُس سے موجودہ دور کے مدارس دینیہ اور خانقاہوں کی کارکردگی کا موازنہ بھی کافی حدتک واضح ہو چکا تاہم کچھ گوشے اس حوالہ سے ابھی باقی تھے۔ہم چاہتے ہیں کہ انہیں بھی صیغہ اہمال میں نہ رہنے دیا جائے تو شریعت و طریقت کا بالترتیب اِن دونوں مراکز سے جو مطالبہ ہے یا مخلصین اسلام کی اِن سے جو توقعات ہیں اُس حوالہ سے مدارس اسلامیہ سے فارغ تحصیل ہونے والے حفاظ وقاری اور اصحاب محراب ومنبر حضرات چونکہ کتاب اللہ کی فی الجملہ تعلیم ،اُس کے تحفظ لفظی اور عوام کو اس کے ساتھ مربوط رکھنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔نیز اِن سے فیض پانے والوں کے دم قدم سے مسلم معاشرہ کو امامانِ مساجد سمیت اسلامی شعائر وثقافت کی بجا آوری کرنیوالے افراد میسر ہوتے ہیں ورنہ اگر یہ مدارس نہ ہوں تو عوام کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غسل، جنازہ، حقوق اللہ وحقوق العباد جیسے ظاہری اور ناگزیر مسائل کی بھی تمیز نہ ہوگی، حلال وحرام کی بھی تفریق نہ ہوگی اور اسلام کے بنیادی مسائل کی سمجھ بھی ممکن نہیں ہوگی۔الغرض حدود اللہ کی تمیز وعمل کا جو سلسلہ مسلم معاشرہ میں پایا جارہا ہے یہ صرف انہی مدارس کے فیوضات وبرکات ہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہ مراکز اُن مقاصد کی پوری طرح تکمیل نہیں کر پارہے ہیں جن کے لیے انہیں بنایا جاتا ہے لیکن ابن رشد، ابن الھیثم اور رازی و غزالی جیسی ہستیاں پیدا کرنے سے قاصر ہونیکے باوجود مسلم معاشرہ میں حدود اللہ کی پہچان و عمل کے حوالہ سے جتنا اور جو کچھ ہورہا ہے وہ ان ہی کے دم قدم سے ہے (فَحِفُظَهَا اللّٰهُ

وَ اَدَامَھَا) بخلاف عصری خانقاہوں کے کہ ان کے نہ ہونے سے نہ اسلام کا کوئی بنیادی نقصان ہوسکتا ہے نہ مسلمانوں کا۔ جن ادوار میں سچے اولیاء اللہ نے اس نظام کو متعارف کرایا تھا وہ عین مقتضاء وقت تھا کہ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کے لیے کامیاب مراکز تھے۔ معاشی ابتری وغربت کے اُن پسماندہ ادوار میں لوگوں کو یہاں سے تہذیب الاخلاق کی روحانی تربیت ملنے کے ساتھ دو وقت کا مفت کھانا بھی میسر آجاتا تھا۔ نیز اِن خانقاہوں کو چلانے والے خود عالم باعمل یعنی اولیاء اللہ ہوتے تھے جو متلاشیانِ حق کی روحانی تربیت کر کے شریعت کی حقیقت تک پہنچایا کرتے تھے کیوں کہ نظامِ مصطفیٰ ﷺ قرآن وسنت کی شکل میں شریعت و طریقت اور حقیقت کو جامع ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت احکام شرعیہ اور ان کے علم و عمل کا نام ہے، حقیقت سے مراد شریعت ہی کی وہ حقیقی ماہیت ہے جس کے بغیر احکام شرعیہ سے متعلق انسان کا علم و عمل بیکار و نا قابل قبول ہوتے ہیں جسکا مصداق و مظہر اخلاص کے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی احکام شرعیہ کے علم و عمل اپنے اندر پیدا کرنے میں اخلاص کرنا۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ احکام شرعیہ سے متعلقہ عقیدہ و عمل کا فریضہ انجام دینے میں اخلاص کو بنیاد بنانا اور طریقت سے مراد اِن دونوں کی دست آوری کا رستہ ہے یعنی اخلاص کے ساتھ احکام شرعیہ کے علم و عمل کی دولت کو پانے کا رستہ، گویا شریعت و حقیقت ملتفت الیہ بالذات اور اصل الاصول ہیں جبکہ طریقت اُنہیں پانے کی راہ و ذریعہ اور ملتفت الیہ بالعرض ہے۔ اگر منطق و معقولات کیساتھ آشنائی رکھنے والے قارئین کی ضیافت طبع کے لیے یہ کہہ دوں تو زیادہ مناسب ہوگا کہ اخلاص کے ساتھ احکام شرعیہ کے علم و عمل کی دست آوری معقول اوّلی ہے جبکہ طریقت معقول ثانی ہے۔

اِن حقائق کے مطابق سچے اولیاء اللہ کی طرف سے تاریخ کے مختلف ادوار میں قائم ہونے والی یہ خانقاہیں مذہبی تعلیم گاہیں ہونے کے ساتھ عظیم رفاہی ادارہ بھی ہوا کرتی

تھیں جنہیں دورِ حاضر کی متعارف زبان کے مطابق کثیر الفوائد این جی اوز بھی کہا جا سکتا ہے۔جس کے ایک ہاتھ میں قرآن وسنت کی تعلیم وتربیت ہوا کرتی تھی تو دوسرے ہاتھ سے خلق خدا کی بلا امتیاز خدمت ہوا کرتی تھی، ایک طرف صراط مستقیم کے گم گشتوں کو راہِ حق پر رواں دواں کیا جاتا تھا تو دوسری طرف نفس امارہ کے مغلوبوں کو نفس مطمئنہ کی سعادتوں کا مسافر بنایا جاتا تھا، ایک وقت میں شریعتِ مقدسہ کے ظاہر سے متعلقہ احکام کے فیوضات و برکات سمیٹے جاتے تھے تو دوسرے وقت میں منازلِ سلوک یعنی توبہ، زہد، فقر، صبر، شکر، توکل، خوف، رجا، حُب، رضا، جیسے قلبی وباطنی احکام کو اپنانے کے ثمرات چُنے جاتے تھے، گویا قرآن وسنت کی تعلیم وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور بیضۃ الاسلام کے حفظ وبقا کے لیے اِنکا مثالی کردار ہوا کرتا تھا لیکن نہایت افسوس کیساتھ ہمیں لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے ان محسن بزرگوں کے اِس عظیم کردار کو ان کی اولاد بحال نہ رکھ سکی۔ اُنکے بعد اُنکے با اختیار گدی نشینوں نے اُن کی عظیم روایات کی قدردانی نہیں کی، انجام کار اُن کی باکرامت نسبتوں سے دنیاءِ دُون کا بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ جبکہ انکے ہاتھوں جاری شدہ مذہبی مشن واسلامی خدمات کو جاری رکھنے سے بے التفاتی اختیار کی گئی، گویا اُنکے یہ نااہل جانشین اللہ کے فرمان ''فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ''(۱) کا منظر بنے۔

یہ تو اُن حقیقی خانقاہوں کے معروضی حالات ہیں جن کے اسلاف کا قابل فخر کردار جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔ جو اپنے خاندانی، علمی، مذہبی، روحانی، ملکی وملی خدمات کے حوالہ سے ناقابلِ انکار تاریخ رکھتے ہیں۔ اِس کے علاوہ بزرگانِ دین کے قائم کردہ خانقاہی نظامِ تربیت کو مزید بدنام کرنے کے لیے کچھ ایسی خانقاہیں بھی بکثرت وجود میں لائی جا چکی ہیں جن کا قطعاً کوئی قابلِ ذکر پس منظر نہیں ہے اور کوئی علمی ومذہبی خدمات نہیں ہیں۔ جعلی

۱۔ مریم، 59۔

مدارس کی طرح اِن بے حقیقتوں کی آمیزش کواور اِن کی جعلسازیوں کو دیکھ کر اصلی ونقلی کی تمیز کرنے سے قاصر حضرات حقیقی بزرگانِ دین اور اُن کی بامعنی خانقاہوں سے بھی بدگمان ہو رہے ہیں۔ ایسے میں اِن گمراہوں کے دجل وفریب سے سادہ لوح عوام کو بچانیکی تدبیریں کرنا اور تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ اصل ونقل کی تمیز بتا کر حقیقی خانقاہوں کو بدنامی سے بچانا سچے مشائخ وعلماء کے فرائض میں شامل ہے۔ اِس حوالہ سے سب سے بڑا ظلم یہ ہورہا ہے کہ جعلی پیروں اوران کی مصنوعی خانقاہوں کی سوچ ،لباس خضر میں رہزنی کرنے کے سوااورلوگوں کے ضعف عقیدہ یا توہم پرستی سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر خود کو بنانے کے سوااور کچھ نہیں ہوتا جس کے حصول کی خاطر دنیا کے کاروباری اداروں کی طرح تمام ممکنہ ذرائعِ تشہیر سے کام لے کر لباس خضر میں شریعت وطریقت کے یہ دشمن خود کو اتنا مشہور کر لیتے ہیں کہ ناواقف حال حضرات ان پر فریفتہ ہوجاتے ہیں، اِن کی کاروباری خانقاہوں کو حقیقی خانقاہوں پر ترجیح دیتے ہیں اور اصل سے منہ پھیر کر نقل کے دلدادہ ہوجاتے ہیں۔

جعلی پیروں اور اُن کی کاروباری خانقاہوں کے اِن ایمان سوز معروضی حالات کے بعد دینی مدارس کے ساتھ ان کی کیا نسبت ہوسکتی ہے؟ آئے دن ملکی اخبارات میں اِن گمراہوں کے سیاہ کارنامے شائع ہوتے رہتے ہیں، پھر بھی ضعیف العقیدہ اورتوہم پرست عوام کی بھیڑ چال ہے جو باز نہیں آتی۔ مریدنیوں سے مالش کروانے ،جوان عورتوں سے ٹانگیں دبانے ،تقدیر بدلنے ،دشمن کو ہلاک کرانے ،خاوند سے خلاصی دلانے ،نوکری میں ترقی دلانے ،جیسے ابلیسی وساوس کے ذریعے خلقِ خدا کو بیوقوف بنانے کے جو واقعات کبھی کبھی منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں، یہ اُن حیاسوز ابلیسی حرکتوں سے کہیں کم ہیں جواب تک پردوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ تمام تباہ کاریاں حکومت اور حقیقی علماء ومشائخ کی غفلت کی وجہ سے ہورہی ہیں کاش کوئی سمجھے۔

علماء حق اور علماء سُوء کا موازنہ

ہر جگہ مسلمانوں پر مسلط ہونے والے سیاسی اقتدار کا عملی طور پر مذہبی اقتدار سے جدائی کی بنا پر حکومت کے کرسی نشینوں کی طرف سے اِن جعلسازوں کے خلاف کچھ کرنے کی اُمید ہی نہیں ہے۔ اگر علماء کرام اِس حوالہ سے حق تبلیغ انجام دیتے، اصل اور نقل کی تمیز بتا کر قابل رحم عوام کو گمراہی کے اِن راستوں سے بچانے کی کوشش کرتے تو پھر بھی مسلم معاشرہ سے کافی حد تک اِس ناسور کا انسداد ہو جاتا۔ لیکن کیا کیا جائے

؎ ''چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''

ورثۃ الانبیاء کہلانے والے اِس شعبہ میں بھی علماء حق اور علماء سوٴ کی شکل میں دو طبقے پائے جاتے ہیں۔ اِس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اِن دونوں کا حقیقی موازنہ بھی ان کے معروضی حالات کی روشنی میں نذر قارئین کر دیں۔

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے علماء حق اور علماء سوٴ کا جدا جدا تعارف جو الٰہیات کی مختلف کتابوں میں بیان ہوا ہے اُن متفرقات کو یہاں پر نقل کر کے کلام کو طول دینے کی بجائے صرف ایک ایسی ہستی کا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں حصوں یعنی شریعت، طریقت اور حقیقت کے جامع ہونے کے ساتھ جملہ مسالک اہل اسلام سمیت چاروں سلاسل اہل طریقت کی نگاہ میں بھی مسلّم ہیں۔ غیر متنازعہ اور سب کے نزدیک قابل احترام ہیں، وہ عظیم ہستی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ کی ہے جنہوں نے اپنے ایک مکتوب میں اِن دونوں طبقوں کا مکمل تعارف، علامات اور پہچان بتائی ہے۔ حضرت کا یہ کلام اگرچہ طویل ہے تاہم زیر نظر بحث کے تمام گوشوں کو محیط و جامع ہونے کی بنا پر کثیر الفوائد ہے ہم اسے بلا کم و کاست یہاں پر درج

کر کے قارئین کو اس کی روشنی میں اپنے دور کے علماء کرام کا جائزہ لینے کی دعوت دیں گے کہ کس کا کردار اسے علماء حق کی صف میں لے جا رہا ہے اور کس کا عمل اسے علماء سوء میں شمار کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا:

''خلائق را اگرچہ از ایشان حصول فوائد است اما علم شان در حق ذاتہائے ایشان نافع نیامد ہر چند تائید شریعت و تقویت ملت بر ایشان مرتب است اما گاہ ہست کہ این تائید و تقویت از اہل فجور و ارباب فتور ہم می آید چنانکہ سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات از تائید آں مرد فاجر خبر دادہ اند فرمودہ ''اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ'' در رنگ سنگ پارس اند کہ از مس و آہن ہر چہ باو رسد زر گردد او فی حد ذاتہ ہر حجریت خود است وہم چنین آتشے کہ در سنگ و نے مودَع است عالم را ازاں آتش حصول منافع است اما آں سنگ و نے ازاں آتش درونی بے نصیب اند بلکہ گوئیم کہ این علم در حق ذوات ایشان مضر آمد کہ حجت را بر ایشان تمام ساخت ''اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهِ'' چگونہ مضر نباشد علمیکہ نزد خدائے عزوجل عزیز است و اشرف موجودات آں را وسیلۂ دنیائے دَنیہ از مال و جاہ و ریاست ساختہ اند و حال آنکہ دنیا نزد حق تعالیٰ ذلیل و خوار است و بدترین مخلوقات پس عزیز خدا را عزوجل خوار ساختن و ذلیل او

راسبحانہ عزت دادن بغایت مستقبح است وفی الحقیقت معارضہ است بحق سبحانہ وتعالیٰ و تدریس وافتاوقتی نافع آید کہ خالصاً لوجہ اللہ سبحانہ باشد واز شائبہ حب جاہ و ریاست وحصول مال ورفعت خالی باشد و علامت این خلو زھد دردنیا است وبی رغبت بودن است از دنیا ومافیہا علمائی کہ بایں بلاء مبتلا اندوبہ محبت این دنیہ گرفتار از علماء دنیا اندایشانند علماء سؤ وشرار مردم ولصوص دین و حال آن کہ ایشاں خود را مقتدائی دین میدانند وبہترین خلائق می انگارند ''وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَاۤ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَاللّٰہِ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ''(المجادلہ،19-18) عزیزے شیطان لعین رادید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل واغوا خاطر جمع ساختہ آن عزیز سرّ آنرا پرسید لعین گفت کہ علماء سؤ این وقت در کاربامن خود مدد عظیم کردند و مرا ازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی و مداھنتی کہ درامور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علماء سؤ است وفساد نیات ایشاں آرے علمائی کہ از دنیا بی رغبت اند واز حب جاہ وریاست ومال ورفعت آزاد از علماء آخرت اندو ورثۃ الانبیاء اند علیہم الصلوات والتسلیمات و

بهترین خلائق ایشانند که فردائے قیامت سیاهی ایشاں را بخون شهداء فی سبیل الله وزن خواهند کرد وبلۂ این سیاهی خواهد چربید ''وَنَوۡمُ الۡعُلَمَآءِ عِبَادَةٌ'' درشان ایشاں متحقق است''(۱)

حضرت کا یہ کلام (خلائق را اگرچه ازیشان حصول فوائد است) سے لے کر (وفساد نیات ایشاں) تک، علماءِ سوء کے کردار اور علامات اور اُن کی ستم ظریفیوں کے بیان میں ہے جبکہ اُس کے متصلاً بعد (آرے علمائے که از دنیا بے رغبت اند) سے لے کر آخر تک علماءِ حق کی علامات وکردار سے متعلق ہے۔

علماءِ سوء سے متعلق عبارت کا ترجمہ:۔

''بندوں کو اگرچہ ان علماءِ سوء سے کچھ نہ کچھ فائدے حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کا علم خود اُنہیں روحانی فائدہ نہیں دیتا، شریعت کی تائید اور ملت اسلامیہ کی تقویت اگرچہ ان کے ساتھ مربوط ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید وتقویت نرے فاسق وفاجر لوگوں سے بھی حاصل ہوتی ہے جیسے سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے فاسق وفاجر سے اسلام کی تائید وتقویت کی خبر دی ہے۔ فرمایا ہے''اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيۡنَ بِالرَّجُلِ الۡفَاجِرِ'' یہ بے عمل علماء سنگ پارس کی طرح ہیں کہ تانبہ اور لوہا اس کے ساتھ مل کر سونا بن جاتے ہیں جبکہ وہ پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔

دوسری مثال ان بے عمل علماءِ سوء کی آگ پیدا کرنے والے پتھر اور آگ والے دُرمَہ کی ہے کہ دنیا کو تو اس کے اندر قدرتی ودیعت کی گئی آگ سے فائدہ پہنچ رہا ہے جبکہ خود یہ

۱۔ مکتوبات، ج 2، حصہ دُرالمعرفه، دفتر اول، مکتوب نمبر 33 بنام ملا حاجی محمد لاهوری، ص 94۔

اس فائدہ سے ہمیشہ محروم ہیں۔ بے عمل علماء کی بے نصیبی کا اِس پر ہی اکتفاء نہیں ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ ان کا یہ علم خود ان کے حق میں نقصان ہے کیوں کہ وہ ان کے خلاف اللہ کے حضور دلیل بنے گا جیسے اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ ''قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اُس کے علم نے روحانی فائدہ نہ پہنچایا ہو۔'' بے عمل علماء کا یہ علم ان کے لیے ضرر ونقصان کیوں نہ ہو جبکہ یہی علم اللہ کے نزدیک تمام موجودات سے افضل وقابل احترام چیز ہے جسے اُنہوں نے حقیر دنیا کے مال ومرتبہ اور دبدبہ کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا ہے جبکہ دنیا اللہ کے نزدیک تمام موجودات میں حقیر چیز ہے۔ ایسے میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نزدیک جو چیز عزیز ہے اسے اللہ کے حضور حقیر چیز کے حصول کا ذریعہ بنانا نہایت قبیح عمل ہے۔

درحقیقت علماءِ سوٗ کا یہ کردار اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے اور علماء کا درس پڑھانا اور فتویٰ دینا تب روحانی فائدہ پر منتج ہو سکتے ہیں جب مالی طمع ولالچ، اونچے مرتبہ ودبدبہ اور دنیا طلبی کے جملہ شائبوں سے خالی ہو کر خالصتاً لوجہ اللہ ہو۔ اِن اعمال کا خالص لوجہ اللہ ہونے کی علامت دُنیوی زندگی میں زُہد وتقویٰ اور دنیا طلبی سے بے رغبت ہونا ہے ۔جو علماء دنیا طلبی کی اس بلا میں مبتلا اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں وہی علماء دنیا اور علماء سوٗ ہیں اور بدترین مخلوق ودین کے چور ہیں جبکہ وہ خود اپنے آپ کو دین کے پیشوا اور بہترین خلائق ہونے کا گمان کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں۔ ''اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ یہی جھوٹے ہیں ٥ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ کی یاد ان سے بُھلا دی تو یہ شیطان کی جماعت ہے، اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان کی جماعت والے ہی ناکام ونامراد ہیں۔'' ایک بزرگ نے شیطان لعین کو فارغ بیٹھے ہوئے دیکھا تو اُس کی وجہ پوچھی شیطان لعین نے جواب دیا کہ ''علماءِ سوٗ نے میرے

ساتھ مدد کر کے میرے کام کو خود سنبھال لیا ہے اور مجھے فارغ کر دیا ہے۔'' مجھے حق باری تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارے دور میں دین اسلام کے اندر جتنی کمزوری ومنافقت پیدا ہوئی ہے اور دین وملت کی ترویج واشاعت میں جو کمزوری بھی واقع ہوئی ہے یہ سب کچھ علماء سوٗ کی بدبختی اور ان کی بدنیتی کی وجہ سے ہے۔''

یہاں تک علماء سوٗ کی پہچان سے متعلق حضرت کے مذکورہ کلام کے پہلے حصہ کا مفہوم وترجمہ پورا ہوا۔

علماء حق کی پہچان سے متعلق عبارت کا ترجمہ:۔

''مگر وہ علماء دین جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور جاہ پرستی، دبدبہ خواہی اور دنیوی مرتبہ و مال جمع کرنیکے لالچ وطمع سے محفوظ وآزاد ہیں تو یہ علماء حق وعلماء آخرت ہیں، درحقیقت ورثۃ الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات اور بہترین خلائق بھی یہی ہیں کہ کل قیامت کے دن ان کی سیاہیوں کو شہداء فی سبیل اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی کا پلڑہ بھاری ہوگا اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ'' علماء کا سونا بھی عبادت ہے'' یہ ان ہی پر منطبق ہے۔''

اہل علم جانتے ہیں کہ جیسے علماء حق سے حقیقی مشائخ اور بامعنی پیرومرشد وجود میں آتے ہیں اور علماء سوٗ سے غیر معیاری مشائخ اور نمبر 2 پیروں کی نحوست وجود میں آتی ہے۔ اِسی طرح ان دونوں طبقوں کا شرعی حکم بھی ایک ہے یعنی علماء حق اور حقیقی مشائخ کرام کی فضیلت وثواب اور ان کی اہمیت وضرورت یکساں ہے کیوں کہ حقیقی مشائخ کا وجود حقانی عالم ہوئے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اِسی طرح علماء سوٗ اور ان سے جنم پانے والے غیر معیاری مشائخ کے شرعی حکم میں بھی قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے

کلام میں جہاں علماء دین کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہ حقیقی مشائخ کو بھی شامل ہیں اور جہاں علماء سوٴ کی مذمت بیان ہوئی ہے اُس میں بھی غیر معیاری مشائخ شامل ہیں۔

جہاں تک عوام کو بیوقوف بنا کر لوٹنے والے بے علم اور جعلی پیروں کا تعلق ہے تو اُن کی حیثیت قرآن وسنت اور بزرگانِ دین کی نگاہ میں محض ضرر ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اپنی ذات میں لاشے ہونے کے باوجود اسلام کے حق میں زہر قاتل سے مختلف اور رہزنوں سے جدا نہیں ہے اگر قرآن وسنت کی حکومت ہو تو ان کی شرعی سزا بھی رہزنوں کی سزا سے مختلف نہیں ہوسکتی۔ ایسے میں حضرت مجدد الف ثانی کے مذکورہ کلام کو محض علماء حق اور علماء سوٴ کے موازنہ کے ساتھ مختص سمجھنا غلطی سے خالی نہیں ہوگا جبکہ حضرت نے اپنے ایک اور مکتوب میں بھی غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کو علماء سوٴ کے حکم میں شمار کیا ہے۔ جیسے فرمایا:

”واکثر جهلائے صوفی نمائے این زمانه حکم علماء سوٴ دارند فساد اینها نیز فساد متعدی است“(۱)

یعنی اکثر جہلاء زمانہ جو پیروں کے لباس میں پھرتے ہیں اِن کا شرعی حکم بھی علماء سوٴ والا ہے کیوں کہ ان کا شر وفساد بھی علماء سوٴ کے فساد کی طرح دوسروں کو متعدی ہے۔

علماء سُوٴ اور مشائخ سُوٴ کا موازنہ

روحانیت و مذہب کے حوالہ سے اہل حق چاہے علماء حق کے نام سے پکارے جاتے ہوں یا سچے مشائخ اور حقیقی پیرو مرشد کے ناموں سے، بہر تقدیر اِن ہی کے دَم قدم سے شریعت وطریقت کا تحفظ وبقاء ہے۔ ہر مومن مسلمان کو ہر وقت ان کی ضرورت ہے یہ

۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج 2، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر 47، ص23۔

اگر نہ ہوں تو مذہب کی حقیقی تعلیم باقی رہ سکتی ہے نہ طریقت کی تربیت، نہ جائز وناجائز اور حلال وحرام کی تمیز قائم رہ سکتی ہے نہ اسلام وغیر اسلام کی تفریق۔ آج کل اگر شریعت و طریقت کے حوالہ سے اسلام کی کچھ صحیح اقدار، روحانیت کے کچھ آثار اور حلال وحرام کی کچھ تمیز باقی ہے تو یہ صرف اور صرف اِن حضرات کے دَم قدم سے ہے۔ (فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ) یہی وہ مقدس حضرات ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ''(۱)

یعنی اللہ کے مکلّف بندوں میں علماء حق ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔

فرشتوں کا ان کے لیے اللہ سے مغفرت اور ترقی درجات کا سوال کرنے سے متعلق فرمایا:

''اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ o رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ''(۲)

حدیث شریف میں جملہ خلائق سماوی وارضی کا اور سمندر کی تہہ میں مچھلیوں کا اِن کے لیے استغفار کرنے کا فرمایا، جس کے مبارک الفاظ یہ ہیں:

''اِنَّ الْعَالِمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِي جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى

۱۔ فاطر،28۔

۲۔ المومن،7تا9۔

سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوا دِیْنَارًا وَلَادِرْھَمًا وَرَّثُواالْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ‘‘(۱)

قرآن وحدیث میں وارد اِن ارشادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے بھی بیک الفاظ کہہ دیا، جیسے امام تقی الدین الحلبی متوفیٰ 839ھ نے لکھا ہے:

’’اِنْ لَّمْ یَکُنِ الْعُلَمَآءُ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ فَلَیْسَ لِلّٰہِ وَلِیٌّ‘‘(۲)

یعنی اگر باعمل علماء کرام اولیاء اللہ نہیں ہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی ہی نہیں ہے۔

اہل معرفت جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ تائبین، زاہدین، صابرین، مفتقرین، متوکلین، شاکرین، خائفین، راجین، محبین وراضین، کے کمال عبودیت والے اوصاف کے ساتھ متصف بندے تاریخ کے ہر دور میں کم سے کم پائے جاتے ہیں جبکہ ناقصین کی شرح پیداوار ان کے مقابلہ میں 95% سے کم نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ‘‘(۳)

’’وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ‘‘(۴)

اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: ’’اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَغَرِیْبًاوَّسَیَعُوْدُ کَمَابَدَاَ، فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ وَھُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَالنَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ‘‘(۵)

یعنی اسلام کی شروعات میں انسانوں کی قوتِ فکری وعملی کی اصلاحات سے متعلقہ احکام

۱۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص34۔

۲۔ نزھۃ الناظرین، ص6۔

۳۔ السباء،13۔

٤۔ الروم،30۔

٥۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی ،باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ،ص30۔

الٰہی کی تعلیم وتبلیغ جس طرح شیطانی معاشرہ کی نگاہ میں نا آشنا وغیر مانوس اور اچھنبے کی بات تھی ویسے ہی حالات، خواہش پرست اور بدعت فروش غیر معیاری مشائخ اور انکے دست وبازو بننے والے علماء سوٗ کی وجہ سے پیدا ہونگے جس میں مسلم معاشرہ کی اکثریت ان گمراہوں کے بنائے ہوئے ماحول کی وجہ سے بدعت مانوس ہوگی، سنتوں کو بدعت اور بدعتوں کو سنت سمجھے گی، حقیقی احکام اسلام اور اُسوۂ حسنہ سید الانام ﷺ کی تبلیغ کو اجنبی اور غیر مانوس کہہ کر مسترد کردے گی۔

قربان جاؤں اللہ کے حبیب ﷺ کی دوربین نگاہ بصیرت پر کہ مسلم معاشرہ میں مذہب وروحانیت اور تصوف وطریقت جیسے مرغوب ناموں کی آڑ میں نفس امارہ کی ترجیحات کو بطورِ شریعت وطریقت مروّج کرنے والے بدمعاشوں کی کیسی نشان دہی فرمائی اور اُن کی جہالت خیزیوں کو کس بلیغ انداز میں زمانہ جاہلیت کے ساتھ تشبیہ دی کہ جیسے ملت ابراہیمی کی حقیقی تبلیغ انہیں اجنبی وغریب لگتی تھی ویسے اِنہیں بھی حقیقی اُسوۂ حسنہ خاتم النبیین ﷺ کی تبلیغ اجنبی لگتی ہے، جیسے جاہلیت اُولیٰ کے ان مقلدوں کو حقیقی احکام اسلام کے مقابلہ میں اپنے گمراہ آباء واجداد کی تقلید پسند تھی ویسے جہالت بعد از اسلام میں مبتلا ان نادانوں کو بھی حق کے مقابلہ میں ماحول کی تقلید پسند ہونیکی پیشن گوئی فرمائی اور اُن بدعت دوست گمراہوں کا حق سے غیر مانوس ونفور کے باوجود آوازِ حق کی تبلیغ انہیں پہنچانے کی طرح اِنہیں بھی علی الرغم آوازِ حق کی تبلیغ کے ذریعہ دائرۂ حق میں لانیکی ترغیب فرمائی ہے۔ جیسے کہ اسی حدیث میں ''فَطُوبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَالنَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ'' کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے۔

اہل حق کے یہ حضرات باطل کے مقابلہ میں قلیل ہونے کے باوجود انسانیت کے جوہر وعطر ہیں، حفظ وبقاء اسلام کے ضامن ہیں اور اپنے موقفِ حق پر دلائل وبراہین کے

اعتبار سے سب پر غالب، سب پر فاتح اور منصور من عند اللہ ہیں۔ اِن ہی کے وجودِ مسعود سے آگاہی دیتے ہوئے اللہ کے حبیب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یَحۡمِلُ ھٰذَا الۡعِلۡمَ مِنۡ کُلِّ خَلَفٍ عَدُوۡلُہٗ، یَنۡفُوۡنَ عَنۡہُ تَحۡرِیۡفَ الۡغَالِیۡنَ، وَ انۡتِحَالَ الۡمُبۡطِلِیۡنَ، وَتَاۡوِیۡلَ الۡجَاھِلِیۡنَ"(۱)

نیز فرمایا: "لَاتَزَالُ مِنۡ اُمَّتِیۡ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ بِاَمۡرِ اللّٰہِ لَایَضُرُّھُمۡ مَنۡ خَذَلَھُمۡ وَلَامَنۡ خَالَفَھُمۡ حَتّٰی یَاۡتِیَ اَمۡرُاللّٰہِ وَھُمۡ عَلٰی ذٰلِکَ"(۲)

اِسی مقدس طبقہ میں اُس اخص الخواص اولیاء اللہ یعنی باعمل علماء کرام کے خاص صنف کا وجود مسعود بھی ہوتا ہے جن کی اسلامی خدمات سے متعلق "مَنۡ یُجَدِّدُ لَھَادِیۡنَھَا"(۳) کے ارشاد میں آگاہی دی۔

حقیقی اور عوامی اولیاء اللہ کا موازنہ

جیسے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ حقیقی اولیاء اللہ وہی ہیں جن کا تعارف و پہچان اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے کہ "اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ"(۴) کا مصداق ومظہر ہوئے بغیر اللہ کے ولی ہونے کا کوئی تصور اسلام میں ممکن ہی نہیں ہے، البتہ اس دائرہِ سعادت میں آنے کے بعد ایمان وتقویٰ کی کمیت وکیفیت کی شرح تفاوت کے مطابق اولیاء اللہ کے درجات کا مختلف ہونا عین مقتضاء فطرت ہے جس کے تناسب سے اِن حضرات

۱۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، ص36۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف باب ثواب ھذہ الامۃ، ص583، بحوالہ بخاری ومسلم۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم، ص36۔

٤۔ یونس، 63۔

کے بھی مختلف طبقات اور اصناف در اصناف ہیں۔ اللہ جانے ان کے فرد ادنیٰ و اعلیٰ کے مابین کتنے مُتوسّطات ہیں جس کی ایک جھلک گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ جن کے لیے صاحب جُبّہ ہونا ضروری ہے نہ صاحب دستار ہونا، صاحبِ مزار ہونا شرط ہے نہ صاحب خانقاہ ہونا، آلِ نبی ہونا ضروری ہے نہ اولادِ علی ہونا، بنو فاطمہ ہونا ضروری ہے نہ قریشی ہونا، خاص رنگ و نسل ضروری ہے نہ کوئی مخصوص لباس بلکہ اِن کے وجودِ مسعود کے لیے جو چیز ناگزیر ہے وہ صرف اور صرف قرآن شریف کے بتائے ہوئے تعارف کے مطابق ایمان و تقویٰ کا کمال ہے۔ اِس باکرامت طبقہ میں کچھ ایسے حضرات بھی ہو سکتے ہیں جن کے متعلق اسلاف نے فرمایا:

''رُبَّ حَقِیرٍ فِی نَظَرِ الدُّنیَا اَعْظَمُ قَدْرًا عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ کَثِیرٍ مِنْ عُظَمَآءِ الدُّنیَا''(۱)

انسانیت کے اِس عطر اور کرامت کے اِن مصداق و مظاہر میں اکثر اصناف و انواع کی پہچان ہی عام لوگوں کو نہیں ہو سکتی بلکہ اُن میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی پہچان بھی نہیں کر سکتے اور بعض کی حقیقت کاملہ کو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے خود اُن کے اپنے ادراک سے بھی مخفی رکھا ہوا ہے جس بنا پر وہ اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان سکتے ہیں۔ نفس امّارہ کی دنیائے کثافت وسیع ہونے کی طرح لطافتِ ایمان و تقویٰ کی بدولت نفس مطمئنہ کے اِس دائرہِ سعادت میں داخل ہونے والوں کی دنیائے روحانیت بھی نہایت وسیع ہے۔ بہر تقدیر اولیاء اللہ کے زمرے میں شمار جو حضرات پہچانے جا سکتے ہیں اُن میں باعمل علماء کرام نمایاں ہیں۔ اِن حضرات کو پہچاننا عام لوگوں کے لیے اِس لیے ضروری ہے تاکہ وہ اِن سے اسلام کی تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عام بندوں کو اِن کا دَر بتایا، اِن کے دامن تھامنے کا حکم دیا اور اِن ہی سے ایمان و تقویٰ کی تعلیم و

۱۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج 4، ص 16۔

تربیت پانے کا اُنہیں پابند کر کے ''فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ''(۱) کے فرمان میں اِن کی صحبت حاصل کرنے کی ترغیب دی اور اللہ کے حبیب رحمتِ عالم ﷺ نے اِن کی صحبت پانے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ھُمُ الْقَوْمُ لَایَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ''(۲)

یعنی باعمل علماء کرام کی صحبت میں آنے والا روحانی فائدے سے خالی نہیں رہ سکتا۔

قرآن وحدیث میں جہاں کہیں بھی مذہب وروحانیت کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں پر اِنہی حضرات کی صحبت مراد ہے اوران کی صحبت چاہے تلمّذ وشاگردی کے نام سے ہو یا صاحب ارادت ومرید ہونے کی شکل میں، اُستاذی وشاگردی کے عنوان سے ہو یا پیری مریدی کے انداز سے، اِن کے مواعظ ومجالس میں شریک ہونے کی صورت میں ہو یا اِن کے پند ونصائح پر عمل کرنے کی صورت میں، اِن کی تقریر وبیانات سے مستفیض ہونے کے رنگ میں ہو یا اِن کی تحریر وکتابوں کے مطالعہ کرنے سے، بہرتقدیر اللہ کے فرمان ''فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ''(۳) پر عمل کی سعادت نصیب ہو ہی جاتی ہے اور حدیث شریف ''ھُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ'' کے فیوضات وبرکات کا حصہ بقدر جُثہ مل ہی جاتا ہے جبکہ غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کی صحبت اختیار کرنے والے ضعیف العقیدہ عوام ہر طرف سے محروم ہی رہتے ہیں، وقت ضائع کر کے عمر کے آخری حصہ میں پہنچ کر پچھتاوا کے سوا اُنہیں کچھ ہاتھ نہیں آتا اور بعض جاہل مرکب اب بھی اُن جاہلان شریعت ودشمنان طریقت کو امام العُرفاء کہتے ہوئے موت کی

۱۔ الانبیآء،7۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، باب ذکر الله عزوجلّ والتقرب الیه،ص 197۔

۳۔ الانبیآء،7۔

آغوش میں چلے جاتے ہیں۔قربان جاؤں اپنے آقا و مولیٰ نبی اکرم رحمت عالم ﷺ کی لطیف نگاہ بصیرت پر کہ حقیقی اولیاء اللہ یعنی باعمل علماء کرام اور عوامی اولیاء کا کیا ہی عام فہم موازنہ کرتے ہوئے باعمل علماء کو کستوری کی خوشبو بیچنے والے کے ساتھ اور جعلی پیروں کو لوہار کی بھٹی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''صالح کی صحبت اختیار کرنے سے کسی بھی طریقہ سے اُس کی بھلائی سے تجھے محرومی نہیں ہوگی، جیسے کستوری بیچنے والے کی بھلائی سے محرومی نہیں ہوتی جبکہ طالح کی صحبت میں تو نقصان سے نہیں بچ سکتا۔جیسے لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کو اور نہ سہی کم از کم لوہا جلنے کی بدبُو سے اُس کا متاثر ہونا یقینی امر ہے۔''(۱)

اِسے ضعف عقیدہ کا مرض کہیں یا توہم پرستی کا ناسور یا اِن گندم نما جوفروش جعلسازوں کا کرشمۂ ہنر کہ سالہا سال اِن کی شریعت ناموافق ماحول میں جہل آموزی کے بعد بھی اُن کی صحبت خسران میں رہنے والے مریدوں کو احساس زیاں نہیں ہوتا۔لوہار کی بھٹی کی بدبودار چنگاریوں سے لباس شریعت جلا کر ''خود کردہ را علاج نیست'' کا مظہر بن جانے کے باوجود حق و باطل کی تمیز نصیب نہیں ہوتی۔سچ فرمایا میرے رب جَلَّ جَلَالُهٗ نے:

''اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ''(۲)

یعنی جعل سازوں کے ہاتھوں چڑھے ہوئے یہ بیچارے جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اِن جاہلوں کے دین و دنیا کا نقصان ہونے کے باوجود اِن کے ساتھ چمٹے رہنے کی ایسی مثال ہے جیسے نسوار کھانے کے نشئی کے منہ سے گندی رال ٹپک کر اُس کی ظاہری

۱۔ مفاد الحدیث، جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج 5، ص 507۔

۲۔ الاعراف، 179۔

زینت وقار کو مجروح کرنے کے ساتھ ذرات اندرونِ معدہ پہنچ کر نقصان دے رہے ہوتے ہیں۔ اِس دُہرے نقصان کا احساس کر کے اِس بَلا سے جان چھڑانے کی بجائے وہ اپنے اِس قابلِ نفرت کردار کو اچھا سمجھنے کی جہالت میں مبتلا ہوتا ہے۔ تصوف وطریقت کے پاکیزہ ناموں کی آڑ میں جعلسازی کرنے والے غیر معیاری پیروں کے ہاتھوں دین و دنیا کے اِس دُہرے خسران کا انہیں احساس نہ ہونے کی اصل وجہ اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ گم کردۂ راہ ان جعلسازوں کو حقیقی اولیاء سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہیں کیوں کہ علماءِ سوء نے محض دنیا دُون کی خاطر حقیقی اولیاء اللہ یعنی باعمل علماء کرام کا مقام ان کو دیا ہوا ہے۔ ان کی کرامات و فضائل اِن پر چسپاں کر کے حقیقت کی جگہ اِن بے حقیقتوں کو مشہور کیا ہوا ہے اور شاہینوں کی پرواز وصفات کو مردار خور زاغوں کو دے کر عوام کی کج فہمی کا یہ ماحول بنایا ہوا ہے جس کے نتیجہ میں عوامی ذہن کا اِس حوالہ سے یہ حال ہوا ہے کہ تصوف وطریقت کے نام سے جو جتنا بڑا فراڈی ہوتا ہے یہ اُسے اتنی ہی پذیرائی دیتے ہیں، جو جتنا بڑا کذاب و دغا باز ہوتا ہے یہ اسے اتنا ہی بڑا ولی سمجھتے ہیں اور جو شریعت وطریقت سے جتنا بڑا نابلد و جاہل ہو یہ اسے اُس تناسب سے پیرِ طریقت و رہبرِ شریعت جیسے القاب سے نوازتے ہیں۔ گویا معکوس العملی کی اس اندھیر نگری کے جرم میں علماءِ سوء جعلی پیروں سے پیچھے نہیں ہیں۔ (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ شَرِّھِمْ، آمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ)

حقیقی کرامت اور عوامی کرامت کا موازنہ

اِس موضوع سے متعلق ایک قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ شریعت کی زبان میں بزرگانِ دین کے مطابق اولیاء اللہ کے لیے جو حقیقی کرامت ہو سکتی ہے اسے نظر انداز کر کے کچھ ایسے اُمورِ خارقۃ العادۃ کو اولیاء کی کرامت مشہور کیا جا چکا ہے جو کسی غیر مسلم، جوگی،

ہندو اور یہودی و مجوسی سے بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ مثلاً آگ پر کھڑا ہونا، ہوا میں اُڑنا اور دریا کی سطح پر چلنے جیسے خلافِ عادت اور عام انسانوں کے لیے ناممکن کام۔ اولیاء اللہ کی کرامت کے حوالہ سے اِس بے حقیقت عوامی ذہن کا تاثر اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس ماحول کے اچھے خاصے اہل علم بھی قرآن و سنت کی نگاہ میں جو حقیقی کرامت ہے اسے بھول کر اِس کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ اس جہل زدہ ماحول سے اثر لینے والے کچھ حضرات میں نے ایسے بھی دیکھے ہیں جو اپنے صاحبِ کرامت بزرگوں کی حقیقی کرامت کو پسِ پشت ڈال کر اُن مرحومین کو بے حقیقتی کے اِس رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اولیاء اللہ کے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں بزرگانِ دین کی تصریحات کے مطابق جو حقیقی کرامت ہے اُس کا اس عوامی کرامت کے ساتھ موازنہ پیش کر کے صورتحال واضح کروں۔ اِس موضوع کے کچھ گوشوں پر گزشتہ صفحات میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یہاں پر ہمارا مقصد صرف اور صرف کرامات اولیاء کے حوالہ سے اسلامی ذہن اور غیر اسلامی ذہن کا موازنہ بتانا ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُمور خارقۃ العادۃ کا صادر ہونا یعنی عام انسانوں کی طاقت سے ماوراء و ناممکن کاموں کا اللہ کے کسی برگزیدہ بندہ (اولیاء اللہ) سے صادر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت افزائی اور کرامت کے طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ تاریخ کے اوراق میں اس کی بھی کافی مثالیں ملتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ ایسے غیر ممکن کاموں کا صادر ہونا ہی اِن حضرات کی کرامت ہے یا یہ تصور کہ ایسے کاموں کا صدور اولیاء اللہ کا ہی خاصہ ہے کہ یہ کام پیغمبر کے معجزہ اور اولیاء اللہ کی کرامت کے بغیر کسی اور کے ہاتھ و زبان سے ظاہر نہیں ہو سکتا، نہ صرف غلط بلکہ سو فیصد غلط ہے، بے بنیاد و غیر اسلامی تصور ہے اور حقیقی کرامت کے مقابلہ میں محض عوامی ذہن ہے کیونکہ اِس قسم بظاہر ناممکن کاموں کا صدور

وظہور اگر پیغمبر کے معجزہ اور اولیاء اللہ کی کرامت کے ساتھ خاص ہوتا تو جوگیوں، ہندوؤں اور یہودیوں جیسے غیر مسلم دشمنانِ اسلام سے کبھی ظاہر نہ ہوتے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیوں کہ کبھی پریکٹس ومجاہدہ اور عملیات کے نتیجہ میں، کبھی استدراج کے طور پر، کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی خاص حکمت کے تحت ان گمراہوں سے اس قسم مشکل اُمور خارقۃ العادۃ کا صُدور وظہور ہوتا رہتا ہے جیسے دجّال کے ہاتھ سے اس طرح کے عجائبات وخوارق کے ظاہر ہونے سے متعلق احادیث میں بہت کچھ موجود ہے اور حضرت بایزید بسطامی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے منقول ہے کہ انہوں فرمایا:

''لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَتَرَبَّعَ فِی الْھَوَآءِ فَلَا تَغْتَرُّوْا بِہٖ حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَہٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَ آدَابِ الشَّرِیْعَۃِ''(۱)

یعنی اگر تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جسے طرح طرح کے خارقۃ العادۃ امور دیئے گئے ہیں جنہیں لوگ کرامت سمجھتے ہیں پھر بھی تم اُس پر دھوکہ مت کھاؤ یہاں تک کہ پہلے اس کے کردار کو شریعت کے ترازو میں تولو کہ اوامر ونواہی، حدود اللہ اور آدابِ شریعت کو بجالانے میں وہ کیسا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے حقیقی کرامت اور عوامی کرامت کی لمبی تفصیل لکھنے کے بعد بطور نتیجہ فرمایا:

''فَالْعُلَمَآءُ ھُمُ الْآمِنُوْنَ مِنَ التَّلْبِیْسِ''

یعنی کرامات کے بہانہ شیطانی تلبیس سے باعمل علماء ہی محفوظ ہوسکتے ہے۔

تو ظاہر ہے کہ باعمل علماء وہی ہوتے ہیں جو مستقیم فی الدین ہوں یعنی استقامت

۱۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص 15۔

فی الدین ہی ایسی کرامت ہے جس میں کسی قسم کا استدراج یا کرشمۂ عملیات اور شیطانی تلبیس ممکن نہیں ہوسکتی۔ حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اس سلسلہ میں فرمایا:

''ومکاشفہ ومعاینہ در مرایاء صور عالم بر ظہور می آید حکماء یونان وجوگیہ ہندو براہمہ درین معنی شریک اند علامت صدق احوال موافقت علوم شرعیہ است باجتناب از ارتکاب امور محرمہ ومشتبہ''(۱)

یعنی خلائق کی صورتوں کے باطنی شیشوں میں غیبی چیزوں کا ظہور ومکاشفہ ہوسکتا ہے۔ یونان کے حکماء اور ہندوستان کے برہمن وجوگی بھی اِس کشف میں شریک ہیں جبکہ اِس قسم کے کشفی حالات کے سچے ہونے کی علامت صرف اور صرف احکام شرعیہ کے علم و عمل کے مطابق ہونا ہے کہ درستی عقیدہ وعمل کے ساتھ حرام ومشتبہات سے بھی بچنے والوں میں اگر ایسے کشفی حالات پائے جائیں تو وہ اُن کی سچی کرامت ہوتی ہیں۔

ایسے میں اس قسم کی چیزوں کو اولیاء اللہ کی خاص صفت ومعیار قرار دینا نہ صرف اُن کی حقیقی کرامت سے بے التفاتی ہے بلکہ التباس الحق بالباطل بھی ہے کیوں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں سلف صالحین وبزرگانِ دین کی تشریح وتعبیر کے مطابق اولیاء اللہ کی حقیقی کرامت پیغمبرِ اسلام رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہونے کے ساتھ اولیاء اللہ کا ایسا خاص وصف ہوتا ہے جو ان کے کامل متبعین کے ماسوا کسی اور کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ غیر مسلم، جوگی، ہندو، جیسے دشمنانِ اسلام تو دور کی بات ہے اِن حضرات کی یہ خاص صفت ایمان وتقویٰ کے کمال میں کمزور وہلکے مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر 266، حصہ چہارم، دفتر اول۔

''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ''(۱)

یعنی اہل اسلام میں عنداللہ سب سے بڑے کرامت والے وہی ہو سکتے ہیں جو سب سے زیادہ متقی ہوں۔

اِس آیت کریمہ کی روشنی میں سلف صالحین نے استقامت فی الدین کو اولیاء اللہ کے لیے حقیقی کرامت قرار دیا ہے جس میں جوگی ان کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں نہ ہندو، یہودی ان کے ہم وصف ہو سکتے ہیں نہ کوئی اور نجس، پریکٹس وریاضت کے ذریعہ کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے نہ استدراج کے طور، جیسا کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ نے فرمایا:

''وَکَرَامَۃُ الْوَلِیِّ اِسْتَقَامَۃُ فِعْلٍ عَلٰی قَانُوْنِ قَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ''(۲)

یعنی کسی سچے ولی اللہ کی حقیقی کرامت جس میں کسی گمراہ کا شریک ہونا ممکن نہ ہو اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اُس کا کردار اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اُصول پر مستقیم ہو یعنی استقامت فی الدین ہو۔

پیغمبر کریم ﷺ کی اتباع میں استقامت فی الدین سچے اولیاء اللہ کی حقیقی کرامت ہے جس میں کوئی بھی غیر مستقیم فی الدین اُن کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا، جس کا ان سے انفکاک وزوال یا جدائی ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ ان حضرات کی ایسی عظیم کرامت ہے جو چلتے پھرتے، سوتے جاگتے اور جیتے مرتے ہر حالت میں انکے ساتھ ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں بزرگانِ دین کی تشریحات وتصریحات کے مطابق اِس حقیقی وبنیادی کرامت کے درجات ومراتب مختلف ہیں یعنی جس کسی کی استقامت فی الدین جتنی زیادہ وقوی ہوتی

۱۔ الحجرات، 13۔

۲۔ بہجۃ الاسرار، ص 39، مطبوعہ مصطفی البابی مصر۔

ہے اُسی تناسب سے عنداللہ اُس کی کرامت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ اللہ کے اِن برگزیدہ بندوں سے وقتاً فوقتاً جو خارقۃ العادۃ اُمور ظاہر ہوتے رہتے ہیں اُن کی حیثیت اس بنیادی کرامت کی نسبت فروع کی ہے یعنی الاستقامۃ فی الدین والی کرامت اصل الاصول و بنیاد ہے جبکہ کبھی کبھی ظاہر ہونے والی یہ کرامات اُس کے فروع و شاخیں اور ثمرات و نتائج ہیں جس کے مطابق اِس حقیقی کرامت اور اس کے ان نتائج کا موازنہ اس طرح ہے کہ وہ ناقابلِ انفکاک ہے جبکہ ان کا انفکاک ہوسکتا ہے، وہ ظاہر ہے جبکہ یہ سب کچھ اُسی کے مظاہر ہے، وہ منبع ہے جبکہ یہ اُسی سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، وہ معنوی ہے جبکہ یہ سب کے سب محسوس و ظاہر ہیں اور اُس پر خواص کی نظر ہوتی ہے جبکہ ان پر عوام کی نظر ہوتی ہے۔ اِسی بنیاد پر حضرت بایزید بسطامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا ہے:

''لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ مِنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَتَرَبَّعَ فِی الْھَوَآءِ فَلَا تَغْتَرُّوْا بِهٖ حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَهٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَ آدَابِ الشَّرِیْعَةِ''(۱)

اہل علم جانتے ہیں کہ اصل کے بغیر فرع کا وجود ممکن نہیں ہوسکتا، ایسے میں غیر مستقیم فی الدین جھوٹے مدعیان ولایت میں کچھ عجیب و غریب کام دیکھ کر اسے اُن کی کرامت سمجھنا عوامی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ مقام عبرت ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اور صرف ایمان و تقویٰ کے کمال کو ولایت ٹھہرایا ہے جو باعمل علماء میں مسلّم ہے۔ استقامت فی الدین کو کرامت قرار دیا ہے جو دلیل ولایت ہے جس کے مقابلہ میں نیم خواندہ علماء سمیت عوام نے ولایت و کرامت کو کوئی اور چیز سمجھ رکھا ہے۔ اِس پر مستزاد یہ کہ پیری مریدی کے رنگ میں بڑے سے بڑا افراڈی و مکار سامنے آجائے اسے

۱۔ رسالہ قشیریہ، ص 15۔

بھی ولی اللہ سمجھا جاتا ہے۔اس طرح سے شریعت نا آشناؤں اور طریقت دشمنوں کے گمراہ کن کرتبوں اور شعبدہ بازیوں کو کرامات کہہ کر جہالت خیزی کے جراثیم پھیلاتے جارہے ہیں جبکہ بزرگانِ دین اور سچے اولیاء کرام نے استقامت فی الدین کے بغیر ہوا میں اڑنے کو بھی شیطانی کرتب قرار دیا ہے چہ جائیکہ موجودہ دور کے شعبدہ بازوں کے کرتبوں کو قابل التفات سمجھیں۔

جہالت خیزی کی اِس اندھیر نگری میں جبکہ حقیقی اولیاء اللہ کی جگہ شریعت دشمنوں اور طریقت نا آشناؤں کو پیرِ طریقت و رہبرِ شریعت کے القاب دیئے جارہے ہیں، حقیقی کرامت کی جگہ عملیات و شعبدہ بازیوں کو کرامت مشہور کیا جارہا ہے اور طریقت کی کھلے بندوں جگہ ہنسائی کراکر روحانی اقدار کا بیڑہ غرق کیا جارہا ہے۔ایسے میں میری فہم کے مطابق علماءِ حق کا خاموش رہنا، حق و باطل کی تمیز بتانے سے کترانا اور اصل و نقل کی تفریق بتا کر التباس الحق بالباطل کی اِس گمراہی کے انسداد کے لیے قدم نہ اُٹھانا مداہنت فی الدین کے جرم یا بے محل تقیہ کی حرام کاری سے خالی نہیں ہے۔ بزرگانِ دین کی روشنی میں علماءِ حق اور علماءِ سُو میں بنیادی نکتۂ تفریق بھی یہی ہے کہ علماءِ حق مذہبی شعائر و روحانی اقدار کے تحفظ و بقاء پر کسی بھی دنیوی لالچ و مفاد کو ترجیح نہیں دیتے جبکہ علماءِ سُو ہمیشہ دُنیوی مفاد میں سوچتے ہیں۔علماءِ حق کبھی بھی اپنے مدارس کے چندوں، شکرانوں اور گروہی مفادات کو فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں حائل ہونے نہیں دیتے جبکہ علماءِ سُو دین اسلام کا نام بھی ان ہی مقاصد کی تکمیل کے لیے لیتے ہیں۔ بھاڑ میں جائے وہ مدرسہ جو مقتضاءِ وقت پر حق تبلیغ انجام دینے سے کترائے، وہ چندہ و شکرانہ جس کی خاطر مداہنت فی الدین اور تقیہ کی حرام کاری کی جائے، اللہ پناہ دے اُن علماءِ سُو سے جو باطل کے دست و بازو بن کر دین کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔معروضی حالات کے اِن تلخ تجربات میں علماءِ حق پر فرض عین بنتا ہے کہ مذہبی و

روحانی اقدار کو اِس اُفتاد سے نکال کر اُسکی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کیلئے اجتماعی کوششیں کریں ورنہ آوازِ حق کی یہ انفرادی تبلیغ نقار خانہ میں نالہ یتیم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

جعلی پیروں کے مختلف طریقہ واردات

بزرگانِ دین کے طریقوں کے خلاف طریقت وتصوف کا نام دُنیوی اغراض کے لیے استعمال کرنیوالے اِن جعلسازوں کی فریب کاریاں ایک جیسی نہیں ہیں۔ جھوٹ، تکبر، حُبِ دنیا، جہل دوستی، علم دشمنی، جیسے کبیرہ گناہوں میں اشتراک عمل کے بعد عوام کو بیوقوف بنا کر پھنسانے کے حوالہ سے طریقت کے اِن دشمنوں کی فریب کاریاں رنگارنگ ہیں۔ اِن میں بعض ہوشیار ایسے ہیں جو سچے بزرگانِ دین کے لباس میں اور اُن کی کرامات وکمالات کو اپنی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسے گمراہوں کا رد کرتے ہوئے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

”لَا تَفْرَحُ بِمَالِ غَیْرِکَ وَثِیَابِ غَیْرِکَ اِذَااَخَذْتَ کَلَام غَیْرِکَ وَ تُکَلِّمْتَ بِهِ وَادَّعِیْتَه مَقْتَتکَ قُلُوْبُ الصَّالِحِیْنَ اِذَالَمْ یَکُنْ لَّکَ فِعْل فَلَا قَوْلَ“(۱)

یعنی دوسروں کے مال و ثیاب پر خوش نہ ہو جب تو دوسروں کا کلام لے کر اپنی طرف نسبت کرے گا تو اُن صلحاء کے دل تجھ سے خفا ہوں گے جب تیرا عمل اِس قابل نہیں ہے تو پھر جھوٹے دعویٰ کرنے کا تجھے کیا حق ہے۔

بعض چالاک و ہوشیار ایسے ہوتے ہیں جو خود کو ماہر تصوف ہونے کا تاثر دے کر تصوف آنے اور مرید ہونے کو سب پر فرض کہہ کر اِس لائن میں نہ آنے والوں کو گنہگار، مردود الشہادۃ اور تارکِ فرض کہہ کر اپنا کام نکالتے ہیں۔ اِس طبقہ پر بھی بزرگان دین نے اپنے

۱۔ الفتح الربانی، ص 203، مطبوعہ مصر۔

اپنے اَدوار میں خوب رد کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

''فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید از تصوف نہ خواہند پرسید''(۱)

یعنی کل قیامت کو شریعت کے احکام پر عمل کرنے یا نہ کرنے سے متعلق پوچھا جائے گا تصوف سے متعلق نہیں پوچھا جائے گا، مطلب یہ کہ تصوف ضروری نہیں ہے بلکہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اِس کے علاوہ خوابوں کا سہارا لینا، مرید ہونے کو کاروبار کی ترقی کا ذریعہ مشہور کرنا، طریقت کو شریعت سے جدا و متضاد چیز بتانا، علمِ باطن کو علمِ ظاہر کے متضاد اور مذہبی علماء کی دسترس سے ماوراء بتانا، کشف القبور اور علم لدُنی کے دعوؤں کا سہارا لینے جیسے حربوں کو استعمال کرنے کے علاوہ سب سے بڑا حربہ ان کا علماء سوٴ کو استعمال کرنا ہوتا ہے کہ اُن کی زبانی اپنی من گھڑت کرامات بیان کرا کر کام نکالتے ہیں۔ وہ گمراہ حقیر دُنیا کی خاطر دھواں دار تقریروں میں سچے اولیاء اللہ کی کرامات اور اُن کی شان میں وارد آیات و احادیث کو اِن گمراہوں پر چسپاں کر کے عوام کے ذہنوں کو اِن کی طرف مائل کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں شریعت کا بگاڑ، طریقت کی بدنامی، حقیقت کے منافی اور سچے بزرگانِ دین کے متضاد اِن گمراہوں کی شرح پیداوار میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اِس طوفانِ فساد کو روکنے کی تدبیر نہیں کی گئی تو نئی نسل کے مستقبل کو اِس سے عظیم خطرہ ہو سکتا ہے۔ اِس سلسلہ میں مغربی جمہوریت پر مبنی حکومتوں سے تو کوئی اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اِس طرف توجہ دیں، البتہ علماءِ حق کو اللہ توفیق دے تو وہ باہمی ارتباط سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ

۱۔ مکتوبات امام ربانی، ج 1، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر 48۔

بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

اِن میں بعض ہوشیار و چالاک ایسے بھی ہوتے ہیں جو سادہ لوح عوام اور نیم خواندہ علماء کو منازل سلوک طے کرانے کا جھانسہ دے کر مرید بنا لیتے ہیں اُس کے بعد مختلف حربے اُن پر استعمال کر کے اُن کے دین و دنیا کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں جبکہ حقیقت میں اُن گمراہوں کو خود منازل سلوک کا پتہ بھی نہیں ہوتا خالی سن رکھا ہے کہ تصوف میں منازلِ سلوک طے کرائی جاتی ہیں۔ اِس طبقہ کی شرعی حیثیت قُطّعُ الطریق سے مختلف نہیں ہے۔ اِن کے متعلق حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهُ الشَّرِيْف نے فرمایا؛

”عِظْ نَفْسَکَ اَوَّلًا ثُمَّ عِظْ نَفْسَ غَیْرِکَ عَلَیْکَ بِخُوَیْصَةِ نَفْسِکَ“(۱)

یعنی دوسروں کو منازل سلوک طے کرانے سے قبل خود اپنے آپ کو اِس پوزیشن میں کر اُس کے بعد دوسروں کی رہنمائی کے قابل ہو سکے گا اس کے بغیر ایک جاہل دوسرے جاہل کو منازل سلوک کیا طے کرائے گا۔

ایسے ہنر مند فراڈیوں سے متعلق کہا گیا ہے ”بے حیا باش ہر چہ خواہی کن“ کاش قرآن و سنت کی حکومت ہوتی تو ایسے فراڈیوں کی گنجائش نہ ہوتی کیوں کہ اسلامی حکومت کی اپنی رعایا کے تمام طبقوں پر نظر ہوتی ہے جس میں مملکت کے جغرافیائی سرحدات کے تحفّظ کی طرح روحانی سرحدات کے تحفظ کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ جعلی پیروں کے اِس بازار کو گرمانے کا ایک ذریعہ من گھڑت کرامات مشہور کرنا بھی ہوتا ہے۔ جس سے دھوکہ کھا کر بیچارے عوام اور نیم خواندہ علماء و طلباء اِن کو اولیاء اللہ سمجھ کر اپنا دین و دُنیا خراب کرتے ہیں۔ عام لوگوں کو چونکہ شریعت کے مطابق حقیقی کرامات کا علم نہیں ہوتا اُن کی نگاہ میں کرامت کا معیار فقط یہی کچھ ہے کہ عام حالات میں انسانوں کے ہاتھوں ایک ناممکن کام کو

۱۔ الفتح الربانی، ص 5، مطبوعہ مصر۔

عملی کر کے دکھایا جائے جبکہ شریعت کی نگاہ میں اولیاء اللہ کے لیے حقیقی کرامت دین اسلام پر مستقیم رہنا ہے، اپنے ظاہر و باطن کو ہر حالت میں اُسوۂ حَسَنہ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں فٹ رکھنا ہے اور اپنی قوتِ فکری و عملی کو صراط مستقیم پر رواں دواں رکھنا ہے، سچّے اولیاء اللہ کی یہ کرامت اُن کا لازمہ ہوتی ہے۔ کسی بھی وقت اُن سے جدا نہیں ہوتی اِس کے بعد اگر کسی قسم کا امر خارق لِلعادۃ کبھی کبھی اُن سے صادر ہو جائے تو وہ بھی اُن کی کرامت ہی ہوتی ہے لیکن اُن کا لازمہ نہیں ہے کہ کبھی اُن سے جدا نہ ہو۔ نیز یہ کوئی مستقل چیز نہیں ہے بلکہ استقامت فی الدین والی حقیقی کرامت کی فرع اور اُس کا ثمرہ و نتیجہ ہے منطق شناس حضرات کی سہولت فہم کے لیے اگر یوں کہوں تو زیادہ مناسب ہوگا کہ حقیقی کرامت اور اِس عوامی کرامت کے مابین عموم و خصوص مِن وجہہ کی نسبت ہے۔ کیوں کہ حقیقی کرامت کے ساتھ اِس عوامی کرامت کا پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ اِس کے بغیر بھی پائی جاسکتی ہے کتنے سچّے اولیاء اللہ ایسے ہیں جو حقیقی کرامت کے حوالہ سے مجسّمہ کرامت ہوتے ہوئے بھی عوامی کرامت کا ظہور اُن کے ہاتھ سے نہیں ہوتا کیوں کہ اصل کی دست آوری کے بعد فروع کے درپے رہنا رجال معرفت کی شان کے لائق نہیں ہے اور عوام کی زبان میں جس چیز کو کرامت کہا جاتا ہے یہ بغیر حقیقی کرامت کے بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے جوگیوں، برہمنوں اور کالے علم والے گمراہوں کے ہاتھوں مخصوص عملیات و ہنر کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ اگر چہ اِس عوامی کرامت کو شریعت کی زبان میں کرامت ہر گز نہیں کہا جاسکتا لیکن جاہل عوام اِسی کو کرامت کہتے ہیں۔ ہر جانب سے اِن افتراقی اور جدا مثالوں کے ہوتے ہوئے کبھی یہ دونوں یکجا بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسے سچّے اولیاء اللہ کی حقیقی کرامت کے ساتھ اُن کے ہاتھوں کبھی کبھی عوامی کرامت ظاہر ہونے کی صورتوں میں ہوتا ہے۔ بس اِسی نکتہ سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر جعلی پیر کچھ شعبدہ بازیوں کا اور کچھ عملیات کا کرشمہ دکھا کر ناواقف

حال لوگوں کو پھنساتے ہیں۔ جن کا رد کرتے ہوئے حضرت الامام عبدالغنی نابلسی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْف نے فرمایا:

”ھُوَ وَسْوَسَۃٌ شَیْطَانِیَّۃٌ وَزَخْرِفَۃٌ نَفْسَانِیَّۃٌ“(۱)

یعنی اس قسم کی چیزوں کو کرامت کہنا شیطانی وسوسہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

جعلی پیروں کے اِس بازارِ خسران کی روز افزوں ترقی کا ایک بڑا ذریعہ خود اُن کی اپنی چالاکی و جھوٹ ہے کہ کاروباری لوگوں کا اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے دِن رات فکر مند رہنے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہنے کی طرح یہ جعل ساز بھی ہر وقت اِس سوچ میں رہتے ہیں کہ فلاں مالدار کو کس طرح مرید بنایا جائے اور فلاں افسر پر کون سا حربہ استعمال کر کے اُسے پھنسایا جائے۔ الغرض جس پر جس طرح کا جھوٹ موثر ہو سکے اُس کو استعمال کر کے کام نکالا جاتا ہے اِس حوالہ سے اُنہیں لوگوں کے نفسیات کا بھی تجربہ ہو جاتا ہے۔ جس کے مطابق ہر ایک کے ساتھ اُس کے حسب مزاج اپنے مفاد میں گفتگو کر کے پھنسایا جاتا ہے۔ ایسے آخر طلب ہوشیاروں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے مولانا رومی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئی ہست

پس بہ ہر دستی نہ باید داد دست

اِن گمراہوں کی فریب کاریوں کے سلسلۂ دراز میں ایک حربہ یہ بھی ہے کہ اُن میں بعض خود کو بزرگ زادہ مشہور کر کے اپنی چالاکیوں، فریب کاریوں اور دھوکہ بازیوں کو خاندان کے کسی بزرگ کی کرامات کا کرشمہ ہونیکا تاثر دیکر لوگوں کو پھنساتے ہیں۔ خاندان میں سچ مچ کوئی بزرگ و کامل گزرا ہو تو اُس کے حوالہ سے کام چلانا اِنکے لیے بہت آسان ہو

۱۔ الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ، ج1، ص186، مطبوعہ فیصل آباد۔

جاتا ہے۔اگر کوئی قابل ذکر مشہور و معروف ہستی نہ ہونے کی صورت میں بھی یہ ہوشیار و چالاک حضرات پورے سلسلۂ خاندان میں کسی بھی مرحوم کے حق میں من پسند کرامات کی تشہیر کر کے ضعیف العقیدہ عوام کو پھنسانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔درحقیقت اِس طبقہ کا کردار اہل کتاب کے نسب فروش احبار و رھبان سے مختلف نہیں ہے جن پر قرآن شریف میں بار بار رد کیا گیا ہے۔

حدیث پاک کے نام پر واردات

غیر معیاری پیروں کے مختلف طائفوں میں بعض کچھ شیطانی، کچھ نفسانی اور کچھ من گھڑت خوابوں کو اپنی ولایت پر دلیل مشہور کر کے پیش رفت کرتے ہیں اِس سلسلہ میں صحاح ستہ کی روایت میں آئی ہوئی اُس حدیث سے غلط استدلال کیا جاتا ہے جس میں سچے خواب کو نبوت کی ایک جھلک بتایا گیا ہے اور بعض روایتوں میں رُویاءِ صالحہ کی صورت میں نبوّت کے حصّہ مبشّرات کے باقی رہنے کا بتایا گیا ہے۔جاہل پیروں کا اور اُن کے ہاتھوں ٹشو پیپر بننے والے علماءِ سُو کا اِن روایات سے اِن بے حقیقتوں کو حقیقی اولیاء اللہ ثابت کرنے کے لیے استدلال کرنے کی حیثیت ''کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَبِھَا الْبَاطِلُ'' سے مختلف نہیں ہے یعنی صحیح حدیث سے غلط استدلال کیوں کہ اِن روایات کی صحت فی الجملہ مسلّم ہونے کے باوجود اِن کے شرعی مفہوم کی بالیقین تشخیص نہیں ہے حضرات محدّثین و شارحین نے اس حوالہ سے جو کچھ فرمایا ہے وہ باہمی متضاد ہونے نیز منشاء اجتہاد ہونے کی بنا پر ظنّیات کے قبیل سے ہیں اُن سے انکار کی گنجائش اگرچہ نہیں ہے تاہم کسی حقیقی پیر و مرشد کو بھی ان سے اپنی ولایت پر اس طرح سے استدلال کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی کیوں کہ کسی بھی ظنی مفہوم سے قطعی انداز سے استدلال کرنا ممنوع و خیانت ہے جبکہ یہ ہوشیار حضرات اور ان کے دست و بازو

بننے والے علماء سُوا اپنے اِس گمراہ کن استدلال سے مدعی کے قطعی ویقینی ہونے کا تاثر دے کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ جاہلانہ ماحول بناتے ہیں اور ضعف اعتقادی کا مرض پھیلاتے ہیں جس کی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سچے اولیاء اللہ کے مختلف طبقات میں کسی بھی برگزیدہ ہستی نے ایسا نہیں کیا ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی نے ایسے گمراہوں پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

''خائب وخاسر درین طریق کسی است که داخل این طریق شود ومراعات آداب این طریق نکند وامور محدثه دین طریق اختراع نماید وبراعتمادِ منامات ووقائع خود بخلاف این طریق اقدام کند درین صورت گناه طریق او براه منامات وواقعات خود متسنشئی است که روئے بترکستان دارو به اختیار از کعبه منحرف گشته است''(۱)

پیغمبر کے نام پر دھوکہ دینے کی واردات

اِن ہوشیار گندم نما جوفروشوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو حدیث نبوی ﷺ ''مَنْ رَاٰنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْرَاٰنِی فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَایَتَمَثَّلُ فِی صُوْرَتِی'' سے اپنے مفاد میں غلط استدلال کر کے خلقِ خدا کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں کیوں کہ اِس قسم کی صحیح حدیثوں پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ شیطان کو اللہ کے رسول ﷺ کی بے مثل صورت میں متمثل ومتشکّل ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ نیز بلا تخصیص ہر مومن مسلمان کو اپنے آقا ومولیٰ ہادی عالم ﷺ کے اِس فرمان کے واقعی مفہوم ومقصد کی حقانیت پر بھی یقین ہے کہ جو بھی عالم رُویا

۱۔ مکتوبات، دفتراوّل، حصّہ پنجم، مکتوب نمبر 281۔

میں حقیقتاً مجھے دیکھے گا تو یہ بیداری میں مجھے دیکھنے کی طرح واقعی دیکھنا ہوگا کیوں کہ شیطان کا میری صورت کے متمثّل ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسے میں ہم سب کا یقین وایمان ہے کہ جس نے بھی خواب میں جانِ جہاں رحمتِ عالم ﷺ کو سچ مچ دیکھا ہے تو اُس کی یہ رُویتِ خواب رحمتِ عالم ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھنے کی طرح ہی یقینی امر ہے۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی اور دوسرے خوابوں کی طرح سچ اور جھوٹ یا نفسانی وشیطانی ہونے کا امکان بھی نہیں ہے۔ لیکن اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ شیطان کسی اور ممکن التمثّل کی شکل میں آکر یہ نہ کہہ دیا ہو کہ میں تیرا پیغمبر ہوں جبکہ اُس کا مُجَسّمہ جھوٹ وکذاب ہونے اور ذواتِ قدسیہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ماسوا ہر شکل میں متشکل ہونیکی صلاحیت کا حامل ہونے میں نہ کسی کو شک ہے نہ کوئی اختلاف بالخصوص روحانیت وتصوف کی گندم نمائی میں جوفروشی کرنے والوں کو اِس طرح کا دھوکہ دے کر اُن کے ذریعہ گمراہی پھیلانا تو اُس کا محبوب مشغلہ ہے۔

پیغمبر کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ ﷺ کے اُسوۂ حَسَنہ وسنت طیبہ کے کامل متبعین اور سچے اولیاء اللہ کا بالترتیب اِس دجل کاری سے قطعاً وظناً معصوم ومحفوظ ہونے کے لیے اللہ کے فرمان ''اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ''(۱) جیسے نصوص ودلائل موجود ہیں جبکہ نمبر دو مشائخ اور جعلی پیروں کا شیطان کا کھلونا بننے، اُس کا آلہ کار وہم کار وجائے تصرف بننے سے محفوظ ہونے کیلئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ ذواتِ قدسیہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا دھوکہ باز وکذوب شیطان کے اغوا سے معصوم ہونے اور سچے اولیاء اللہ کا اِس سے محفوظ ہونے پر دلالت کرنیوالی مذکورہ آیت کریمہ کے متصلاً بعد اللہ کا فرمان ''اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِیْنَ ''(۲) اپنے عموم واطلاق کی روشنی میں دُنیا

۱، ۲۔ الحجر، 42۔

بھر کے دوسرے فساق وفجار کو شامل ہونیکی طرح اِن لوگوں کو بھی شامل ہے۔ ایسے میں کوئی بعید نہیں کہ ذوات قدسیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی بے مثل صورتوں کے ماسوا ہر کسی شکل وصورت میں متمثّل ہونے کی صلاحیت رکھنے والے کذّوب وغرور شیطان نے کسی اور کے لباس میں آکر ان کو کہہ دیا ہو کہ میں تیرا پیغمبر ہوں تاکہ اِن کے ذَریعہ خلقِ خدا کو گمراہ کر سکے کیوں کہ خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کے حوالہ سے ہر ہوشیار و چالاک مغلوب النفس انسان شیطان کا اشاعتی ادارہ ہوتا ہے۔ ہزاروں پر الگ الگ محنت وکوشش کے بجائے ہر سوسائٹی وماحول کے لیے اِس قسم کے ایک کو نمائندہ وکھلونا بنا کر اُس کے ذریعہ اغوائے انسانی کے مذموم مشن کو آگے بڑھانا شیطان کا عین مقتضائے فطرت ہے اور یہ بھی ہے کہ واجبی شرائط کے بغیر پیر بننے والے جاہل متشیّخ شیطان کا مسخرہ ہوتے ہیں۔ جیسے امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں اللہ کے سچے اولیاء کرام کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ:

''صوفیِ جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔''

اِس کے چند سطر بعد بغیر شرائط کے پیر بننے والے غیر معیاری متشیّخین کا شیطان کے کھلونے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا''(۱) یعنی شیطان کا مسخرہ ہونے کے باوجود وہ اپنے اِس کردار کو اچھا سمجھتے ہیں، سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

''بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھنچے پھرتا ہے۔''(۲)

بدیہیات مذہبیہ کے اِن حقائق ومسلّمات کی موجودگی میں علم وعمل سے محروم غیر معیاری پیروں اور اُن کے دست وبازو بننے والے علماء سُو کا اِس قسم شیطانی خوابوں کو اللہ کے بے مثل پیغمبر ﷺ سے منسوب کرنا ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے۔

۱۔ الکہف، 104۔

۲۔ فتاویٰ رضویہ، ج 21، ص 528، مطبوعہ رضا فائونڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

اھل علم کی توجہ کے لیے

اِس حوالہ سے ہمارا گلہ وشکوہ اُن جاہل پیروں سے نہیں ہے جنہوں نے سلوک و تصوف کے نام سے دنیوی دھندہ چلانے کی ٹھانی ہوئی ہے کیوں کہ وہ ایسی تمام باتوں کو اختیار کر سکتے ہیں جن سے اُن کی دوکانِ خسران کی چلت ہو سکے، مذہبی خسران اور ایمان کے نقصان سے اُنہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اُن جاہل متصوفہ سے بھی ہم کوئی گلہ وشکوہ نہیں کر سکتے ہیں جو مذہبی اقدار کے ساتھ مخلص اور نیت کے صاف ہونے کے باوجود محض شوقِ تشیخ اور پیری مریدی کا شغل نیک نیتی کے ساتھ اختیار کیئے ہوئے ہوتے ہیں یہ بیچارے اپنی بے علمی کی وجہ سے جائز وناجائز کی تمیز کرنے سے ہی عاجز ہیں۔ شیطان کا اللہ کے رسول ﷺ کی بے مثل ہیئت کذائیہ میں متمثّل ہونے کے عدم امکان اور عالمِ خواب میں اللہ کے رسول کو حقیقتاً دیکھنے کا عالم بیداری میں دیکھنے کی طرح حقیقت ہونے کے مسلّمات کا ملحوظِ خاطر ہونے کی بنا پر یہ حضرات جب بھی اور جس سے بھی سنتے ہیں کہ فلاں نے اللہ کے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے تو یہ اُس پر نہ صرف یقین کر لیتے ہیں بلکہ اُس کا حاضر باشِ دربارِ نبوی ﷺ ہونے کا بھی آگے چرچا کرتے پھرتے ہیں جس کے نتیجے میں واجبی شرائط کے بغیر پیر بننے والے جہلا شیخ طریقت، رہبر شریعت اور عاشق رسول ﷺ جیسے القاب میں مشہور ہو کر خلقِ خدا کا دین ودُنیا خراب کر لیتے ہیں۔ معروضی حالات کے اِن ناگفتہ بہ مشاہدات میں اِن طبقوں سے ہمارا کوئی گلہ نہیں ہے۔ ہمارا گلہ وشکوہ علماء کرام کے اُس دیندار طبقہ سے ہے جو التباس الحق بالباطل کی اِن دجل کاریوں اور جہالت خیزیوں اور بے احتیاطیوں کو روزمرہ مشاہدہ کرنے کے باوجود اصل حقائق کی تبلیغ کرنے سے کتراتے ہیں، مذکورہ حدیثوں کے واقعی محمل ومصداق کی تعلیم عام کر کے اِن گمراہیوں کو

روکنے سے شرماتے ہیں اور اِس نامساعد ہوائے مسموم کا رُخ موڑنے کے بجائے اُس کا تماشا دیکھتے ہیں۔ میں یہاں پر مدارس اسلامیہ کے شیوخ الحدیث اور علماء کرام کے قابل احترام طبقہ کی توجہ خاص چاہوں گا کہ بخاری و مسلم جیسی کتب صحاح میں موجود اِن حدیثوں کے واقعی محمل و مصادیق سے اپنے تلامذہ سمیت مسلم معاشرہ کو بھی آگاہ کریں تاکہ اِن حدیثوں سے منشاء نبوی ﷺ کی روشنی پھیل کر جاہل کاروباری پیروں کے ہاتھوں ہونیوالے اِس التباس الحق بالباطل کا انسداد ہوسکے۔

ورثۃ النبی ﷺ کے منصب جلیلہ پر فائز یہ حضرات خوب جانتے ہیں کہ شیطان کا کسی بھی پیغمبر کی صورت میں متمثّل ہونا ممکن نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء سرور عالم ﷺ کی بے مثل صورت میں متشکل ہونا ممکن ہوسکے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ خواب کے اندر حقیقتاً اللہ کے بے مثل پیغمبر کو دیکھنا بیداری میں اُن کی پاک ذات کو دیکھنے کی طرح ہی ناقابل تشکیک حقیقت ہے جس میں تفریق زمانی اور عالمِ رویا و عالم یقظہ کی تفریق کے سوا قطعاً کوئی فرق نہیں ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ذوات قدسیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے ماسوا باقی کسی بھی صورت میں شیطان کا متشکّل ہوکر عالم رویا میں بھی اور عالم یقظہ میں ظاہر ہونا ممکن ہے اور شیطان کے کذوب و غرور ہونے یعنی جھوٹ بولنے کے ماہر اور دھوکہ بازی میں مشّاق ہونے کو بھی سب جانتے ہیں۔ ایسے میں شیطان لعین کا اپنے کسی اِنسی ہم کار و ہم مشرب کے خواب میں پیغمبر کے ماسوا کسی بھی شکل میں ظاہر ہوکر یہ کہنا کیونکر ناممکن ہوگا کہ میں تیرا پیغمبر ہوں۔ شیطانی خواب کی اِس امکانی صورت کے خلاف کسی قسم کی بھی شرعی دلیل موجود نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین نے التباس الحق بالباطل کے لیے سبب بننے والے شیطانی خواب کی اِس امکانی صورت کے پیش نظر اِس قسم خوابوں پر عمل نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے محدّث المناوی نے کافی تفصیل کرنے کے بعد اپنے پیش رو حضرات

کے حوالہ سے فرمایا ہے:

''اِذْ لَا یَمْتَنِعُ عَقْلًا اَنْ یَتَسَمّٰی اِبْلِیْسُ بِاسْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیَقُوْلَ لِلنَّائِمِ اِنَّہُ النَّبِیُّ وَیَأْمُرَہُ بِالطَّاعَۃِ''(۱)

یعنی از روئے عقل ناممکن ومحال نہیں ہے کہ ابلیس لعین خواب میں آکر سوئے ہوئے شخص کو یہ کہہ دے کہ میں تیرا پیغمبر ہوں اور یہ بھی ناممکن ومحال نہیں ہے کہ اُسے اطاعت کی کسی بات کا امر کریں۔

حضرت مجدّد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ نے اِسی صورت حال سے متعلقہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''گوئیم کہ اخذ احکام از آن صورت ودریافتن مرضی ونا مرضی آن ازمشکلات است چہ تواند بود کہ دشمن لعین درمیان متوسط شدہ باشد وخلاف واقع رابواقع نمودہ بود وبینندہ رادراشتباہ والتباس انداختہ عبارت واشارتِ خود را عبارت واشارت آن صورت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دانانیدہ''(۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ سے منصوب اِس صورۃ مرئیہ کو آنحضرت ﷺ کی صورت سمجھ کر اُس سے لی گئیں باتوں کو شرعی حکم کے طور پر لینا اور اس پر اللہ کے رسول ﷺ کی رضامندی اور غیر رضامندی جیسے حکم لگانا مشکل ترین کاموں میں سے ہے کیوں کہ اِس میں شیطان لعین کا خلافِ حقیقت کو بطورِ حقیقت ظاہر کر کے خواب دیکھنے والے کو التباس و

۱۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج6، ص133، مطبوعہ بیروت۔

۲۔ مکتوبات، دارالمعرفت، حصہ پنجم، دفتر اوّل، مکتوب نمبر273۔

اشتباہ میں ڈالنے کا امکان ہوسکتا ہے کہ اپنے کلام واشارہ کو اللہ کے رسول ﷺ کے نام سے خواب دیکھنے والے شخص کو سمجھا دیا ہو۔

حضرت امام عبدالوھاب الشعرانی نے شیطان کا اپنے ہمکار وہم رنگ اور مغلوب النفس حضرات کو اسی طرح دھوکہ دے کر اُن کے ذریعہ خلقِ خدا کو گمراہ کرنے سے متعلق تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد بطور نتیجہ لکھا ہے:

''فَاَخَذَبِهٖ فَضَّلَ وَاَضَلَّ''(۱)

یعنی جاہل پیر شیطان کی اِن فریب کاریوں کو حقیقت سمجھ کر ان پر عمل کر کے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

حق شناس طبقۂ علماء کو اِس قسم حدیثوں کی مختلف پہلوؤں سے کی گئی تشریح برائے تشریح اور اقوال برائے اقوال کو موضوعِ بحث بنانے کے بجائے انسانوں کی اصلاحِ عقیدہ وعمل کی غرض سے فرمودہ اِن احادیث طیّبہ کو عملی زندگی پر منطبق کرنے پر زیادہ توجہ دینا چاہیے۔ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سچّے اولیاء اللہ کو نہ صرف خواب میں بلکہ عالم بیداری میں بھی سید عالم ﷺ کے حقیقی دیدار کا شرف حاصل ہوسکتا ہے۔ہم کلامی کی سعادت بھی نصیب ہو سکتی ہے اور اصلاح احوال کے لیے احکام واشارات کا ملنا بھی بطور معجزہ وکرامت ممکن ہے لیکن بغیر واجبی شرائط کے پیر بن بیٹھنے،حسد،جھوٹ،تکبّر،بہتان طرازی،غیبت،لالچ، دھوکہ بازی اور ریاکاری جیسے کبیرہ گناہوں میں دن رات مبتلا رہنے والے اور نفسانی و شیطانی خوابوں کو اپنی مصنوعی ولایت کی دلیل بتانے والے گندم نما جوفروشوں کا جانِ جہاں رحمتِ عالم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کا دعویٰ کرنا میری فہم کے مطابق نشئی کا مدعی پارسائی ہونے کے جھوٹ سے مختلف نہیں ہے۔جبکہ نبی اکرم رحمتِ عالم ﷺ نے خوابوں

۱۔ میزان الشریعه الکبریٰ،ج 1،ص 12،مطبوعه مصر۔

کی سچائی وصداقت کو خواب دیکھنے والوں کی قوتِ فکری وعملی کی سچائی وصداقت پر موقوف قرار دیا ہے۔ جیسے ترمذی شریف کی مرفوع حدیث میں ارشاد ہوا''اَصْدَقُهُمْ رُؤْيَاءَ اَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا'' سچے اولیاء اللہ نے بھی خوابوں کے سچا ہونے یا نہ ہونے کے لیے اِس قسم کی حدیثوں کو معیار قرار دیا ہے جیسے فتوحات مکیہ شریف، ج2،ص 375 تا 377 پر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔اور بخاری شریف کتاب تعبیر الرویا میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوع حدیث اس طرح آئی ہے''اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ'' یہ روایات خوابوں کی سچائی و صداقت کا خواب دیکھنے والوں کی سچائی وصداقت پر موقوف ہونے پر واضح دلالت کر رہی ہیں ایسے میں صداقت وسچائی سے محروم جھوٹے پیروں اور بغیر شرائط کے مشائخ بننے والوں کو اپنے ناجائز مقاصد کی برآوری کے لیے التباس الحق بالباطل کرنیکی اجازت دینا کہاں کا انصاف ہے یا کم ازکم اِن تمام تر بدتمیزیوں اور بے اعتدالیوں کو اپنے کانوں سے سننے اور اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود خاموش تماشائی بنے رہنا کیا گونگے شیطان کا کردار ادا کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ (فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَار)

فضائل اولیاء کے نام واردات

واجبی شرائط کے بغیر پیر بننے والے جعلسازوں کا اپنی تشہیر کے لیے استعمال کیے جانے والے حربوں میں سے ایک حربہ''مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ'' والی حدیث کا غلط استعمال بھی ہے یہاں پر بھی طریقہ واردات''كَلِمَةُ حَقٍّ اُرِيْدَ بِهَا الْبَاطِلُ'' ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقصد کے لیے یہ ارشاد فرمایا ہے اُسے پس پشت ڈال کر صرف اور صرف اپنے مفاد میں اِسے استعمال کیا جاتا ہے ورنہ مسلمانوں میں بڑے سے بڑا

گناہ گار بھی ایسا نہیں ہے جو اِس حدیث کے حوالہ سے مقصد شارع ﷺ کی مخالفت کرے۔ اِس حدیث کا شرعی مفہوم و مقصد اِسکے لغوی مفہوم کے عین مطابق ہے، جس کے مطابق اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا ''جو میرے کسی بھی ولی سے اِس بنا پر دشمنی کرے کہ وہ میرا ولی ہے تو میں اُسکے ساتھ جنگ کا اعلان کروں گا۔'' تو ظاہر ہے کہ انسانوں کے معاشرہ میں رہنے والے اولیاء اللہ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ''(۱) کے مصداق و مظہر ہوئے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ اِس آیت کریمہ کا مصداق بننے کے بعد اللہ کے دوست، اللہ کے قریب اور اللہ کے دین کے ناصر و مددگار ہونے کے جس رُتبے پر بھی فائز ہوں وہ سب کے سب اولیاء اللہ ہی کہلاتے ہیں جس کے مطابق ان کی قوتِ فکری و عملی منشاء الٰہی کے عین مطابق ہوتی ہے۔ فرقِ مراتب کے باوجود انسانوں کے یہ افراد، انسانی سماج کا یہ حصہ اور انسانیت کے یہ عطر و جوہر خلقِ خدا کے لیے خیرِ محض ہوتے ہیں اور ''خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ '' کے مظاہر ہوتے ہیں، انسانی زندگی کے مختلف شعبہ ہائے حیات میں پائے جانے والے مختلف قبائل، مختلف زبانوں اور مختلف لباس و مختلف رنگ و نسل میں پھیلے ہوئے یہ حضرات نہ جاہل ہوتے ہیں نہ بے عمل چہ جائیکہ بدعقیدہ و بدعمل ہوں۔ انسانیت کے لیے قابلِ فخر ایسی پاکیزہ ہستیوں کے کردار سے نفرت کرنے، مخالفت کرنے اور عداوت و دشمنی کرنے والے بدنصیب نہ صرف اُن ہی ذواتِ قدسیہ کے دشمن ہوتے ہیں بلکہ انجانے میں جملہ انسانیت کے ساتھ دشمنی کر رہے ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُن کا اللہ کے زیرِ عتاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ کے قابل ہونا عین مقتضاء فطرت ہے۔ اِس دُنیا میں ذواتِ قدسیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ہاتھوں یا اُنکے سچے متبعین کے ہاتھوں

۱۔ یونس، 63۔

غیر مسلموں، مشرکوں اور جملہ اعداء الدین کے ساتھ جتنی بھی جنگیں ہوئیں ہیں یا اُسوۂ حسنہٗ سید الانام ﷺ کے مطابق آئندہ بھی سلسلہ جہاد کا معرکہ رہے گا یہ سب کچھ مذکورہ فرمانِ نبوی ﷺ ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ'' کے مظاہر و جھلکیاں ہیں۔ ایسے میں اِس برحق فرمانِ نبوی ﷺ کو جاہل پیروں کی شان میں نازل شدہ ہونیکا تاثر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ ان کے کاروباری عرسوں میں اِس حوالہ سے دھواں دار تقریریں کر کے اُن ہوشیار دُنیا داروں کو اِس کا مصداق بتانا کون سا اسلام ہے؟ کیا یہ اندازِ تبلیغ التباس الحق بالباطل کا یہودیانہ کردار نہیں ہے یا کسی بدعقیدہ، بدعمل، گندم نما جوفروش اور بغیر واجبی شرائط کے شیخ طریقت بننے والے کا سچّے اولیاء اللہ ہو کر اِس فرمان نبوی کے مصداق ہونے کا کوئی امکان اسلام میں ہوسکتا ہے؟ (فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار)

اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کو توفیق دے کہ وہ سچّے اور جھوٹے کی تفریق بتائیں، سچّے اولیاء اللہ کے فضائل بیان کرتے وقت تصویر کے دونوں رُخ ملاحظہ فرمائیں، بالخصوص پیری مریدی کے نام سے جھوٹوں کی موجودہ بہتات اور معاشرہ کے معروضی حالات کو پیش نظر رکھ کر لب کشائی و قلم کشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین (وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ آمنا)

اِس سلسلہ میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ طبقہ علماء میں آئی ہوئی بیداری سے بھی قارئین کو آگاہ کریں جو صاحبِ علم اور اصحابِ قلم حضرات کی جان دار تحریروں کی صورت میں ہے۔ جن میں اول پروفیسر عون محمد سعیدی کی تحریر ''کاروباری پیر اور زوالِ اہل سنت''، دوسری حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی کی ہے۔

(۱) پروفیسر عون محمد سعیدی صاحب ''کاروباری پیر اور زوالِ اہل سنت'' میں یوں رقم طراز ہیں:

لگا ہے جھوٹ کا بازا آؤ سچ بولیں ۔۔۔ نہ ہوں بلا سے خریدار آؤ سچ بولیں

اس مضمون میں معاشرے کے اندر سرطان کی طرح پھیلے ہوئے نام نہاد جھوٹے کاروباری پیروں کی خبر لی گئی ہے اور زوال اہل سنت کے اہم ترین پہلو کی طرف، فکر مند دماغ اور دردمند دل رکھنے والے سنیوں کو متوجہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سارے مضمون کو کاروباری پیروں کے تناظر میں ہی پڑھا جائے ورنہ ہمارے نزدیک ولایت برحق ہے، کرامات اولیاء بھی برحق ہیں، کسی جامع شرائط مرشد کی بیعت بھی ایک مستحب اور بابرکت کام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی نے مرشد کامل کی چار شرائط ارشاد فرمائی ہیں ان کے بغیر اس کا بیعت لینا جائز نہیں ہے۔

۱ صحیح العقیدہ مسلمان ہو یعنی اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہو، بدعقیدہ اور بد مذہب نہ ہو۔

۲ عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو حتّٰی کہ ہر پیش آمد مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔

۳ علم کے مطابق عمل کرتا ہو، فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات پر دائمی عمل پیرا ہو اور تمام محرمات و مکروہات سے بچتا ہو۔

۴ رسول اللہ ﷺ تک اس کی نسبت متصل ہو، اسکے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو۔

''ہمارے زمانے میں بے علم لوگ وعظ و تبلیغ کرتے ہیں اور لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بے علمی کا عیب چھپانے کیلئے علماء کی تنقیص کرتے ہیں، ان کو منافق

اور بے عمل کہتے ہیں۔ سادہ لوح عوام علماء کو چھوڑ کر بے علم واعظین اور بے عمل مرشدین کے حلقہ ارادت میں کثرت کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں، ہم اس جہالت اور تعصب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں''۔(۱)

شیخ طریقت کے لیے علم کی جو شرط بیان کی گئی ہے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں:

''عالم کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ کر سکے، احادیث کی عربی عبارات صحیح پڑھ اور سمجھ سکے۔ علم کلام اور علم فقہ کی عبارات کو پڑھ اور سمجھ سکے۔''(۲)

مذکورہ شرائط کو سامنے رکھتے ہوئے اگر پاکستانی معاشرے پر نظر ڈالیں تو ہمیں ہر طرف ایسے کاروباری پیروں کی فوج ظفر موج نظر آئے گی جن میں مذکورہ شرائط کا دور دور تک پتہ نہیں ہوگا۔ کسی کا عقیدہ خراب ہے تو کسی کا سلسلہ غیر متصل، کوئی پابند سنت نہیں ہے تو کوئی علانیہ فاسق و فاجر، علم کی شرط ملاحظہ کریں تو اس پر پورے ملک میں کوئی معدودے چند پیر ہی بمشکل پورے اترتے نظر آئیں گے۔ پیروں کا بہت بڑا لشکر جرار نہ صرف قرآن وحدیث اور فقہ و کلام سے بے خبر ہے بلکہ وہ علم اور علماء کا سخت دشمن بھی ہے کیونکہ جس طرح سرمایہ دار، جاگیر دار اور سیاستدان کی خیر اسی میں ہے کہ قوم جاہل مطلق رہے اسی طرح جھوٹے پیروں کی شان و شوکت کا راز بھی اسی میں پوشیدہ ہے کہ قوم علم و عمل سے بے گانہ رہے کیوں کہ اَن پڑھ لوگ ان کو جس طرح چومتے چاٹتے ہیں اس طرح پڑھے لکھے لوگ نہیں کرتے۔ کسی بھی پیر کے ملاقاتیوں کو ملاحظہ کر لیجئے آپ کو اَن پڑھ اور پڑھے لکھے لوگوں کے اندازِ ملاقات میں نمایاں فرق نظر آئے گا۔ پھر انتہائی افسوس

۱۔ فتاویٰ افریقہ، صفحہ 146۔147، ملخصاً، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

۲۔ تبیان القرآن، ج 1، ص 402، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

ناک امر یہ ہے کہ اس طرح کے تمام جعلی، بناوٹی اور کاروباری پیر اپنے آپ کو مسلک حق اہل سنت والجماعت سے منسوب کر کے اسکی بڑی بدنامی اور رسوائی کا سبب بنتے ہیں۔ نیز وہ علماء سے یہ توقع بھی رکھتے ہے کہ وہ ان کی نام ونہاد بزرگی پر مہر تصدیق ثبت کریں۔ یہ ننگِ ملت، ننگِ دین، ننگِ وطن لوگ ایسے زہریلے ہیں کہ انہوں نے اپنی حرام کاریوں سے مسلک حق کو ادھ موا کر کے رکھ دیا ہے۔ الیکشن میں یارسول اللہ ﷺ کہنے والوں کے سارے ووٹ سمیٹ کر یہ لوگ ممبر اسمبلی بنتے ہیں اور پھر اللہ و رسول ﷺ اور علماء حق کی دشمن جماعتوں کے ساتھ مل کر ملک میں نظامِ مصطفی ﷺ کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اس تمام خرابی کی بنیاد درحقیقت ان کاروباریوں مولویوں نے فراہم کی ہے جوانہیں لوگوں کے سامنے غوث زماں، قطب عالم، شہنشاہ ولایت وغیرہ بنا کر حرام کے نذرانے وصول کرتے ہیں۔

معاشرے کے ناسور

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے راستے کی ایک بہت بڑی رکاوٹ پیروں کے آستانے ہیں، خانقاہیں ہیں، جن کے گلوں میں سادہ دل لوگ اپنی جیبیں خالی کر آتے ہیں۔ زیب سجادہ فلاں و فلاں بزرگ ہیں جن میں سے بعض تقدس مآب مشائخ کی تو شکلیں بھی غیر شرعی ہیں۔ جن کے دن مریدوں سے نذرانے وصول کرنے اور راتیں عیاشیوں میں گزرتی ہیں۔ جو تعویذ گنڈوں کے کاروبار سے غرباء کو لوٹتے ہیں جو علم سے قلاش اور عمل سے مفلس ہیں۔ جن کی زبان میں فرشتوں کی پاکیزگی اور قلب میں ابلیس کی روسیاہی ہے۔ جن کی گفتار رشک جبرائیل اور کردار ننگ انسانیت ہے۔ کوئی گھوڑے شاہ ہے جس کے مزار پر

گھوڑوں کے بت چڑھائے جاتے ہیں، کوئی کتوں والی سرکار ہے جہاں کتوں کو تقدس حاصل ہے، کوئی بلی والی سرکار ہے، کوئی کیا اور کوئی کیا ہے۔ وہ جن کے مرید فاقہ کش ہیں اور پیر لاکھوں کے کتے خرید کر ہزاروں کی شرط پر لڑاتے ہیں۔ کسی کو کتے خریدنے کا شوق ہے، کوئی باز خریدنے کا رسیا ہے، کوئی سور کے شکار کے شوقین ہیں، کوئی کاروں کی خریداری میں بازی لے جانا چاہتا ہیں اور یہ تمام شوق مریدین کے جیب خالی کرنے سے پورے ہوتے ہیں، کیا یہ لوگ توحید کے تقاضے پورے کر رہے ہیں؟ کیا ان نمائشی اور نام نہاد پیروں کو دیکھ کر لوگ اصلی صلحاء اور اولیاء اللہ سے بدگمانی کے خطرے میں مبتلا نہیں ہوں گے"۔(۱)

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: "بعض پیر جب کہیں دعوت (قل خوانی وغیرہ) پر جاتے ہیں تو ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں اور بقیہ کھانا (رضائیاں، چارپائیاں، کپڑوں کے جوڑے وغیرہ) اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اکثر اوقات صاحبِ خانہ کی اجازت کے بغیر اپنی جیبیں بھر لیتے ہیں حالاں کہ یہ بالاجماع حرام ہے۔(۲)

بعض پیر صوف کا لباس پہنتے ہیں۔ ان کے متعلق علامہ ابن جوزی نے مندرجہ ذیل احادیث نقل فرمائی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو لوگ ریا کی غرض سے صوف کا لباس پہنے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ضرور خارش کا کپڑا پہنائے گا جس سے اس کی رگیں گر پڑیں گی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ معاشرے کے ناسور، ص 12 ۔13، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور۔

۲۔ تلبیس ابلیس، ص 331۔

''جو لوگ ریا کی غرض سے صوف کا لباس پہنتے ہیں ان کے متعلق زمین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتی ہے''۔(۱)

تربیت کے کرشمے

ان پیروں کے ذریعے مریدوں کی جس طرح کی تربیت ہو رہی ہے وہ بھی انتہائی اذیت ناک ہے، چند ایک تربیتی مناظر ملاحظہ ہوں۔ پیر صاحب جونہی اپنی دولت خانہ کی دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہیں تو دروازے پر نظریں گاڑے مریدین پر گویا نزع کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہاؤ ہو کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، کوئی شوں شوں کی آواز نکالتا ہے کوئی تالیں بجاتا ہے، کوئی درود وسلام پڑھتا ہے، کوئی نعرے لگاتا ہے کوئی جوتے اتارتا ہے، کوئی کچھ کرتا ہے اور کوئی کچھ کرتا ہے۔ اب ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، پیر صاحب مریدوں کے جراثیم سے بچنے کے لیے ہاتھوں پہ دستانے چڑھا لیتے ہیں، کوئی مرید قدموں میں گرا ہوا ہے، کسی نے گھٹنے تھام رکھے ہیں، کوئی کندھوں کو بوسے دے رہا ہے، کوئی پشت سے چمٹا ہوا ہے، کوئی ہاتھ چومنے کے چکر میں ہے غرضیکہ ایک ہنگامہ بپا ہے اور دھکم پیل ہو رہی ہے۔ (حالاں کہ ایک مسلمان کو نماز کیلئے بھی دھکم پیل اور بھاگ دوڑ کی اجازت نہیں ہے) جبکہ پیر صاحب نے بڑی شان بے نیازی سے ہاتھ آگے کیا ہوا ہے۔ کسی کو ایک ہاتھ ملاتے ہیں تو کسی کیلئے سر ہلاتے ہیں، کسی کو ایک انگلی تھماتے ہیں تو کسی کو دو انگلیاں۔ پیر صاحب کی آمد و رفت پر بار بار اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کر بات کی جاتی ہے جان کی امان طلب کی جاتی ہے۔ کوئی حالتِ رکوع میں، کوئی سجدہ کر رہا ہے تو کوئی التحیات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ نے

۱۔ تلبیس ابلیس، ص 331۔

پیر صاحب کے ہاتھ چومنے میں ذرا سی کوتاہی کرلی تو بس! پیر صاحب کا غیظ و غضب دیکھنے والا ہوتا ہے، آنکھیں شعلہ بار ہوجاتی ہیں اور جسم تھرتھرانے لگتا ہے۔ آپ ایک نظر کی جنبش میں مریدین سے مرتدین کی صف میں شامل کرلیے جاتے ہیں۔ اِسی طرح اگر آپ نے کسی مجبوری کے تحت نذرانہ کی ادائیگی میں کچھ پس و پیش کی ہے تو آپ ہمیشہ کیلئے پیر صاحب کی نظروں میں کھٹک جاتے ہیں، توجہات و تصرفات سے محرومی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، زمین و آسمان کی تمام آفات و بلیات آپ کے گھر کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ ایسے مرید کے گھر میں قدم رکھنا گویا پیر صاحب کیلئے جہنم میں جانے کے برابر ہوتا ہے۔ پیر صاحب کی اولاد کیلئے شاہانہ القاب اور مریدوں کیلئے انسانیت سے بھی گرے ہوئے القاب استعمال کیے جاتے ہیں۔ کئی پیروں سے اتنا استغاثہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی اتنا نہیں کیا جاتا۔ کئی پیروں کے نام کی باقاعدہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور اسکو دافع بلا قرار دیا جاتا ہے۔ کئی پیر بڑے تجسس پھیلانے والے (Suspense-creative) ہوتے ہیں۔ ہمیشہ نظریں جھکا کے رکھتے ہیں۔ جاہل مرید اپنے پیر کی صرف ایک نظر کرم کیلئے تڑپتے پھڑکتے رہتے ہیں مگر پیر بھی ایسا پکا ہوتا ہے کہ لمحہ بھر کیلئے دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ اگر کوئی مرید اپنے پیر کے بغیر کعبۃ اللہ کا طواف کرلے تو پیر صاحب اس بات کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر قیاس کرکے اس پر ہمیشہ کیلئے ناراض ہوجاتے ہیں۔

ہر پیر کے مریدوں کی علیحدہ شناخت ہوتی ہے۔ خاص رنگ کی ٹوپی اور خاص قسم کی سلائی، خاص رنگ کی پگڑی اور خاص قسم کی بندش۔ یہ بات شاید کوئی ایسی قابل اعتراض نہ ہوتی مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ شناختوں والے مرید جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو یوں گھور کے دیکھتے ہیں جیسے ابھی کچا چبا جائیں گے۔ کچھ عرصہ

پہلے سلسلہ ہائے بیعت الفتوں اور چاہتوں کا سبب ہوتے تھے مگر اب نفرتوں اور عداوتوں کا باعث۔قرآن کے غلاف کو وہ عظمت حاصل نہیں ہوتی جو پیر صاحب کی چادر کو حاصل ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کی گرد تو جھاڑ دی جاتی ہے مگر پیر صاحب کی مٹی کو غازہ بنایا جاتا ہے۔ مسجد کی صفائی سے برکت حاصل کرنے کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا مگر پیر صاحب کی گاڑی کو عماموں کے ساتھ صاف کیا جاتا ہے اور چادریں لگا لگا کر حجر اسود کی طرح بوسے دیے جاتے ہیں۔کئی پیروں کا لعاب دہن بطور تبرک استعمال کیا جاتا ہے اور کئی پیروں کے ہاتھوں کا ماء مستعمل نوش جان کیا جاتا ہے۔

''جیسا منہ ویسی چپیڑ'' کے مصداق آج کل کے مرید بھی انواع واقسام کے ہوتے ہیں۔ بہت لوگ مرید ہوتے وقت ایسے پیر کا انتخاب کرتے ہیں جس کے تعلقات وسیع تر اور بازار سیاست میں بڑے اثر و رسوخ کا مالک ہو۔بعض لوگ صرف ایک پیر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حسب ضرورت موقع بہ موقع پیر بدلتے رہتے ہیں۔بعض مرید اپنی گدی کے اسی پیر سے زیادہ تعلقات بنا کے رکھتے ہیں جس سے وقتاً فوقتاً اپنے مفادات حاصل کیے جا سکیں۔بعض مرید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا مقصدِ حیات اپنے پیر کی نظر میں دوسرے پیر بھائیوں کی حیثیت کو گرانا اور اپنی حیثیت کو بڑھانا ہوتا ہے اور اس کیلئے شکایات کی ایک بہت بڑی پوٹلی ہر وقت انکے ساتھ رہتی ہے۔بعض مرید جب چہرے پہ داڑھی اور سر پر پگڑی سجا لیتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مفتی اعظم پاکستان سمجھنا شروع کر دیتے ہیں،اب انکے نزدیک بڑے بڑے شیخ الحدیث والتفسیر بھی کسی شمار میں نہیں ہوتے،آسمان کے نیچے بس ایک وہ ہوتے ہیں اور دوسرا ان کا پیر۔چوں کہ آج کل بعض پیروں نے خلافت کی منڈی لگا رکھی ہے لہٰذا بہت سے بندگان نفس کیلئے ایسے ہی پیر کی بات حرف آخر اور پتھر کی لکیر ہوتی ہے بلکہ پیر کا ایک اشارہ بھی وحی جتنی طاقت

رکھتا ہے لہٰذا کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی پیر صاحب کے اقوال زریں کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھنے کی جرات نہیں کرسکتا، ورنہ وہ بڑا بے ادب، جھوٹا اور گستاخ کہلائے گا۔ کچھ مرید اپنے پیر کا مرید ہونے کو حافظ وقاری ہونے سے بھی باعثِ فضیلت سمجھتے ہیں اور اس طرح کلام اللہ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کچھ مرید جو احکام شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے وہ پیر صاحب کی خدمت میں آئے روز کی حاضریاں لگوا کر جنت کی بکنگ کرواتے ہیں۔ تقریباً ہر پیر کا مرید دوسرے کی خرابیاں اور اپنے پیر کی خوبیاں بیان کر کے اس کا مرید ہو جانے کا درس دیتا پھرتا ہے۔ اپنے پیر کی نسبت کو ہر کسی کے نام کے ساتھ لگاتے پھرنا گویا بہت بڑی نیکی اور خدمت دین سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایک پیر کا مرید کسی دوسرے پیر کی تعریف کر دے تو اسے فوراً راندہ درگاہ قرار دیا جاتا ہے۔

جعلی پیروں کے روابط

سینکڑوں ہزاروں مربع زمینیں، وسیع و عریض کاروبار، کروڑوں اربوں کے بینک بیلنس، مہنگی ترین گاڑیاں، مہنگے ترین علاقوں میں محلات اور کوٹھیاں، فائیو سٹارز ہوٹلوں کے کھانے، شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، سیاست کی آنیاں جانیاں، اعلیٰ سطح کے حکومتی و غیر حکومتی تعلقات، امیر ترین خانوادوں اور خاندانوں میں رشتے، ایسی سہولیات و تعیّشات کہ بڑے بڑے وزیر بھی دیکھ کر رشک سے مر جائیں۔ کسی بھی حکومت کو ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا بیشک وہ یزیدی حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ ہر آنیوالی حکومت ''سِرًا وَ علانیة'' ان کی آشیر باد حاصل کرتی ہے۔ انہیں مختلف عہدوں سے نوازا جاتا ہے، وزارتیں پیش کی جاتی ہے، کانفرنسوں میں مہمان خصوصی بنایا جاتا ہے، غیر ملکی دورے کروائے جاتے ہیں، بیش بہا تحائف دیے جاتے ہیں، بوقت ضرورت خزانوں کے منہ ان کیلئے کھول

دیئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی زبان پر یہی وظیفہ ہوتا ہے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ان کا پیٹ یہی صدائیں دیتا ہے۔ شکم فقیراں تغار خدا ہر چہ آید فنا در فنا

ان کا سمندر سے بھی ڈونگا دل پکار پکار کر یہی کہتا ہے۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْد، هَلْ مِنْ مَّزِيْد

اس کے علاوہ شخصی نذرانوں کی فتوحات علیحدہ ہوتی ہیں۔ دائیں بائیں، اوپر نیچے، آگے پیچھے سے یہ سلسلہ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ صبح و شام، دن رات، آج کل اور ہفتے مہینے کی اس کیلئے کوئی تخصیص نہیں ہوتی۔ یہ محاورہ کسی اہل دانش نے اسی موقع کیلئے کہا ہوگا:

تسی اساڈے گھر آؤ گے تے کی لے کے آؤ گے

تسی اساڈے گھروں جاؤ گے تے کی دے کے جاؤ گے

اگر آپ صرف ایک چھوٹے علاقائی پیر کی ماہانہ آمدنی کا جائزہ لیں تو وہ ایک لاکھ سے زائد بنتی ہے پھر بڑے بڑے پیروں کی بے حساب آمدنیوں کا اندازہ کون سا اکاؤنٹنٹ لگا سکتا ہے۔ صاحب بہارِ شریعت مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''آج کل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنالیا ہے، سالانہ مریدوں میں دورے کرتے ہیں اور طرح طرح سے رقمیں کھسوٹتے ہیں، جن کو نذرانہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بہت سے پیر ایسے بھی ہیں جو اس کیلئے جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہیں یہ (سب) ناجائز ہے۔(۱)

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ: ''بعض پیر کمانے کی طاقت رکھتے ہیں مگر وہ سارا دن اپنے آستانوں پر لوگوں سے خیرات وصول کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دھیان ہر وقت اس طرف لگا رہتا ہے کہ کوئی عقیدت مند ابھی آئیگا اور نذرانہ پیش کریگا حالانکہ شریعت کا

۱۔ بہار شریعت، ج2، ص670، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور۔

واضح مسئلہ ہے کہ غنی اور قوی شخص کیلئے خیرات لینا جائز نہیں (کہ یہ بھیک) ہے۔(۱)
بہر حال پیری مریدی ایک خالصتاً نفع بخش کاروبار اور بہترین ذریعہ روزگار ہے۔ اس میں خسارے کا سودا بالکل نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص پیر بن کے بیٹھ جائے اس کی جھگی کا خرچہ بغیر کسی محنت کے بیٹھے بٹھائے چلتا رہتا ہے۔ بلکہ مزید آسامیاں پھنسانے کے لیے لنگر کے پیسے بھی وافر مقدار میں ملتے رہتے ہیں۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا ۔

ع نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا

ہر پیر کے مریدوں کی علیحدہ شناخت ہوتی ہے۔ خاص رنگ کی ٹوپی اور خاص قسم کی سلائی، خاص رنگ کی پگڑی اور خاص قسم کی بندش۔ یہ بات شاید کوئی ایسی قابل اعتراض نہ ہوتی مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ شناختوں والے مرید جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو یوں گھور کے دیکھتے ہیں جیسے ابھی کچا چبا جائیں گے۔ کچھ عرصہ پہلے سلسلہ ہائے بیعت الفتوں اور چاہتوں کا سبب ہوتے تھے مگر اب نفرتوں اور عداوتوں کا باعث۔

پیرنسواں وجاھلان بننے کے چندنسخے

یقیناً آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنا منافع بخش کاروبار بڑی محنتوں اور مشقتوں کے بعد ہی چلتا ہوگا، نجانے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہوں گے اور کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑتی ہوگی۔ ارے فکر کی کوئی ضرورت نہیں! پیر بننا اس دنیا کا آسان ترین کام ہے۔ اگر آپ کسی پیر خاندان یا سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں تو پھر تو آپ بنے بنائے سکے بند پیر ہیں، آپ کے پنجے گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ پیری مریدی آپ کا خاندانی اور

۱۔ تلبیس ابلیس، ص 331، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

موروثی حق ہے، جسے کوئی مائی کا لعل بھی آپ سے نہیں چھین سکتا، ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ بھی چوکھا آئے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور آپ تھوڑا بہت لکھا پڑھنا جانتے ہیں تو پھر بازار سے عامل بنانے والی تعویذات کی کوئی کتاب خرید لیں اور دم درود جھاڑ پھونک کا سلسلہ شروع کر دیں۔ آپ کا یہ کاروبار برق رفتاری سے ترقی کرے گا، راتوں رات آپ کا نام پیرانِ عظام کی فہرست میں شامل کر لیا جائے گا اور چند ہی دنوں بعد جہلاء کرام آپ کی دست بوسی کیلئے ایک دوسرے کو دھکے دے رہے ہوں گے۔ اگر یہ بھی نہیں تو کوئی ایسا شیخ طریقت ڈھونڈ لیجئے جو پانچ سات سبقوں کے بعد آپ کو خلافت دے ڈالے تب بھی آپ وہ القاب و مراتب حاصل کر لیں گے جن کا بڑے بڑے علماء کرام بھی تصور نہیں کر سکتے۔ پیر بن جانے کے بعد زندگی کے وارے نیارے تو پکے ہیں، مرنے کے بعد بھی قل خوانی، چہلم، عرس، خانقاہ اور اولاد کی سرپرستی وغیرہ کے متعلق فکر مند ہونیکی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، سب کچھ خود بخود (Automatically) ہوتا چلا جائے گا۔ نماز وغیرہ پڑھنے کی ضرورت تو بالکل نہیں، کوئی پوچھے تو کہہ دیجئے کہ ”مدینے میں پڑھتے ہیں“۔ یہ جواب بھی ابتدائی ایام کیلئے ہے بعد میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ ”نماز وغیرہ تو مبتدی لوگوں کیلئے ہوتی ہے، ہم جیسے منتہی لوگوں کو اسکی کیا ضرورت؟“

پرہیز سے علاج بہتر ہے

ہم نے آپ کو نسخہ تو بتا دیا مگر پرہیز نہیں بتا سکے۔ یاد رکھئے! علم دین سے پرہیز بے حد ضروری ہے، بارہ بارہ سال محنت کرنی پڑتی ہے، دن رات ایک کرنے پڑتے ہیں، اساتذہ کی جھاڑیں سہنی پڑتی ہیں، مدرسہ کے قوانین اور نظم ضبط کا خیال رکھنا پڑتا ہے، کھانا پینا حسب خواہش نہیں ملتا، جیب خرچ کی کمی ہوتی ہے اور امتحانات سے گزرنا پڑتا

ہے۔ پھر جب بندہ عالم بن جاتا ہے تو در در کی ٹھوکریں وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر کبھی آپ کو حق گوئی و بے باکی کا شوق چرا گیا تو مسجد بھی گئی، مدرسہ بھی گیا، تقریریں بھی بند، پیروں کی بد دعائیں بھی ساتھ مریدوں کے ہتھے چڑھ گئے تو مالش بھی خوب، دوسرے مسلک والے تو ویسے ہی آپ کے مخالف ہیں اپنے مسلک والے بھی جوتے ماریں گے۔ کسی دانشور نے کہا تھا ''دوستوں سے تم مجھے بچالو دشمنوں سے میں خود نمٹ لوں گا۔'' اور اگر آپ درس وتدریس سے وابستہ ہیں تو جن شاگردوں کو آپ دس دس سال پڑھائیں گے اگر وہ کسی کے مرید ہو گئے تو آپ سے حاصل کی ہوئی ساری تعلیم کے متعلق برملا کہتے پھریں گے کہ یہ سب کچھ میرے پیر کے جوتوں کا صدقہ ہے۔ آپ کے پاس بھول کر بھی نہیں آئیں گے مگر پیر کے در پر آئے روز کی حاضریاں لگوائیں گے۔ آپ کی دعا میں کوئی اثر نہ پائیں گے مگر پیر کی دعا ایک دم اکسیر ہوگی۔ نذرانے پیش کریں گے تو پیر کی خدمت میں، آپ سے الٹا کچھ کھا پی کے جائیں گے۔ دعوت کریں گے تو آپ کو مفت بلانا بھی پسند نہیں کریں گے مگر پیر کو سپیشل پروٹوکول کے ساتھ بلائیں گے۔ اگر آپ اور پیر صاحب کبھی اکٹھے ہوئے تو پہلے پیر کے قدموں کو چومیں گے پھر آپ سے ہاتھ ملائیں گے۔ جس پیر نے ساری عمر سوائے حاضریوں کے کچھ نہیں دیا اور ہزاروں روپے سمیٹتا رہا ہے اس کو بہترین نشست پر بٹھائیں گے اور آپ جو کہ ساری عمر مغز ماری کرتے رہے ہیں اور تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزار کر ایک مقام پہ لا کھڑا کیا ان کو پیر صاحب کے قدموں میں بٹھائیں گے۔ سٹیج پر پیر صاحب کیلئے خاص انتظام کیا جائے گا اور آپ کو صرف بیٹھنے کی جگہ مل جائے تو بھی غنیمت ہے۔ پیر کا کتا کہلانے میں بھی فخر محسوس کریں گے اور آپ کا شاگرد کہلانے میں بھی عار محسوس کریں گے۔ یہ سب تو وفادار شاگرد کی پھرتیاں تھیں اور خدانخواستہ آپ کا شاگرد غدار نکلا تو پھر؟؟؟ لہٰذا

عافیت اسی میں ہے کہ پیری مریدی کا پیشہ اختیار کریں اپنوں غیروں سب کی آنکھوں کا تارا بن جائیں گے۔ بڑے بڑے وزیر ومشیر اور دولت مند آپ کے قدموں میں بیٹھیں گے۔

لمحہ فکریہ

جو کچھ بیان ہوا یہ آٹے میں نمک کے برابر تھا، اگر ہم تو تفصیلات میں جائیں تو ایک سو ضخیم جلدوں پر مشتمل عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا تیار ہو سکتا ہے۔ آج جو کچھ ان نام نہاد کاروباری پیروں اور قوالوں کے پاس ہے سارا کا سارا سادہ لوح عوام اہل سنت کا ہے، اور یہ سب کچھ ان لوگوں کے ذاتی استعمال میں ہے، مسلک کو اس کا ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہے۔ جو کچھ انہیں دیا گیا تھا وہ مسلک کی کامیابی، دین کی سربلندی اور علم وعمل کی ترقی کی نیت سے دیا گیا تھا مگر اب جبکہ یہ آشکارا ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دین ومسلک کی خدمت کی بجائے شکم پروری کا کام کر رہے ہیں تو انہیں یا تو مسلک اہل سنت و جماعت سے کلیتاً دستبردار ہو جانا چاہیے یا پھر یہ لوگ مریدوں سے کمائی ہوئی اپنی تمام جمع پونجی مسلک کے ذمہ داران کے پاس جمع کرائیں اور اس کو حسب ضرورت مسلک کی ترقی کیلئے استعمال کیا جائے۔ اگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے تو پھر علماء حق کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان مقدس کاروباریوں کا مکمل احتساب کریں۔ یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی عزت، عظمت، مال ودولت سب کچھ علماء کرام کی وجہ سے ہے۔ آج بھی اگر علماء کرام ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں اور عوام کو حقائق سے آگاہ کرنا شروع کر دیں تو ان کاروباریوں کے تمام پلازے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی طرح دھڑام سے زمین پر آ گریں گے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ مسلک، علم اور عمل کا نام ہے ان کاروباریوں کا تقدس برقرار رکھنے کا نام نہیں ہے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جن کے کالے کرتوتوں کی وجہ سے بد باطن اور بدعقیدہ

لوگوں کو مسلک حق پر کیچڑ اچھالنے کا موقع مل رہا ہے۔ ع بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

حق پرستو! اٹھو اور ان استحصالیوں کا خاتمہ کر دو اس سے پہلے کہ یہ تمہارا اور تمہارے سچے مسلک کا خاتمہ کر دیں بلکہ عملاً ایسا ہو چکا ہے، علماء حق کا وجود ناپید ہوتا جا رہا ہے، کاروباری پیر اور ڈوم روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اہل سنت کی تمام دولت انہی لوگوں کے ہاتھوں میں گروی ہے جسکے سبب مسلک کے سچے محافظ دینی مدارس کا معاشی قتل عام ہو چکا ہے۔ مزید براں ان لوگوں کی منظّم سازش کے نتیجہ میں اب لوگوں کا علماء حق سے اعتماد اٹھ چکا ہے اور ان کی سرعام تذلیل کی جا رہی ہے۔ راقم الحروف کو خود ایک جاہل پیر نے کہا کہ:

”جو مسئلہ ہم بتا دیں چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو پتھر پہ لکیر ہوتا ہے، اب کوئی بڑے سے بڑا مفتی بھی صحیح مسئلہ بتائے تو مرید کو اس پر یقین نہیں آئے گا۔“

دیگر مسلکوں میں صرف اور صرف علماء کو اہمیت حاصل ہے، ان کیلئے سب کچھ ان کا عالم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مدرسین کی تنخواہیں ستر ستر ہزار تک بھی ہوتی ہے مگر ہمارے مسلک میں سب کچھ کاروباری پیر، ڈوم اور قوال بنے بیٹھے ہیں اور مدرسین بیچارے انتہائی مفلوک الحال ہیں۔ دیگر مسلک والوں سے جب حکومت نے کوئی بات کرنی ہوتی ہے تو ان کے نمائندے ان کے علماء ہوتے ہیں جو اپنے مدارس کیلئے مفادات حاصل کرتے ہیں، جسکا فائدہ ظاہر ہے کہ انکے مسلک کو ہوتا ہے جبکہ ہمارے نمائندے ہمارے پیر ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ حکومت سے لوٹتے ہیں اس کا فائدہ خالصتاً انہیں اور ان کے خاندانوں کو ہوتا ہے۔ دوسرے مسلک والوں کی ساری دولت درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ پر صرف ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوبوں کے صوبے اور علاقوں

کے علاقے ان کے زیر تسلط آتے چلے جا رہے ہیں اور ایسے تمام مقامات سے جب سچے مسلک کا صفایا کیا جاتا ہے تو یہ پیر لوگ تو اپنی جائیدادیں سمیٹ کر دوسرے علاقوں کو سدھار جاتے ہیں اور مسلک کی بقاء کی جنگ پھر انہی علماء کو لڑنی پڑتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ علماء کرام اپنے مقام کو پہچانیں اور اس کا تحفظ کریں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جب وقت تھوڑا ہو تو سنتیں اور نفلیں چھوڑ دینی پڑتی ہیں اور فقط فرض ادا کیے جاتے ہیں، علم دین کا حصول فرض ہے اور باقی محفلیں وغیرہ زیادہ سے زیادہ مستحبات میں شامل ہیں۔ اس دورِ زوال میں اب مستحبات کا وقت نہیں رہا۔ جتنی جلدی ہو سکے علم کا فرض ادا کیا جائے، جگہ جگہ مدارس کھولے جائیں اور سابقہ صحیح دینی کام کرنے والے مدارس کو مضبوط کیا جائے۔ ایک محفل کا فائدہ زیادہ سے زیادہ چند دنوں کا ہوتا ہے مگر ایک مدرسہ صدیوں تک اپنی روشنی پھیلاتا رہتا ہے۔ اگر جگہ جگہ دینی مدارس قائم کر دیے جائیں تو روشنی کا ایسا سیلاب آئے گا کہ اندھیروں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔

مشورہ:۔ جماعت اہل سنت کو چاہیئے کہ وہ ایک ایسا ادارہ تشکیل دے جس سے ان پیرانِ عظام کی فہرست جاری کی جائے جو جامع شرائط ہیں اور بیعت لینے کے مجاز ہیں، جب تک یہ ادارہ کسی پیر صاحب کو مستند قرار نہ دے عوام اہلسنت کو ان کی بیعت سے روک دیا جائے۔ ورنہ یہ لوگ جماعت کی رسوائی کا سبب بنتے رہیں گے۔''

(۲) حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی کی تحریر کچھ اِس طرح ہے:

''عوام اہل سنت تو خوابِ غفلت میں سرگرداں تھے ہی خواص بھی سکر و مست کی حالت میں ہیں۔ ہمارے امراء تو دین متین اور مذہب برحق کی ترویج و اشاعت سے محروم تھے ہی وہ خواص جن کا کھانا پینا، رہنا سہنا، آرام و سکون اور عیش و عشرت اور شان و شوکت، جاہ و جلال، رُعب و دبدبہ اور امارت و غنا اور سیادت و قیادت اور تعظیم و تکریم صرف اور

صرف اسلام کی بدولت تھی اور اللہ تعالیٰ کے بعد اُن کو واجب الاحترام والتوقیر صرف اسلام کی بدولت سمجھا جاتا تھا یعنی موجودہ مشائخ عظام اور پیرانِ کرام کہلانے والے طبقہ نے ہی بالعموم اس کو نظرانداز کیا اور اس سے مکمل بے اعتنائی اور لاپرواہی برتی الا ماشاء اللہ نہ خود اسلامی تعلیمات حاصل کیں، نہ اولادوں کو اس طرف راغب کیا اور نہ مریدین میں ہی ایسا جذبہ پیدا کیا اور نہ ہی معلوم کرنیکی کوشش کی کہ اسلامی فرقوں میں سے کون سا فرقہ حق پر اور نہ یہ ضرورت محسوس کی کہ اس فرقہ کے علماء کی سرپرستی کیجائے اور ان کو ہی مطلوب ضروری تعاون مہیا کیا جائے اپنے تعلیمی اداروں کی سرپرستی کی جائے اور مسلک حقہ کی اشاعت وترویج اور رفاعی کاروائیوں میں مصروف اداروں اور شخصیات کی سرپرستی کی جائے بلکہ وہ صرف اور صرف اپنی تن آسانیوں اور عیش کوشیوں میں مصروف ہیں اور بلاامتیازِ مسلک ان کے نزدیک ہر عالم اور مولوی قابلِ نفرت ہے اور ناقابلِ برداشت بلکہ تحقیر وتذلیل اور ہتک وتوہین کا سزاوار حتی کہ وہ کتے جو ان کی حویلیوں کا پہرہ دیں یا شکار میں کام آئیں یا ریچھوں کے ساتھ لڑا کر اِن کی تسکین نفس کا سامان بہم پہنچائیں ان کی بھی اپنے مذہب ومسلک کے علماء سے ہزاروں درجہ زیادہ قدر وقیمت ہے جو مذہبِ حق کی ترویج واشاعت اور اس کی حفاظت ونگہبانی کے لیے شب وروز کوشاں ہیں اور اپنے تن من کی بازی لگا کر اعدائے دین اور بدمذہبوں کی یلغار سے قلعہ اسلام کو بچانے کی سعی مشکور میں مصروف ہیں بلکہ بذاتِ خود اسلاف کرام اور مشائخ عظام کے اعمال وافعال اور اشغال وکردار کے برعکس عمل پیرا ہو کر وہ مذہب برحق کی تباہی وبربادی کا موجب بن رہے ہیں، ہر عیب اور نقص اور کمزوری کوتاہی اِن میں کامل واکمل طریقہ پر موجود ہے اور دوسرے لوگ اِن کے عمل وکردار کو سُنّیت کی علامت اور پہچان قرار دیکر عام اہل اسلام کو صرف ان سے نہیں بلکہ مسلکِ حقہ سے برگشتہ

کرنے اور ضلالت وگمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرانے میں کامیاب ہوتے جارہے ہیں اوران ننگِ اسلاف کو ذرّہ بھر احساس بھی نہیں ہورہا کہ ہم اپنے محسن مذہب اسلام اور مسلکِ حقہ یعنی سُنّیت کا شکریہ کس جفا کاری اور ظلم وزیادتی کے ساتھ ادا کررہے ہیں

ع وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے صرف مال ومتاع سے نہیں بلکہ اپنی شب و روز کی جانفشانی اور محبت وکوشش سے شجر اسلام کو پروان چڑھایا بلکہ اپنے خون سے اس کی آبیاری کی اور اپنے علم وآگہی اور ایمان وعرفان کے نور سے گمراہی وضلالت سے گھپ اندھیروں میں ہدایت کے چراغ روشن کیے اور اپنے عمل وکردار کی درستی اور پختگی سے اور امانت ودیانت اور صداق وحقانیت اور اخلاص وللٰہیت اور حق گوئی بے باکی کے ذریعے اسلام کو بالعموم اور مسلک اہل سنت والجماعت کو بالخصوص اوجِ ثریا تک بلکہ عرش کی بلندیوں تک پہنچایا ان کے اخلاف اور مسند نشین ہی اس کو زمین بوس کرنے بلکہ تحت الثریٰ میں پھینکنے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کررہے ہیں اور علامہ اقبال مرحوم کے اس فرمان کا عملی نمونہ بن رہے ہیں اور واقعی برحق مصداق ثابت ہورہے ہیں۔

میراث میں ہاتھ آئی ہے ان کو مسندِ ارشاد　　ہیں زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

کم از کم اتنا ہی سوچ لیتے کہ اگر حرمین شریفین میں صحابہ کرام، اہل بیتِ عظام، ازدواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابرین کے مزارات پاک کی بے حرمتی ہوسکتی ہے، ان کو بلڈوز کیا جاسکتا ہے اور ان مقدس ہستیوں کے مقدس اجسام پر صدیوں بعد گولیاں چلا کر یہ نعرہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم نے جدید مشرکوں کے خداؤں کو اور معبوداتِ باطلہ کو نیست و نابود کردیا ہے تو یہاں بھی وہ ڈرامہ رچایا جاسکتا ہے اگر وہاں پر محافلِ میلاد شریف اور

اعراس پر بدعت کے فتویٰ لگا کر پابندی عائد کی جاسکتی ہے تو یہاں بھی ایسا ہوسکتا ہے اگر وہاں پر بیعت وارادات اور پیرومرید والے رشتے قائم کرنا اور سلاسلِ اربعہ میں سے کوئی سلسلہ جاری کرنا اور اس کے اوراد و وظائف اور اشغال واعمال حرام اور ناجائز قرار دیئے جاسکتے ہیں تو یہاں بھی وہی کھیل کھیلا جاسکتا ہے اگر وہاں یارسول اللہ ﷺ کہنے والوں کو مشرک قرار دے کر تہ تیغ کیا جاسکتا ہے تو یہاں بھی وہ تاریخ دُہرائی جاسکتی ہے؟ کیا اپنے اسلاف کی حرمت وعزت اور رسول معظم ﷺ کی محبت واُلفت اور تعظیم وتوقیر کا حق ادا کرنے کا یہی انداز واسلوب اور طور وطریقہ ہونا چاہیئے جو یہ حضرات اپنائے ہوئے ہیں۔''(۱)

سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان میں عدم تمیز

جعلی پیروں کا عوام کو بیوقوف بنا کر مرید کرنے کے طریقہ ہائے وارادات کے طویل سلسلہ میں ایک حربہ یہ بھی ہے کہ حضرت پیران پیر اور حضرت جنید بغدادی جیسے اولیاء کاملین سے مختلف الفاظ میں منقول باتوں سے استدلال کر کے مرید ہونے کو سب پر فرض بتا کر کام نکالتے ہیں۔مثال کے طور پر''مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَہٗ شَیْخٌ فَاِبْلِیْسُ شَیْخُہٗ'' کا مفہوم ومطلب یہ مشہور کر کے عوام کو ڈراتے ہیں کہ جس کا پیر نہ ہو اُس کا پیر شیطان ہے اور جو کسی کا مرید نہ ہو وہ شیطان کا مرید ہوتا ہے۔تو ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات واحکام سے غافل عوام کا اِس ترغیب وترہیب سے متاثر ہونا فطری بات ہے کیوں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر شخص شیطان کا مرید ہونے سے بچنا چاہتا ہے اور فرض کی ادائیگی میں رغبت کرتا ہے۔اِس سلسلہ میں عوام کی بھیڑ چال کے علاوہ ہم نے اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیات بھی

۱۔ گلدستہ توحید ورسالت، ص25تا28۔

ایسی بہت دیکھی ہیں جو غیر معیاری پیروں کے اِس حربہ سے متاثر ہونے کی بنا پر جہالت کے گڑھے میں پھنس رہے ہیں۔ جہالت خیزی کی یہ طوفانِ بدتمیزی اِس لیے روزافزوں پھیل رہی ہے کہ بزرگانِ دین اور سچے اولیاء اللہ کے اِن اقوال کے صحیح محمل ومصداق بتاکر تبلیغ کرنے والوں کا فقدان ہے، فلاح تقویٰ اور فلاح احسان کی تفریق بتانے والے نہیں ہیں، مرشد عام ومرشد خاص کی تمیز بتاکر سمجھانے والے نہیں ہیں۔

سلوکِ تقویٰ اور سلوکِ احسان کی جدا جدا شرعی حیثیتوں کی تعلیم دینے والے نہیں ہیں اور ارادتِ فرضی وارادتِ نفلی کے جدا جدا لوازمات سے آگاہی دیکر فرض کو چھوڑ کر نفل میں پڑنے والے جاہلوں کو اِس گمراہی سے بچانے والے چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہے ہیں ورنہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں ہے کہ بزرگانِ دین کے اِن فرمودات سے مراد صرف فلاح تقویٰ اور ارادت عامہ ہے جو بلا تخصیص ہر نرینہ وزنانہ پر فرض عین ہے۔ جو شریعت مقدسہ کے ظاہری و باطنی احکام پر عمل کرنا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجاآوری اور کفر وشرک، منافقت، حسد، تکبّر، ریاکاری جیسے ظاہری و باطنی اعمال سے متعلقہ احکام شرعیہ کے علم وعمل کا نام ہے جسکے لیے کسی نا کسی مرشد و رہنما کی ناگزیر ضرورت ہے۔ چاہے قرآن وحدیث کی صورت میں ہو یا کسی مذہبی کتاب کی شکل میں، مذہبی استاذ و مربّی کی شکل میں ہو یا اسلامی مبلّغ وناصح کی شکل میں، مردہ ہو یا زندہ بہر حال قابل اصلاح عام لوگوں کو فلاح تقویٰ اور فرضی سلوک پر عمل کرنا اِس قسم رہبر ورہنما اور مرشد ومعلّم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفَ نے فرمایا:

"پیر تعلیم ہم استاذ شریعت است وہم رہنمائے طریقت بخلاف پیر خرقہ پس رعایت آداب پیر تعلیم بیشتر بجاباید

آورد و باسم پیری رو احق باشد ''(۱)

اللہ کے دین کی تعلیم و تربیت دینے والا استاذ و شیخ شریعت میں استاذ اور طریقت میں رہنما ہے بخلاف جُبّہ پہنانے والے پیر کے کہ وہ ایسا نہیں ہے۔لہٰذا پیر تعلیم کے آداب کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے اور وہ پیر کہلانے کے زیادہ مستحق ہے۔

قربان جاؤں سچّے اولیاء اللہ کی دوربین نگاہ بصیرت پر ایسا لگ رہا ہے جیسے اُنہوں نے سلوکِ تقویٰ کے فریضہ سے محروم ،علم و عمل کے کورے اِن گندم نما جوفروشوں کے ہاتھوں پیدا شدہ موجودہ ماحول کو دیکھ کر فرمایا تھا:

''مَنْ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ اُسْتَاذٌ فِاِمَامُهُ الشَّیْطٰنُ''(۲)

یعنی جس کا مذہبی استاذ ورہنما نہ ہو اُس کا پیشوا شیطان ہوتا ہے۔

ضعیف العقیدہ عوام نے جب باعمل علماء کرام کی صحبت اختیار کر کے فلاح تقویٰ و فریضۂ سلوک کی راہ میں اُن سے رہنمائی لینا چھوڑ دی ''اَلْعُلَمَآءُ وِرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ'' کے شرعی احکام سے منہ پھیرا اور اللہ کے فرمان ''فَسْـَٔلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ''(۳) جیسے فرائض سے بے اعتنائی برتی تو بزرگانِ دین کے اِن ارشادات کے عین مطابق مریدِ شیطان ہوگئے اور اِنسی اَبالِسہ کے یہ جھتے اِن کے پیر بن کر خدا کی بندگی کے بجائے اپنی بندگی کراتے ہیں،خود مریدِ شیطان ہوکر جنّی شیطان کے کھلونے بننے کی طرح اِنہیں بھی اپنا بندہ بنا کر استعمال کرتے ہیں شریعت کی راہ دکھانے کی بجائے اپنی راہ دکھاتے ہیں اور ''خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسُ''(الحدیث) کے مطابق علم و عمل کی ترغیب دینے کے

۱۔ مکتوبات،دفتر اوّل،حصّہ چھارم،مکتوب نمبر221۔

۲۔ عوارف المعارف مع احیاء العلوم،ج5،ص78،مطبوعہ بیروت۔

۳۔ النحل،43۔

بجائے صرف اپنے مفاد میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے امام احمد رضا فاضل بریلوی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہُ الشَّرِیْفُ نے فرمایا:

''بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔''(۱)

قربان جاؤں رَبّ کریم جل مجدہٗ کے نظام عدل کے قدرتی مکافات اعمال پر جو لوگ فرض کو چھوڑ کر نفل کو مقصدِ حیات بناتے ہیں، سچے اولیاء اللہ کا در چھوڑ کر جاہلوں کو پیشوا بناتے ہیں اسلام کے حقیقی وفرضی احکام کی طرف پشت کر کے توہم پرستی کو اپنا شعار بناتے ہیں اُن کا انجام مرید شیطان ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ایسوں کا پیر شیطان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا۔ جیسے رَبّ کریم جَلَّ مجدہٗ نے ارشاد فرمایا:

''اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ''(۲)

علم ظاہر و باطن سے اشتباہ

تصوف وطریقت کا چونکہ براہ راست تعلق شریعت کے ظاہری احکام کے علم وعمل میں اخلاص اپنے اندر پیدا کرنے کے ساتھ ہے لہٰذا اس راہ میں ظاہر و باطن اور علم ظاہر و علم باطن کے الفاظ بھی کثرت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں لیکن نیم خواندہ علماء سمیت عام حضرات کو اِن کی حقیقتوں تک رسائی نہیں ہوتی جس وجہ سے وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں ہم نے اچھے خاصے اہل علم کو بھی اِن سے متعلق مغالطہ کا شکار ہوتے ہوئے دیکھا ہے، ایسے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اِن کی تشریح وموازنہ بھی نذر قارئین کردوں۔ وہ اس طرح ہے جیسے

۱۔ فتاویٰ رضویہ، ج21، ص528۔

۲۔ المجادلہ، 19۔

عام دنیا کی نگاہ میں علم ظاہر اُن چیزوں کے جاننے کو کہتے ہیں جن کا تعلق ظاہری جوارح و بدن اور حواس کے ساتھ ہو۔ اس کے مقابلہ میں علم باطن اُن چیزوں کے جاننے کو کہتے ہیں جو ایسی نہ ہوں بلکہ اُن کا تعلق انسان کی عقل و قلب کے ساتھ ہو۔ اِسی طرح طریقت و تصوف کی دنیا میں بھی شریعتِ مقدسہ کے اُن احکام کے علم کو علم ظاہر کہتے ہیں جن کا تعلق انسانی جوارح و بدن اور حواس کے ادراک کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر نماز پنجگانہ کا علم، ان کے اوقات و شرائط اور ان کے مفسدات و مکروہات کا علم، کیوں کہ اِن کا تعلق نمازی کے بدن اور اُس کے حواس کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اِن کے متعلق جو بھی علم ہوگا وہ علم ظاہر ہی کہلائے گا جبکہ اِن ہی ظاہری احکام کے علم و عمل سے متعلق جو اخلاص نمازی کے دل میں ہوتا ہے اُس کا تعلق ظاہری بدن و حواس کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ باطن اور اُس کا علم بھی علم باطن ہی کہلائے گا۔ اِس کے علاوہ دوسرا مصداق و مظہر اِن کا اس طرح بھی ہے کہ شریعت مقدسہ کے احکام تکلیفیہ یعنی دین اسلام کے وہ احکام جن کے کرنے یا جن سے بچنے پر انسان کو مکلّف و مسؤل بنایا گیا ہے، دو طرح کے ہیں:

پہلی نوعیت:۔ جن کا تعلق ظاہری بدن کے ساتھ ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ اِسی طرح شراب، جُوا، ربویٰ جیسے محرمات بھی۔

دوسری نوعیت:۔ جن کا تعلق صرف اور صرف قلب انسانی کے ساتھ ہے جیسے توکل، صبر، خوف و رجا اور محبت و رضا وغیرہ۔ اِسی طرح حسد، تکبر، غرور، دُنیا کی لمبی اُمید، بے جا طمع و لالچ جیسے پوشیدہ محرمات وغیرہ جن کا ادراک ظاہری حواس کے ساتھ نہیں بلکہ صرف اور صرف عقل کے ساتھ اور عملِ دل کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

اِن حقائق کی روشنی میں پہلی قسم کے احکام جاننے کو علم ظاہر اور دوسری قسم کے

احکام جاننے کو علم باطن کہا جاتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کی روشنی میں صوفیاء کرام کے مطابق تصوف وطریقت، شریعت مقدسہ کی اِن دونوں قسموں پر اخلاص کیساتھ علم وعمل حاصل کرنے کی راہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ **الطَرِیقَۃُ سَبِیلُ حُصُولِ العِلمِ وَالعَمَلِ بِکِلَی قِسمَی الاَحکَامِ بِالاِخلَاصِ** اس کے نتیجہ میں علم ظاہر کا مصداق صرف ظاہری احکام شرعیہ کو جاننا قرار پاتا ہے جبکہ علم باطن کے بنیادی طور پر چار مصداق ہیں:

پہلا:۔ احکام شرعیہ کے علم وعمل سے متعلقہ اخلاص کو جاننا۔

دوسرا:۔ دل کے متعلقہ احکام کو جاننا، جس کے مطابق علم باطن کا دائرہ علم ظاہر کی نسبت کئی گنا زیادہ ہے۔

تیسرا:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات واوصاف ذاتیہ کو جاننا۔

چوتھا:۔ اُمورِ تکوینیہ کے رموز واسرار کو جاننا۔

اِس کے علاوہ بزرگانِ دین کے مطابق سلوکِ منازل میں سے بھی بعض وہ ہیں جو خالصتاً دل کا عمل ہونے کی وجہ سے اُن کا علم بھی علم باطن ہی کہلاتا ہے، جیسے زُہد، توکل، خوف، رجا، حُب، رضا اور بعض کا تعلق ظاہر وباطن دونوں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان کا ادراک کبھی علم ظاہر کبھی علم باطن کہلاتا ہے، جیسے توبہ، فقر، صبر، شکر۔

وضاحت:۔ علم باطن وعلم ظاہر اور اِن کے مابین موازنہ کے حوالہ سے میری یہ تحقیق حضرت علی ہجویری کی کشف المحجوب، حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی دیوان، حضرت امام غزالی کی احیاء العلوم، حضرت شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی فتوحات مکیہ شریف کے اندر منازل سلوک اور علم ظاہر وباطن سے متعلقہ معارف کا آسان خلاصہ ہے۔ گویا بات اُن کی ہے قلم وزبان میری۔

اِس کاوش سے میرا مقصد اِن شہسوارانِ طریقت کی روشنی میں علم ظاہر وعلم باطن کے حقیقی مفہوم کی وضاحت کر کے طریقت کے جعلسازوں کے دجل وفریب دنیا کو بتانا ہے کہ علم باطن کو وہ شریعت کے مقابلہ میں لے کر کیا گمراہی پھیلا رہے ہیں، کس طرح خلقِ خدا کو گمراہ کر رہے ہیں اور طریقت جیسی تربیت گاہِ شریعت کو اپنے شیطانی تصورِ باطن کے ساتھ خاص بتا کر کس طرح جملہ بزرگانِ دین کے خلاف جا رہے ہیں جبکہ بلا نکیر جملہ بزرگانِ دین کے مطابق شریعت تمام احکام الٰہی اور اُن کے علم وعمل کا نام ہے، حقیقت اِس علم وعمل میں اخلاص کا نام ہے، معرفت اِن کے جاننے کا نام ہے اور طریقت اخلاص کے ساتھ اِن کے علم وعمل کو حاصل کرنے کی راہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے لیکن تصوف وطریقت کے نام پر سوداگری کرنے والے یہ گندم نما جو فروش اِن آسان حقائق کو معمہ بنا کر خلقِ خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ قربان جاؤں حضرت مجدد الف ثانی کی آوازِ حق پر کہ اُنہوں نے متقدمین صوفیاء کرام کے عین مطابق فرمایا:

''چه حقیقت و طریقت عبارت از حقیقت شریعت است و طریقت آن حقیقت نه آنکه شریعت امرے دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر که آن الحاد و زندقه است''(۱)

یعنی صوفیاء کرام کی اصطلاح میں حقیقت وطریقت سے مراد شریعت ہی کی حقیقت اور اِس حقیقت شرعی کو پانے کا طریقت وراستہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ شریعت وطریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے متضاد ومتغایر چیزیں ہیں، ایسا تصور کرنا زندیق وملحدوں والا عمل ہے۔

حضرت نے صوفیاء کرام کے ہاں استعمال ہونے والے اِس قسم کے الفاظ کی یہ وضاحتیں آج سے چار سو سال پہلے اپنے وقت کے ناقص پیروں کی تباہ کاریوں سے دنیا کو

۱۔ مکتوبات، مکتوب نمبر 57، ج 1، حصہ دوم، ص 35۔

بچانے کے لیے کی تھی جبکہ آج کل ناقصوں کی شرح پیداوار و پھیلاؤ میں اُس وقت کے مقابلہ میں سات سو فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اُس وقت کے یہ جعل ساز اتنے جاہل بھی نہیں تھے جتنے آج ہیں۔ تصوف کی الفتوحات المکیۃ، عوارف المعارف، میزان الشریعۃ الکبریٰ، کشف المحجوب، کشف الاسرار، سبع سنابل، الرسالۃ القشیریۃ اور مکتوبات امام ربانی، جیسی کتابوں کو دیکھنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ التباس الحق بالباطل کی جتنی دجل کاریاں غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کے ہاتھوں تصوف و طریقت کی راہ میں کی گئیں ہیں اُس کی مثال انسانی زندگی کے کسی اور شعبہ میں نہیں ملتی۔ عوام کو اِس راہ میں جتنا بیوقوف بنایا گیا ہے اتنا کسی اور شعبہ میں نہیں بنایا گیا اور سچے بزرگانِ دین و طریقت کو جتنا اِن گمراہوں نے بدنام کیا کسی اور نے نہیں کیا۔ (فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی)

علم لدنی کی حقیقت

غیر معیاری مشائخ اور جعلی پیروں کی دجل کاریوں میں ایک حربہ ''علم لدنی'' کا جھانسہ دینا بھی ہے کہ وہ اپنے لیے یا اپنے مفاد کی شخصیات کے لیے اِس رتبے کا حامل ہونا مشہور کر کے ضعیف العقیدہ عوام کو بیوقوف بنا لیتے ہیں اِس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ اِس کی حقیقت بھی واضح کر دوں۔ قرآن شریف کی سورۃ کہف، آیت نمبر 65 کی روشنی میں بزرگانِ دین سے اِس سلسلہ میں جو منقول ہے اُس کے مطابق کسی بھی سعادت مند بندے کو انسانی عقل و حواس اور قوتِ فکری کے اکتساب سے ماوراء چیزوں کا محض عطاء الٰہی سے جو کشف و ادراک دیا جاتا ہے اُسے علم لَدُنی کہتے ہیں۔ اس کے حامل و مستحق وہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنی قوتِ فکری و عملی کی امانتوں کو من کلِ الوجوہ منشاء مولیٰ جل جلالہ کے تابع بنا کر نفس اَمّارہ کے شیطان کو اپنے سے نا اُمید کیا ہو، قلب سلیم کی عظمت پر فائز ہو چکے ہوں اور

فنا فی اللہ کی بقالا زوال کے رُتبے کو پا چکے ہوں۔ اِسے علم لَدُنی کے علاوہ علم الحقیقت اور علم باطن بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت تک مزید رسائی پانے کے لیے اس کے حاملین اور مصداق و ثمرات کو جدا جدا سمجھنا ضروری ہے۔ اِس کے حاملین واہل اُن ذوات قدسیہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا جنہوں نے اپنی قوتِ فکری و عملی کے جملہ لمحات کو منشاء مولیٰ جل جلالہ کے تابع بنانے کی بدولت خواص کے فکری علوم کو بغیر نظر وفکر حاصل کرنے کی روحانی طاقت پائی ہو۔ اِسی نکتۂ امتیاز کی بنا پر تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

''وَيَتَوَقَّفُ حُصُولُهُ عَلَى الْقُوَّةِ الْقُدْسِيَّةِ دُوْنَ الْمُقَدِّمَاتِ الْفِكْرِيَّةِ''(۱)

یعنی علم لدنی کا کسی کو حاصل ہونا اُسکی قوت قدسیہ پر موقوف ہے فکری مقدمات پر نہیں۔

تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ کے تحت علم لدنی کے حاملین کی کافی تفصیل کرنے کے بعد بطور نتیجہ لکھا ہے:

''فَعُلُوْمُ اَهْلِ اللّٰهِ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْكَشْفِ وَالْعَيَانِ وَعُلُوْمُ غَيْرِهِمْ مِنَ الْخَوَاطِرِ الْفِكْرِيَّةِ وَالْاَذْهَانِ''

یعنی قوت قدسیہ والے حضرات کے علوم مشاہدہ وعیان پر مبنی ہوتے ہیں جبکہ اِس رُتبے کو نہ پہنچے ہوئے حضرات کے علوم ذہن وفکر کی پیداوار ہوتے ہیں۔

روح البیان میں حضرت جنید بغدادی کے حوالہ سے فرمایا:

''وَذَالِكَ يَقَعُ لِلْعَبْدِ اِذَا زَمَّ جَوَارِحَهُ عَنْ جَمِيْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَاَفْنٰى حَرْكَاتِهِ عَنْ كُلِّ الدراداتِ وَكَانَ شبحا بَيْنَ يَدَى الْحَقِّ بلا تمنٍ وَلَامُرَادٍ''(۲)

۱۔ تفسیر روح المعانی، ج15، ص330، تحت سورۃ کہف، آیت65۔

۲۔ روح البیان، ج5، ص271، ص270۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمین وآسمان کے پوشیدہ خلائق وعجائبات کا مشاہدہ کرنا، ہمارے آقا ومولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنواُمیہ کے بدمعاش تاجداروں کے ہاتھوں ہونیوالے مظالم کا قبل الوقوع مشاہدہ کرنا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا سورۃ طلاق کی آخری آیت کی تفسیر میں ''لَوْ ذَکَرْتُ تَفْسِیْرَہٗ لرجمتُوْنِی'' کہنے کا پس منظر، حضرت امام زین العابدین کے ''یَارَبِّ جُوْھَرِعِلْم لَوْاَبُوْح بِہٖ......لَقِیْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ یَعْبُدُ الْوَثْنَا......وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ مُّسْلِمُوْنَ دَمِیْ......یَرُوْنَ اَقْبَحَ مَایَآءُ تُوْنَہٗ حَسَنًا'' کہنے کا راز اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سینکڑوں کلومیٹر دور سے حضرت ساریۃ رضی اللہ عنہ کے زیر کمان ہونے والی جنگ کے حدود اربعہ کو دیکھ کر یا ساریۃ الجبل کہہ کر اُسے ہدایات دینے جیسے ہزاروں واقعات جو اللہ کے مقدس بندوں سے ثابت ہیں یہ سب کے سب علم لدُنی کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں کیوں کہ علم لدنی کے مفہوم میں جیسے اُس کے حامل کا فنافی اللہ ہونا معتبر ہے ویسے ہی اِس کشف وادراک کا بلا واسطہ محض اللہ کی توفیق سے ہونا بھی ضروری ہے اِسی نکتۂ امتیاز کی بنیاد پر صوفیاء کرام اس کی تعبیر کبھی اشارہ الٰہیہ سے اور کبھی الہام سے بھی کرتے ہیں جس میں انسان کی اپنی فکری تعلیم کو قطعاً کوئی دخل عمل نہیں ہوتا۔

وَمَاتَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَالیہ انیب.

وصلی اللہ علی حبیبہ سید العٰلمین و الہ السادات الطیبین الطاهرین و صحابته الکاملین المکمّلین وعلی من اتبعهم الی یوم الدین بفضلک و کرمک یااکرم الاکرمین

واناالعبدالضعیف

پیر محمد چشتی طریقۃً وسلوکاالمسلم مذھبًا،الحنفی مسلکًا، الچترالی مولدًا،البشاوری مسکنًا

☆☆☆☆☆

یادداشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈرلائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرمالیجئے۔

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

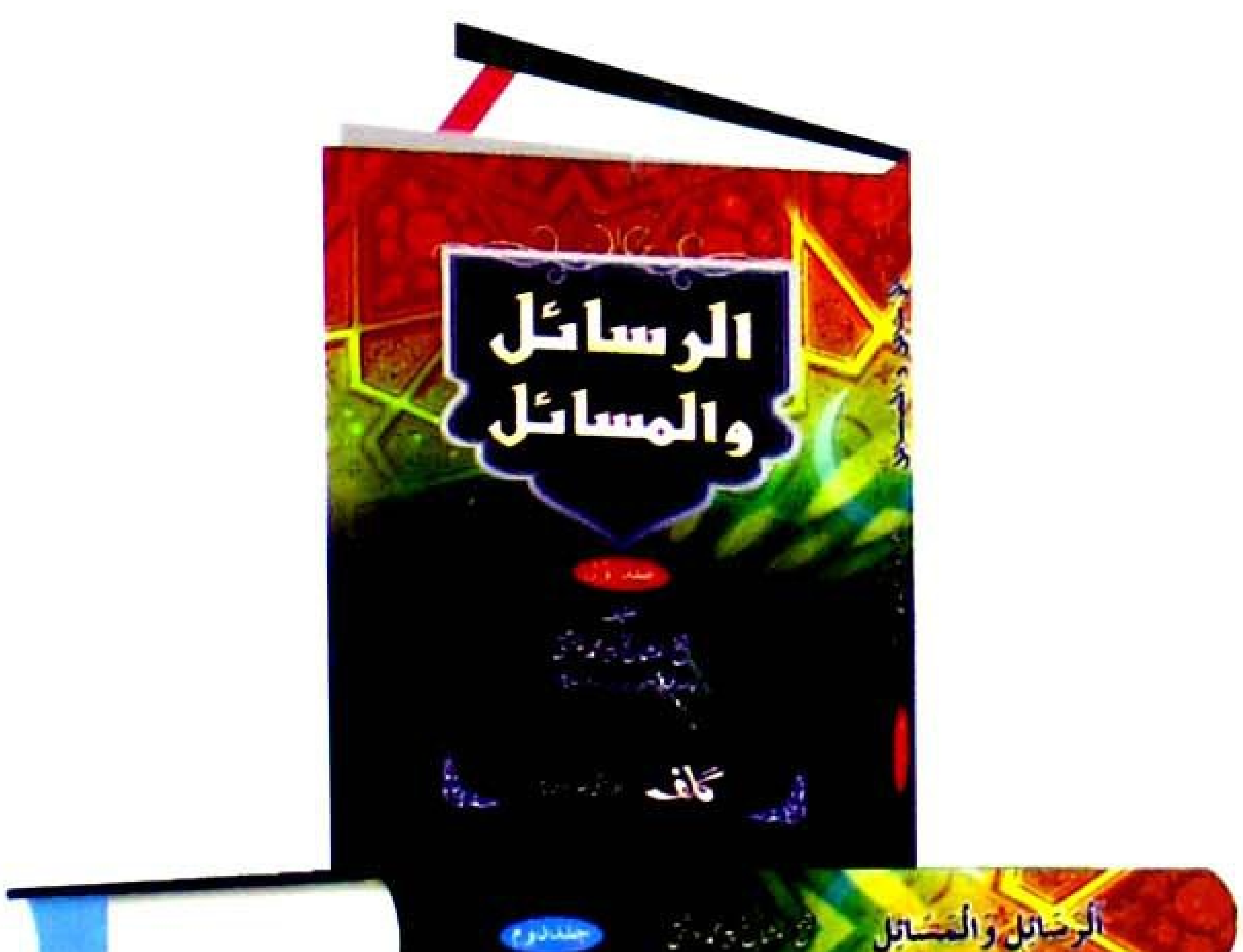
خوشخبری

علم کی روشنی تلاش کرنے والوں کو یہ سن کر یقیناً مسرت ہوگی کہ حضرت شیخ الحدیث والتفسیر پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت **مولانا پیر محمد چشتی چترالی** مدظلہ کے علمی جواہر پارے بنام **''الرسائل و المسائل''** اشاعتی ادارے **گلف پبلشرز** کی جانب سے چھپ کر مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ جو تین جلدوں میں ہیں ہر جلد چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جدید علمی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس انتہائی اہم اور پیچیدہ مسائل کے حل پر مشتمل علمی ذخیرے کی طباعت رنگین، کاغذ اعلیٰ، نفیس جلد بندی اور بین الاقوامی تقاضوں کے مطابق کی گئی ہے۔

جلد اول ...... روزہ داری اور انجکشن، بسم اللہ الرحمن الرحیم کا معیاری ترجمہ، جائیداد کی پگڑی کی شرعی حیثیت، حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی تحقیق، رہن کے نام سے اجارہ کی شرعی حیثیت، جیسے **14** دقیق علمی مقالہ جات پر مشتمل ہے۔

جلد دوم ...... اصلاح الاوقاف والمساجد، معیار ایمان، عید میلاد النبی ﷺ اور ہماری ذمہ داریاں، امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف قیام کا فلسفہ، قیاس واستحسان، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تحقیق، منازک سلوک کی حقیقت اور اُن کی ترتیب، جیسے **15** علمی مقالہ جات پر مشتمل ہے۔

جلد سوم ...... حدیث ثقلین کی تطبیق، شرعی احکام کی تفصیل، ایمان کے پانچ لوازمات، علم الغیب ماہو، ختم النبوۃ کے منافی ممکنہ وساوس کا ازالہ، تقیہ کی شرعی حیثیت، ترجمۃ القرآن ممکن ولاممکن، خطاب اللہ اعلیٰ لرسولہ الاعلیٰ، جیسے **31** علمی شہ پاروں پر مشتمل ہے۔



حضرت پیرِ طریقت کی علمی کاوش کے یہ شہ پارے حدیث وتفسیر سے لے کر فقہ اور اُصول فقہ تک قرآن فہمی کے لیے ضروری جملہ فنون سے لے کر علم سلوک وتصوف تک ہر فن سے شغف رکھنے والوں کے لیے منارۂ نور ہیں۔